ایکہ صد طور است پیدا از نشانِ پائے تو
خاکِ یثرب را تجلّی گاہِ عرفاں کردہ

جمالِ مصطفٰے
صلی اللہ علیہ وسلم

محمد صادق سیالکوٹی

(بغیر اجازت مصنف کوئی صاحب قصد طبع نہ فرمائیں)

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (پ ۱۷ ع ۷)

"اور ہم نے آپ کو سب جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"

سیلاب رنگ و نور طلوع سحر میں ہے
تابندہ کہکشاں تری گردِ سفر میں ہے (شعر)

جمالِ مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم

اس کتاب میں آرامِ جاں، سکونِ ایماں، کاشفِ سر کن وکاں، دلدارِ خستگاں، غم خوار عاصیاں، ممدوحِ قدسیاں، سرخیلِ نوریاں رحمت للعالمیاں سید الکونین، سید الثقلین، حبیب خدا، اشرف انبیاء، شافع روز جزاء حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا حسن صوری، اور معنوی، اپنی رعنائیوں کے ساتھ جلوہ بار ہے

حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی مدظلہ

نعمانی کتب خانہ ٭ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نگاہِ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں
وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں
(جلیل مانک پوری)

کہکشاں ہے تیرے رہوارِ مقدس کا غبار
تیرے نقشِ پا ہیں فردوسِ بریں کے لالہ زار

وَ مَنْ هُوَ الْاٰيَةُ الْكُبْرٰى لِمُعْتَبِرٍ

اور وہ ذات مبارک آیت کبریٰ ہے عبرت والے کے واسطے

وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمٰى لِمُغْتَنِمٍ

اور وہی ہے نعمتِ عظمیٰ غنیمت گننے والے کو

سَرَيْتَ مِنْ حَرَمٍ لَيْلًا اِلٰى حَرَمٍ

سیر فرمائی آپ نے ایک شب میں حرم مکہ سے حرم بیت المقدس تک

كَمَا سَرَى الْبَدْرُ فِيْ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ

جیسے چودھویں رات کا چاند چلے اندھیری رات میں

وَبِتَّ تَرْقٰى اِلٰى اَنْ نِّلْتَ مَنْزِلَةً

اور ترقی کرتے گئے یہاں تک کہ پہنچے قاب قوسین کے رتبہ کو

مِنْ قَابَ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ

جو نہ ادراک کیا جاتا ہے اور نہ طلب کیا جاتا ہے

(حضرت بوصیری)

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنتساب

سبّوح و قدّوس لازوال معبود!

میں اس کتاب کے جبلِ نور کے موتیوں، لعلوں اور ہیروں کو تیری ذاتِ لم یزل اور شانِ جلال و جبروت کی

نذر

کرتا ہوں۔ حمد و صلوٰۃ کی عنبریں فضا میں اس سعی کو قبول فرما۔ اور ہمیں جمالِ مصطفیٰ کے اجالے میں گام فرسا ہونے کی توفیق دے۔

؎

معراجِ زندگی ہے عجز و نیاز میرا
ہے شانِ کبریائی کبر و غرور تیرا

عبدہٗ ــــــــــ محمد صادق

خطبہ رحمت للعالمین

صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ۔ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط

اَمَّا بَعْدُ!

فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ ط

(ترجمہ) "سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں (اس لئے) ہم اس کی تعریفیں کرتے ہیں۔ اور (اپنے ہر کام میں) اسی سے مدد مانگتے ہیں۔

ہم اس رب العالمین، سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور اس پر (عقیدہ توحید کے ساتھ) ایمان لاتے ہیں۔ اور اسی (پاک ذات) پر ہمارا بھروسہ ہے۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ اور اپنے عملوں کی برائیوں سے (بھی) اس کی پناہ میں آتے ہیں۔ (یقین مانو) کہ جسے اللہ راہ دکھائے۔ اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے وہ (خود ہی) اپنے در سے دھتکار دے۔ اس کے لئے کوئی راہبر نہیں ہو سکتا۔ اور ہم (تہ دل سے) گواہی دیتے ہیں۔ کہ معبود برحق (صرف) اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور (اسی طرح دل کی گہرائی سے) ہم اس بات کے بھی گواہ ہیں۔ کہ مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے (خاص) بندے اور (آخری) رسول ہیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد

(یقیناً) تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اور تمام راستوں سے بہتر راستہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور تمام کاموں میں بدترین کام وہ ہیں۔ (یعنی بدعتیں) جو خدا کے دین میں اپنی طرف سے نکالے جائیں۔ (یاد رکھو)، دین میں جو کام نیا نکالا جائے۔ وہ بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے[1]۔

---

[1] نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ وہ جامع اور مبارک خطبہ ہے۔ جو حضورؐ اپنے ہر وعظ اور تقریر کے شروع میں پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ خطبہ بہ الفاظ مختلف مسلم، ابوداوٗد، ترمذی، وغیرہ میں موجود ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیمائے اُفق

چشم و مژگاں سے لکھے اس نے ہزاروں دفتر
جس کے مکتب میں دوات آئی نہ خامہ آیا

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار اور بے حساب نعمتیں بخشی ہیں، پانی کی بوند سے لے کر نو ماہ تک شکمِ مادر میں اس کی نعمتوں نے ہی ہمیں نوازے رکھا۔ حرارت، برودت، رطوبت، یبوست یعنی کیفیات چہارگانہ کا چترِ احسان سایہ فگن رہا۔ غذائیت اور مائیت کی رسد برابر پہنچتی رہی۔ آکسیجن بھی ممدِ حیات اور مفرح ذات بنی رہی۔ پھر اس کلی نے ثُمَّ اَنشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ کا پھول بن کر فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ کی خوشبو سے دنیا کو مہکا دیا۔

ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، آنکھیں، دل، دماغ، تمام اعضا و احشاء عقل، شعور، ذہن، خیال، تصور، ارادہ، نطق، صحت، حفاظت اسباب ربوبیت، رزق، پانی، ہوا، دفعیہ امراض کے لئے بے شمار

عقاقیر یعنی جڑی بوٹیاں، ہر طرح کا لباس، بے شمار ضروریاتِ زندگی ہر سانس کے بعد دوسرے سانس کی عطا، غرض بے شمار نعمتوں کی برکھا برس رہی ہے۔ جیسا کہ خود خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :-

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ (پ۱۳ ع ۱۷)

"اور اگر خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کو پورا گن نہ سکو"

خدائے لایزال کی اَن گنت بخششوں، احسانوں، رحمتوں، رافتوں کرموں، نوالوں اور عطاؤں میں، سب سے بڑا احسان، سب سے بڑی بخشش، سب سے بڑی رحمت و رافت، سب سے بڑا کرم، اور سب سے بڑی نوال و عطا حضرت مُحمّد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدّس ہے۔ آپ کی نبوت اور رسالت ہے، اُسوۂ خیر الانام کے نور میں گامزن ہونا ہے۔ ؎

تیرے جلووں سے چراغاں کا سماں رہتا ہے
جگمگا اٹھتی ہے یہ منزلِ ویراں ہر شب
تیری سانسوں کی مہک جن میں بسی رہتی ہے
ان ہواؤں سے مہکتا ہے شبستاں ہر شب
آن کی آن میں آفاق پہ چھا جاتا ہے!
نکہت و نور کا امڈا ہوا طوفاں ہر شب

اگر ایک شخص کروڑوں روپے کا مالک ہو۔ اس کی بہت سی اولاد بھی ہو۔ جانثار خویش و اقارب بھی رکھتا ہو۔ مال و دولت، زمین، مربعے کوٹھیاں۔ بنگلے، کارخانے، خدم و حشم، نوکر چاکر، عزت و آبرو، صحت، سلامتی، اور عافیت سب کچھ ہو۔ لیکن اگر اس کو حضرت محمد مصطفےٰ

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت حاصل نہیں ہے۔ وہ حضورؐ کی نبوت، اور رسالت کو ماننے کی ذمہ داری پوری نہیں کرتا کلمہ گو مسلمان ہوکر مینائے اسوہ کا زلال نہیں پیتا۔ آپؐ کا نقشِ قدم نہیں پاتا۔ تو وہ کروڑوں پتی "کنگال" بڑا بدبخت اور حرماں نصیب ہے۔ زود یا بدیر "ملحابۂ اجل تو پیئے گا ہی۔ پس مُردن دوزخ کا ایندھن بنا۔ تو دنیا میں عزیزؔ گزیدہ ہونا کس کام آیا۔ سعادت مند انسان وہ ہے، جسے دنیا تھوڑی ملی یا بہت۔ لیکن اسے رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی دولت ضرور ملی ہو۔ ؎

منزل ملی مراد ملی مدعا ملا!
سب کچھ ملا جو مجھ کو ترا نقشِ پا ملا

اگر حضورؐ کا نقشِ پا (عمل بالسنۃ) مل گیا۔ تو سمجھو کہ منزل مل گئی اور مردِ مومن کی منزل جنت الفردوس ہے۔ ؎

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہیں وہ کارواں تو ہے (اقبالؒ)

مشرکینِ مکہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔ ذاتِ لایزال کو ضرور مانتے تھے، لیکن اس ذاتِ واحد کے ساتھ غیروں کو شریک کرتے تھے۔ اس لئے مشرک کہلائے۔ تو مشرک ہوتا ہی وہ ہے۔ جو اللہ کو مانے، اور اس کے ساتھ شریک لائے۔ خواہ کلمہ گو مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے اگر اس کی قولی، بدنی، اور مالی عبادت میں غیراللہ کو شریک کرتا ہے۔ تو ضرور مشرک ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:-

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ۝ (پ۱۳ ع ۶)

"اور اکثر لوگوں کا حال یہ ہے۔ کہ اللہ کو مانتے ہیں اور شرک بھی کرتے جاتے ہیں" یعنی مومن مشرک ہیں!

مشرکین مکہ کا ایمان تھا۔ کہ آسمان، سورج، چاند، سیارے، ستارے اللہ نے ہی بنائے ہیں۔ وہی بارش اتارتا ہے۔ اور اس پانی سے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ وہی اناج اگاتا ہے۔ لہلہاتے کھیت، سرسبز اور شاداب باغات، رنگا رنگ کے پھول، اثمار و فواکہ، پہاڑ، دریا، سمندر، ندی نالے اور آبشاریں سب اسی کی قدرت کے شاہکار ہیں۔ وہی مدبر الامر ہے۔ دن رات کی گردش، گرمی، سردی، خزاں اور بہار اسی کی قدرت کے آثار ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے، وہی پناہ دیتا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ ہر کوئی اس کے قبضہ قدرت میں مجبور و مقہور ہے۔

ابراہیمی مسخ شدہ دین کے مطابق وہ نماز بھی پڑھتے تھے۔ روزہ بھی رکھتے تھے۔ حج بھی کرتے تھے۔ زکوٰۃ، صدقات، خیرات بھی دیتے تھے، بیت اللہ کا طواف کرتے۔ آبِ زمزم پیتے، اور لوگوں کو پلاتے تھے۔ بیت اللہ اور مسجد الحرام کی تعمیر کرتے، اس میں روشنی کرتے، صفیں اور چٹائیاں بچھاتے، اور عبادت کرتے تھے۔ وہ دورانِ حج منیٰ میں جاتے وہاں سے عرفات جاتے، پھر لوٹ کر منیٰ میں آتے، رمی جمار کرتے، قربانی دیتے حجامت کراتے، احرام کھولتے اور غسل کرتے تھے۔ وہ نکاح میں خطبہ پڑھتے، ولیمہ کرتے، ختنہ کرتے، غسل جنابت بھی کرتے تھے ــــ لیکن اللہ تعالیٰ ان کی تمام عبادتوں کو بوجہ شرک کالعدم قرار دیتا ہے۔

اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹰاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ

لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝ (پ ۱۳ ع ۱۵)

"ان کے (نیک) اعمال گویا راکھ (کا ڈھیر) ہیں، کہ آندھی کے دن اس کو ہوا لے اُڑی (اسی طرح) جو (نیک عمل) یہ لوگ (دنیا میں) کر گئے۔ ان میں سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آئے گا یہی پرلے درجے کی ناکامی ہے۔"

ان لوگوں کا شرک یہ تھا۔ کہ وہ فوت شدہ بزرگوں کو پکارتے اور مصائب وحوائج میں ان سے استمداد کرتے تھے۔ اور اس طرح ان کو اللہ کے سوا اِلٰہ بناتے تھے۔ وہ یہ بھی کہتے تھے:۔ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ۔ (پ ۱۱ ع ۷) "یہ (ہمارے بزرگ لات وہبل وغیرہ) اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔"

یعنی ہم بڑے گنہگار اور بدکار ہیں۔ اللہ ہماری دعائیں مانتا نہیں، اور ان بزرگوں کی سفارش موڑتا نہیں۔ لہذا یہ بزرگ ہماری دعاؤں کو اللہ کے حضور پیش کر کے سفارش کر کے منظور کرا دیتے ہیں۔ اور جن باتوں کا اللہ نے انہیں اختیار دیا ہے، وہ باتیں خود آپ پوری کر دیتے ہیں۔ یہ ہمارے حاجت روا اور مشکل کشا ہیں۔ اس مقصد کے لئے سینکڑوں خدا کے نیک بندوں اور ولیوں کے انہوں نے دربار بنا رکھے تھے۔ ان درباروں میں جا کر، ان بزرگوں کے نام کی نذریں نیازیں اور چڑھاوے دیتے تھے، اور ان کے آگے سجدے کر کر ان سے حاجتیں اور مرادیں مانگتے تھے۔ بیت اللہ شریف کے اندر تین سو ساٹھ بزرگوں ہی کے بت تھے۔ جو ان کی شکل وصورت پر تراشے گئے تھے۔ وہ ہر روز ایک بزرگ کو نکال کر بیت اللہ کے دروازے کے نیچے رکھ دیتے، اس کے نام کی نذر نیاز دے کر سارا دن اس سے حاجت روائی چاہتے۔

عورتوں، مردوں، کا وہاں تانبا بندھا رہتا۔ دوسرے دن اس بزرگ کو اندر رکھ دیتے۔ اور ایک اور بزرگ کو بصد احترام باب کعبہ کے آگے رکھ کر ذکور و اناث، نذریں نیازیں لاتے۔ اور اس سے اپنی اپنی حاجتیں مانگتے۔ سارا سال اسی طرح اِن الٰہوں کی پوجا پاٹ میں لگے رہتے۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے دیبوں، لات، ہبل، ود، یعوق، یغوث، سواع، کے درباروں پہ بھی جاتے۔ اونٹ، گائیں، بکرے، چھترے، طرح طرح کے کھانے چڑھاوا چڑھاتے اور رو رو کران سے عرضیں کرتے۔ اور مرادیںؒ مانگتے۔ اور یہ بھی کہتے کہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دو۔ ہمیں اللہ والے بنا دو۔ اپنی نذریں، نیازیں، لے کر ہمارا ہاتھ اللہ کے ہاتھ میں تھما دو۔ اللہ تعالیٰ ان کے الفاظ بیان کرتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ م مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ط (پ۲۳ ع ۱۵)

"اور جن لوگوں نے خدا کے سوا (دوسرے) حمایتی بنا رکھے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کی پرستش اس لئے کرتے ہیں۔ کہ خدا سے ہم کو نزدیک کر دیں۔"

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ان لوگوں کے شرک کی کیفیت بیان کرتے ہیں:-

ذکر اللہ سبحانہ مشرکی مکة بقولهم لرجل سخی یلت السویق للحجاج انه نصب منصب الالوهیة فجعلوا یستعینون به

حجة اللہ البالغة ط (بدور بازغہ)

لہ افسوس آجکل بہت سے مسلمان بزرگوں کی قبروں کے درباروں پر جاکر نذریں نیازیں چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور ان سے حاجتیں اور مرادیں مانگتے ہیں مشرکین مکہ بھی یہی کام کرتے تھے۔

"اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی اس لئے تکفیر کی۔ کہ انہوں نے ایک سخی مرد (لات) کو جو حاجیوں کو (گھی) پانی میں ستو گھول کر پلایا کرتا تھا۔ منصب الوہیت دے دیا تھا۔ اور سختیوں اور مصیبتوں میں اس سے مدد مانگتے تھے۔"

معلوم ہوا۔ کہ کسی بزرگ کے مجسمہ یا قبر پر جا کر اس سے مدد مانگنا اس کو الوہیت کا مقام دینا ہے۔ اور اسے الٰہ بنانا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ مزید ارشاد فرماتے ہیں:۔

ومنھا انھم کانوا یستعینون بغیر اللہ فی حوائجھم من شفاء المریض وغناء الفقیر وینذرون لھم یتوقعون انجاح مقاصدھم بتلک النذور۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

"ان شرک کی قسموں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ وہ لوگ مریض کی شفا اور فقیر کی غنا کے لئے اپنی حاجتوں میں غیر اللہ سے مدد مانگتے تھے۔ اور ان کے ناموں کی نذریں دیتے تھے۔ تاکہ ان نذروں کی وجہ سے ان کو اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل ہو۔"

تو ہزاروں سال سے اہل عرب کی گھٹی میں اس طرح کا شرک رچا بسا تھا اولیاء اللہ اور بزرگوں کو اپنے اور خدا کے درمیان سفارشی اور وسیلے بناتے ان کے مجسموں، بتوں، اور قبروں پر جا کر ان کے نام کی نذریں دیتے اور بیماریوں اور سختیوں میں ان سے مدد مانگتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تیرہ برس تک مکہ مکرمہ کے اندر ان کو اس شرک سے منع کرتے اور خالص توحید کی دعوت دیتے تھے۔ لیکن وہ نہ مانتے تھے۔ اور حضورؐ کی سخت مخالفت کرتے اور شب و روز آپ کے درپئے آزار رہتے۔ یہاں تک کہ حضورؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا

کہ آج رات ان کا کام تمام کر دیا جائے۔ اللہ نے آپ کو اس منصوبے کی خبر دے دی۔ اور ہجرت کا حکم کر دیا۔ پھر حضورؐ مکہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے گئے، یہاں بھی دس سال تک حضورؐ نے جنگ و جہاد کی زندگی بسر کی۔ یہاں تک کہ تئیس سال میں مکہ فتح ہو گیا۔ توحید کا پرچم بیت اللہ پر لہرایا۔ شرک مٹ گیا۔ اور توحید کی روشنی کا نور پھیل گیا۔ اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔

تئیس سال کی قلیل مدت میں ہزاروں سال سے ہڈیوں میں رچے ہوئے شرکیہ عقیدوں کی بیخ کنی کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے حضرت نوح علیہ السلام نے بقول قرآن نو سو پچاس سال تک تبلیغ کی۔ لیکن ان لوگوں نے پانچ پیروں ود۔ یعوق۔ یغوث، سواع، نسر، کی پوجا نہ چھوڑی۔ بہ مشکل اسّی آدمی ساڑھے نو سو سال میں مسلمان ہوئے۔ میرے خیال میں اگر ہزار پیغمبر مل کر بھی مکہ کے لوگوں میں تبلیغ کرتے، تو اہل مکہ کا موحد ہونا تو رہا ایک طرف، وہ لوگ ان پیغمبروں کو قتل کر دیتے۔ لیکن کیا شان اور مقام ہے صاحبِ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ، راہ نوردِ جادۂ اسریٰ، مہبط اسرارِ خدا، بدر الدجیٰ، شمس الضحےٰ، امینِ جلوۂ دوسرا۔ جلالِ عظمتِ آدم، جمالِ عالمِ امکاں، فانوسِ ایوان جہاں۔ کلاہِ بے کلاہاں۔ ساقیٔ کوثر بکف جناب خیر البشر حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ۔۔ کہ صرف تئیس سال کے آنکھ جھپکنے کے عرصہ میں آپکی تبلیغ سے تقریباً ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں، شمعِ توحید کے پروانوں، پاک باز صحابہؓ نے اسلام کو سینے سے لگا لیا۔ اپنے دل کی گہرائیوں میں اتار لیا۔ گوشت پوست اور ہڈیوں میں رچا لیا۔ پھر یہ کتاب و سنت کے فدائی صحابہؓ، تبلیغ کا بادل بن کر آسمانِ دنیا پر چھائے۔ اور عمل کی باراں بن کر برسے۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے فضل، اس کی تائید اور توفیق سے ہوا۔ حضورؐ کی سعی و جہد سے نہ

صرف شرک ہی عرب سے مٹا، بلکہ بے شمار شرکیہ، کفریہ، اور جہالت کی رسمیں بھی نا پید ہوئیں۔ زنا، شراب نوشی، بدی، بدکاری، قبیلوں کی پرانی عداوتیں انتقامی جذبات، کہنہ رنجشیں، حسد، کینہ، بغض، غیبت، بہتان، جھوٹ، فریب، ظلم، بدعہدی، اغوا، چوری، ڈکیتی، راہزنی، کم تولنا، کم ناپنا، کم ماپنا، بدخلقی، معاشرے کی ہر چھوٹی بڑی برائی۔ سب کچھ نیست و نابود ہو گیا۔ اس رسول برحق پر، بارش کے قطروں، درختوں کے پتوں، سورج کی کرنوں، چاند کی شعاعوں، آسمان کے تاروں، ریت کے ذرّوں کے برابر درود و سلام ہو۔ کہ خدا کی توفیق اور تائید سے انہوں نے سیاہ رات کو روز روشن میں تبدیل کر دیا۔ حق یہ ہے کہ وما توفیقی الا باللہ کی برکت سے "مُردوں" کو "زندہ" کر دیا۔

تبلیغ کی کامیابی میں مبلغ کا کردار، حسن و جمال، سیرت اور اخلاق بہت کام کرتے ہیں۔ حضور انورؐ کی تمام نبیوں اور رسولوں سے بڑھ کر کامیاب تبلیغ اس بات کی شہادت دیتی ہے۔ کہ آپ سے بڑا کوئی صاحبِ جمال، اچھے کردار اور اونچے اخلاق والا بچہ کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ اللہ تعالٰے نے نہ آپ کی صورت کا جواب پیدا کیا، نہ سیرت کا، نہ خَلق کا، نہ خُلق کا۔

آپ لامثال خوب صورت، حسین، جمیل، شکیل، نیک، پاک، معصوم حیادار، غیّور، بہادر، مجاہد، غازی، فاتح، رحم دل، عابد، سخی، فیاض، صابر، شاکر، قانع، موحّد، متوکّل، بردبار، حاکم، منصف، عادل، راست باز، وفادار، قوی، دانا، حق گو، رعب والے، نڈر، بے باک، معاف کرنے والے، نرم دل، ملنسار، خوش اخلاق، اور متواضع تھے، اور بے شمار صفات، خوبیاں، اور بھلائیاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے نورانی پیکر میں بدرجہ

اتم کوٹ کوٹ کر بھر دی تھیں۔ ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبروں کے اخلاق فاضلہ ان کی تمام خوبیوں، صفتوں، اچھائیوں اور بھلائیوں کا جناب رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم مجموعہ تھے۔ حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

ہمچوں تو نازنینی سرتا بپا لطافت
گیتی نشاں ندادہ ایزد نیا فریدہ

"حضورؐ جیسا دلربا جو سر سے پاؤں تک پاکیزگی ہو۔ دنیا میں نہیں ملتا۔ (کیونکہ) خدا نے پیدا ہی نہیں کیا۔"

یعنی آپ کی شان، بزرگی، مرتبہ، رتبہ، اور بے شمار اچھی صفات جیسا، اولادِ آدم میں خدا نے پیدا ہی نہیں کیا۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ اور کیا خوب فرماتی ہیں۔ ؎

لَنَا شَمْسٌ وَّ لِلْاٰفَاقِ شَمْسٌ
وَ شَمْسِیْ خَیْرٌ مِّنْ شَمْسِ السَّمَآءِ
فَاِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ بَعْدَ فَجْرٍ
وَ شَمْسِیْ طَالِعٌ بَعْدَ الْعِشَآءِ

"ہمارا بھی ایک سورج ہے۔ اور آسمان کا بھی سورج ہے۔ اور میرا سورج آسمان کے سورج سے بہتر ہے، بیشک آسمان کا سورج فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے۔ اور میرا سورج (محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم) عشاء کے بعد چڑھتا ہے۔"

سبحان اللہ! کتنا خوب صورت، پیارا، اور بلاغت بھرا کلام ہے۔ کہ آسمان کا سورج تو فجر کے بعد چڑھتا ہے۔ اور عائشہؓ کا سورج رات کو طلوع ہوتا ہے۔ بے شک اس سورج نے رات کو طلوع ہو کر "رات"

کو "دن" بنا دیا۔ اس سورج نے شب یلدا میں چڑھ کر اندھیروں کو اجالے کر دیا۔ خود حضور انورؐ فرماتے ہیں:۔

اَیْمُ اللّٰہِ لَقَدْ تَرَکْتُکُمْ عَلَی الْبَیْضَآءِ۔ (ابن ماجہ)

"خدا کی قسم میں نے تم کو روشن میدان میں چھوڑا ہے"

یعنی روشنی ہی روشنی ہو گئی ہے۔ اندھیرا رہا ہی نہیں ہے، لَیْلُھَا کَنَھَارِھَا۔ یہاں کی رات مانند دن کے ہے۔ یعنی رات دن بن گئی ہے تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود اطہر کے سورج نے، شرک بدعت، اور بے شمار رذائل کی رات میں طلوع ہو کر اس رات کو توحید، عبادت الٰہی، اور اخلاق فاضلہ کے دن میں تبدیل کر دیا۔ کیا کہتے ہیں، حضرت عائشہؓ صدیقہ طیبہ طاہرہ کے سورج کے جو رات کو طلوع ہوتا ہے اور رات کو دن بناتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر خدا کی بے شمار رحمتیں ہوں کہ ان کے سورج نے (لاکھوں درود و سلام اس "سورج" پر) ہم گنہگاروں۔ روسیاہوں کے گناہوں کی اندھیری رات کو بھی دن بنایا۔ یعنی ان کی تعلیم و کردار کی روشنی سے ہمارے اندھیرے چھٹ گئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

رُوْحِیْ الْفِدَاءُ لِمَنْ اَخْلَاقُہٗ شَھِدَتْ

میری جان انؐ پر فدا کہ جن کے اخلاق گواہ ہیں

بِاَنَّہٗ خَیْرُ مَوْلُوْدٍ مِّنَ الْبَشَرِ !!

کہ بنی نوع انسان میں وہ افضل تریں ہیں

عَمَّتْ فَضَائِلُہٗ کُلَّ الْعِبَادِ کَمَا

بلا امتیاز ان کے فضائل سب بندوں کیلئے عام ہیں

عَمَّ الْبَرِيَّةَ ضَوْءُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ
جیسے سورج اور چاند کی روشنی ساری خلقت کیلئے عام ہیں
لَوْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُبَيِّنَةٌ
اگر ان کی صداقت کو سچا ثابت کرنے والی نشانیاں نہ ہوتیں
كَانَتْ بَدِيهَتُهُ تُغْنِي عَنِ الْخَبَرِ
تو خود ان کی روشن شخصیت ان کی صداقت کیلئے کافی تھی

صحابی رسولؐ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا خوب بیان کرتے ہیں۔ رُوحِي الْفِدَاءُ لَهُ۔ میری جان آپؐ پر قربان! کہ ان کے اخلاق، سیرت، اور کردار اس بات پر شاہد ہیں۔ کہ وہ تمام اولاد آدم میں بزرگ ترین ہیں۔ بنی نوع انسان میں آپ کا کوئی مثیل نہیں۔ ان کے اقوال و افعال اور سیرت پاک کے نور سے سب بندوں کو ایسے ہی فیض ملا ہے۔ آپ کی رحمت للعالمینیؐ سب کے لئے ایسے ہی عام ہے جیسے شمس و قمر کی روشنی سب مخلوق کے لئے عام ہے۔" آپ کی نبوت اور رسالت کی صداقت پر بہت سے معجزے اور دیگر بے حساب نشانات موجود ہیں۔ بالفرض اگر آپ کی صداقت کی یہ نشانیاں اور معجزات نہ بھی ہوتے۔ تو آپ کی واضح شخصیت یعنی باعصمت حیات، نورانی کردار، پاکیزہ اخلاق پیارا چہرہ اور پاک سراپا ہی آپ کی صداقت کو کافی تھا۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

شرقی بن شائق فرماتے ہیں:۔ ؎

دشتِ عرب فیوضِ خدا میں نہا گیا
اک ہادیِ عظیم ہدایت کو آگیا
اک آخری شکست اندھیروں کو مل گئی

الحاد و شرک و کفر کی بنیاد ہل گئی!
پیغامِ حق سنایا رسالت مآبؐ نے!
پھیلایا نور افق بہ افق آفتاب نے!
انسانیت کے پھول دلوں میں کھلا دیئے
سب تفرقے دوئی کے جہاں سے مٹا دیئے
درسِ خلوص و صدق و صفا آپ نے دیا
تکمیلِ زندگی کا نیا راستہ دیا
دنیا کو روحِ امن ملی آشتی ملی
انسان کی نگاہ کو تابندگی ملی
حضرت نے فرقِ بندہ و آقا مٹا دیا
اس تیرہ خاکداں کو ثریّا بنا دیا
عالم کو روشنیٔ مساوات مل گئی
خاکِ سیاہ کو شانِ سماوات مل گئی

رسولِ معظم، نبیِّ مکرم نے جہان سے شرک و کفر اور الحاد کی صف لپیٹ دی۔ صدیوں کی جہالت میٹ دی۔ رسولِ رحمت کے ایک نقشِ پا سے سو سو طور پیدا ہوئے جن کی تجلّی سے خاکِ طیبہ جگمگا اٹھی۔ امام الانبیاء والمرسلین کی بعثت پر ظلمت خانے ضو دینے لگے۔ دشت و چمن نکھر گئے۔ کون و مکاں سنور گئے۔ غنچہ و گل پر بہار آ گئی۔ کائنات کو فروغ ملا برگ و ثمر مشکناب ہوئے۔ ذرّے آفتاب اور قطرے قلزم بنے، عندلیبوں نے گلستاں میں نوائے نو سیکھی۔ کوہساروں نے سربلندی پائی۔ نسیم صبح خوش رو ہوئی۔ چراغِ زندگی کو زینت ملا۔ باغوں میں غنچے مسکرائے۔ کون و مکاں میں

روشنی ہوئی۔ غارِ حرا کے دیئے جگمگاتے۔ گلوں کو خندہ وشی ملی۔ عورتوں نے عصمت کا تاج پایا۔ بے کسی سہارے سے ہم آغوش ہوئی۔ ظلم کے اندھیرے عدل کے نور میں گھل گئے۔ رسولِ خاتم پیغمبراں ۔ شکوہِ تاجداراں، فروغِ گل عذاراں ۔ انیسِ دل فگاراں، تب و تابِ کوہِ فاراں۔ بہارِ شبنمستاں، شبابِ نو بہاراں ہادیٔ کون و مکاں۔ شہر یارِ مرسلاں۔ فانوسِ ایوانِ جہاں، مخدومِ شکر گرو بیاں مصحفِ مصحفِ یزداں۔ زیبِ جنو دِ عرشیاں۔ باعثِ رحمتِ فرشیاں، ممدوحِ دو جہاں، کلاہِ بے کلاہاں، حضرت خیر الوریٰ، حبیبِ خدا۔ اشرفِ انبیاء، شافعِ روزِ جزا، راہ نوردِ جادۂ اسریٰ۔ رسولِ خدا، جنابِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں بے شمار صوری اور معنوی صفات ہیں۔ ؎

احمد مرسل، فخرِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم
مظہرِ اول، مرسل خاتم صلے اللہ علیہ وسلم
جسمِ مزکّیٰ، روح منوّر، قلب مجلّیٰ، نور مقطر
حسن سراپا، خیر مجسّم صلے اللہ علیہ وسلم
طینت جس کی سب سے مطہر، بعثت جس کی سب سے مؤخر
خلقت جس کی سب پہ مقدس صلے اللہ علیہ وسلم
فرد و جماعت امر و اطاعت کسب و قناعت عفو و شجاعت
حل کئے جو اسرار تھے مبہم صلے اللہ علیہ وسلم
ربط و تصادم، طوع و تحکّم، تفرو تنعم، عدل و ترحم
سب کے حدود بتاتے باہم صلے اللہ علیہ وسلم
دل میں جس نے سلطانی کی جنگ میں جس نے جہانبانی کی
زہد و سیاست کر دیئے توام صلے اللہ علیہ وسلم

وہ مصداق دنیٰ فتدلّٰی جس کی منزل عرشِ معلّٰے
نکتہَ مَا اَوْحیٰ کا محرم صلے اللہ علیہ وسلم

جتنے فضائل جتنے محاسن ممکن ہیں ہو سکتے ہیں ممکن
حق نے کئے سب ان میں فراہم صلے اللہ علیہ وسلم

علمِ لدنّی شان رحیمی خُلق خلیلی ، شانِ کریمی !
زہدِ مسیحا ، عفتِ مریم صلے اللہ علیہ وسلم

بندہ اور خدا سے واصل، خاکی ، اور انوار کا حامل
اُمّی اور اسرار کا محرم صلے اللہ علیہ وسلم

جس کی ہراول فوج سلیمانؑ جسکے منادی موسیٰ عمراںؑ
جن کے مبشّر عیسیٰ مریم صلے اللہ علیہ وسلم

برمغِ فارس، قدس کے رہباں، کشورِ بابل وادیِ کنعاں
سب کی زبان پر مژدہ مقدم صلے اللہ علیہ وسلم

کفر کی ظلمت جس نے مٹائی دین کی دولت جس نے لٹائی
لہرایا توحید کا پرچم صلے اللہ علیہ وسلم

باغِ جہاں کا حارس نامی جس نے مٹائی رسمِ غلامی
پھر سے سنوارا گلشنِ آدم صلے اللہ علیہ وسلم

بزم ملل تھی نظم سے خالی بکھرے ہوئے تھے حق کے لآلی
اس نے کئے سب آکے منظّم صلے اللہ علیہ وسلم

بچھڑے ہوؤں کو گلے سے ملایا نسل و وطن کا فرق مٹایا
رہ نہ گیا کچھ تفرقہ باہم صلے اللہ علیہ وسلم

وہم کی ہر زنجیر کو توڑا رشتہ ایک خدا سے جوڑا

شرک کی محفل کردی برہم صلے اللہ علیہ وسلم

الفتِ قربیٰ، قطعِ علائق، حبِّ وطن اور حبِّ خلائق

کردیئے سب توحید میں مدغم صلے اللہ علیہ وسلم

جس پہ تصدق وحی الٰہی، کنکریاں دیں جس کی گواہی

جس کا تفوق سب پہ مسلّم صلے اللہ علیہ وسلم

ارض و سما میں آیۂ رحمت روزِ جزا میں سایۂ رحمت

جس کی دعوت اسلم تسلم صلے اللہ علیہ وسلم

آئینۂ الطافِ الٰہی رحمت جس کی لامتناہی!

جس کی ہدایت ارحم ترحم صلے اللہ علیہ وسلم

راہ میں کانٹے جس نے بچھائے گالی دی پتھر برسائے

اس پر چھڑکی پیار کی شبنم صلے اللہ علیہ وسلم

سم کے عوض دارُوئے شفا دی طعن سنے اور نیک دعا دی

زخم سہے اور بخشا مرہم صلے اللہ علیہ وسلم

اسوۂ اجمل، دینِ ممثّل، نطق مدلل، وحیِ منزّل

شرحِ معدّل، سلمِ مسلّم صلے اللہ علیہ وسلم

قبلہ نمائے سجدہ گزاراں، شعلۂ سینا، جلوۂ فاراں

صبحِ بہاراں جس کا مقدّم صلے اللہ علیہ وسلم

سیّدِ بطحاء، مخبرِ صادق، عروہ وثقیٰ، مصحفِ ناطق

برزخِ کبریٰ، آیۂ محکم، صلے اللہ علیہ وسلم

(سہیل اعظم گڈھی)

"جمالِ مصطفیٰ" ان ہی رسولِ رب العالمین ـــ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتوں، بزرگیوں، وصفوں، خوبیوں، نعتوں، فضیلتوں، شانوں، مقاموں، اور وصفوں کا چمن زار ہے جس کے گلہائے رنگا رنگ کی مہک مشامِ جان کو معطر کرتی ـــ اور ایمان کو تازگی بخشتی ہے۔

اللہم! ـــ اس نیّرِ بطحا۔ انجم طٰہٰ۔ مہرِ تدلّیٰ۔ ماہِ دنیٰ۔ زینتِ کعبہ۔ رونقِ منبر۔ گوہرِ وحدت۔ آیۂ رحمت۔ کانِ فتوّت ـــ بحرِ نبوت ـــ جانِ دو عالم

شافعِ محشر

پر

کروڑوں۔ نیلوں۔ پدموں۔ سنکھوں کی تعداد بھر اپنا درود و سلام نازل فرما!

اَبَدًا اَبَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

محمد صادق سیالکوٹی

اپریل ۱۹۷۶ء

مُرسلوں کو سربراہِ مُرسلاں درکار تھا

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (پ۳ ع۱۷)

"اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا۔ کہ ہم جو تم کو کتاب اور حکمت دیں۔ پھر آئے تمہارے پاس رسول! (اور) جو تمہارے پاس (کتاب) ہے۔ اس کی تصدیق بھی کرے، تو دیکھو اس پر ضرور ایمان لانا، اور اس کی ضرور مدد کرنا۔ فرمایا (اللہ نے) کیا تم نے اقرار کرلیا۔ اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو۔ (پیغمبروں نے) عرض کیا۔ کہ ہم اقرار کرتے ہیں۔ (خدا نے) فرمایا۔ اچھا تو (آج کے قول و قرار کے) گواہ رہو۔ اور تمہارے ساتھ گواہوں میں سے (ایک گواہ) ہم (بھی) ہیں تو (بات کے) اس (قدر پکے ہوئے) پیچھے جو کوئی (قول سے) منحرف ہو۔ تو وہی لوگ نافرمان ہیں"

(پارہ ۳۔ رکوع ۱۷)

تمام پیغمبروں سے عہد لیا گیا

اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسےٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء سے عہد و اقرار لیا۔ کہ جب کبھی ان میں سے کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کتاب وحکمت دے کر دنیا میں لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجے۔ اور اس کی زندگی میں رسُول وحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم آئیں۔ تو ان پر ایمان لانا۔ اور ان کی دین میں مدد کرنا اس کا فرض ہوگا۔ سب نبیوں سے یہ اقرار اور وعدہ لے کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا تم اقرار کرتے ہو۔ اور میرا اصر یعنی بوجھ۔ مضبوط عہد لے رہے ہو سب نے کہا۔ ہم اقرار کرتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ گواہ رہو۔ اور میں بھی تمہارے اقرار کرنے پر گواہ ہوں۔ سنو!۔ اب اس عہد اور میثاق۔ سے جو پھرا۔ وہ قطعی فاسق، بے حکم، متمرد اور طاعت سے باہر ہونے والا ہے۔

حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا۔ کہ اس کی زندگی میں اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجے۔ تو اس پر فرض ہے۔ کہ وہ آپؐ پر ایمان لائے۔ اور آپ کی نصرت و مدد کرے، اور اپنی امت کو بھی وہ یہی تلقین کرے۔ کہ وہ بھی حضورؐ پر ایمان لائے۔ اور آپ کی تابعداری میں لگ جائے۔ (تفسیر ابن کثیر)

رحمتِ عالمؐ تمام نبیوں کے امام ہیں

پس مقصود اس عہد کے خاص نبی حضرت محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ حضورؐ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور تمام نبیوں، اور رسولوں کے امام ومقتدا ہیں۔

اگر کسی زمانہ میں پائے جاتے، تو انہیں کی فرماں برداری واجب ہوتی، اور آپ ہی کل انبیاء علیہم السلام پر مقدم ہوتے، حتیٰ کہ اگر سب سے پہلے آپ کا ظہور ہوتا۔ تو اس کے بعد کوئی پیغمبر نہ ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ شب معراج میں جب سب انبیاء جمع ہوئے۔ تو حضورؐ ہی سب کے امام ہوئے۔

سرورِ کائنات کا چہرہ متغیر ہوگیا

مسند احمد کی روایت میں ہے، کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے ایک قریظی یہودی سے کہا تھا۔ کہ وہ تورات کی جامع باتیں مجھے لکھ دے۔ تو اگر آپ فرمائیں۔ تو پیش کروں۔ حضورؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن ثابتؓ نے کہا۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ آپ کے چہرے کا کیا حال ہے۔ (یعنی حضورؐ غضبناک ہیں) تو حضرت عمرؓ کہنے لگے۔ میں اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، اور محمدؐ کے رسول ہونے پر راضی اور خوش ہوں (صلے اللہ علیہ وسلم) پھر حضورؐ کا غصہ دور ہوا۔ اور آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام تم میں آجائیں، اور تم ان کی تابعداری میں لگ جاؤ۔ اور مجھے چھوڑ دو۔ تو تم سب گمراہ ہو جاؤ۔ تمام امتوں میں سے میرے حصے کی امت تم ہو۔ اور تمام نبیوں میں سے تمہارے حصے کا نبی میں ہوں"۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ کہ مسند ابو یعلیٰ میں ہے۔ کہ اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو۔ وہ خود گمراہ ہیں۔ تمہیں راہ راست کیسے دکھائیں گے۔ بلکہ ممکن ہے، کہ تم کسی باطل کی تصدیق کر بیٹھو۔ یا کسی حق کی تکذیب کر بیٹھو، خدا کی قسم

اگر موسیٰؑ بھی تم میں زندہ موجود ہوتے۔ تو انہیں بھی بجز میری تابعداری کے اور کچھ حلال نہ تھا۔

ثابت ہوا۔ کہ ہمارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور تمام رسولوں اور نبیوں کے امام ہیں۔ اور قیامت کو بھی سب کے امام آپ ہی ہوں گے۔ آپ ہی کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا۔ آپ ہی سب اہل محشر کے شافع ہونگے جس دن تمام انبیاء اور کل رسول کام سے منہ پھیر لیں گے۔

صاحبِ قابَ قوسینِ اَوْ اَدْنیٰ کا مقام

تاریک شب میں آپ نے رکھا جہاں قدم
مہتاب نقشِ پا سے وہاں روشنی ہوئی

قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے (ایک لاکھ چوبیس ہزار) پیغمبروں سے (عالم ارواح میں) یہ عہد لیا۔ اور ہر پیغمبر کو تاکید کی۔ کہ دیکھو جب تم کو میں کتاب وحکمت دے کر اپنا رسول بنا کر دنیا میں بھیجوں پھر اگر تمہاری زندگی میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آجائیں۔ تو ضرور ضرور ان کی نبوت پر ایمان لانا۔ اور ان کی (دین میں) مدد کرنا۔ اور اپنی نبوت کو ختم سمجھنا۔ اس امام الانبیاء والمرسلین کا امتی بن کر ان کا اتباع کرنا۔

پھر ہر پیغمبر نے اپنی امت سے عہد لیا۔ کہ اگر میرے بعد حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں۔ تو تم ان کی رسالت کا کلمہ پڑھ کر ان کا امتی بن کر ان کے دین کی مدد کرنا۔ تو سب نبیوں ــ اور رسولوں سے اللہ نے اقرار لیا۔ اور سب نبیوں اور رسولوں نے اپنی

اپنی امت سے اقرار لیا۔ ؎

امامِ رسل، پیشوائے سبیل ٭ امینِ خدا، مہبطِ جبرائیل
شفیع الوریٰ خواجۂ بعث و نشر ٭ امام الہدیٰ صدرِ دیوانِ حشر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتباع گمراہی ہے؟

رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تورات کے اوراق دیکھے۔ تو غضب ناک ہو گئے۔ پھر جب حضرت عمرؓ نے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا کہا۔ کہ میں اللہ کو رب مان کر، اسلام کو دین، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبی مان کر راضی ہوں۔ تو رؤف و رحیم رسولؐ خوش ہو گئے۔ پھر فرمایا:۔

لَوْ بَدَا لَکُمْ مُوْسٰی وَاتَّبَعْتُمُوْہُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۔ "اگر (آج) ظاہر ہو جائے موسیٰؑ اور تم اس کا اتباع کرو، اور مجھے چھوڑ دو۔ تو سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاؤ گے۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو خدا کے بڑے پیارے اولو العزم رسول تھے۔ ان کی امت پر آپ کا اتباع فرض، باعثِ جنت، اور نافرمانی گناہ اور موجب عذاب تھی۔ ان کی کتاب تورات، جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ امت موسیٰؑ کے لئے قانون، دستورِ حیات، اس پر عمل فرض، اور وجہِ نجاتِ آخرت تھا۔

لیکن جب ایک لاکھ تئیس ہزار پیغمبروں کے منتظر حضرت خاتم النبین صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آفتابِ ختم نبوت ضیا بار ہو گیا، ان

کے ساتھ ایک نور - قرآن مجید بھی نازل ہوا - اب آپ کی نبوت اور قرآن کی موجودگی میں نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع کی ضرورت رہی - اور نہ تورات پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی حاجت - حضورؐ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تورات کے اوراق دیکھتے ہی غصہ میں بھر گئے - اس لئے کہ قرآن کے ہوتے ہوئے تورات کو پکڑا بھی کیوں - اب نہ غیر نبی کی ضرورت، نہ غیر قرآن کتاب کی حاجت - اس لئے حضورؐ نے فرمایا - کہ مجھے چھوڑ کر اگر تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے لگ جاؤ - تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے - گمراہ ہو جاؤ گے، اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معاذ اللہ تنقیص مقصود نہیں ہے، بلکہ امت کو یہ مسئلہ بتانا مطلوب ہے کہ سابقہ نبوتیں اور کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں، جو اپنے وقت کے لئے سراسر ہدایت، نور، اور رحمت تھیں - اب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کا دور ہے - کتاب و سنت کا سکہ رواں ہے - پہلے ادیان و ملل منسوخ ہو گئے ہیں - اب قرآن اور حدیث کے سوا کسی کتاب، کسی فقہ، کسی کے قول کی قطعاً ضرورت نہیں - صحابہؓ سے لے کر قیامت تک ساری امت مع صحابہؓ، تابعینؒ - تبع تابعینؒ - محدثینؒ فقہاءؒ - ائمہؒ - اولیاء اللہؒ - صلحاءؒ - ہر کہہ و مہہ صرف قرآن اور حدیث کو پڑھنے پڑھانے، اور ان پر عمل کرنے کے پابند ہیں - اگر ان میں سے کسی نے بھی غیر قرآن و حدیث کتابوں کو دینی یا مذہبی کتابیں بنا کر پڑھا پڑھایا - یا ان پر عمل کیا - تو وہ جان لے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس پر غضب ناک ہیں - جس طرح حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تورات کے اوراق دیکھ کر غضب ناک ہو گئے تھے - حالانکہ حضرت عمرؓ نے نہ ان اوراق کو پڑھا، نہ کسی کو پڑھایا - نہ ان کی بنا پر کوئی مدرسۂ فکر بنایا - سر راہے ہی ان اوراق کو

پکڑے ہوئے تھے، اتنے پر ہی حضرت ختم نبیاںؐ غصہ میں بھر گئے۔ تو جو لوگ غیر حدیث کتابوں کو پڑھتے پڑھاتے، اور ان پر عمل کرتے کراتے ہیں، قیامت کے روز علم ہونے پر رسولِ خدا ان پر سخت غضب ناک ہوں گے اور حضورؐ جن پر غضبناک ہوں گے۔ اللہ بھی ان پر خفا ہوگا۔ یہ بات ہم دلیل سے کہہ رہے ہیں۔

میری اُمّت نے قرآن چھوڑ دیا تھا

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ه

(پ ۱۹ع ۱) ترجمہ:- اور کہے گا رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

(اے) میرے پروردگار۔ میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا؟

غور کریں۔ کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میدانِ محشر میں یہ فرمائیں گے۔ کہ میری امت نے قرآن کو نظر انداز کر دیا تھا۔ چھوڑ دیا تھا۔ تو پھر امت کا کیا بنے گا؟۔ جب قرآن چھوڑا۔ تو حدیث بھی چھوڑی۔ کیونکہ قرآن اور حدیث لازم ملزوم ہیں۔ دونوں وحی ہیں۔ پھر قرآن اور حدیث کے چھوڑنے کا یہ مطلب ہے۔ کہ دنیا کے علوم حاصل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا۔ ہزاروں روپیہ ماہوار ان کے اکتساب پر صرف کرنا۔ غیر ممالک میں جاکر ان علوم کی ڈگریاں حاصل کرنا (بے شک یہ علوم بھی حاصل کرنے چاہئیں۔ لیکن قرآن کے علم سے بے بہرہ رہنا۔ قرآن کو چھوڑنا ہے۔ اور یہ بڑی بُری بات، اور بڑے درجہ کی بدنصیبی ہے۔

قرآن مجید ناظرہ کے طور پر پڑھنا، اور اس کا ترجمہ نہ جاننا یہ بھی قرآن کو چھوڑنا ہے۔ کیونکہ بغیر ترجمہ جاننے کے قرآن پر عمل نہیں ہو سکتا۔

قرآن کے اوامر بجا نہ لانا، اور نواہی سے باز نہ رہنا بھی قرآن کو چھوڑنا ہے۔

قرآن کے پڑھنے اور اس میں غور کرنے کے بجائے شعر و شاعری، ناولوں افسانوں، دیوانوں، حکایتوں، بے ہودہ مشغلوں کھیل تماشوں، گانوں بجانوں میں لگے رہنا یقیناً قرآن کو چھوڑنا ہے۔

مسجدوں میں بجائے قرآن بیان کرنے کے قصے کہانیاں سنانا، اور جھوٹی روایتیں بیان کرنا بھی قرآن کو چھوڑنا ہے۔

مسجدوں میں درسِ قرآن کے بجائے آدھ آدھ گھنٹہ۔ گھنٹہ گھنٹہ، نعت خوانی کرتے رہنا بھی قرآن کو چھوڑنا ہے۔

مسلمان بھائیو! دنیا کی ترقی کے لئے ضرور کوشش کرو۔ علوم عصریہ کے حصول کی معراج پر پہنچو۔ لیکن قرآن کو نہ چھوڑو۔ اس کا بھی پورا پورا علم حاصل کرو۔ اور پھر عمل کرو۔ اس طرح دنیا اور دین، دونوں جہان کی خیر و خوبی سے آپ بہرہ ور ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام میری ہی پیروی کرتے

جب حضورؐ کا غصہ حضرت عمرؓ سے فرو ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ (اور ساری امت کو مسئلہ بتایا) لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا وَّ اَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ لَاتَّبَعَنِيْ (مشکوٰۃ) "اگر حضرت موسیٰؑ زندہ ہوتے اور پاتے میری نبوت کو تو ضرور میری ہی پیروی کرتے"۔

یہ ہے جمالِ مصطفےٰ کا کمال کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے۔ اور حضورؐ کی نبوت کو پاتے۔ تو ان کی نبوت ختم ہو جاتی۔ اور وہ حضورؐ کی نبوت کا کلمہ پڑھ کر آپ کے تابع ہوتے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ رحمتِ عالمؐ

صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اگر ایک لاکھ تئیس ہزار پیغمبر بھی بالفرض آجاتے، اور آپ کی نبوت کو پاتے۔ تو انہیں بجز حضورؐ کی اطاعت کے کچھ حلال نہ تھا۔ سب حضورؐ کی امامت اور پیشوائی کے نور میں گام فرسا ہوتے۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سہ

خوشبو ہے دو عالم میں تری اے گلِ چیدہ
کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصافِ حمیدہ
تجھ سا کوئی آیا ہے نہ آئے گا جہاں میں
دیتا ہے گواہی، یہی عالم کا جریدہ
مضمر تیری تقلید میں عالم کی گواہی
میرا یہی ایماں ہے، یہی میرا عقیدہ
اے ہادیِ برحق! تری ہر بات ہے سچی
دیدہ سے بھی بڑھ کر ہے ترے لب سے شنیدہ
اے رحمتِ عالمؐ! تری یادوں کی بدولت
کس درجہ سکوں میں ہے مرا قلبِ تپیدہ
تو روحِ زمن، روحِ چمن، روحِ بہاراں
تو جانِ بیاں، جانِ غزل، جانِ قصیدہ

———— (حفیظ تائب)

جمال وجلال کے مہر نیمروز

جلال اتنا کہ حسن میں بھی ہو جس سے شانِ نیاز پیدا
جمال ایسا کہ جس کی تابش سے پتھروں میں گداز پیدا

وجاہت اتنی کہ شوقِ دیدار کو مجالِ نمو نہیں ہے
لیاقت ایسی کہ کم سوادوں کو جرأتِ گفتگو نہیں ہے
ذہانت ایسی کہ عقلِ خود بیں کو جو اسیرِ نیاز رکھے
صداقت ایسی کہ شاعروں کو مبالغے سے بھی باز رکھے

سرشت اتنی لطیف، صدق وصفا کا گنجینہ جس کو کہیئے
طبیعت ایسی شریف، مہرووفا کا آئینہ جس کو کہیئے
عطوفت اتنی کہ حاسدِ بے ادب کے جرم وگناہ بخشے
مروّت ایسی کہ دشمنِ جاں طلب کو بھی جو پناہ بخشے

حسد تری بزم میں جسے لائے، خُلق تیرا غلام کرلے
جو رم کرے تجھ سے ازرہِ بغض، تو اس کو رام کرلے
جو تیرے جلووں سے ہو منوّر، اس آئینے میں نہ بال آئے
مٹے خیالِ گناہ دل سے، جو دل میں تیرا خیال آئے

ترے فروغِ جمال کی تابشیں یہ بتا رہی ہیں!
کہ تیری صورت میں تیری سیرت کی طلعتیں جگمگا رہی ہیں
یہ دیکھتا ہوں، کہ تیرے اقوال خود بخود منہ سے بولتے ہیں
یہ دیکھتا ہوں، کہ تیرے احوال خود دلوں کو ٹٹولتے ہیں

یہ دیکھتا ہوں، کہ تیری نظروں میں ہیچ ہے فرِّ شہر یاری!
یہ دیکھتا ہوں، کہ تیرے قدموں پہ صدقے ہوتی ہے تاجداری
یہ دیکھتا ہوں، غلام و آقا، کا فرق تونے مٹا دیا ہے
یہ دیکھتا ہوں، کہ تُونے شاہ وگدا کو ہمسر بنا دیا ہے

یہ دیکھتا ہوں، جہاں کے ویرانے تیرے قدموں سے گلستاں ہیں

یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے دیوانے علم و حکمت کے پاسباں ہیں
تیرے فقیروں کو بانٹتے دیکھتا ہوں دارا کی کبریائی
تیرے غلاموں کو روندتے دیکھتا ہوں فرعون کی خدائی

(تاجور نجیب آبادی)

خاتمِ دوراں کا رخشندہ نگیں

رخشندہ ترے حسن سے رخسارِ یقیں ہے
تابندہ ترے عشق سے ایماں کی جبیں ہے
چمکا تری ذات سے انساں کا مقدر
تو خاتمِ دوراں کا رخشندہ نگیں ہے
ہر قول ترا حرفِ صداقت کا ہے ضامن
ہر فعل ترا حسنِ ارادت کا امیں ہے
جس میں ہو ترا ذکر، وہی بزم ہے رنگیں
جس میں ہو ترا نام، وہی بات حسیں ہے
چمکی تھی کبھی جو ترے نقشِ کفِ پا سے
اب تک وہ زمیں چاند ستاروں کی زمیں ہے
آنکھوں میں ہے اس خلقِ مجسّم کا تصوّر
اک خلدِ مسرّت مری نظروں کے قریں ہے
جھکتا ہے تکبر تری دہلیز پہ آ کر!
ہر شاہ تری راہ میں اک خاک نشیں ہے

آیا ہے ترا اسم مبارک مرے لب پر
گرچہ یہ زباں اس کی سزاوار نہیں ہے

(تبسّم)

اندھیروں کو اُجالے بنانے والے رسُولؐ

خواب سے نیند کے ماتے جو جگائے تو نے
پردے کتنے ہی نگاہوں سے اٹھائے تو نے

زیست بے مقصد و بے مایہ ہوتی جاتی تھی
اس کے سر پر بھی کئی تاج سجائے تو نے

غم دنیا کے اندھیرے کو اجالے بخشے
راستے منزلِ عقبےٰ کے دکھائے تو نے

آتشِ کفر کے شعلوں کی لپک تھی ہر سُو
لیکن اس آگ میں بھی پھول کھلائے تو نے

تجھ کو اپنوں نے پرایوں نے بہت رنج دیئے
کر دیئے ایک مگر اپنے پرائے تو نے

بوریا تیرے ہی صدقے میں ہُوا ہمسرِ عرش
تاج اور تخت نگاہوں سے گرائے تو نے

(وقار انبالوی)

فرقہ بندی کے مے گساروں سے

جو بات بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمائیں۔ وہ ضرور حسین

اور جمیل ہے۔ کیونکہ لامثال حسین وجمیل ذات کے اس منہ سے نکلی ہے، جو وحی کے پھول جھاڑتا، اور خدا کی مرضی کے موتی بکھیرتا تھا۔ اگر حضورؐ کا کوئی ارشاد حکم، فرمان یا حدیث ہمارے عقیدے، عمل، رسم ورواج یا مکتبِ فکر کے خلاف ہو۔ تو بجائے اس کے کہ ہم حضورؐ کے اس ارشاد کے حسن کے نور سے اپنی غلطی کے اندھیرے کو دور کریں۔ الٹا ناراض ہو جائیں۔ اور آپ کا ارشاد پیش کرنے والے کو برا سمجھیں۔ اور خود آپ اسی روش پر قائم رہیں۔ ارشادِ خیر الوریٰ سے بے اعتنائی برت کر اپنے اسی عقیدے، عمل، رواج یا مکتبِ فکر کے ساختہ پرداختہ پر جمے رہیں۔ تو کیا ہم ایمان دار رہیں گے؟ ہمارا محمد رسول اللہ کہنا درست ہوگا؟ حضورؐ کی نافرمانی کے سبب اللہ ناراض نہ ہوگا؟ جب کہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تورات کے اوراق دیکھتے ہی حضورؐ غضبناک ہو گئے۔ اور جب تک حضرت عمرؓ نے معذرت نہ کی۔ اس وقت تک آپ کا غصہ فرو نہ ہوا۔ حضرت عمرؓ نے مؤدب بیٹھ کر یوں عرض کیا:۔

رَضِیتُ بِاللّٰہِ رَبًّا میں اللہ کو رب مان کر راضی ہوا۔ وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا اور اسلام کو دین مان کر راضی ہوا۔ وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہوا۔"

حضرت عمرؓ کے ان الفاظ کو حضورؐ نے سنا۔ اور راضی ہو گئے، یہ الفاظ اس بات کا پتہ دیتے ہیں۔ کہ جو کوئی غیرِ قرآن وحدیث کتابوں کو جن میں بلا دلیل مواد جمع ہوتا ہے۔ پڑھے پڑھائے، یا مدرسوں کا کورس مقرر کرے اس کا ایمان شعوری یا غیر شعوری طور پر، اللہ تعالیٰ، دین اسلام، اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے متزلزل سا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے جو غیر قرآن، اوراقِ تورات پکڑنے پر حضورؐ کے سامنے معذرت کی۔

اس پر غور کریں :-

"میں اللہ کو رب مان کر راضی ہوا" یعنی اللہ تعالیٰ نے جو ہماری روحانی ربوبیت کے لئے قرآن نازل فرمایا ہے۔ یہی کافی ہے۔ میں اللہ کی اس ربوبیت پر راضی ہوں۔ معلوم ہوا۔ جو غیرِ قرآن و حدیث کتابوں کو جن میں حدیث سے تعارض ہے، پڑھتا پڑھاتا اور مدرسوں کا کورس مقرر کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی روحانی ربوبیت پر راضی نہیں ہے۔ جو اس نے قرآن نازل کر کے، اور اپنے رسول برحق کی حدیثوں سے فرمائی ہے۔ حضرت عمرؓ کی انابت میں پہلے یہی الفاظ ہیں۔ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا۔ میں اللہ کی اس روحانی ربوبیت پر راضی ہوں۔ جو اس نے قرآن اور اپنا رسولؐ بخش کر فرمائی ہے۔

حضرت عمرؓ کی معذرت

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔۔۔ وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا۔" اور اسلام کو دین مان کر راضی ہوا" یعنی اسلام کے سوا مجھے کسی دین کی ضرورت نہیں۔ آئندہ میں تورات کے اوراق کو نہیں دیکھوں گا۔ سوائے قرآن اور حدیث کے کسی غیر چیز کی طرف نظر نہیں کروں گا۔ میرے لئے صرف قرآن ۔ اور حدیث بس ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ جو شخص غیرِ قرآن و حدیث کتابوں کو داخلِ دین کر کے پڑھتا پڑھاتا ہے۔ اس کا ایمان دین اسلام سے متعلق پختہ نہیں۔ اگر پختہ ہوتا۔ تو وہ قرآن اور حدیث کو کافی سمجھتا۔ اور ایسی کتابوں کو جن کا مواد احادیث کے خلاف ہے، دینیات میں داخل نہ کرتا۔

تیسری بات حضرت عمرؓ کی زبان مبارک سے یہ نکلی۔ وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا۔" اور میں حضرت محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم، کو نبی مان کر راضی ہوا"

یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا مجھے کسی نبی کی ضرورت نہیں، میرے لئے میرا محمد نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کافی ہے۔ جو خدا کی وحی سے بولتا ہے، ان کی حدیث کے علاوہ کہیں سے دین نہیں مل سکتا۔ پس جو شخص (قرآن اور) حدیث کے علاوہ اور کتابوں، فرقوں، فقہوں سے دین کا متلاشی ہے، نبوتِ محمدیہ پر اس کے ایمان کا جماؤ نہیں ہے۔ اگر جماؤ ہوتا۔ تو وہ حدیث کے علاوہ اور کتابوں سے بلا دلیل فتوے نہ دیتا۔ دین میں حضورؐ کی آواز کے علاوہ امتیوں کی آوازوں کو داخل نہ کرتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقع بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جمال کا عکاس ہے۔ کہ آپ کے حسن وجمال کے سامنے تمام اولاد آدم، کیا رسول، اور کیا ان کی امتیں، سب کی نظریں خیرہ ہیں۔ بڑے بڑے اولوالعزم رسول، اور خدا کے پاکباز انبیاء علیہم السلام حضورؐ کے لوائے امامت کو سلام کرتے ہیں۔ اور کوئی بھی سیّد الکونین والثقلین سے پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ ؎

کہکشاں ہے تیرے رہوار مقدّس کا غُبار
تیرے نقشِ پا ہیں فردوس بریں کے لالہ زار

سرورِ کائناتؐ کی فضیلت اور برتری

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ ۔ (پ۱۵ ع۲)

"اور البتہ تحقیق ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت دی"

تمام پیغمبر نبوت اور رسالت کے لحاظ سے برابر ہیں۔ لیکن فضیلت، بزرگی، شان اور مرتبہ میں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ فرق رکھتے ہیں چنانچہ حضرت

محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں میں افضل اور برتر ہیں۔ سیّد ولد آدم ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے :-

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۔ (پ۵ ع ۱۴)

"اور تم پر (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ کا بڑا فضل ہے"

یعنی رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا فضلِ عظیم ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا :-

اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝ (پ۱۵ ع ۱۰)

"بیشک تم پر (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم) اس کا بڑا ہی فضل ہے"

یعنی سیدِ ولدِ آدم حضرت خواجۂ بدر وحنین پر اللہ کا فضل کبیر ہے؟ اللہ تعالیٰ کے تمام نبیوں میں سے کوئی نبی ایسا نہیں۔ جس پر اللہ کا فضل نہ ہو۔ سب ہی پیغمبروں پر خدا تعالیٰ کا فضل ہے، لیکن ان سب فرستادگان برحق میں حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا فضل عظیم اور فضل کبیر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے جو فضل حضرتِ انورم پر ہے۔ وہ سب فضلوں پر عظمت اور بڑائی رکھتا ہے۔ یعنی اگر اور نبیوں کے فضل منوں اور ٹنوں کے برابر ہیں۔ تو حضور انورم کا فضل پہاڑوں کی مثل ہے۔ اگر دوسرے انبیاء علیہم السلام کے فضل، دریاؤں کی وسعت رکھتے ہیں۔ تو رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا فضل سمندروں کی مانند فراخ ہے۔ نہ آپ کے فضل کی فراخی، اور عظمت کا جواب ہے۔ نہ آپ کی افضلیت کی مثال ہے۔

رحمتِ عالمؐ کی افضلیت پر جبریلؑ کی گواہی

ترمذی شریف میں ہے۔ کہ حضورؐ نے بتایا۔ کہ جبریل علیہ السلام نے کہا:

قلبت مشارق الارض ومغاربها ولم ار رجلا افضل
من محمد صلے اللہ علیہ وسلم ولم ار بیتا افضل من
بیت بنی هاشم۔ (ترمذی)

"میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کی سیر کی۔ لیکن میں نے
کسی مرد کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا
اور کسی گھرانہ کو بنی ہاشم کے گھرانہ سے افضل نہیں پایا[۱]"

حضرت جبریل علیہ السلام آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دورِ ہمایوں تک دنیا میں آتے رہے۔ ان کا اللہ کے رسولوں اور نبیوں سے سابقہ رہا۔ اور ساری اولاد آدم کو بھی دیکھنے کا موقع ملا۔ دنیا کے چپہ چپہ پر پھرے۔ پھر کہا۔ کہ میں نے کوئی شخص حضرت انورؐ سے بڑھ کر افضل نہیں دیکھا۔ اور نہ آپ کے گھرانہ بنی ہاشم سے افضل کوئی گھرانہ پایا ہے۔ معلوم ہُوا۔ حضور اکرمؐ ساری اولاد آدم میں اکرم، افضل، اشرف، ہیں، سبحان اللہ! ؎

کیسی تصویر کہ ہے صبح بہارِ امکاں
کیسی تصویر کہ ہے کلکِ مصوّر نازاں
کیسی تصویر کہ ہیں لوح و قلم نور افشاں
کیسی تصویر کہ ہے آئینہ پرداز جہاں!

---

[۱] اس روایت میں کلام ہے لیکن حضورؐ انور کے بے شمار فضائل کے ساتھ اسے شواہد میں سمجھ لینا چاہئے

کیسی تصویر کہ سب صلِ علیٰ کہتے ہیں
کیسی تصویر کہ سب جلّ وعلیٰ کہتے ہیں
(محسن کاکوروی)

سرورِ کائناتؐ سے افضل کوئی سوار نہیں

شبِ اسریٰ میں جب سرورِ عالمؐ کے لیے براق لایا گیا۔ اس کی پیٹھ پر زین کسی ہوئی تھی۔ اور منہ میں لگام تھی۔ (جس طرح گھوڑے کو دیتے ہیں) وہ (بھی) کودنے اور شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبریلؑ نے اس کو کہا:۔

مَا رَكِبَكَ اَحَدٌ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْهُ ۔ (ترمذی شریف)

"اے براق (شوخی نہ کر) تجھ پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم جیسا اکرم کوئی سوار نہیں ہوا"

معلوم ہُوا کہ اس براق پر حضورؐ سے قبل اور پیغمبر بھی سوار ہوتے رہے ہیں۔ لیکن جبرئیلؑ نے براق کو ازراہ تنبیہہ کہا۔ کہ دیکھو! جتنے پہلے انبیاء تجھ پر سواری کر چکے۔ یہ سوار سید الکونین والثقلین امام الانبیاء والمرسلین ان تمام سواروں سے اکرم اور افضل ہیں۔ اس لئے ادب سے پیش آ۔ اور شوخی نہ کر، ہوش کر، اور دیکھ کہ یہ سید ولد آدم ہیں۔

معلوم ہُوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل واکرم ہیں ؎

مرحبا سیّد مکیّ، مدنی، العربی!

دل وجاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

شبِ معراج عروجِ تو زافلاک گذشت

بہ مقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی!

ذات پاک تو دریں ملک عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں، بہ زبانِ عربی
بر درِ فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی، حلبی و عربی (امیر خسرو)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب تمام مخلوقات سے افضل ہوئے تو پھر حضورؐ کی نمازیں، روزے، حج، زکوٰۃ، صدقات، خیرات، چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا، گفتار، کردار، قول، فعل، ہر ادا، ہر نیکی بھی ساری مخلوق سے افضل ہوئیں۔ آپ کی افضلیت آپ کے تمام کاموں کی افضلیت پر دال ہے۔ ؎

ابھر آتے ہیں لاکھوں طور تاریکی کے سینے سے
جمالِ مصطفٰےؐ سے جب کوئی دل جگمگاتا ہے

سرورِ عالمؐ عرش کے داہنی طرف کھڑے ہونگے

حضورؐ کے مناقب کے باب میں ترمذی شریف میں ارشاد نبویؐ ہے فرمایا سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ سب سے پہلے قیامت کے دن میری قبر پھٹے گی۔ (یعنی سب سے پہلے میں زندہ کیا جاؤں گا) اور مجھے جنت کا لباس پہنایا جائے گا۔ اور میں عرش کے داہنی طرف کھڑا ہوں گا۔

لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْخَلَائِقِ يَقُوْمُ ذٰلِكَ الْمَقَامَ

"اس مقام پر میرے سوا تمام مخلوق میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہوگا۔"

یعنی عرش کے داہنی طرف جس مقام پر حضور انورؐ کھڑے ہوں گے۔ تمام مخلوق میں سے کسی کو یہ مقام نصیب نہیں ہوگا۔ کوئی نبی، رسول، جنّ،

فرشتہ وہاں کھڑا نہ ہو سکے گا۔ کسی کو اجازت ہی نہیں ہو گی، یہ مقام صرف آپ ہی کے لئے مختص ہے۔ معلوم ہوا۔ آپ تمام خلائق میں افضل، برتر، اعلےٰ اور ارفع ہیں۔ کوئی بھی آپ کے مقام اور درجہ کو نہیں پہنچ سکتا ہے۔

آفتابِ شرع دریائے یقین ✣ نورِ عالم رحمت للعالمینؐ

خواجۂ کونین و سلطانِ ہمہ ✣ آفتابِ جان و ایمانِ ہمہ

(فریدالدین عطار)

محمدؐ اور احمدؐ

صلی اللہ علیہ وسلم

محمدؐ مصطفےٰ خیر البشر محبوبِ داور ہے

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَّ اَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِیْ الَّذِیْ یَمْحُوا اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَ اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیَّ وَ اَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ ہ

(بخاری شریف، مسلم شریف)

"حضرت جبیرؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ سنا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے، فرمایا آپ نے، میرے لئے نام ہیں (بہت سے) اور میرا (ایک مشہور نام) محمدؐ ہے۔ اور (دوسرا) احمدؐ ہے۔ اور میرا نام ماحی ہے۔ کہ مٹاتا ہے اللہ تعالیٰ ساتھ میرے (یعنی میری دعوت و تبلیغ کے ساتھ) کفر کو، اور میرا نام حاشر (بھی) ہے۔ کہ اٹھائے جائیں گے لوگ

(قیامت کو) میرے قدم پر۔ اور میرا نام عاقب (بھی) ہے۔
اور عاقب وہ ہے۔ کہ جس کے پیچھے کوئی نبی نہ ہو"

محمدؐ نام ہی طغرائے لوحِ مدحت ہے

۹

فلاطوں طفلکے باشد بہ یونانے کہ من دارم
مسیحا رشک می دارد بہ درمانے کہ من دارم (آہی)

" افلاطون جیسا دانا اور فلسفی ایک طفل ہے سامنے اس یونان کے جو میں رکھتا ہوں"۔ یعنی ملک یونان کو مان ہے۔ کہ اس نے افلاطون جیسا فلاسفر پیدا کیا۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ جو میرا یونان ہے (حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) اس کے آگے افلاطون ایک طفل مکتب ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام (باوجود معجزہ احیائے موتٰی رکھنے کے) رشک کرتے ہیں اس درمان پر جو میں رکھتا ہوں" یعنی میرے محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم درماں ہیں۔ دارو ہیں۔ علاج ہیں مرضِ شرک وکفر کا۔ جو صدیوں سے ملک عرب میں وبا کے طور پر پھیلا ہوا تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے کچھ عرصہ علمِ توحید بلند رکھا۔ انہوں نے معجزوں سے مردے زندہ کئے۔ مادر زاد اندھے، اور کوڑھی تندرست کئے۔ لیکن یہودی ملعون ان کی جان کے دشمن بن کر ان کے قتل کے درپے ہو گئے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور اس طرح ان کی جان بچی۔

لیکن لاکھوں درود وسلام ہوں، بشیر، نذیر، مبشّر رسول امین۔ خواجہ بدر وحنین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر، کہ تمام کائنات

عرب کے کفر و شرک کی ملّی بھگت نے آپ کو ایذا پہنچانے، دکھ دینے، ستانے اور جان لینے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ دشمنی کے جھکڑ چلے، بغض وعناد کے طوفان امڈے۔ قتل کے منصوبے کی سیاہ رات چھائی۔ لاکھوں مربع میل میں پھیلے ہوئے کفر کی آندھی آئی۔ لیکن یقین و ایمان کا فلک بوس پہاڑ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ سب جھکڑ۔ طوفان۔ چڑھاؤ۔ سیلاب، طغیانیاں۔ آندھیاں غل۔ شور۔ فساد۔ بلوے۔ ہنگامے۔ جھگڑے اور لڑائیاں اپنی پوری قوت، اور شدت سے سربراہِ مرسلاں کی چٹانِ ایمان سے ٹکرائیں، اور پاش پاش ہو گئیں۔ بالآخر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات تمام مفاسد پر غالب آئی۔ اور تئیس برس کے تھوڑے عرصہ میں سارا عرب توحید کے نور سے جگمگا اٹھا۔ تو حضورؐ درماں بن کے آئے امراضِ شرک و کفر کا۔ علاج بن کے آئے رذائل و مفاسد کا، بے شک۔ ؎

مسیحا رشک می دارد بہ درمانے کہ من دارم

حضرت مسیح علیہ السلام رشک کرتے ہیں۔ اس درماں پر جو امتِ۔ امتِ خیرالوریٰ کو ملا ہے۔

الحاصل کیا حضرت مسیح علیہ السلام اور کیا دوسرے تمام انبیاء و رسل (خدا کا ان سب پر درود و سلام ہو) سب کے سب حضورؐ کی اقتدا پر نازاں ہیں۔ اور حاملِ لوائے حمد۔ جناب رحمت للعالمینؐ ان سب کے امام ہیں۔ ؎

ہر زمانے میں پیمبر بھی، نبی بھی آئے
مصلحِ ملّی و ملکی بھی، رشی بھی آئے
حق کے جوئندہ اور حق کے ولی بھی آئے
واقفِ محرمِ سرِّ ازلی، بھی آئے

آئے دنیا میں بہت پاک مکرّم بن کر
کوئی آیا نہ مگر، رحمتِ عالم بن کر
(جگر مراد آبادی)

مُحمّدؐ نام کے گلاب کی مہک

حضورؐ نے فرمایا۔ اِنَّ لِیْ اَسْمَآءً (بے شک میرے لئے دو بہت سے) نام ہیں۔ اَنَا مُحَمَّدٌ۔ ایک نام میرا محمدؐ ہے۔ وَاَنَا اَحْمَدُ۔ اور دوسرا نام میرا احمدؐ ہے۔ یعنی میں محمدؐ بھی ہوں۔ اور احمدؐ بھی ہوں۔

قرآن میں بھی آپ کا محمدؐ نام کئی جگہ آیا ہے:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج — (پ۴ ع ۶)

"اور نہیں محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) مگر رسول"

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط — (پ۲۶ ع ۱۲)

"محمدؐ اللہ کے رسول ہیں"

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ۔ (پ۲۲ ع ۲)

محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں"

نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ (پ۲۶ ع ۵)

"اتارا گیا (قرآن) اوپر محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے"

بے شک آپ کا نام محمدؐ ذاتی عام ہے۔ اور محمدؐ حمد سے مشتق ہے اور حمد کے معنے ایسی تعریف کے ہیں۔ جو محمود کی تکریم و تعظیم کے لحاظ سے کی جائے۔ اور درحقیقت محمود میں پائی جائے۔ اور لفظ محمدؐ اسم مفعول ہے جس کے معنے ہیں بہت تعریف کیا گیا حضورؐ میں نہایت اعلیٰ اوصاف، نہایت اچھی عادتیں اور خصلتیں تھیں۔ آپ بالکل اسم با مسمےٰ تھے۔ سراپا حسن ہی حسن،

تعریف ہی تعریف، خوبی ہی خوبی تھے۔ ذات اور صفات کے لئے دنیا، اور آخرت میں حد درجہ تعریف کئے گئے ہیں۔ بے حد اور بے شمار سراہے گئے حضورؐ کے اچھے وصفوں، اعلیٰ خوبیوں، اور پاکیزہ سیرت کی جتنی تعریف آج تک ہو چکی ہے۔ اور ہو رہی ہے۔ اور قیامت تک ہو گی۔ ساری اولادِ آدم میں سے اتنی کسی کی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ آسمان میں فرشتوں سے اور زمین میں انسانوں اور جنّوں سے حضورؐ کی تعریف کراتا ہے۔ یہاں تک کہ سب رسولوں اور نبیوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی تعریف کرائی ہے۔ اپنوں کے علاوہ غیر مذہب کے لوگوں نے بھی آپ کی توصیف کی ہے۔

دیکھئے، ہری چند اختؔر آنجہانی یوں مدح سرا ہے:۔ ؎

کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں انکے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

شوکتِ مغرور کا کس شخص نے توڑا طلسم
منہدم کس نے الٰہی قصرِ کسریٰ کر دیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِّ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

کہہ دیا لَا تَقْنَطُوْا اخترؔ کسی نے کان میں
اور دل کو سربسر محوِ تمنّا کر دیا!

سات پردوں میں چھپا بیٹھا تھا حسن کائنات
اب کسی نے اس کو عالم آشکارا کر دیا

آدمیت کا غرض ، ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

تلوک چند محروم اس چمن میں یوں نوا سنج ہے۔ ؎

مبارک پیشوا جس کی ہے شفقت دوست دشمن پر
مبارک پیش رو جس کا ہے سینہ صاف کینے سے
انہی اوصاف کی خوشبو چلی اطرافِ عالم میں
شمیم جانفزا لاتی ہے مکہ اور مدینے سے

عرش ملسیانی بالمکند ذاتِ اقدسؐ کے بارے میں گلکار ہے۔ ؎

دل کو اگر ہے چاند بنانے کی آرزو
کر اکتسابِ نور اسی آفتابؐ سے

ذکر نبیؐ کروں گا تو کہہ دوں گا حشر میں
لایا ہوں ارمغاں یہ جہانِ خراب سے

کیفیتِ خیالِ شاہِ رسالت سے مست ہو
بڑھ کر کوئی شراب نہیں اس شراب سے

ہونا ہے عرش دولتِ دیں سے جو بہرہ ور
تو بھی رجوع کر شہِ دیں کی جناب سے

جگن ناتھ آزاد یوں مدحت سرائے حضرت خیرالوریٰ ہے۔ ؎

سلام اس ذاتِ اقدس پر سلام اس فخرِ دوراں پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں، دنیائے امکاں پر
سلام اس پر جو آیا رحمت للعالمینؐ بن کر
پیامِ دوست بن کر صادق الوعد و امین بن کر

سلام اس پر جلائی شمعِ عرفاں جس نے سینوں میں
کیا حق کے لئے بے تاب سجدوں کو جبینوں میں

سلام اس پر بنایا جس نے دیوانوں کو فرزانہ
مے حکمت کا چھلکایا جہاں میں جس نے پیمانہ

بڑے چھوٹے میں جس نے اک اخوت کی بنا ڈالی
زمانے سے تمیزِ بندہ و آقا مٹا ڈالی

سلام اس پر فقیری میں نہاں تھی جس کی سلطانی
رہا زیرِ قدم جس کے شکوہ و فرِّ خاقانی

سلام اس ذاتِ اقدس پر حیاتِ جاودانی کا
سلام آزادؔ کا، آزاد کی رنگیں بیانی کا

کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ، گہرِ تاجِ فرستادگاں کی شان میں یوں نغمہ سرا ہے ؎

تکمیلِ معرفت ہے محبت رسولؐ کی
ہے بندگی خدا کی اطاعت رسولؐ کی

ہے مرتبہ حضورؐ کا بالائے فہم و عقل
معلوم ہے خدا کو، عزّت رسولؐ کی

تسکینِ دل ہے سرورِ کون و مکاں کی یاد
سرمایۂ حیات ہے الفت رسولؐ کی

انسانیت، محبتِ باہم، تمیز، عقل
جو چیز بھی ہے سب ہے عنایت رسولؐ کی

فرمانِ ربِّ پاک ہے فرمانِ مصطفٰےؐ
احکامِ ایزدی ہیں ھدایت رسولؐ کی

اتنی سی آرزو ہے بس اے ربّ دوجہاں
دل میں رہے سحر کے محبّت رسُول کی

رانا بھگوان داس بھگوان یوں عرقِ مے ناب حمدِ محمودؐ ہے۔ ؎

نبیٔ مکرّم شہنشاہِ عالی
بہ اوصافِ ذاتی و شانِ کمالی

جمالِ دو عالم تیری ذاتِ عالی
دو عالم کی رونق تری خوش جمالی

خدا کا جو نائب ہُوا ہے یہ انساں
یہ سب کچھ ہے تیری ستودہ خیالی

میں جلوے کا طالب ہوں اے جانِ عالم
دکھا دے دکھا دے وہ شانِ جمالی

نہ مایوس ہونا یہ کہتا ہے بھگوان
کہ جودِ محمّدؐ ہے سب سے نرالی

دیکھا! حضورؐ کے نام محمّدؐ کی تحمید، کہ غیر مذہب کے لوگوں کی زبانیں بھی آپ کی شان میں نواسنج توصیف ہیں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ قَدْرَ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ وَکَمَالِہٖ وَشَانِہٖ ــ

پس محمّدؐ نام ـــ نہایت پیارا، دل کش، دل کشا، دلربا، دل نواز، روح پرور، عطر بیز، عنبر بار، بلاغت آمیز، ذخیرہ حسنِ دو جہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں، رسولوں، اور ساری اولاد آدم کے اوصافِ حمیدہ اور خصائل عالیہ حضورؐ کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھر دیئے تھے۔ تو گویا

آپ تمام ذریتِ آدم کے حسن وجمال، اوصاف وخصائل، تعریفوں، خوبیوں صفتوں، بھلائیوں، نیکیوں، کمالوں، ہنروں، خُلقوں، اور پاکیزہ سیرتوں کے مجموعہ ہیں۔ اسم محمدؐ کا مُسمّٰے (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنی پیدائش کے روزِ اوّل سے لے کر تا امروز تعریفوں اور مدحوں کا محور رہا ہے، اور تا نورِ نیّرین رہے گا۔ نام ہو آپ کا محمّد (صلے اللہ علیہ وسلم) نہایت تعریف کیا گیا۔ تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ کی مدح نہ ہو۔ اور لطف یہ ہے، کہ جتنی بھی آپ کی مبالغہ سے مبرّا تعریفیں کی گئی ہیں۔ سب کی سب حضورؐ میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ کتاب وسنت کے معیار پر پوری اترنے والی بے شمار مدحوں کے آپ سچ مچ ممدوح ہیں۔ محمّدؐ ہیں! صلے اللہ علیہ وسلم۔

گریبانے کہ من دارم

فلک یک مطلع خورشید دارد با ہمہ شوکت

ہزاراں ایں چنیں دارد، گریبانے کہ من دارم (آہی)

آسمان باوجود اتنی شان وشوکت (بلندی، فراخی، وسعت) کے ایک ہی مطلع خورشید رکھتا ہے۔ لیکن جو گریبان (ایمان بالرسالت کا) میں رکھتا ہوں وہ ایسے ہزاروں مطلع خورشید رکھتا ہے۔ یعنی آسمان جو اتنی وسعت، فراخی اور بلندی کی شان وشوکت رکھتا ہے۔ اس پر ایک سورج چمکتا ہے، اور میرے

لہ بعض لوگوں نے آپ کی مبالغہ آمیز مدحیں بھی کی ہیں، مثلاً ؎

وہی جو مستویِ عرش تھا خدا ہو کر: اتر پڑا مدینے میں مصطفٰے ہو کر

واضح رہے۔ ایسی تعریفیں دراصل تعریفیں ہی نہیں ہیں۔ یہ جھوٹ اور افترا ہے۔ دراصل حضورؐ کی وہی تعریف صحیح اور سچ ہے جس میں مبالغہ جھوٹ اور شرک کی آمیزش نہ ہو۔

گریبانِ محبتِ مصطفٰے پر ایسے ہزاروں آفتاب روشن ہیں۔

آفتابِ فلک کی مادی روشنی سے دنیا جگمگا رہی ہے۔ اس روشنی کے بیشمار فائدے ہیں۔ اس سے جہان آباد ہے۔ اسی سے زندگی کی چہل پہل ہے لیکن میرے (مسلمان کے) گریبانِ ایمان پر سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت و اُسوہ کے ہزاروں خورشید دمک رہے ہیں۔ نقشِ پاکے آفتاب درخشاں ہیں جن کی روشنی سے میری روحانی دنیا آباد ہے۔ میرے ایمان کا جہان جگمگا رہا ہے۔ ان آفتابوں سے میرے روح اور ایمان منور ہیں۔ میری قبر روشن ہے۔ حشر روشن ہے، پل صراط روشن ہے۔ ان خورشیدوں (حدیثوں) کے نورِ عمل سے میری دنیا اور دین دونوں سنور رہے ہیں۔ و نعم ما قیل۔ ؎

اُدھر لاکھوں ستاروں سے ہے بزمِ کہکشاں روشن

اِدھر اک شمعؐ روشن ہے کہ ہیں دونوں جہاں روشن (ثمر)

آسمان پر لاکھوں کروڑوں ستاروں سے کہکشاں کی بزم روشن ہے رات کو آپ یہ بزمِ کہکشاں دیکھتے ہیں۔ لیکن اِدھر — ہماری دنیا میں ایک ایسی شمع (رسالت محمدیہؐ) روشن ہے۔ جس نے دونوں جہانوں کو روشن کر رکھا ہے۔ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

اسم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اتنا معنی خیز اور محامد کا بحرِ عمیق ہے۔ سمندر اور مہا ساگر ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے جو اپنے عَبْدُہٗ کو مرتبے، رتبے، شانیں اور صفتیں بخشی ہیں۔ ان کے بیان کے لئے طومار درکار ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا چچا باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ کی شان میں مدحت سرا ہے۔

صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم

خواجہ ابوطالب بن عبد المطلب

المتوفی سنہ ۳ قبل ہجرت

وَاللّٰہِ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْکَ بِجَمْعِھِمْ
حَتّٰی اُوَسَّدَ فِی التُّرَابِ دَفِیْنَا

"خدا کی قسم وہ اپنی جمعیت کے ساتھ ہرگز تجھ تک نہیں پہنچ سکتے۔
جب تک مجھے دفن کر کے مٹی میں ٹیک لگا کر لٹا نہ دیا جائے۔"

فَاصْدَعْ بِاَمْرِكَ مَا عَلَیْكَ غَضَاضَۃٌ
وَابْشِرْ وَقَرِّ بِذَاكَ مِنْكَ عُیُوْنَا

"تو اپنا کام کئے جا تجھ پر کسی قسم کی تنگی نہیں ہے۔
اور خوش رہ اور اس کام کے ساتھ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کئے جا۔"

وَدَعَوْتَنِیْ وَزَعَمْتَ اَنَّكَ نَاصِحِیْ
وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ ثَمَّ اَمِیْنَا

"اور تو نے مجھے دعوت دی اور تیرا خیال ہے کہ تو میرا خیرخواہ ہے۔
اور تو نے سچ کہا اور پھر تو، تو ایک امانت دار رہ چکا ہے۔"

وَعَرَضْتَ دِیْنًا لَا مُحَالَۃَ اِنَّہٗ
مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنًا

"اور تو نے وہ دین پیش کیا۔ جو یقیناً
دنیا کے تمام دینوں سے بہترین دین ہے۔"

لَوْلَا الْمَلَامَۃُ اَوْ حِذَارُ مَسَبَّۃٍ
لَوَجَدْتَنِیْ سَمْحًا بِذَاكَ مُبِیْنًا

"اگر ملامت کا خوف اور سُبکی کا اندیشہ نہ ہوتا،
تو اس دین کو قبول کرنے میں تو یقیناً مجھے برملا فراخ دل پاتا۔"

حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب بن ہاشم الشہید ۳ھ

در مدحت خیر الوریٰ صلے اللہ علیہ وسلم

حَمِدْتُ اللّٰہَ حِیْنَ فُؤَادِی
اِلَی الْاِسْلَامِ وَالدِّیْنِ الْحَنِیْفِ

"میں نے اللہ کا شکر ادا کیا جب اس نے میرے دل کو،
اسلام اور بلند مرتبہ دین کی توفیق بخشی۔"

لِدِیْنٍ جَاءَ مِنْ رَّبٍّ عَزِیْزٍ
خَبِیْرٍ بِالْعِبَادِ بِھِمْ لَطِیْفٍ

"اس دین کی جو عظمت اور عزت والے رب کی طرف سے آیا ہے،
جو بندوں کے تمام حالات سے باخبر اور ان پر مہربان ہے۔"

اِذَا تُلِیَتْ رَسَائِلُہٗ عَلَیْنَا
تَحَدَّرَ مَعَ ذِی اللُّبِّ الْحَصِیْفِ

"جب اس کے پیغاموں کی تلاوت ہمارے سامنے کی جاتی ہے،
تو ہر صاحب عقل اور صاحب الرائے کے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔"

رَسَائِلُ جَاءَ اَحْمَدُ مِنْ ھُدَاھَا
بِاٰیَاتٍ مُّبَیَّنَۃِ الْحُرُوْفِ

"وہ پیغامات جن کی ہدایتوں کو احمد لے کر آئے،
واضح الفاظ و حروف والی آیتوں میں۔"

وَاَحْمَدُ مُصْطَفًى فِیْنَا مُطَاعًا

فَلَا تَغْشُوْهُ بِالْقَوْلِ الْعَنِیْفِ

"اور احمدؐ ہم میں برگزیدہ ہیں جن کی اطاعت کی جاتی ہے۔

لہٰذا تم ان کے سامنے ناملائم لفظ بھی منہ سے نہ نکالنا۔"

فَلَا وَاللّٰهِ نُسْلِمُهُ لِقَوْمٍ

وَلَمَّا نَقْضِ فِیْهِمْ بِالسُّیُوْفِ

"پس خدا کی قسم ہم ان کو اس قوم کے حوالے کبھی نہیں کریں گے۔

جن کے بارے میں ہم نے ابھی تلواروں سے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔"

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

المتوفی ۱۱ھ

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدَ

اَلَّا یَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِیَا

"جس نے ایک بار بھی خاک پائے احمدؐ مجتبیٰ سونگھ لی۔

تعجب کیا ہے اگر وہ ساری عمر کوئی اور خوشبو نہ سونگھے۔"

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا

صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

"مجھ پر (حضورؐ کی جدائی میں) وہ مصیبتیں ٹوٹی ہیں۔ کہ اگر

یہ مصیبتیں دنوں پر ٹوٹتیں تو دن راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔"

حضرت ابوسفیانؓ بن الحارث بن عبدالمطلب

ابن عم النبیؐ ۔ المتوفی سنہ ۲۰ھ

اَرِقْتُ وَ بَاتَ لَیْلِیْ لَا یَزُوْلُ
وَلَیْلُ اَخِی الْمُصِیْبَۃِ فِیْہِ طُوْلُ

"میری نیند اڑ گئی اور رات ایسی ہو گئی جیسے اب ختم نہیں ہوگی:
وہ رات جو مصیبت کی ہو ۔ وہ دراز ہی ہوتی ہے"

فَقَدْنَا الْوَحْیَ وَ التَّنْزِیْلَ فِیْنَا
یَرُوْحُ بِہٖ وَ یَغْدُوْ جِبْرِیْلُ

"وحی و تنزیل کا جو سلسلہ ہمارے درمیان جاری تھا وہ کھو گیا:
جبریل کبھی رات کو آتے جاتے تھے ۔ کبھی دن کو"

نَبِیٌّ کَانَ یَجْلُوْا الشَّکَّ عَنَّا
بِمَا یُوْحٰی اِلَیْہِ وَ مَا یَقُوْلُ

"حضورؐ وہ نبی تھے جو ہمارے شکوک و شبہات دور کرتے تھے:
کبھی اس وحی کے ذریعہ جو آتی تھی، اور کبھی اپنی باتوں سے"

وَ یَھْدِیْنَا فَلَا نَخْشٰی ضَلَالًا
عَلَیْنَا وَ الرَّسُوْلُ لَنَا دَلِیْلُ

"وہ ہمیں ایسا راستہ دکھاتے تھے کہ پھر کسی گمراہی کا ڈر:
ہمارے دل میں نہ ہوتا تھا خود رسولؐ ہمارے راہ نما تھے"

یُخَبِّرُنَا بِظَھْرِ الْغَیْبِ عَمَّا
یَکُوْنُ فَلَا یَخُوْنُ وَ لَا یَحُوْلُ

"وہ ہمیں وحی سے، غیب کی خبریں بھی سنا دیتے تھے۔ کہ کیا ہوگا؛
اور اس خبر میں نہ کوئی خامی ہوتی تھی، نہ ہیر پھیر۔"

فَلَمْ نَرَ مِثْلَهُ فِي النَّاسِ حَيًّا
وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الْمَوْتَى عَدِيلُ

"نہ زندوں میں ہم نے ان جیسا کوئی انسان دیکھا؛
اور نہ مرنے والوں میں کوئی ان کی نظیر ہے۔"

أَفَاطِمُ إِنْ جَزِعْتِ فَذَاكَ عُذْرٌ
وَإِنْ لَمْ تَجْزَعِي فَهُوَ السَّبِيلُ

"اے فاطمہؓ اگر دامن صبر تجھ سے چھوٹ جائے تو مجبوری ہے؛
لیکن اگر تو دامنِ صبر نہ چھوڑے، تو اصل راستہ یہی ہے۔"

فَعُوذِي بِالْعَزَاءِ فَإِنَّ فِيهِ
ثَوَابُ اللهِ وَالْفَضْلُ الْجَزِيلُ

"تو اگر صبر و استقامت کا سہارا لے تو اس میں؛
اللہ کی طرف سے جزا ہے، اور بے اندازہ فضل۔"

وَقُولِي فِي أَبِيكِ وَلَا تَمَلِّي
وَهَلْ يَجْزِي بِفِعْلِ أَبِيكِ قِيلُ

"اور اپنے باپ کی تعریف میں خوب دل کھول کے بول مگر؛
تیرے باپ نے جو کام کئے ہیں ان کا بدل کہیں یہ قول ہو سکتے ہیں۔"

فَقَبْرُ أَبِيكِ سَيِّدُ كُلِّ قَبْرٍ
وَفِيهِ سَيِّدُ النَّاسِ الرَّسُولُ

"تیرے باپ کی قبر تمام قبروں کی سردار ہے؛

"کیونکہ اس میں وہ رسول مدفون ہے جو تمام انسانوں کا سردار ہے"۔

صَلٰوۃُ اللّٰہِ مِنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ
عَلَیْہِ لَا تَحُوْلُ وَلَا تَزُوْلُ

"رحمت والے رب کی رحمتیں ہوں
حضورؐ پر، ایسی رحمتیں جو نہ ٹلیں نہ کبھی ختم ہوں"۔

شرف الدین ابو عبداللہ محمدؐ بن زید بوصیری المتوفی ۶۹۶ھ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عَرَبٍ وَّمِنْ عَجَمٍ

"محمدؐ سردار ہیں دونوں جہانوں کے، اور جنوں اور انسانوں کے،
اور عرب، اور عجم، دونوں گروہوں کے"۔

نَبِیُّنَا الْاٰمِرُ النَّاھِیْ فَلَا اَحَدٌ
اَبَرَّ فِیْ قَوْلِ لَا مِنْہُ وَلَا نَعَمٍ

"آپ ہمارے نبی ہیں اچھائیوں کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے،
آپکے مقابلہ میں ہاں اور نہیں کے اعتبار سے زیادہ سچا کوئی دوسرا نہیں ہے"۔

ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ
لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحَمٍ

"آپ ہی اللہ کے وہ حبیب ہیں، جن کی شفاعت کی آس،
ہر خوف وہراس میں اور قیامت کی شدید گھڑیوں میں لگائی جائیگی"۔

دَعَا اِلَی اللّٰہِ فَالْمُسْتَمْسِکُوْنَ بِہٖ
مُسْتَمْسِکُوْنَ بِحَبْلٍ غَیْرِ مُنْفَصِمٍ

"آپ نے اللہ کی طرف دعوت دی پھر جن لوگوں نے آپکا دامن تھام لیا۔
انہوں نے وہ رسّی پکڑ لی جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں ہے"

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّ فِيْ خُلُقٍ
وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّ لَا كَرَمٖ

"آپ صورت و سیرت میں تمام پیغمبروں پر فوقیت رکھتے ہیں۔
اور علم ہو یا کرم کسی میں بھی کوئی آپ کی برابری کو نہیں پہنچ سکا"

وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

"اور سب کے سب خواہاں ہیں اللہ کے رسولؐ سے کہ
اس دریائے کرم سے ایک چلّو اور اس ابر رحمت سے ایک قطرہ مل جائے"

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٖ

"آپ کے محاسن میں کوئی شریک نہیں ہے۔
آپ حسن کا وہ جوہر ہیں۔ جو منقسم نہیں ہوتا"

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ لَهٗ
حَدٌّ فَيُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

"اللہ کے رسولؐ کی فضیلتوں کی کوئی حد نہیں۔
اور اس کا حق کوئی بولنے والی زبان ادا نہیں کر سکتی۔"

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ
وَاَنَّهٗ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمٖ

"آپ کی ذات کے بارے میں علم کی رسائی یہیں تک ہے کہ آپ ایک بشر ہیں۔

اور اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔

حافظ شیرازیؒ - المتوفی سنہ ۷۹۱ھ

یاصاحب الجمال ویا سید البشر ٭ من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ ٭ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت سعدی شیرازیؒ - المتوفی سنہ ۶۹۱ھ

آں ذاتِ خداوند کہ مخفی است بعالم
پیدا و عیاں است بجثمانِ محمدؐ
توریت کہ بر موسےٰؑ و انجیل بر عیسےٰؑ
شد محو بیک نقطۂ فرمانِ محمدؐ
از بہر شفاعت چہ اولوالعزم چہ مرسل
در حشر زند دست بدامانِ محمدؐ

میرزا غالب دہلوی - المتوفی سنہ ۱۲۸۵ھ

حق جلوہ گر، ز طرز بیان محمدؐ است
آرے کلامِ حق، بزبان محمدؐ است
آئینہ دارِ پرتوِ مہر است آفتاب
شانِ حق آشکار، ز شانِ محمدؐ است
ہرکس، قسم بہ آنچہ عزیز است می خورد
سوگند کردگار، بجانِ محمدؐ است
واعظ حدیثِ سایۂ طوبیٰ فروگزار
کاینجا، سخن ز سرو روانِ محمدؐ است

بنگر دو نیمہ گشتنِ ماہِ تمام را
آں نیز نامور، ز نشانِ محمدؐ است
غالب ثنائے خواجہؐ، بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک، مرتبہ دانِ محمدؐ است

یہ سب اسم محمدؐ کی تشریح ہو رہی ہے۔ محمدؐ کے معنی ہیں نہایت تعریف کیا گیا۔ قرآن میں بھی محمدؐ کی تعریف، احادیث بھی آپ کی تعریف سے مملو۔ صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ، علماء، فقہاء، اولیاء، ساری امت ہی مُحَمَّدؐ کی تعریف کر رہی ہے۔ حتیٰ کہ غیر مذاہب بھی حضورؐ کی شان میں مدح سرا ہیں۔ خود جو حضورؐ نے فرمایا۔ اِنَّ لِیْ اَسْمَآءً۔ میرے بہت سے نام ہیں۔ وَاَنَا مُحَمَّدٌ۔ اور ایک میرا نام محمدؐ ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم نہایت تعریف کیا گیا۔ اسم محمدؐ کا جمال آپ دیکھ رہے ہیں۔ دیکھئے! ایک اور پروانہ شمع محمدؐ پر یوں فدا ہے۔

میر فیاض الدین علی خاں بندہ۔ المتوفی ۱۲۸۴ھ

ہیں ترے کاکلِ مشکیں پہ ختن کو واروں
یا ترے سرخیِ لب پر سے یمن کو واروں
تیرے دندانِ مبارک کی ملاحت پر سے
صدقہ نسریں کو کروں، اور سمن کو واروں
کوئی صدقہ کے بھی قابل نہیں لے جانِ جہاں
دہنِ خوش پہ ترے کس کے دہن کو واروں
تیرے اس مصحفِ رخ پر سے مُحَمَّد میرے
ان کتابوں کے سجائے جو متن کو واروں

جی میں آتا ہے کہ یک بارگی شاہِ کونینؐ
چتر پر سے ترے اس چرخِ کہن کو واروں
تیرے تابندگیٔ موئے مبارک پر سے
لے کے خورشیدِ منوّر سے کرن کو واروں
تو وہ گلدستۂ قدرت ہے رسولِؐ عربی
کم ہے تجھ پر سے اگر جانِ چمن کو واروں
فرقِ عالی پر میں صدقے کروں سر کو اپنے
پائے اقدس پہ ترے اپنے میں تن کو واروں
راہ میں تیرے یہ توصیف کہ اے جانِ جہاں
ہے سزاوار جو میں روحِ سخن کو واروں
چاہتا ہے ترا بندہ میرے مولا کے حبیب
اس قصیدے کی زمیں پر سے زمن کو واروں

عزیز لکھنوی میرزا محمد ہادی — المتوفی ۱۳۵۴ھ

بزمِ توحید سے تبلیغ کا نامہ آیا
کوئی پہنے ہوئے قرآن کا جامہ آیا
جس نے اسلام کے پیچیدہ مطالب کھولے
سر پہ باندھے وہ فضیلت کا عمامہ آیا
چشم و مژگاں سے لکھے اس نے ہزاروں دفتر
جب کہ مکتب میں دوات آئی نہ خامہ آیا
شورِ تکبیر سے صحرائے عرب کانپ اٹھا
اس جلالت سے سوئے اہلِ تہامہ آیا

کپکپی جسم میں دل منزلِ اجلالِ خدا
لے کے یوں کوہِ حرا سے کوئی نامہ آیا
شبِ ہجرت کی طرح سے دوش پہ بکھرائے ہوئے
سنبلِ غالیہ مو مشک شمامہ آیا

جوش ملیح آبادی

اے کہ ترے جلال سے ہل گئی بزمِ کافری
رعشہ خوف بن گیا، رقصِ بتانِ آذری
خشک عرب کی ریگ سے لہرا اٹھی نیاز کی!
قلزمِ حسنِ ناز میں اُف رے تری شناوری
اے کہ ترا غبارِ راہ تابشِ روئے ماہتاب!
اے کہ ترا نشانِ پا، نازشِ مہر خاوری
اے کہ ترے بیان میں نغمۂ صلح و آشتی
اے کہ ترے سکوت میں خندہ بندہ پروری
اے کہ ترے دماغ پر جنبشِ پرتو صفا
اے کہ ترے ضمیر میں، کاوشِ نورگستری
چھین لیں تو نے مجلسِ شرک و خودی سے گرمیاں
ڈال دی تو نے پیکرِ لات و ہبل میں تھرتھری
تیرے قدم پہ جبہہ سا، روم و عجم کی نخوتیں
تیرے حضور سجدہ ریز چین و عرب کی خودسری
تیرے کرم نے ڈال دی طرحِ خلوص و بندگی
تیرے غضب نے ہند کی رسم و رہِ ستمگری

اسمِ محمدؐ کا معنوی اعجاز

مشرکینِ قریش نے ایک روز خیال کیا۔ کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)۔ تو ہمارا دشمن ہے۔ ہمارے مذہب کا دشمن ہے، ہمارے بزرگوں۔ لات وہبل کی تکذیب کرتا ہے۔ ان کو برا کہتا ہے۔ اور ہمیں جب اس کو بلانا پڑتا ہے تو خواہ مخواہ نام لینا پڑتا ہے۔ اور محمدؐ کے معنے ہیں از حد تعریف کیا گیا۔ تو اس کو ہم دل سے برا جانتے ہیں۔ لیکن جب ہم کہتے ہیں۔ محمدؐ نے آج یہ کہا۔ تو اس کی خود بخود تعریف ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کا کوئی ایسا نام تجویز کرو۔ کہ جب اس نام سے اس کا ذکر کیا جائے۔ تو اس میں ذم پایا جائے۔ چنانچہ انہوں نے حضورؐ کے لئے مذمم نام تجویز کیا۔ جو محمدؐ کی نقیض ہے۔ مذمم کے معنے مذمت کیا گیا۔ صحابہؓ نے سنا۔ تو وہ بہت مغموم ہوئے۔ اور بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ حضورؐ مشرکینِ قریش نے آپ کو بُرا کہنے کے لئے مذمم نام تجویز کیا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور حکمت اور دانائی کا دریا بہا دیا۔

اَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّيْ شَتْمَ قُرَيْشٍ وَلَعْنَهُمْ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَّ اَنَا مُحَمَّدٌ ط (بخاری شریف)

"فرمایا حضورؐ نے۔ کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ کیونکر باز رکھا مجھ سے اللہ تعالیٰ نے مشرکینِ قریش کا برا کہنا۔ اور ان کا لعنت کرنا۔ (غور کرو) وہ بُرا کہتے ہیں مذمم کو۔ اور میں محمدؐ ہوں"

یعنی وہ لعن طعن مذمم کو کرتے ہیں۔ اور میں تو مذمم نہیں ہوں، بلکہ محمدؐ ہوں۔ ان کی گالی مجھے لگتی ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے دور اور دفع کر دیا ہے ان کی لعن کو مجھ سے اور بچایا ہے مجھ کو ان کے بد کہنے سے۔ محمدؐ کی ذات کے نزدیک مذمت پھٹک نہیں سکتی۔

ھ

محمدؐ حامیِ دیں، ماحیِ کفر و ضلالت ہے
محمدؐ شمعِ ایماں، مشعلِ راہ ہدایت ہے
محمدؐ مصطفےٰ کے واسطے کیا کیا سعادت ہے
نبوت ہے، رسالت ہے، قیادت ہے، امامت ہے
محمدؐ کے سرِ پُر نور پر، تاجِ شفاعت ہے
نہیں ملتی ہے جو ہر آدمی کو وہ یہ نعمت ہے
محمدؐ ہی کے دم سے افتخارِ آدمیت ہے
محمدؐ آنِ ملت، شانِ ملت، جانِ ملت ہے
اک اُمّی نے سبھی ادیان و ملل منسوخ کر ڈالے
محمدؐ تاجدارِ منصبِ ختمِ رسالت ہے

ھ

خشک ہونٹوں پر ترانے آ گئے ✤ شادمانی کے زمانے آ گئے
مژدہ اے امت کہ ختم المرسلینؐ ✤ بختِ خوابیدہ جگانے آ گئے
نورِ ایماں بن کے از ہر تا ہپا ✤ کفر کی ظلمت مٹانے آ گئے
جان و دل صدقے بہ نقشِ قدم ✤ دہر کو جنت بنانے آ گئے
بیکسوں کو پوچھتا ہی کون تھا ✤ بیکسوں کے ناز اٹھانے آ گئے
زحمتِ بے جا و ظلم و جور سے ✤ ناتوانوں کو بچانے آ گئے
اللہ اللہ خسروِ کون و مکاں ✤ راہرو کے بوجھ اٹھانے آ گئے
مختلف اربابِ رنگ و نسل کو
ایک ہی مرکز پہ لانے آ گئے

(شکیل بدایونی)

مشرکین قریش کی بکواس۔ مذمت ایک ظلمت ہے۔ جو اسم محمدؐ کی روشنی سے دور ہو جاتی ہے۔ ؎

غریبوں کی جو ثروت ہیں ضعیفوں کی جو قوت ہیں
انہیں عالم کے ہر دکھ کی دوا کہنا ہی پڑتا ہے
انہیں فرماں روائے انس و جاں کہنے ہی بنتی ہے
انہیں محبوبِ ربّ دوسرا کہنا ہی پڑتا ہے
زہے تاثیر، ان کا نام نامی، جب لیا جائے
لبوں کو لازماً صلّ علیٰ کہنا ہی پڑتا ہے
جہاں بھر کو کیا سیراب جن کے فیض بیحد نے
انہیں دریائے الطاف و عطا کہنا ہی پڑتا ہے
کیا بیڑا جنہوں نے پار آ کر نوعِ انساں کا
انہیں انسانیت کا ناخدا کہنا ہی پڑتا ہے
جنہوں نے بزمِ امکاں سے مٹائی کفر کی ظلمت
انہیں "تنویرِ حق، نورالہدیٰ" کہنا ہی پڑتا ہے

(حفیظ تائب)

دیکھئے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے پاک ناموں کے ترجموں اور معنوں پر نظر کریں۔ تو اسمِ محمدؐ کے معنی کے مانند وہ محامد کے حامل نہیں ہیں:۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معنی ہیں۔ "باپ بڑے گروہ کا"
حضرت ایوبؑ کے معنی "شیر کے ہیں"
حضرت یوسفؑ کے معنی ہیں "زیادہ کیا ہوا"
حضرت اسمٰعیل کے معنے ہیں۔ "اے اللہ میری فریاد سن"

حضرت یعقوبؑ کے معنی ہیں ۔ پیچھے آنے والا ۔"

لیکن مُحمّدؐ کے معنے ہیں ۔ از حد تعریف کیا گیا ۔"

تو نام کے لحاظ سے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام اولادِ آدم کے سردار ہوئے ۔ اور یہ خدا کا فضل ہے ۔ جس پر چاہے اس کی بارش کرے ۔

اسمِ احمدؐ کا جمال

اسمِ محمدؐ کے جمال کے بعد اب اسمِ احمدؐ کا جمال دیکھیں ۔ فرمایا حضورؐ نے :-

وَاَنَا اَحْمَدُ ۔ اور میں احمدؐ ہوں ۔ یعنی میرا نام احمدؐ بھی ہے ۔

احمد مصدر حمد سے اسم تفضیل ہے ، جو فاعل کے معنے دیتا ہے ، تو احمد کے معنے ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ کی از حد حمد کرنے والا ۔ خدا کی نہایت ستائش کرنے والا ۔ اس سے معلوم ہوا ۔ کہ حضرت خیر الوریٰ صلے اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے زیادہ خدا کی حمد کرنے والے ہیں ۔ یوں کہئے ۔ کہ ساری اولادِ آدم میں سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والے ہیں ۔ دریائے ستائش کے سب سے بڑے پیراک ہیں ۔ کوئی بھی حضورؐ کے جبلِ حمد کی چوٹی کو سر نہیں کر سکا صلے اللہ علیہ وسلم ۔

قرآن مجید جو آپ پر اتارا گیا ہے ۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد کی بہت تاکید آئی ہے ۔ دیکھئے ! قرآن کی سب سے پہلی سورت ، جو نمازوں میں بار بار دہرائی جاتی ہے ۔ وہ شروع ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے ہوتی ہے اور سارے قرآن میں اللہ کی حمد بہ کثرت مذکور ہے ۔ اس کے علاوہ کتب احادیث میں بے شمار حضورؐ کی دعائیں آئی ہیں ۔ جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش کی گئی ہے ۔ اور ان دعاؤں سے حضورؐ احمدؐ ثابت ہو رہے ہیں ۔

ایک روایت دارمی شریف میں آئی ہے ۔ جو کعب احبار سے مروی ہے

کہ کتب سابقہ میں حضرت انورؐ کی امت کو حمّادون کے نام سے بیان کیا گیا۔ جو ہر حال میں اللہ کی حمد کریں گے"۔ اور حمادون کے معنے ہیں۔ خدا کی بہت حمد کرنے والے۔ سبحان اللہ۔ امت کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم محمدؐ، نہایت تعریف کئے گئے۔ احمدؐ، اللہ کی نہایت حمد کرنے والے اور امت حمّادون۔ اللہ کی بہت حمد کرنے والی۔

قیامت کو حضورؐ کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا، مقام محمود آپ کی جگہ جہاں آپ کھڑے ہونگے۔ اور سب اہل محشر آپ کو دیکھ کر آپ کی تعریف کریں گے۔ یہ ہیں احمدؐ رسول صلے اللہ علیہ وسلم۔ ساری خدائی میں سب سے بڑھ کر حمد الٰہی کے نغمہ سرا!۔

حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد سرائی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تحمید تہلیل، تکبیر، تقدیس، تمجید، اور ذکر سے تر رہتی تھی۔ سوتے، جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، چلتے پھرتے، ہر گھڑی، ہر لحہ، اللہ کی حمد و ستائش کا آب حیات نوش جان فرماتے۔ حضورؐ اللہ کی حمد و شکر اس حد تک کرتے کہ کوئی بھی ذریت آدم میں سے اتنا نہیں کرسکا۔ غور کریں، کہ جب آپ بیت الخلاء سے فارغ ہو کر نکلتے۔ تو اس طرح شکر کرتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ (مشکوٰۃ شریف)

"سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے۔ جس نے دور کی مجھ سے پلیدی اور عافیت دی مجھ کو"

نوٹ: جس کا بول و براز بند ہو جائے۔ یہ پلیدی خارج نہ ہو، تو وہ متعدد

امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ جو مہلک بھی ہو سکتی ہیں۔ اور دائمی قبض والے تو کئی بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ جب تک ہر روز اجابت یا فراغت نہ ہو آدمی کی صحت درست نہیں ہو سکتی۔ تو رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اجابت یا فراغت پر اللہ کا شکر کیا۔ کہ اس نے اِس ایذا کو دور کر کے، صحت اور عافیت بخشی۔

کبھی حضورؐ فراغت کے بعد اس طرح حمد کرتے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَذَاقَنِیْ لَذَّتَهٗ وَ اَبْقٰى فِیَّ قُوَّتَهٗ وَ اَذْهَبَ عَنِّیْ اَذَاهُ غُفْرَانَكَ ط (طبرانی شریف)

سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ کہ چکھائی اس نے مجھے لذت کھانے کی، اور باقی رکھی مجھ میں قوت اس کی۔ اور دور کی مجھ سے پلیدی اس کی۔ خدایا ہم تیری پردہ پوشی چاہتے ہیں۔

نوٹ:۔ یعنی حمد ہے اس ذات لم یزل کی جس نے بے شمار قسم کے کھانے اور پینے کی چیزوں کی لذت بخشی۔ بہشت کے اثمار و فواکہ کے ذائقوں، اور مزوں سے کام و دہن، اور جسم و جان کو فائدہ پہنچایا۔ اور پھر ان غذاؤں، اور سب مشروبوں کی قوت، طاقت، تفریح، تسکین، اور سب فوائد کو جسم میں باقی رکھا۔ اور فضلات کو جو مضر تھے، ان کو خارج کر دیا۔ یعنی ماکولات، اور مشروبات کے منافع کو جسم میں باقی رہنے دیا۔ اور [illegible] [illegible]

[illegible]

ہوتا ہے۔ جس سے سکون، اور راحت ملتی ہے، حضرت احمد صلے اللہ علیہ وسلم اس پر بھی اللہ کا شکر کرتے ہیں۔

جب خواب سے حضورؐ بیدار ہوتے، تو یوں شکر کرتے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ ط

"سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ جس نے زندہ کیا (جگایا) ہم کو بعد مارنے (نیند) کے، اور اسی کی طرف سب نے لوٹنا ہے۔" (بخاری شریف)

نیند موت کے مشابہ ہے۔ سوئے ہوئے آدمی کو اللہ ارسال روح سے جگا دے۔ تو وہ جاگ اٹھے گا۔ ورنہ سوتا ہی "سو" جائے گا۔ پس خواب سے بیدار ہو کر حضورؐ اللہ کا شکر کرتے جس نے "موت" کے بعد "زندہ" کر دیا۔ اور بالآخر سب کو اپنے حضور لا حاضر کرے گا۔

جب رحمت عالمؐ کپڑا پہنتے۔ تو یوں حمد کرتے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِہٖ عَوْرَتِیْ وَ اَتَجَمَّلُ بِہٖ فِیْ حَیَاتِیْ ط (ترمذی شریف)

"سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ جس نے پہنائی مجھ کو وہ چیز جس سے ڈھانپتا ہیں نے اپنی شرمگاہ کو۔ اور زینت حاصل کرتا ہوں ساتھ اس کے اپنی زندگی میں۔"

بے شمار درود و سلام احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پاک پر۔ کہ اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر کرتے ہیں۔ کہ اس نے پہننے کے لئے لباس بخشا جس سے عریانی کو ڈھانپتے ہیں۔ اور ساتھ ہی زینت و زیبائش بھی حاصل ہوتی ہے۔

سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے کے بعد یوں شکر کرتے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

"سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے کھلایا ہم کو اور پلایا ہم کو اور کیا ہم کو مسلمانوں سے۔" (حصن حصین)

اگر اللہ تعالیٰ زمین سے غلہ اور اناج نہ اگائے۔ اور زمین سے پانی نہ نکالے، تو روٹی پانی نہ ملنے کے باعث سب ہلاک ہو جائیں۔ صرف اس کی ربوبیت کے باعث ہی انسان کھانا کھا کر، پانی پی کر، اور ہوا سانس کے ساتھ اندر پہنچا کر زندہ رہتا ہے۔

حضرت انورؐ اللہ کی ان نعمتوں پر شکر گزار ہیں۔ اگر ہم سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی حمدوں، تعریفوں، شکروں، اور اذکار کے پھولوں کو اکٹھا کریں۔ تو اتنا وسیع و عریض چمن زار بن جائے۔ کہ اس پر جنت الفردوس کو بھی رشک آئے۔

اگر حدیث کی کتابوں سے حضورؐ کی دعوات و اذکار کو ہم یہاں تحریر کریں۔ تو ایک ضخیم کتاب بن جائے، اس موضوع پر ہم دو کتابیں لکھ چکے ہیں رحمتِ عالم کی دعائیں۔ حزب الرسولؐ۔ یہ دونوں اس بات کا بین ثبوت ہیں۔ کہ رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم واقعی **احمدؐ** تھے۔ اللہ کی بہت بہت حمد کرنے والے۔

اسم ماحی کا حسن

حضورؐ نے فرمایا۔ وَاَنَا الْمَاحِیُ۔ اور میرا نام ماحی (بھی) ہے۔ اَلَّذِیْ یَمْحُو اللّٰهُ بِیَ الْکُفْرَ۔

"کہ مٹاتا ہے اللہ ساتھ میرے کفر کو۔"

بعثت نبویؐ سے قبل سارا عرب شرک کی تمام اقسام کی زہر آلودمے میں مدہوش، اور کفر کے منجدھار میں غرقاب تھا۔ کافروں اور مشرکون کے نجس

عقائد و اعمال کی تاریک رات چھائی ہوئی تھی۔ اور اس گھٹا ٹوپ میں خیر کی کوئی کرن دکھائی نہ دیتی تھی۔ سارا معاشرہ رذائل کے تالاب میں ننگا نہاتا تھا۔

جب نبی کریم رحمت للعالمین حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جلوہ بار ہوئے۔ تو آپ کی سیرتِ طیبہ، اور اسوۂ حسنہ کی روشنی سے کفر اور شرک کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔ تیرہ برس آفتاب نبوت مکہ میں ضیا بار رہا۔ اور دس سال مدینہ میں ضَو ریز۔ اتنے عرصہ میں صدیوں کی چھائی ہوئی شب یلدا سیماب پا ہوگئی۔ شرک مٹ گیا۔ اور کفر کا نام ونشان نہ رہا۔ سب لوگ آخرت پر ایمان لے آئے، رسالت کے نور میں چلنے لگے۔ اور توحید کا آبِ حیات پی کر زندہ و جاوید ہوگئے۔ دورِ جاہلیت میں یہ لوگ دوزخ کے گڑھے پر کھڑے تھے۔ اتباعِ رسولؐ سے خیابان خیابان ارم ہوگئے۔ رضی اللہ عنہم۔ اس ماحی رسولؐ پر اللہ کا بیحد شمار درود و سلام ہو۔

حاشر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ نے فرمایا "وَاَنَا الْحَاشِرُ" اور میرا نام حاشر (بھی) ہے [illegible] "النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ" اٹھائے جائیں گے لوگ [illegible] قدم پر۔

جب قیامت آئے گی، تو سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبر سے اٹھیں گے۔ پھر اور لوگ حضورؐ کے پیچھے قبروں سے اٹھیں گے۔ گویا لوگوں کا حشر حضورؐ کے قدم پر ہوگا۔ [illegible] پہلے آپ قدم رکھیں گے پھر ان کے قدم [illegible] حضورؐ کی لازوال فضیلت [illegible] لوگوں کا حشر [illegible] قدم پر ہوگا [illegible] آپ پیچھے

[illegible]

اَلَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ" اور عاقب وہ ہے۔ کہ نہ ہو پیچھے اس کے کوئی نبی۔"

عاقب کے معنے ہیں پیچھے آنے والا۔ یعنی حضورؐ سب نبیوں کے پیچھے آئے ہیں۔ کہ نبیوں کی فہرست ہی ختم ہوگئی ہے۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔

جتنے انبیاء دنیا میں آئے۔ ان میں سے ہر نبی کا ایک دور تھا۔ جب وہ دور ختم ہوتا۔ تو پھر اور پیغمبر آجاتا تھا۔ یہاں تک کہ بیک وقت سینکڑوں انبیاء دنیا میں آتے رہے ہیں۔ یہ سلسلہ انبیاء کا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے دور تک رہا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے چھ سَو سال بعد، ایک لاکھ کئی ہزار رسولوں اور نبیوں کے منتظر اور مُبَشَّر رسولؐ حضرت محمد بن عبداللہ — وہ تاجِ رسالت زیب سر کرکے تشریف لائے جس میں ختم نبوت کا ہیرا جگمگا رہا تھا یہ ہے حضورؐ کا جمالِ ختم نبوت۔

مقفّی نبی

حضرت ابی موسےٰ اشعری کی روایت میں حضورؐ کا ایک نام مُقفّیؐ اور ایک نام نَبِیُّ التَّوْبَہ، اور نبی الرحمت بھی آئے ہیں۔ (مسلم)

مُقفّی کے معنے ہیں سب پیغمبروں سے پیچھے آنے والا۔ اوپر عاقب کے معنے بھی یہی ہیں۔ یعنی حضورؐ سب نبیوں سے پیچھے آئے ہیں۔ نبیوں، اور رسولوں کی لسٹ پر آپ کا نام آخر میں ہے۔ آپ کے بعد کوئی سچا خدا کا فرستادہ نبی نہیں آئے گا۔

حضورؐ کی نبوت اتنی طاقتور، روشن، اور تاباں ہے۔ کہ قیامت تک کے ادوار کے لئے ضَو ریز رہے گی، جب کسی چراغ سے تیل ختم ہو جاتا ہے۔ تو وہ چراغ گُل ہو جاتا ہے۔ لیکن چراغ نبوتِ محمدیہؐ میں اللہ تعالیٰ نے روغنِ اُسوہ

حسنہ اس قدر ڈال دیا ہے۔ کہ وہ قیامت تک چراغ کو روشن رکھے گا جوادث کے جھکڑ، اور آندھیاں چراغ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی۔ سراجِ منیر تا نورِ نبیرین جلتا رہیگا۔ اور دنیا کو روشن رکھے گا۔

نئے نبی کی ضرورت اس صورت میں پڑتی ہے۔ جب پہلے نبی کی تعلیم مسخ ہوجاتے، یا مٹ جائے۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت آپ کی سیرت، اور اقوال و افعال کی شمع، اور آپ پر نازل شدہ قرآن کے نور کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہوا ہے۔ نبوت بھی قیامت تک چلے گی اور نبوت کا معجزہ قرآن کریم بھی تا حشر زندہ رہے گا۔ دین اسلام جو عبارت ہے قرآن و حدیث سے۔ یہ نہ مسخ ہوگا۔ نہ مٹے گا، اس خزانے کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ ایک جماعت کو قیامت تک قائم رکھے گا۔ جو اس کی حفاظت کرتی رہے گی، اور تائید ایزدی اس کے شامل حال ہوگی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت کی نشانی یہ بتائی ہے:۔
مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ ۔ "جس راستے پر میں ہوں، اور (میرے پیچھے چلنے والے) میرے صحابہ ہیں"۔ (مشکوٰۃ شریف)

یعنی وہ جماعت جو بالکل حق، اور راہ راست پر ہوگی۔ اور قیامت تک حق اور صراط مستقیم پر قائم رہے گی، وہ نہ تو تقلیدی بندھن میں گرفتار ہوگی، نہ فرقوں کی زنجیر کی کڑی بنے گی۔ اور نہ علی الرغم حدیث کسی امتی کی رائے کی ظلمت میں ہاتھ پاؤں مارے گی۔ بلکہ وہ صرف اس نور میں گامزن ہوگی۔ جو حدیث کی شمع نے پھیلایا۔ اور سنت کی قندیل نے بکھیرا۔

فرمایا حضورؐ نے۔ وَہِیَ الْجَمَاعَۃُ ۔ "اور یہ جماعت ہوگی۔ (مشکوٰۃ)
یعنی سنت اور حدیث پر بہ تعامل صحابہؓ چلنے والی جماعت ہوگی، محدثہ

فرقہ نہ ہو گا۔

تو ہم بیان یہ کر رہے تھے۔ کہ حضورؐ خاتم النبین ہیں۔ آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ قیامت تک آپ کی نبوت چلے گی۔ قرآن، اور حدیث پر تا یوم نشور عمل ہو گا۔ اور اس دین کی اللہ تعالیٰ ایک ایسی جماعت سے حفاظت کرائے گا۔ جو خود کتاب وسنت کی عامل ہو گی۔ اور قیامت تک قائم رہے گی۔

یہ ہے وہ جمالِ مصطفٰے جو کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا۔ یعنی کسی نبی کے دین کو دوام الیٰ یوم القیام نہیں ملا۔ اور نہ ایسی امت ملی۔ جو عامل اور محافظ دین تا یوم الدین ہوتی ہو۔

اب وہ حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں۔ جو اس جماعت کے بارے میں ہے، جو قیامت تک حق پر قائم رہے گی، عامل بالحدیث اور مبلّغ قرآن و حدیث ہو گی۔

لَا تَزَالُ طَآئِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ ظَاھِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّھُمْ مَّنْ خَذَلَھُمْ اِلٰی اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَۃُ ط (ترمذی شریف)

"فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے، میری امت میں سے، ایک **جماعت مظفّر و منصور** ہمیشہ حق پر قائم رہے گی۔ ان کے مخالف قیامت تک ان کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے۔"

سبحان اللہ! کیا ہے حضورؐ کا جمال اور کیا ہے وہ امت جس پر جمال کا پرتو پڑا۔

ؔ صحنِ چمن میں تختۂ گل ہے سجا ہوا
ایک ایک پھول عطرِ وفا میں بسا ہوا
مکہ کا نام اس لئے اُمّ القریٰ ہوا
روشن حضور و نور سے غارِ حرا ہوا

سیراب ہو گئے گل و نسرین و نسترن
جاری عرب سے چشمۂ آبِ بقا ہوا
اللہ رے کمالِ عزیمت کے معجزے
بدر و اُحد میں فرضِ نبوت ادا ہوا
چہرے پہ ہے جمالِ رسالت ضیا فگن
ہونٹوں پہ قدسیوں کا تبسم کھلا ہوا (ثمر)

حضورؐ نبی التوبہ ہیں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نبی التوبہ بھی ہیں یعنی نبی توبہ کا۔ حضورؐ نبیِ توبہ اس طرح ہوئے، کہ تمام لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر، شرک، کفر، اور رذائل سے توبہ کی۔ اور ان کی توبہ ایسی مضبوط اور مقبول ہوئی۔ کہ وہ جنتی ہو گئے۔ اللہ نے فرمایا۔ رضی اللہ عنہم۔ ان سے اللہ راضی ہو گیا۔ اور پھر یہ لوگ جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ دین اسلام کے ایسے مبلغ، مجاہد اور غازی بنے۔ کہ لاکھوں آدمیوں کی توبہ کا موجب ہوئے۔ بلکہ ساری دنیا میں نبی توبہ کا لایا ہوا اسلام پھیلایا۔ اور یہ سب برکت حضورؐ کی نبوت ہی کی تھی۔

اور یہ بھی حضورؐ کا لامثال جمال ہے، کہ باوجود پاک، معصوم ہونے کے خود بھی توبہ، اور رجوع الی اللہ بہت رکھتے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! آپ بالکل معصوم، اور پاک ہیں۔ پھر آپ کہتے ہیں:۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ ـــ

آپ نے فرمایا۔ اَفَلَآ اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ "کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (مشکوٰۃ)

حضورؐ نے فرمایا:۔

وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً ؕ (بخاری شریف)

"خدا کی قسم تحقیق میں البتہ استغفار کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے اور توبہ کرتا ہوں اس کی طرف دن میں ستّر بار سے زیادہ"

باوجود گناہوں سے پاک اور معصوم ہونے کے حضورؐ کا دن میں ستّر بار سے زیادہ اللہ کی جناب میں استغفار، اور توبہ کرنا عبدِ شکور اور نبیِ توبہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور امت کو بھی توبہ اور استغفار کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَّخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ ؕ (ترمذی)

"تمام اولاد آدم (سوائے انبیاء کے) خطا کار ہیں۔ اور خطا کاروں کے بہترین توبہ کرنے والے ہیں"

اور نبیِ توبہ کا یہ مطلب بھی ہے۔ کہ آپ امت کے لئے سہل، اور آسان توبہ لے کے آئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

جس وقت بندہ مومن وضو کرتا ہے پھر (وضو میں) کلی کرتا ہے، تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ اور جس وقت ناک جھاڑتا ہے، تو اس کی ناک سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ پھر جس وقت اپنا چہرہ دھوتا ہے، تو اس کے چہرے سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ پھر جب اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے، تو اس کے ہاتھوں سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے دونوں ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے (بھی) نکل جاتے ہیں۔ پھر اس کا (گھر سے وضو کرکے) مسجد کی طرف چلنا، اور اس کی نماز پڑھنی اس کے لئے (درجات میں) زیادتی ہوتی ہے۔ (نسائی شریف)

یہ نبی التوبہؐ ہی کا فیضان ہے۔کہ بذریعہ وحی خفی وضو کرنے والے کو گناہوں سے پاک ہوجانے کی بشارت دیتے ہیں۔جب وضو کرنے سے متوضی گناہوں سے پاک ہوگیا۔تو جب نماز پڑھے گا۔تو پھر اس کی بخشش کا دریا کتنا مواج' اور بے کنار ہوگا۔

حضرت نبی التوبہؐ فرماتے ہیں:۔

"نمازیں پانچ مٹا دیتی ہیں گناہوں کو، جو کہ درمیان ان کے ہوتے ہیں' جب تک کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا ہو۔ (صحیح مسلم)

معلوم ہوا۔نمازوں سے بھی گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔

ایک حدیث بروائیت حضرت ابی ذرؓ مشکوٰۃ میں اس مضمون کی بھی آئی ہے، کہ حضورؐ جاڑے کے موسم میں (باہر) نکلے۔درانحالیکہ پت جھڑ ہو رہی تھی پھر حضورؐ نے درخت سے دو شاخیں لیں۔کہ پتے (زیادہ) جھڑنے لگے۔پھر حضورؐ نے فرمایا۔اے ابی ذرؓ! بندہ مسلمان (جب) پڑھتا ہے نماز' اور ارادہ کرتا ہے ساتھ اس کے خاص اللہ تعالیٰ (کی رضا) کا، پس گرتے ہیں' اس سے گناہ اس کے جس طرح جھڑتے ہیں یہ پتے اس درخت سے"

فرمایا حضورؐ نے، جو شخص ہر نماز کے بعد (یہ) پڑھے:۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ بار۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳ بار۔

پس یہ ہوئے ننانوے۔اور سو پورا کرے یہ پڑھ کر:۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ط لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ

"خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ہے بادشاہت، اور اسی کے لئے ہے سب

تعریف، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) ۔
بخشے جائیں گے گناہ اس کے اگرچہ ہوں مانند دریا کی جھاگ کے"۔ (صحیح مسلم)
یہ آسان توبہ صرف نبی التوبہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو ہی نصیب ہوئی ہے۔ کہ خواہ کتنے ہی گناہ کئے ہوں۔ آسمان زمین کا خلا ہی کیوں نہ بھر جائے اگر سچے دل سے نہایت خلوص سے توبہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دیتا ہے، اور بندہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے، جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ تھا۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت، بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا کی۔ شرک کیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے واپس آئے۔ تو ان کو اس حال میں دیکھ کر سخت غضبناک ہوئے۔ لوگوں نے توبہ کرنی چاہی، تو اللہ نے فرمایا۔

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ط
فَتَابَ عَلَيْكُمْ ط اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (پ ۱ ع ۶)
"اپنے لوگوں کے ہاتھوں سے اپنے تئیں قتل کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک۔ (جب تم نے ایک دوسرے کو قتل کر دیا) پھر خدا نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔ تحقیق وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"۔ (پ ۱ ع ۶)

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں حکم خداوندی سنایا۔ کہ تمہاری توبہ قتل کرنے سے قبول ہو گی۔ پھر جن لوگوں نے بچھڑا پوجا تھا۔ انہیں بٹھا دیا۔ اور دوسرے لوگ کھڑے ہو گئے، اور قتل کرنا شروع کیا۔ قدرتی طور پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ جب وہ دور ہوا۔ اور انہیں روک دیا گیا۔ تو شمار کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ ستر ہزار آدمی قتل ہو چکے ہیں۔ پھر ساری قوم کی توبہ قبول ہوئی، یہ

ایک سخت فرمان تھا۔ جسے ان لوگوں نے پورا کیا۔ اور اپنوں اور غیروں کو یکساں تہ تیغ کیا، یہاں تک کہ رحمت خداوندی نے انہیں بخشا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے نبی توبہ بنا کر بھیجا۔ اور ان کی امت کے لئے توبہ نہایت آسان کردی۔ جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ ایک آیت بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (پ ۱۹ ع ۴)

"مگر جس گنہگار نے توبہ کی اور (عقیدہ توحید کے ساتھ) ایمان لایا اور (سنت کے مطابق) نیک عمل کئے۔ تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

سبحان اللہ! اسی نوے سال کا پاپی اگر خلوص نیت سے توبہ کرے۔ موحد مومن بن کر نیک عمل شروع کردے، تو اللہ اس کے اسی نوے سال کے تمام گناہ بخش دے گا۔ اور ساتھ ہی ان گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔

حضرت نبی توبہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو کتنی آسان توبہ عطا ہوئی جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو قتل کی صورت میں توبہ کا حکم ہوا۔ سبحان اللہ کیا ہے جمالِ مصطفٰے! صلے اللہ علیہ وسلم۔ ؎

جب گھٹا اٹھی عرب سے نور برسانے لگی
روشنی ہی روشنی ہر سو نظر آنے لگی
کھل گئے صحنِ گلستاں میں قرابے عطر کے
دشت و صحرا سے بھی جنت کی ہوا آنے لگی
سرورِ کونین کو پیغمبری کر کے عطا

خود ہی قدرت دین کی تکمیل فرمانے لگی
عرش سے یٰسین و طٰہٰ کے پیام آنے لگے
فرش سے ذاتِ گرامی عرش پر جانے لگی
قدسیوں کے نطق میں صلِّ علیٰ کے زمزمے
فرشیوں کے لب پہ بخشش کی دعا آنے لگی (ثمر)

نبیّ الرّحمت حضورؐ نے فرمایا۔ کہ میرا نام نبی الرحمت بھی ہے یعنی نبی رحمت کا۔ رحمت کے معنے نرمی، رحم، مہربانی اور پیار کے ہیں۔ اور رحمت برعکس اور خلاف ہے غضب اور قہر کے۔ جہاں رحمت ہو، وہاں غضب، قہر، اور عذاب نہیں آ سکتا۔ مطلب یہ ہوا۔ کہ حضورؐ کو اللہ تعالےٰ نے سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (پ۱۷ ع۷)

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت واسطے سب جہانوں کے"

واضح ہو کہ جناب نبی توبہ و نبی رحمت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں، جنوں، سب ذوالعقول اور غیر ذوالعقول کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ مومنوں کے سوا کافروں کے لئے بھی آپ رحمت تھے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ (پ۹ ع۸)

"اور نہیں ہے کہ اللہ ان کافروں مشرکوں کو عذاب [illegible]

در آنحالیکہ آپ ان میں ہیں۔"

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو عالمین کے لئے [illegible]

[illegible]

کیا یعنی آپ پر ایمان لائے۔ تو دنیا اور آخرت میں آپ کا رحمت ہونا ان کے کام آیا۔ اور جن لوگوں نے اسے قبول نہ کیا۔ وہ بدبخت اگرچہ دنیا میں خرق عادت عذابوں سے بچ جائیں گے۔ لیکن آخرت میں معذب ہوں گے۔

ارشاد خداوندی ہے:۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝

(پ۱۳ ع ۱۷) "تو نہیں دیکھتا ایسے لوگوں کو جنہوں نے بدل لیا اللہ کی نعمت کو کفر سے، اور اتارا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جہنم میں۔ جس میں ضرور داخل ہوں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔"

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا۔ کہ آپ مشرکوں پر بددعا نہیں فرماتے، آپ نے فرمایا۔ میں لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا۔ میں تو فقط رحمت ہی (بنا کر) بھیجا گیا ہوں اور یہ بھی حدیث میں ہے۔ کہ میں تو صرف رحمت اور ہدایت ہوں۔

طبرانی میں جبیر بن مطعم سے روایت ہے۔ کہ ابو جہل نے کہا۔ اے گروہِ قریش! محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یثرب میں چلا گیا ہے۔ اور اپنے طلائعہ کو ادھر ادھر تمہاری جستجو میں بھیج رہا ہے۔ دیکھو! ہوشیار رہنا۔ وہ بھوکے شیر کی طرح تمہاری تاک میں ہے وہ خار کھائے ہوئے ہے۔ کیونکہ تم نے اسے نکال دیا ہے، واللہ اس کے جادوگر بے مثال ہیں۔ میں تو اسے یا اس کے ساتھیوں میں سے جس کو دیکھتا ہوں۔ تو مجھے ان کے ساتھ شیطان نظر آتے ہیں۔ تم جانتے ہو، کہ اوس اور خزرج ہمارے دشمن ہیں۔ پس محمدؐ ایک دشمن ہے کہ اس نے جاکر دشمنوں سے پناہ اور مدد لی ہے۔ مطعم بن عدی نے یہ سن

کر کہا۔ کہ اے ابوالحکم (ابوجہل) سنو! تمہارے اس بھائی سے، جسے تم نے اپنے ملک سے جلا وطن کر دیا ہے میں نے تو کسی کو سچا، اور زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا نہیں پایا۔ اب جب کہ اپنے بھلے آدمی کے ساتھ تم یہ بدسلوکی کر چکے ہو۔ تو اب تو اسے چھوڑو، تمہیں چاہیئے۔ کہ اس سے الگ تھلگ رہو۔ دشمنی سے باز رہو۔

اس پر ابوسفیان بن حارث کہنے لگا۔ کہ نہیں۔ واللہ تم اس پر اور زیادہ سخت ہو جاؤ۔ اور دونوں گروہ اوس، اور خزرج اگر تم پر قابو پائیں گے۔ تو تمہارے حق میں کسی عذر و قرابت کا پاس و لحاظ نہ کریں گے، اور اگر تم میری بات مانو گے، تو تم ان دونوں کو ایسا کر دو گے، کہ نہایت لاچار ہو جائیں۔ یا تو محمدؐ کو اپنے درمیان سے نکال دیں گے۔ اور وہ اکیلا تن تنہا رہ جائے گا۔ یا ان مدینہ والوں کا صفایا کر دینا چاہیئے۔ اگر تم تیار ہو جاؤ، تو میں مدینے کے کونے کونے پر لشکر بٹھا دوں گا۔ اور انہیں ناکوں چنے چبا دوں گا۔

جب یہ باتیں حضورؐ کو پہنچیں۔ تو آپ نے فرمایا:۔

"قسم خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کہ میں ہی انہیں قتل و غارت کروں گا۔ اور قید کر کے پھر احسان کر کے چھوڑ دوں گا۔ میں رحمت ہوں ۔میرا بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے، وہ مجھے اس دنیا سے نہ اٹھائے گا۔ جب تک کہ اپنے دین کو دنیا پر غالب نہ کر دے ۔ اور میرے پانچ نام ہیں۔ محمدؐ۔ احمدؐ۔ ماحیؐ۔ کہ میری وجہ سے اللہ کفر مٹا دے گا۔ حاشرؐ۔ لوگ میرے قدموں پر جمع کئے جائیں گے ۔ اور عاقبؐ۔ (طبرانی)

حضرت سلمان رضؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

خطبہ میں فرمایا۔ جس شخص کو میں نے اپنی امت میں سے بُرا کہا۔ یا لعنت کی اپنے غصہ کی حالت میں۔ تو سمجھ لو۔ کہ میں بھی تم جیسا ایک انسان ہوں تمہاری طرح مجھے بھی غصہ آجاتا ہے۔ ہاں البتہ میں چونکہ رحمت للعالمین ہوں، تو میری دعا ہے کہ خدا میرے ان الفاظ کو بھی ان لوگوں کے لیے موجب رحمت بنا دے۔" (ابوداؤد)

حضورؐ کی نرمی، رحمدلی، رقت، مہربانی، اور سراپا رحمت للعالمینی کے کیا کہنے ہیں۔ کہ جس کو حضورؐ نے جائز طور پر بھی بُرا کہا۔ یا لعنت کی۔ تو اللہ سے دعا کر کے یہ لعنت بھی اس کے حق میں رحمت میں تبدیل کرا دی۔ ؎

زمانے کی نگاہوں نے بشرؐ ایسا کہاں دیکھا!
ملک کو جس کے ایوانِ شرف کا پاسباں دیکھا
درخشاں عالمِ امکاں میں ہے خلقِ عظیم اس کا
کرم کی روشنی سے پُر ضیا کون و مکاں دیکھا
عمل سے اپنے سکھلایا زمانے کو عمل کرنا
انہی کے فیض سے دنیا نے دورِ بے خزاں دیکھا
ہے دیں علم و تہذیب و ادب سیرت محمدؐ کی
رواداری کی ہر منزل میں ان کو ضوفشاں دیکھا
مخالف سے دمِ گفتار منہ سے پھول جھڑتے تھے
ادیب ایسا نظر آیا نہ ایسا خوش بیاں دیکھا
سلوک ایسے [illegible] آپ کی [illegible]
انہی کی [illegible] کو [illegible] انساں دیکھا
[illegible] خلق [illegible]

کسی کو سرفراز ایسا نہ پایا عرش رفعت نے
رسولوں میں یہاں دیکھا، فرشتوں میں وہاں دیکھا
بہت آئے نظر لیکن سہیلؔ اس شان کا بندہ
نہ بالائے فلک پایا، نہ زیرِ آسماں دیکھا (سہیل بنارسی)

عیسائی راہب کی شہادت

خواجہ ابوطالب تجارت کی غرض سے قریش کے ساتھ شام کی طرف گئے۔ تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی جب کہ ان کی عمر بارہ سال کی تھی۔ ہمراہ لے گئے، راستے میں ایک عیسائی راہب سے ملاقات ہوئی۔ جو اپنے مذہب کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس راہب نے حضورؐ کا ہاتھ پکڑ کر کہا :-

ھٰذَا سَیِّدُ الْعَالَمِیْنَ۔ ھٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
بَعَثَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ ؕ

"یہ تمام جہان والوں کے سردار ہیں۔ یہ سب جہانوں کے پروردگار کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سب جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے" (ترمذی۔ ابن حبان)

اس حدیث سے چند باتیں ثابت ہوئیں۔ پہلی یہ کہ حضورؐ صرف انسانوں اور جنّوں ہی کے سردار نہیں، بلکہ ہر چیز جو عالم کے اندر ہے، آپؐ سب کے سردار ہیں۔ تمام کائنات ارضی اور سماوی پر آپ کو سرداری حاصل ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم!

دوسری یہ کہ آپ کی بزرگی اور فضیلت پہلی کتابوں کے اندر بھی مندرج تھی۔ اسی لئے راہب نے حضورؐ کو رحمت للعالمینؐ کے لقب سے یاد کیا۔

تیسری بات یہ ہے۔ کہ آپ کی برکتوں اور رحمتوں بھری ذات جب دنیا

میں موجود تھی۔ تو خرق عادت اور مہلک عذاب سے دنیا مامون تھی جیسا کہ پیچھے گزرا۔

"اور نہیں ہے اللہ کہ ان کافروں، اور مشرکوں کو عذاب کرے، درحالیکہ تو ان میں ہے" (پ ۹ ع ۱۸)

پھر جب حضورؐ رفیق الاعلےٰ سے جا ملے۔ تو ان کے بعد رسالت وحی یعنی قرآن و حدیث پر عمل اور تمام دنیا میں لوگوں کا استغفار کرنا خرق عادت عذابوں سے مانع ہے۔ یعنی آپ کے بعد، رسالت مانع عذاب ہے۔

حضورؐ فرماتے ہیں :۔

اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ بَعَثَنِیْ هُدًی وَّرَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ (مسند ابوداؤد)

"اللہ بزرگ و برتر نے مجھے تمام جہانوں کی ہدایت اور رحمت کیلئے بھیجا ہے"

عذاب کا رحمت بن جانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا:۔

اِنَّهٗ عَذَابٌ یَّبْعَثُهُ اللهُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ وَاِنَّ اللهَ جَعَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ہ ـــ "طاعون عذاب ہے جس پر اللہ چاہتا ہے بھیج دیتا ہے۔ لیکن مومنوں کے لئے اس نے رحمت بنا دیا ہے" (بخاری شریف)

طاعون ایک مہلک عذاب ہے۔ پہلی امتیں اس سے ہلاک ہوئیں۔ لیکن جناب رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت رحمتِ عامہ کے باعث اسے رحمت قرار دیا۔ مومن موحّد کی طاعون کے ساتھ موت شہادت ہے پس یہ عذاب رحمت بن گیا۔

عالمگیر قحط اور غرق

حضرت سعدؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے تین التجائیں کیں۔ دو تو اللہ نے عطا کردیں۔ اور ایک نہ دی گئی۔ میں نے عرض کیا۔ میری اُمت کو عام قحط سے ہلاک نہ کرنا۔ اور میری امت طوفان سے غرق نہ ہو۔ یہ دونو عرضیں منظور ہوگئیں۔ اور تیسری عرض یہ کی۔ کہ میری امت میں خانہ جنگی نہ ہو، یہ درخواست (بوجہ خلاف قضا) منظور نہ ہوئی۔ (مسلم شریف)

مطلب یہ ہے، کہ اس امت پر ایک ایسا عالمگیر قحط مسلط نہ ہوگا۔ جس سے پوری امت ہی ہلاک ہو جائے۔ اور نہ ایسا طوفان آئے گا۔ جو مسلمانوں کو مِن حیث الامّت مٹا دے۔ اور یہ امان بوجہ رسالت رحمت عامہ ہوگی۔ کہ لوگ وحی رسالت پر عامل ہوں گے۔ اور توبہ و استغفار کرتے رہیں گے ایک لمحہ بھی ایسا نہ ہوگا۔ جس میں استغفار نہ ہوگا۔ اور رسالت کی لائی ہوئی وحی جلی اور وحی خفی پر عمل نہ ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (پ۹ ع ۱۸)

"اور اللہ (ایسا بے رحم) نہیں۔ کہ (بعض) لوگ (گناہوں کی) معافی مانگتے رہیں۔ اور وہ ان (سب) کو عذاب دے"۔

یہ عذاب کا ٹلنا استغفار کی برکت سے ہے۔ اور استغفار کا درخت رسالت رحمتِ عامہ کے پانی سے سیراب ہو رہا ہے۔ جب تک رسالت رہے گی (یعنی قیامت تک) اس وقت تک خرق عادت مہلک عذاب ٹلے رہیں گے ایسے عذاب جو پہلی امتوں کی طرح اس امت کو بالکل نیست و نابود کردیں۔

تین مصیبتوں سے امن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَجَارَكُمْ مِنْ ثَلَاثٍ

اَنْ لَا يَدْعُوَ عَلَيْكُمْ نَبِيُّكُمْ فَتَهْلِكُوا جَمِيعًا وَاَنْ لَا يُظْهِرَ اَهْلُ الْبَاطِلِ عَلٰى اَهْلِ الْحَقِّ وَاَنْ لَا تَجْتَمِعُوا عَلٰى ضَلَالَةٍ ط (ابوداؤد)

"فرمایا حضورؐ نے۔ خدائے بزرگ و برتر نے تم کو تین مصیبتوں سے پناہ میں رکھا ہے۔ پہلی یہ کہ تمہارے خلاف تمہارا نبی بد دعا نہ کریگا کہ جس سے تم سب ہلاک ہو جاؤ۔ دوسری یہ کہ اہل باطل، اہلِ حق پر غلبہ نہ پائیں گے۔ تیسری یہ کہ تم سب (پوری امت)۔ گمراہی پر جمع نہ ہو گے۔"

پہلے نبیوں کی دعاؤں سے امتوں پر عذاب آئے، جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی:۔

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝

(پ۲۹ع۱۰) ۔ "اے میرے پروردگار (ان کافروں میں سے (کسی متنفس کو بھی) زندہ نہ چھوڑ (کہ) روئے زمین پر بستا (نظر آئے) کیونکہ اگر تو ان کو رہنے دے گا۔ تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ (ہی) کریں گے۔ اور ان سے جو نسل چلے گی، وہ بھی بدکار (اور) کٹے کافر ہی ہوں گے۔"

حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا کے بعد فی الواقع ایسا طوفان آیا۔ کہ سب کے سب غرق ہو گئے۔

ہمارے رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے باوجود کفار سے سخت تکلیفیں اور ایذائیں پانے کے ان کی بربادی کی کبھی بددعا نہ کی صحیح مسلم میں ہے۔ کہ:۔

قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ، قَالَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ ؕ (صحیح مسلم)

" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ حضورؐ! مشرکوں پر بددعا کریں۔ (کہ انہوں نے از حد ایذائیں پہنچائی ہیں) آپ نے فرمایا۔ میں لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں، بلکہ میں تو رحمت للعالمینؐ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" صلی اللہ علیہ وسلم، سہ

وہ اک اُمّی، کہ ہر دانش کو چمکاتا ہُوا آیا
وہ اک دامانِ بخشش، پھول برساتا ہُوا آیا
وہ اک نغمہ کہ انسانوں کو چونکاتا ہُوا آیا
وہ اک جذبہ کہ ارمانوں کو بھڑکاتا ہُوا آیا
وہ اک نرمی کہ سنگِ خشت کے سینے میں جا اتری
وہ اک شیشہ کہ ہر پتھر سے ٹکراتا ہُوا آیا
وہ اک عظمت کہ مظلوموں کے چہرے پر دمک اٹھی
وہ اک بندہ کہ سلطانوں کو ٹھکراتا ہُوا آیا
وہ اک مستی کہ ہستی کو جلا دیتے ہوئے پھیلی
وہ اک عالم، کہ ہر عالم پہ چھا جاتا ہُوا آیا
مشیت حسن کی تکمیل فرماتی ہوئی ابھری
تصوّر آخری تصویر بن جاتا ہُوا آیا!
(ضمیر جعفری)

اگرچہ اور بھی کئی چیزوں کو رحمت کہا گیا ہے۔ لیکن رحمت للعالمین ہونا سوائے حضورؐ کی ذات کے کسی کے لئے ثابت نہیں۔ آپ کی رحمت للعالمینی کے باعث کافر اور مشرک بھی خرقِ عادت عذابوں سے مامون رہے۔ اور حضورؐ کے رفیق اعلیٰ

سے ملنے کے بعد بھی آپ کی رسالت کے دوام کے ساتھ ساتھ خرق عادت عذاب بھی رکے رہیں گے۔ اور ان عذابوں سے نہ صرف ذوالعقول ہی مامون ہوں گے۔ بلکہ غیر ذوالعقول۔ نباتات، جمادات بھی عذابوں سے امن میں رہیں گے، کیونکہ جب عذاب کا وجود ہی نہ ہوگا۔ تو یہ کیسے معذب ہوں گے، پس حضورؐ کی رسالت رحمت عامہ کے سبب ہمہ گیر تباہ کن عذاب نہیں آئیں گے، کیا شان ہے۔ حضرت رحمۃ للعالمینؐ کی۔

سے

پردے اٹھے نگاہ سے ہر شے نکھر گئی!
تو بہ صبح رات کے رخ پر بکھر گئی!
صدق و صفا کا پیکرِ پُرنور آ گیا
لے کے حیاتِ تازہ کا منشور آ گیا
لات و ہُبل کا دورِ حکومت گزر گیا
انسانیت کا دورِ غلامی گزر گیا
بے آسرا، نحیف لبوں کو زبان دی
درِّ یتیم بن کے یتیمی کو شان دی
لطف و کرم کی ساری ادائیں عطا ہوئیں
زخموں سے چور ہو کے دعائیں عطا ہوئیں
انسانیت کے درد کا درماں کیا گیا
احسان و عدل، زیست کا عنواں کیا گیا
مظلوم عورتوں کو، نئی زندگی ملی
عفت ملی، حقوق ملے، روشنی ملی
اک انقلابِ تازہ بپا کر دیا گیا

نسل و وطن کا فرق فنا کر دیا گیا

ادنیٰ سا یہ کرشمہ ہے اس فیضِ عام کا

بازار بند کر دیا، سودی نظام کا

وہ رحمتِ تمام وہ غم خوارِ بے کساں

ہے جس کا ناز فقر، وہ سلطانِ دوجہاں

فخر الرسلؐ ہے، شافعِ روزِ حساب ہے

اُمیؐ لقب ہے صاحبِ اُم الکتاب ہے

جس کے غلام فاتحِ ایران و شام ہوں

لاکھوں درود اس پر ہزاروں سلام ہوں (زکی کیفی)

ایک اعتراض اور اس کا جواب

یہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ کہ حضورؐ کی رحمت للعالمینی کے باعث پہلی امتوں کی طرح کے خرق عادت قسم کے، بالکل نیست و نابود کر دینے والے عذاب نہیں آئیں گے۔ جیسے آسمان سے پتھروں کی بارش ہونا۔ بندروں اور سوروں کی شکل میں بدل جانا۔ زمین میں دھسا یا جانا وغیرہ۔

لیکن حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے:۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک زمانہ اس امت پر آئے گا جب کہ ان کو زمین میں دھسایا جائے گا۔ آسمان سے پتھر برسیں گے۔ ان کی شکلیں تبدیل ہو جائیں گی۔ حضورؐ سے پوچھا گیا۔ کہ یہ باتیں کب ہوں گی؟ آپ نے فرمایا۔" جب سرود اور نوحہ کرنے والیاں کثرت سے ہوں گی۔ باجوں گاجوں کا عام چرچا ہو گا۔ شراب نوشی کی کثرت ہو گی۔" (ترمذی شریف)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کے لوگ شراب

پئیں گے۔ اس کا نام اور ہی رکھ لیں گے۔ ان کی مجالس میں باجے بجائے جائینگے راگ (گانا) ہوگا۔ (جب یہ کام کثرت سے ہوں گے) خدا ان کو زمین میں دھسا دے گا۔ اور (ان میں سے) ایک جماعت کو بندروں اور سوروں کی شکل میں تبدیل کر دے گا۔ (ابن ماجہ)

بعض احادیث میں یہ آیا ہے۔ کہ اس امت کے بہت لوگ تکبر، غرور اور لہو و لعب میں شراب پئیں گے۔ وہ محرمات کو حلال جانیں گے۔ ان کے ہاں گانے والی عورتیں موجود ہوں گی۔ شراب پینا، سود کھانا۔ ریشم پہننا، ان کا رویہ ہوگا۔ صبح ہوتے ہی اچانک بندروں اور سوروں کی شکل میں تبدیل ہو جائینگے"

حضورؐ کی رسالت رحمت عامہ کا تقاضا تو یہ ہے، کہ ایسے عذاب نہ آئیں، لیکن سنگ باری، زمین میں دھسایا جانا، شکلوں کا بدل جانا وغیرہ عذاب آئیں گے۔ تو پھر رسالت کی رحمت عامہ کیوں مانع عذاب نہ ہوگی؟

جواب یہ ہے، کہ جب تک قبولِ رسالت کی ذمہ داری لوگ پوری کرتے رہیں گے۔ یعنی امر اور نہی پر عمل پیرا ہوں گے، فرائض اور سنن بجا لائیں گے۔ تو رسالت کی رحمت عامہ کے باعث عذابوں سے امن میں رہیں گے، اتباعِ رسولؐ سے رسالت کی رحمت مانع عذاب ہوگی۔

آسمان سے سنگ باری، خسف، اور مسخ اس وقت ہوگا۔ جب لوگ سب کے سب کافر، مشرک، بے دین، زانی، شرابی، لہو و لعب میں غلطان، ناچ گانوں، اور رنڈیوں سے بدفعلی کرنے میں غرق ہو جائیں گے، اسلامی شعائر کا نام و نشان نہ رہے گا۔ سارا معاشرہ بلا استثنا راحدے اسلام سے بیزار ہو جائے گا۔ سو فیصدی اوامر کا ترک ہوگا۔ اور نواہی کا ارتکاب۔ الحاصل کلہم شرار الناس ہو جائیں گے۔ اس وقت حدیث مذکور کے مطابق خسف

بھی ہوگا۔ اور مسخ بھی ۔ سنگ باری بھی ہوگی، اور ملک گیر تباہ کن زلزلے بھی آئینگے یعنی رسول رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والا ایک آدمی بھی نہیں رہے گا۔ تو عدمِ اتباعِ رسول سے فقدانِ رحمت ہوکر شکلیں بھی بدلیں گی، زمین میں دھسائے بھی جائیں گے۔ آسمان سے پتھر بھی برسیں گے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

"قیامت برپا نہیں ہوگی یہاں تک کہ کہا جائے گا زمین میں اللہ اللہ" (صحیح مسلم) یعنی روئے زمین پر کوئی شخص اللہ کا نام تک لینے والا نہ رہے گا۔ تب قیامت آئے گی۔ ایک روایت یوں بھی ہے:۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ عَلٰی اَحَدٍ یَّقُوْلُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ۔ "یعنی قیامت قائم نہ ہوگی اس پر جو کہتا ہوگا اللہ اللہ" (صحیح مسلم) ۔ یعنی اگر ایک شخص بھی دنیا میں اللہ اللہ کہنے والا ہوگا۔ تو قیامت نہیں آئے گی۔

ارشادِ نبویؐ ہے:۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ الْخَلْقِ۔ (صحیح مسلم)

"قیامت قائم نہ ہوگی مگر اوپر بدترین خلق کے۔"

معلوم ہوا کہ بقائے عالم بہ سبب اتباعِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہے ذاکرین صالحین کی توبہ و استغفار کے باعث ہے، جب دنیا ذکر الٰہی، استغفار، اور اسوہ رسولؐ کی پیروی سے یکسر خالی ہو جائے گی۔ اور سب شرار الناس رہ جائیں گے۔ تو خسف بھی ہوگا، اور مسخ بھی۔ اور سب طرح کے عذاب بھی آئیں گے پھر ان شرار الخلق پر قیامت برپا ہو جائے گی۔

ہمارے ملک میں آج کل شراب نوشی، زنا کاری، رنڈی بازی، فحاشی، عیاشی، بے حیائی، بدکاری، ناچ۔ گانا، کثرت سے ہے، حلال، حرام، اور

نیکی بدی کی تمیز اٹھ گئی ہے۔ باجا گاجا، اور ناچ گانا تو بذریعہ ریڈیو اور ٹی وی گھر گھر ہو گیا ہے۔ گانے والیوں کی کثرت ہے۔ بلکہ گانے والیاں فخر سے گاتی ہیں۔ اور فن کارہ کہلاتی ہیں۔ اور ملکۂ ترنم، یا ملکۂ موسیقی وغیرہ کے لقب پاتی ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تو یہ کام سنگ باری مسخ اور خسف کے لائق ہیں۔ لیکن مسخ اور خسف سے کیوں امان ہے۔ اس لئے کہ ۔۔۔ ؎

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

جو موحد مومن ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ حج کرتے ہیں۔ نماز تہجد، اشراق، اور تسبیح پڑھتے، درود شریف، آیۂ کریمہ، اور ذکر الٰہی سے زبان تر رکھتے۔ رات کو اٹھ کر توبہ واستغفار کرتے، اور اللہ کے حضور روتے ہیں علمائے حقانی اور راسخین فی العلم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے اور توحید و سنت کا نور بکھیرتے ہیں۔ وعظ، تبلیغ اور تذکیر کے بادل چھاتے، اور برستے ہیں۔ جمعہ کے خطبوں میں کروڑوں کی آبادی ہیں، ہزاروں اہل اللہ، نیکوکار، صالح، مخلص، عابد، شب زندہ دار اور مستغفرین بالاسحار ہیں۔ ان اعمال صالح (جو عبارت ہے اتباع رسول سے) کی برکت اور رحمت سے۔ مسخ، خسف اور سنگ باری وغیرہ عذابوں سے عافیت ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا یہ کتنا بڑا معجزہ ہے۔ کہ ان کے اتباع سے عذاب ٹلتے ہیں۔ سنت کی پیروی اور حدیث پر عمل کرنے کی رحمت سے بدکار، فاسق، اور فاجر بھی غضب الٰہی سے امان میں ہیں۔ اگر حضورؐ کی زندگی میں ان کا وجودِ اقدس جو سراپائے رحمت تھا مانع عذاب تھا۔ تو آج آپکی زندگی کے مطابق عمل کرنا بھی مانع عذاب ہے۔ ؎

پڑھ کے درود تھام لے دامانِ مصطفےٰ
ہے آمنہ کا لال مدینے کا تاجور
تشریف لائے صحنِ گلستاں میں جب حضورؐ
باغِ جہاں میں آگئی فصلِ گل و ثمر (ثمرؔ)

غیر مذاہب خواجۂ بدر و حنین کی رحمت للعالمینی کی پناہ میں

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:- اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ج
"دین (حق) تو خدا کے نزدیک (صرف) اسلام (ہی) ہے" (پ۳ ع ۱۰)

یہ دین اسلام جو آسمان سے رحمت عالمؐ پر اترا۔ حضورؐ نے اسے اپنے عمل کے ساتھ لوگوں پر پیش کیا۔ جو سراسر رحمت ہے۔ اس رحمت کو بعضوں نے طوعاً قبول کیا۔ یعنی مسلمانوں نے خوشی خوشی۔ اور بعضوں نے کرھاً یعنی غیر مذاہب نے چار و ناچار۔

اسلام نے مسئلہ طلاق بھی بیان کیا ہے۔ اور بوقت ضرورت، اس کی اجازت دی ہے۔ عورت اور مرد کا نکاح ہو جانے کے بعد میاں بیوی کی طبیعتوں میں اختلاف اور تضاد پیدا ہو جائے۔ اور لڑائی جھگڑا بڑھتا چلا جائے۔ کوئی صورت نباہ کی نظر نہ آئے۔ تو ناچار طلاق کے ذریعہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہیں۔

یا نکاح کے بعد بیوی بدچلن نکل آئے۔ خاوند سے بغاوت اور سرکشی کرے اپنی بُری روش سے باز نہ آئے۔ تو ایسے موقع پر بھی طلاق ایک حل ہے۔

الحاصل، اسلام دین کامل ہے۔ اس میں میاں بیوی کے لئے، جب کہ کوئی صورت نباہ کی نظر نہ آئے۔ طلاق کا مسئلہ موجود ہے۔ طلاق کا حکم نہیں ہے، بلکہ

رخصت اور حل ہے۔

عیسائیوں کے مذہب میں طلاق کا مسئلہ نہیں ہے۔ ناچار انہوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت للعالمینی کے سایہ میں پناہ لے کر مسئلہ طلاق کو اپنا لیا ہے۔ اور بوقت ضرورت طلاق دیتے ہیں۔

عیسائیوں کے مذہب میں جنگ کرنا، اور لڑنا منع ہے۔ انجیل متی میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد موجود ہے:-

"میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو کوئی تیرے گال پر طمانچہ مارے۔ دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔" (انجیل متی)

اس تعلیم کی رو سے چاہئے۔ کہ اگر دشمن مانچسٹر پر قبضہ کر لے۔ تو عیسائی برمنگھم خود آپ اس کے حوالے کر دیں۔ اگر پولینڈ فتح ہو جائے۔ تو سکاٹ لینڈ آپ دے دیں۔ لندن کی تسخیر کے بعد سارا یو۔کے۔ جرمن کے قدموں میں ڈال دیں۔ اور یہی معاملہ تمام عیسائی حکومتوں کو برتنے مذہب کرنا چاہئے۔

لیکن عیسائیوں نے اپنے مذہب کے اس حکم کو ٹھکرا کر مدینے کے تاجور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے سایہ میں کرھا پناہ لی ہے کوئی بس نہ چلا۔ کوئی پیش نہ گئی۔ تو اسلام کے دروازے سے جہاد کی گدا لے کر دشمنوں سے لڑائی اور جنگ کرنے لگ گئے۔ ۱۹۳۹ء سے لے کر ۱۹۴۶ء تک، سات آٹھ سال، برطانیہ اور جرمن، آپس میں لڑتے رہے، اور شدت کی لڑائی لڑے حالانکہ دونوں کے مذہب کا حکم یہ ہے۔ کہ "جو کوئی تیرے گال پر طمانچہ مارے" دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔" جب کہ اسلام کے اندر مسئلہ جہاد اسلام کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، اسلام کی روح و رواں ہے۔ اسلام کی زندگی کا اس پر دارومدار ہے۔ کافر جب جارحانہ طور پر مسلمانوں پر یورش کریں۔ تو مسلمانوں پر فرض

ہو جاتا ہے۔ کہ دشمن کو فنا کے گھاٹ اتار کر دم لیں، اور اس وقت تک قتال جاری رکھیں۔ کہ فتنہ مٹ جائے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جذبہ جہاد سے ہر وقت سرشار رہنے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:۔

مَنْ لَّمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ ط (مشکوٰۃ) ــ "جس نے نہ جہاد کیا۔ اور نہ جہاد کا خیال اس کے جی میں گزرا۔ (تو) وہ نفاق کی ایک قسم پر مرا۔"

اِس ارشاد نبوی سے جہاد کی اہمیت بہت اجاگر ہو گئی ہے۔ اور مسلمانوں کو سبق دیا گیا ہے۔ کہ وہ تازیست جذبہ جہاد سے سرشار رہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اسلام دین کامل ہے۔ اس میں کوئی خامی نہیں ہے، البتہ عیسائیوں کے مذہب میں ضرور خامی ہے۔ جو انہوں نے اسلام سے، مسئلہ جہاد کو اپنا کر پوری کی ہے

آریوں کے سوامی دیانند نے کتاب ستیارتھ پرکاش میں بیوہ عورت کو دوسرا نکاح کرنے سے منع کیا ہے۔ گویا ان کے مذہب میں بیوہ عورت نکاح ثانی نہیں کر سکتی۔ بالفرض اگر وہ بیس برس کی عمر میں بیوہ ہو جائے۔ تو وہ اپنی ساری زندگی ایسے ہی گزار دے۔ نکاح نہ کرے۔

جب کروڑوں کی آبادی میں ہزاروں جوان لڑکیاں بیوہ ہوئیں۔ اور نکاح سے روکی گئیں۔ تو جوش جوانی میں ان سے غلط کاریاں ہوئیں۔ اسقاطوں کی غلیظ ہوا سے ہندو معاشرے کا ناک میں دم آ گیا۔ قوم کی رولتے عزت داغدار ہونے لگی، تو انہوں نے وید کے حکم (بیوہ نکاح نہیں کر سکتی) کو ٹھکرا دیا۔ اور مجبور ہو کر رسول کائنات کی رحمت للعالمینی کے دروازے کو کھٹکھٹایا۔ اور بیوہ کے نکاح ثانی کی بھیک مانگی۔ اور پھر نکاح بیوگاں، اور طلاق کے مسئلہ کے بل

اسمبلیوں میں پاس کرا کر بیواؤں کے نکاح اور طلاق کو رواج دے لیا۔

پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقیناً رحمت للعالمین ہیں۔ کہ ان کی رحمت کے دریا سے اپنے بھی سیراب ہیں۔ اور بیگانے (غیر مذاہب) بھی پیاس بجھا رہے ہیں۔ ؎

آگیا جس کا نہیں ہے کوئی ثانی، وہ رسولؐ
دینِ فطرت پر ہے جس کی حکمرانی، وہ رسولؐ
جس کا ہر تیور ہے حکم آسمانی، وہ رسولؐ
موت کو جس نے بنایا زندگانی، وہ رسولؐ
محفلِ سفاکی و وحشت کو برہم کر دیا
جس نے خوں آشام تلواروں کو مرہم کر دیا
فقر کو جس کے تھی حاصل کج کلاہی، وہ رسولؐ
گلہ بانوں کو عطا کی جس نے شاہی، وہ رسولؐ
زندگی بھر جو رہا بن کر سپاہی، وہ رسولؐ
جس کی اک اک سانس قانونِ الٰہی، وہ رسولؐ
جس نے قلبِ تیرگی سے نور پیدا کر دیا
جس کی جاں بخشی نے مُردوں کو مسیحا کر دیا
واہ کیا کہنا ترا، اے آخری پیغام بر
حشر تک طالع رہے گی تیرے جلووں کی سحر
تو نے ثابت کر دیا اے ہادیِ نوعِ بشر
مرد یوں مہریں لگاتے ہیں جبینِ وقت پر
کروٹیں دنیا کی تیرا قصر ڈھا سکتی نہیں

آندھیاں تیرے چراغوں کو بجھا سکتی نہیں
(جوش ملیح آبادی)

حضورؐ آئے تو عالم پہ بہار آئی نکھار آیا!

حضورؐ آئے تو چمکیں فکرِ انسانی کی تنویریں
حضورؐ آئے تو ٹوٹیں جبر و محکومی کی زنجیریں
جمے ذہنوں کا زنگ اترا، بجھے چہروں پہ نور آیا
حضورؐ آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا
بشر کی پیشوائی کے لیے شمس و قمر آئے
حضورؐ آئے تو امکاناتِ ہستی بھی نظر آئے
تمدن آیا تہذیب آئی، امن آیا، قرار آیا
حضورؐ آئے تو عالم پہ بہار آئی نکھار آیا
یتیموں اور فقیروں کو پناہیں مل گئیں آخر
حضورؐ آئے تو ذرّوں کو نگاہیں مل گئیں آخر
اخوت اور مساوات و محبت کا نظام آیا
حضورؐ آئے تو یہ توقیرِ ہستی کا مقام آیا
(ضمیر جعفری)

صلی اللہ علیہ وسلم

سرورِ کائناتؐ کے ہاتھ پر اسلام کی تکمیل ہو گئی

ارشادِ خداوندی ہے:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ

رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (پ ۶ ع ۵)

"آج کے دن میں نے تمہارے دین کو پورا کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی، اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا"

یہ آیت ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ کو میدان عرفات میں جمعہ کے دن بعد دوپہر نازل ہوئی معلوم ہوا۔ اس آیت کے نزول کے دن اسلام مکمل ہو گیا۔ تکمیلِ دین کا مطلب یہ ہے کہ اس دین میں کسی قسم کی کمی، یا خامی نہیں رہی۔ اس کے تمام حصے، ٹکڑے اور اجزا پورے ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سارے قرآن کو اپنے عمل کے ساتھ لوگوں کے آگے پیش کیا۔ حضورؐ کا عمل بالقرآن (جس کو سنت اور حدیث کہتے ہیں) بھی وحی ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ٥ (پ ۲۷ ع ۵) "اور نہیں بولتا (پیغمبرؐ) اپنی خواہش سے نہیں ہے اس کا بولنا مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے" اس کو وحی خفی کہتے ہیں، اور قرآن وحی جلی ہے۔ پس اسلام نام ہے وحی جلی اور وحی خفی کا۔ (قرآن اور حدیث کا)۔

اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ قرآن حضورؐ پر نازل کیا۔ اور تین باتیں اپنے ذمہ لیں۔ فرمایا:۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۔ تحقیق ہمارے ذمہ ہے جمع کرنا قرآن کا (تیرے سینہ میں) اور پڑھا دینا اس کا ۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۔۔۔ پھر ہمارے ذمہ ہے سمجھا دینا اس کا" (پ ۲۹ ع ۱۷)

قرآن کا جمع کرنا۔ پڑھانا اور سمجھانا۔ یہ تینوں باتیں اللہ نے اپنے ذمہ لیں معلوم ہوا۔ قرآن کے علاوہ بیانِ قرآن بھی کوئی چیز ہے جس کو تشریحِ قرآن یا تفسیر قرآن کہتے ہیں۔ اور یہی چیز سنت یا حدیث ہے۔ اور اللہ نے قرآن کی حفاظت کے ساتھ بیان قرآن کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لی ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝ (پ ۱۴ ع ۱)

"بے شک ہم ہی نے ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اسکے نگہبان ہیں"

تو قرآن بھی ذکر ہے، اور بیان قرآن یا تشریح قرآن (حدیث) بھی ذکر ہے۔ دونوں کی حفاظت کا اللہ نے ذمہ لیا ہوا ہے۔ اور ان دونوں چیزوں کا نام دینِ اسلام ہے۔ جس کو اللہ نے مکمل کر دیا۔

ادیانِ سابقہ نبیوں کی وفات کے بعد مکمل نہ رہے۔ ان میں ردّ و بدل ہو گیا تحریف ہو گئی۔ لیکن دین اسلام جو رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ اس میں آج تک تحریف نہیں ہوئی۔ اور نہ قیامت تک ہو گی، یہ خصوصیت صرف حضرت انورم کو ہی حاصل ہوئی ہے۔ جو جمالِ مصطفیٰ کا حصّہ ہے۔

تکمیلِ دین پر دو عیدیں

ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا۔ آپ کی کتاب قرآن مجید میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو۔ اگر وہ آیت ہم پر اتری ہوتی۔ تو ہم اس دن عید مناتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ وہ کون سی آیت ہے؟ یہودی نے کہا یہ آیت ہے:۔

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ ۔ وَ رَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا ۔

"آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو میں نے پسند کیا"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ آیت جس دن، جس وقت، اور جس جگہ حضورؐ پر نازل ہوئی۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ (سنو) یہ آیت جمعہ کے دن، بعد دوپہر میدانِ عرفات میں حجۃ الوداع کو اتری تھی۔ یعنی حضرت عمرؓ نے یہودی کو بتایا۔ کہ جمعہ کے دن مسلمانوں کا اجتماع، اور عرفات میں حج کے روز

جمع ہونا۔ یہ دو عیدیں ہیں۔ یہودی نے ایک عید منانے کا ذکر کیا۔ جناب عمرؓ نے دو عیدیں ثابت کر دیں۔ (ابن کثیر)

یہ کمالِ جمال، صاحبِ جمال حضرت خیرالوریٰ صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے ہی ہے، ؎

اے چراغِ بزمِ ایمان، اے نشانِ رہبری
تیرے کوچے میں ملا آکر، سراغِ زندگی
تجھ سے پہلے دل تو تھے ہنگامۂ محفل نہ تھا
زندگی کو تو نے بخشا، سوز و سازِ زندگی
تو نے سمجھایا مقامِ آرزو، رمزِ طلب
تیرے سجدوں نے دکھایا ہے کمالِ بندگی
ہے وقارِ آدمیت، تیرا آئینِ وفا
تو نے زندہ کر دیا پھر دل میں احساسِ خودی
خاک کے ذروں کو تو نے بخش دی ہیں رفعتیں
ہر بلندی آ کے تیرے آستاں پر جھک گئی
میکدے عرفانیت کے اب بھی قائم ہیں وہاں
تیرے جلووں کی جہاں چھٹکی ہوتی ہے چاندنی
بے نیازِ دولتِ دنیا ترے در کے فقیر
سر بسجدہ ہے ترے آگے غرورِ خواجگی (کلیم عثمانی)

پھر ہُوا نورِ سحر پیدا

دو عالم تجھ پہ صدقے، اے زمینِ گنبدِ خضرا
تری آغوش میں آسودہ ہے وہ برزخِ کبریٰ

وہ رشکِ مہرِ عالمتاب جس کی جلوہ ریزی سے
شبستانِ جہاں میں پھر ہُوا نورِ سحر پیدا
جہاں کے گوشے گوشے میں صدائے دینِ حق پہنچی
لوائے حق پرستی مشرق و مغرب میں لہرایا
ہُوا سکّہ رواں عدل و مساوات و اخوّت کا
ہوئی پھر از سرِ نو مجلسِ صدق و صفا برپا
فضائل سے ہوئی آراستہ پھر بزمِ انسانی
محاسن کا بنی گہوارہ پھر یہ فسق کی دنیا
مٹی ظلمت سرائے دہر سے لعنت غلامی کی
زمانے سے اٹھی رسمِ تمیزِ بندہ و آقا
مظاہر تھے یہ سارے رحمت للعالمینی کے!
کرشمے تھے یہ سب بس آپؐ کی لطف آفرینی کے (مجیبی اعظمی)

رسولِ کریم سراجِ منیر ہیں صلے اللہ علیہ وسلم

ترا ہر قدم منوّر، تری ہر نظر فروزاں
ترا اک تبسّمِ لب، کہ ہے صبحِ شبنمستاں

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝ (پ ۲۲ ع ۳)

"اے نبیؐ! بیشک ہم نے تجھ کو گواہ، اور (مومنوں کو) خوشخبری دینے والا اور (کافروں کو) ڈرانے والا، اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف (لوگوں کو) بلانے والا اور (ہدایت کا) چراغِ روشن بنا کر بھیجا ہے۔"

اس آیت میں حضرت رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی چند صفات بتائی گئی ہیں۔ حضور انور شاہد ہیں۔ مبشر ہیں۔ نذیر ہیں۔ داعی الی اللہ ہیں۔ اور سراج منیر ہیں۔

شاہد رسولؐ

اللہ تعالیٰ نے دعویٰ کیا۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک (برحق) دین (صرف) اسلام ہے"۔ یعنی دین اسلام خدا نے آسمان سے اتارا ہے۔ منزّل من اللہ ہے، خدا تعالیٰ نے اپنے اس دعوے پر کہ دین اسلام (جو عبارت ہے قرآن اور بیان قرآن سے) آسمان سے اترا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناکر بھیجا۔ پھر تمام آسمانی احکام وتعلیم اور توحید خداوندی کی حضورؐ نے گواہی دی۔ سب سے پہلی گواہی تو حضورؐ نے یہ دی۔ کہ:۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط

"میں (شاہد رسول) شہادت دیتا ہوں، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا (آسمانوں اور زمین میں) کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور (میں) محمدؐ، اللہ کا بندہ اور اس کا (سچا) رسولؐ ہوں"۔

بحیثیت رسول اللہ ہونے کے حضورؐ نے گواہی دی۔ اللہ نزل احسن الحدیث۔ احسن حدیث (قرآن مجید) اللہ نے اتاری ہے، ہم نے صرف حضورؐ کی شہادت اور گواہی سے قرآن کو منزل من اللہ مانا ہے، جب قرآن کو منزل من اللہ مانا۔ تو مطلب یہ ہوا۔ کہ تمام قرآنی احکام اور احادیث خیرالوریٰ کو من جانب اللہ مان لیا۔

شہادت کے معنے ہیں۔ کسی حق بات کا دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے اقرار کرنا۔ یہ ہے سچی گواہی۔ جب حضورؐ نے دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے اقرار کیا

اور برملا کہا:۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ "اللہ کے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں"۔ تو مکہ کے لوگ جنہوں نے تین سو ساٹھ الٰہ بنا رکھے تھے، سب کے سب، اللہ کے سچے گواہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، اور ازراہِ تعجب کہنے لگے:۔

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝

"کیا کر دیا اس نے سب معبودوں کو (مٹا کر) ایک معبود۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے"۔ (پ ۲۳ ع ۱۰)

انہوں نے خدا کے نیک بندوں اور بزرگوں کی شکل کے بت تراش کر ان کے دربار بنا لئے تھے۔ اور حاجت روائیوں اور مشکل کشائیوں کے لئے ان کے نام کی نذریں نیازیں دے کر ان کے سامنے سجدے کر کر رو رو کر ان سے مرادیں مانگتے تھے نیز انہیں اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلے، اور سفارشی بناتے تھے۔ اس شرک کو مٹانے کے لئے حضورؐ نے سچی گواہی دی۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کوئی قولی۔ بدنی۔ مالی، عبادت کے لائق نہیں۔ کوئی حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔ کوئی غیب دان نہیں۔ کوئی نافع اور ضار نہیں۔ کوئی نذر نیاز ایسی عبادت کے لائق نہیں۔ کوئی قیام، رکوع، سجدے، اور طواف کے لائق نہیں۔۔ مکہ کے لوگ توحید کی اس گرج دار آواز سے سٹ پٹا گئے۔ یہ صوت ہادیؐ کیا تھی۔ ایک بجلی کا کڑکا تھا۔ جس نے عرب کی زمین ہلا دی۔ تیرہ برس تک اللہ کے شاہد، حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ کے اندر توحید کی شہادت دیتے رہے۔ انہی تیرہ برسوں میں قرآن مجید بھی نازل ہوتا رہا۔ ہر ہر آیت کے مفہوم اور مضمون کو سناتے، بیان کرتے۔ اپنے قول اور فعل سے شہادت دیتے۔ دل کی تصدیق کے ساتھ زبان سے اقرار کرتے، اور ڈنکے

کی چوٹ احسن حدیث کا اعلان کرتے۔ تبلیغ کا بادل بن کر ان پر چھا نے، اور گواہی کی باراں بن کر برستے تھے۔

دعویٰ وہ کامیاب ہوتا ہے۔ جس کا گواہ بڑا سچا، نیک، پاک، اخلاق اور کردار کا بے داغ ہو۔ جرح میں اگر گواہ کی ردائے اخلاق داغدار ہو جائے تو دعوے پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ایسا دعویٰ جس کا گواہ جھوٹا، اور اخلاق کا کمزور ہو ــ خارج ہی ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے گواہ کے متعلق اس کی زبان سے اعلان کروایا:۔

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ وَلَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۫ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (پ۱۱ ع۷)

"(اے پیغمبرؐ! ان لوگوں سے) کہو۔ اگر خدا چاہتا۔ تو میں (یہ) قرآن تم کو پڑھ کر سناتا ہی نہ۔ اور نہ خدا تم کو اس سے آگاہ کرتا۔ اس سے پہلے میں مدتوں تم میں رہ چکا ہوں۔ کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے"۔ (پ۱۱ ع۷)

اللہ کا بے داغ گواہ

یعنی حضورؐ نے اپنے مخالفوں، دشمنوں، اور خون کے پیاسوں کو کہا۔ کہ دیکھو! میں تم میں چالیس سال ــ عمر کا ایک حصّہ گزار چکا ہوں۔ میری زندگی کی چادر پر ــ جھوٹ، فریب، دھوکہ، لالچ، طمع، وعدہ خلافی، اور کسی قسم کے اخلاقی عیب کا داغ دھبہ دکھاؤ، میری زندگی کے کسی سال، کسی ماہ، کسی دن، کسی گھنٹے، کسی منٹ، کسی سیکنڈ کے مرور پر انگلی رکھو۔ لیکن خون کے پیاسے جان لیوا دشمن بھی اللہ کے دین کے گواہ ــ بدر منیر کے معصوم چہرے پر اعتراض کا ایک خال بھی نہ دکھا سکے۔

شاہد رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کو مزید فرمایا۔ دیکھو! چالیس سال میں نے تمہارے اندر گزارے ہیں۔ کبھی میں نے تمہیں کہا تھا۔ کہ مجھ پر وحی آتی ہے؟ قرآن اترتا ہے؟ جبریل فرشتہ آتا ہے؟ ۔ کبھی میں نے شرک کے درخت کا کوئی پتہ بھی توڑا تھا۔ جو میرے آبا نے لگایا ہوا تھا؟ تین سو ساٹھ بزرگوں کے اصنام، جو تم نے بیت اللہ کے اندر رکھے ہوئے ہیں۔ کبھی میں نے ان کی مخالفت کی تھی؟ ۔ میں نے عمر کے اتنے دراز عرصہ میں کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی۔

اور اب میں کہتا ہوں۔ کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ قرآن اترتا ہے۔ جبریل فرشتہ آتا ہے۔ بزرگوں کے صنموں کے ابطال کا اعلان کرتا ہوں۔ اور انہیں توڑنے پھوڑنے کی فکر میں ہوں۔ شرک کے شجرہ ملعونہ کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کو تیار ہوں۔ اور علی الاعلان شہادت دیتا ہوں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا حیوانات، نباتات، جمادات، آسمانوں اور زمین، خدا کی ساری مخلوق میں، فرشتوں، جنّوں، انسانوں، پیغمبروں، رسولوں، نبیوں، ولیوں، بزرگوں اور شہیدوں میں، لاتوں، مناتوں، عُزّوں، ہبلوں، صفاؤں، نائیلوں، ودّوں، یغوثوں، یعوقوں، سواعوں، نسروں اور بیت اللہ میں رکھے ہوئے جعلی خداؤں اور فرضی الاہوں میں کوئی بھی دراصل الٰہ نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات اور صفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه میری شہادت ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کوئی الٰہ نہیں۔

میری عمر کا جو اَلا تھی جو چالیسویں برس توحید کا لاوا اگلنے لگا ہے۔ سوچو کہ یہ کیا بات ہے؟ اگر میں نے اپنی طرف سے کچھ کہنا ہوتا۔ تو اس سے قبل ہی کچھ نہ کچھ کہتا۔ پھر یقین کرو۔ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ خدا نے چاہا۔ تو اس نے قرآن

اتارا، اور میں تم کو پڑھ کر سناتا ہوں۔ اور اس ذات لایزال نے قرآن سے تم کو آگاہ کیا ہے۔ تو میرا رسول ہونا، اور میرا تم کو قرآن سے آگاہ کرنا اور سنانا، سمجھانا، بتانا، سب کچھ اللہ کے حکم اور اس کے چاہنے سے ہے۔

یہ ہے اللہ کے معصوم اور بے داغ گواہ کی گواہی اور شہادت۔

اسی طرح تیرہ برس تک حضورؐ نے جو مکہ میں تبلیغ کی۔ یہ سب احقاقِ حق کی شہادت ہے۔ تیرہ برس میں جتنا قرآن نازل ہوا۔ حضورؐ نے ایک ایک آیت کے منطوق اور مفہوم کو اپنی قولی اور فعلی شہادت کے ساتھ اہلِ مکہ کے سامنے پیش کیا۔

قریش نے اللہ کے اس سچے گواہ کی ازحد مخالفت کی۔ مجنون کہا، دیوانہ کہا۔ ساحر کہا، مسحور کہا۔ بے شمار ایذائیں پہنچائیں۔ آپ کو دکھ دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ کہ اللہ کے اس سچے گواہ کی گواہی رک جائے۔ اس کی زبان بند کر دی جائے۔ جب شہادت دے۔ تو شور مچا کر۔ تالیاں پیٹ کر۔ سیٹیاں بجا کر۔ اور بک بک کر کے اس کی آواز کو دبا دیا جائے حضورؐ کا مقاطعہ کر کے برادری نے مکہ سے باہر شعب ابی طالب میں نکال دیا۔ آپ کے ساتھی اور خود حضور انورؐ تین برس تک وہاں درختوں کے پتے کھا کھا کر گزارہ کرتے رہے۔ لیکن زبان برابر توحید و رسالت کی گواہی، اور قرآن کی حقانیت اور صداقت کی شہادت دیتی رہی۔ اللہ کا راست گو گواہ۔ سچی گواہی دینے سے ایک لمحہ بھی باز نہ رہا۔ کروڑوں درود وسلام اللہ کے شاہد پر،

۵

جس کو سورج نے بھی دیکھا، تو بہت شرمایا
افقِ مشرقِ آدم پہ وہ خورشید آیا

اس نے اس وقت زمانے پہ کرم فرمایا
جب جہاں دھوپ میں جیخ اٹھا تھا سایا، سایا
فرش پر بیٹھ کے بھی عرش کو چھو آیا
اس نے کونین کی رگ رگ میں لہو دوڑایا
اس نے دنیا کو وہ میزانِ عدالت بخشی
جس سے انصاف کا مفہوم سمجھ میں آیا
ہر دکھی دل پہ رکھا اس نے محبت بھرا ہاتھ
اس نے ہر فرد کی قسمت کی پلٹ دی کایا
صفحۂ دہر پہ وہ حرفِ محبت لکھا
جو میری عمرِ دو روزہ کا بنا سرمایا
اس نے انساں کی خدائی کے بتوں کو توڑا
سنگ و دشنام بھی کھا کر نہ اسے طیش آیا (محسن احسان)

بوئے مشک بار آئی

اے نقیبِ قرآنی، اے رسولِ یزدانی
چہرۂ مبارک کا جس نے نور دیکھا ہے
تم زمیں پہ کیا آئے بادِ نو بہار آئی!
نام میں بھی نکہت ہے یاد میں بھی خوشبو ہے
تم جہاں سے اٹھے تھے وہ بنائے ہستی ہے

تم ہو زیست کے رہبر، تم حیات کے بانی
اس نے خلد دیکھی ہے اس نے طور دیکھا ہے
جامِ لالہ فام آیا، بوئے مشک بار آئی
کیا جمالِ عارض ہے، کیا بہارِ گیسو ہے
تم جہاں خوابیدہ ہو، زندگی برستی ہے

لب پہ نام آتا ہے، رُوح مسکراتی ہے
زندگی بہاروں میں ڈوب جاتی ہے (ساقی جاوید)

سچ فرمایا اللہ نے۔ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰکَ شَاهِدًا۔ بے شک ہم نے تم کو، (تمام آسمانی تعلیم و احکام کا) گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ سبحان اللہ! کیسا راست باز اور سیرت کا سچا گواہ ہے۔ ﷺ

سایۂ بھی اسے چھولے، تو ہو جائے فروزاں
وہ شکل کہ انوار کے سانچے میں ڈھلی ہے

سرورِ کائنات ﷺ کی شہادتِ حق کے آفتاب کی تاب نہ لا کر مشرکین مکہ کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اور کچھ بس نہ چلا۔ تو حضورؐ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ آپ نے اللہ کی وحی کے مطابق مکہ کو خیرباد کہہ باد کر مدینہ کی طرف ہجرت کرلی۔ اور مدینہ منورہ میں بھی شاہد للّٰہ بن کر اعلائے کلمۃ الحق شروع کر دیا۔ قریش مکہ نے آپ کو یہاں بھی آرام نہ کرنے دیا۔ ابوجہل تقریباً ایک ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوا بدر کے میدان میں حق اور باطل میں معرکہ آرائی ہوئی۔ ستر چوہدری جہنم رسید ہوگئے۔ اور ستر سردار قید کر لئے گئے۔ قریش مکہ کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور شیطان کے گواہ قتل و اسارت کا شکار ہو گئے۔

دس سال حضورؐ مدینہ منورہ میں جلوہ فرما رہے۔ یہ زمانہ بھی جنگوں اور لڑائیوں میں گزرا۔ اس زمانہ میں پانچ نمازیں، رمضان کے روزے، زکوٰۃ، حج، سب چیزیں فرض ہوئیں۔ عیدین کی نمازیں پڑھی گئیں۔ قربانی دی گئی۔ ان سب کو حضورؐ نے ادا کر کے حق کی گواہی دی۔ گویا مکی اور مدنی زندگی کے تئیس سال کے دوران میں۔ سارے قرآن کے احکام و فرائض پر عملی شہادت کی مہر لگا دی یعنی زمانہ نبوت کے آٹھ ہزار دو سو اسی (۸۲۸۰) دنوں میں جتنی باتیں آپ نے کیں، اور جتنے کام آپ کے وجود اطہر سے سرزد ہوئے۔ سب حق کی گواہیاں اور توحید ایزدی کی شہادتیں تھیں۔ جنگوں کے ہر رن میں تلواروں کے سایوں اور تیروں کی بارشوں

میں حضورؐ نے توحید کی شہادت اور زیادہ زوردار الفاظ میں دی۔ احد میں ابوسفیان نے شیطان کی شہادت دیتے ہوئے کہا۔ لَنَا عُزّٰی وَلَا عُزّٰی لَکُمْ۔ مسلمانو ہمارے لئے (مدد دینے کو) عزیٰ ہے۔ اور تمہارے لئے (مدد کے لئے) کوئی عزیٰ نہیں۔ حضورؐ نے جواب میں اللہ کی شہادت یوں دی۔ صحابہؓ کو جواباً پکارنے کے لئے حکم دیا۔ بولو!۔ اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلیٰ لَکُمْ۔ اللہ ہمارا مولا (کارساز)۔ ہے۔ اور تمہارے لئے کوئی مولا (کارساز) نہیں۔ حنین میں تیروں کی بارش اور اعداء کے نرغہ میں تنہا شہادت دی۔ انا النبی لا کذب، انا ابن عبدالمطلب۔

الحاصل ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کو تکمیل دین کی بشارت عرفات کے میدان میں آ گئی۔ اور آج ہی حضورؐ کی گواہی اور شہادت کا شجرہ طیبہ بار آور ہو گیا۔ اس کی جڑیں پاتال کو پہنچ گئیں۔ اور شاخیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ مکہ فتح ہو چکا اور حضورؐ کی شہادت سے علم توحید بیت اللہ پر لہرانے لگا۔ اللہ تعالیٰ کا دعوے اللہ کے گواہ کی گواہی سے سچا ثابت ہو گیا۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو دین اسلام کی صداقت کا گواہ بنا کر بھیجا۔ حضورؐ نے قرآن کی پہلی وحی سے لے کر آخری وحی تک اللہ کے لئے خوب خوب گواہی دی، اور گواہی کا وہ روشن مینار کھڑا کر دیا۔ کہ آپ کی پیروی میں ساری امت قیامت تک گواہی دیتی رہے گی۔ بے شمار درود و سلام ہو اللہ کے اس گواہ پر۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ؎

تو نبوّت کے قصیدے کا مقدّس مقطع
دیں کی تکمیل کا پیغام سنانے والے
ایک ہی صف میں کھڑا کر کے بڑوں چھوٹوں کو
بندہ و آقا کی تفریق مٹانے والے!

پورے کونین کا خود راج دلارا ہو کر
اپنے خادم کو بھی پہلو میں بٹھانے والے
حق و باطل میں گوارا نہ ہوا سمجھوتا
کفر و اسلام کو آپس میں لڑانے والے
بھیڑ، بکری سے بھی جو پست تھی اس عورت کو
مجد و عزت کی بلندی پہ بٹھانے والے
تو نے آقاؤں کو احساسِ مروّت بخشا
اے غلاموں کو غلامی سے چھڑانے والے
ایک اک سائل و محروم کے زخمِ دل پر
مرہمِ شفقت و احسان لگانے والے
عین فطرت کے تقاضوں پہ ہے جس کی بنیاد
زندگی کا وہ نظام آ کے چلانے والے
جو ترے قتل کے درپے رہے دشمن بن کر
زندگی کے انہیں اسرار سکھانے والے
ایڑیوں پر سے ٹپکتا تھا لہو ماتھے کا
پھر بھی اللہ کی رحمت کو بلانے والے
زندگی تیری نمونہ، تری سیرت معیار
سکہ تہذیب و تمدن کا چلانے والے
صاحبِ خیر کثیر، آیۂ حق، رحمتِ حق
پورے ماحول کو پاکیزہ بنانے والے
صلی اللہ علیہ وسلم

(نعیم صدیقی)

شرف بخشا تمہاری ذات نے

شرف بخشا تمہاری ذات نے وہ بزمِ امکاں کو
کہ دی جس نے فرشتوں پر فضیلت نوعِ انساں کو

بتائیدِ جنابِ حق تمہارے عزمِ عالی نے
کیا نابود ہر اٹھتے ہوئے باطل کے طوفاں کو

سبق دے کر زمانے کو محبت کا اخوت کا
منظم کر دیا عالم کے اوراقِ پریشاں کو

غریبوں بے نواؤں کا سہارا بن کے عالم میں
کیا آ کر رفو انسانیت کے چاکِ داماں کو

گدا کو ایسی استغنا کی دولت بخش دی تو نے
کہ خاطر میں نہیں لاتا وہ مفلس میر و سلطاں کو

ادھر عظمت عطا کی بوریائے فقر کو ایسی
کہ رشک آتا ہے جس کی شان پر تختِ سلیماں کو

نسیمِ رحمتِ حق نے تمہاری ہی دعاؤں سے!
گلستاں کر دیا خاکِ عرب کے دشتِ ویراں کو

(منظور حسین منظور)

مبشّر و نذیر رسولؐ

مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔ (مومنوں کو) خوشخبری دینے والا۔ اور (کافروں کو) ڈرانے والا۔

قرآن مجید نیکوں اور بروں کے لئے بشارتوں اور نذارتوں سے بھرا ہوا ہے حضورؐ انور ان تمام بشارتی اور نذارتی آیات کے شارح اعظم تھے۔

یہ مبشر اور نذیر رسولؐ امتثالِ اوامر اور ارتکاب نواہی کی خوش خبریاں ، اور نذارتیں بیان کرتے تھے۔ نیکو کاروں اور بدکاروں کے اچھے اور بُرے انجام کے مناظر لوگوں کو دکھاتے تھے۔ اگر ہم یہاں جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذابوں کی تفصیل بیان کریں۔ تو ایک بڑی ضخیم کتاب بن جائے گی۔ تو ہمارے آقا بشیر بھی تھے نذیر بھی تھے۔ ؎

سیّد یثرب و بطحا بِاَبِیْ اَنْتَ و اُمّی
مرسلِ خالق یکتا بِاَبِیْ اَنْتَ و اُمّی
رہبرِ عالمِ بالا ز رہِ مسجد اقصٰی
تابشِ گیسوئے اسرٰی بِاَبِیْ اَنْتَ و اُمّی
رہبرِ راہِ شریعت بامانت بصداقت
ماحیِ دیر و کلیسا بِاَبِیْ اَنْتَ و اُمّی
نفست غالیہ بیزے مولدت معجزہ خیزے
خشک شد چشمہ ساوی بِاَبِیْ اَنْتَ و اُمّی

چوں بدیدند ز دورت ہمہ گفتند ز نورت
طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا بِاَبِیْ اَنْتَ و اُمّی

———— (راجہ محمد امیر احمد خاں)

دَاعِیْ اِلَی اللہ

وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ ''اور اللہ کے حکم سے لوگوں کو اس کی طرف بلانے والا''

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے تھے اللہ کے حکم سے۔ معلوم ہوا، حضورؐ کی ساری دعوت، ساری تبلیغ، ساری گواہی اللہ کے حکم سے تھی۔ قرآن تو ہوا ہی اللہ کا کلام۔ اس کلام کے ساتھ جو حضورؐ نے عوام کو دعوت دی۔ یعنی قرآن کے علاوہ دوران نبوت میں بھی جو باتیں آپ نے کیں وہ اللہ کے حکم سے تھیں۔ جب اللہ کے حکم سے تھیں۔ تو یہ بھی وحی ہوئیں۔ پس یہ حضورؐ کا

جمالِ نبوّت ہے۔ کہ ساری حیات پاک کے شب و روز وحی کے نور میں گزرے ہیں

جہاں میں یوں تو آنے کو ہزاروں انبیاءؑ آئے
مگر اپنے نبیؐ کی شان سب سے اوج پر نکلی

سِراجِ مُنیر رسُولؐ

وَسِرَاجًا مُّنِيرًا۔ " اور (بھیجا ہم نے تجھ کو) چراغ روشن (بنا کر)"۔

منیر کے معنے ہیں روشن کرنے والا۔ وہ شے جو خود بھی روشن ہو۔ اور دوسری شے کو بھی روشن کرے۔ چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ معنوی نور بے پناہ تھا۔ اور آپ کے اس نور سے ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کے دل بھی روشن ہو گئے۔ اس لئے آپ سراج منیر ہیں۔ یعنی ایسا چراغ جو خود بھی روشن ہو۔ اور دنیا جہان کو بھی روشن کرے۔

قرآن مجید میں چاند کی صفت منیر آئی ہے۔ وَقَمَرًا مُّنِيرًا (پ۱۹ع۴)
"اور چاند روشن" ـــــ اور سورج کو سراج فرمایا ہے۔ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۔" اور سورج کو چراغ پیدا کیا"۔ (پ۲۹ع۹)

جس طرح سورج اور چاند کی روشنی سے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں۔ اور آدمی راستے کی موذی چیزوں، اور گڑھوں سے بچتا ہوا منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسے ہی محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو معنوی لحاظ سے چراغ روشن ہیں۔ اس چراغ کی روشنی میں راہی شرک، کفر، بدعت اور بے شمار رذائل، کے اندھیروں سے بچتا ہوا اپنی منزل، جنت الفردوس میں پہنچ جاتا ہے۔

رات کو چاند چڑھا ہوتا ہے۔ سورج نہیں ہوتا۔ اور دن کو سورج ہوتا ہے چاند نہیں ہوتا۔ لیکن رسولِ رحمت للعالمین کی نبوّت کی سراج منیری ایک لمحہ کے

لئے بھی غائب نہیں ہوتی ۔ نہ مدہم اور ماند پڑتی ہے ۔حیات اقدس سے لے کر آج تک نور نبوت تاباں چلا آ رہا ہے ۔ اور مرور حیات کا سراج منیر تا نور نیّرین ضیا بار رہے گا ۔سورج اور چاند گہناتے بھی ہیں ۔کچھ وقت کے لئے بے نور ہو جاتے ہیں لیکن رحمت للعالمینی کا آفتاب، اور ختم نبوت کا چاند گہن نا آشنا ہیں ۔ کسوف، خسوف سے کبھی دوچار نہیں ہوتے ۔ ؎

ہر اک ذرہ چمک اٹھا ہے مہتاب ضیا بن کر
فضا کو جگمگا یا آپؐ نے شمس الضحیٰ بن کر

جتنے انبیاؑ دنیا میں آئے ۔سب کی نبوتیں نور تھیں ۔لیکن سید الانبیا رصلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا نور معنوی سابقہ نبوتوں کے نوروں کا سردار تھا ۔مقابلۃً زیادہ روشن، زیادہ تاباں، اور زیادہ وسیع تھا ۔اسی لئے سابقہ ادیان' دینِ اسلام کی جلوہ گری کے ساتھ ہی منسوخ ہو گئے ۔ یا وہ ستارے تھے ۔ جو آفتابِ مصطفویؐ کے طلوع ہوتے ہی ماند پڑ گئے ۔یا اگر وہ آفتاب ہی تھے ۔تو ان کی نورانیت کا روغن ایک مدت کے بعد ختم ہو گیا ۔ اور وہ ڈھل گئے ۔ جیسا شیخ عبد القادر جیلانی رح نے فرمایا ہے ۔ ؎

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا
اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

ادیانِ سابقہ کے سورج ڈھل گئے ۔اور ہمارا سورج (آفتاب اسلام) ہمیشہ سر بیر رہے گا ۔ غروب نہیں ہو گا ۔ ؎

نبی ہیں، اور جتنے اختر برج رسالت ہیں (علیہم السلام)
مرے سرکار آتے ہیں مگر شمس الضحیٰ بن کر (صلی اللہ علیہ وسلم)

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شمس الضحیٰ ہیں ۔تو آپ کا قول و فعل بھی

بالضرور آفتاب کا نور ہیں۔ کیا آسمانی آفتاب کے ہوتے ہوئے کبھی آپ نے چراغ جلایا ہے؟ ـــ نہیں!۔ اگر جلائیں، تو یہ آفتاب کی بے وقری اور توہین ہے!۔ اسی طرح حضورؐ کے قول وفعل کے آفتابی نور کے سامنے امتیوں کے اقوال کی ٹمٹماتی بتیاں نورِ نبوت کی بے قدری بے وقری اور توہین نہیں ہے؟ ضرور توہین ہے! پھر حضورؐ کی اداؤں کے سورجوں کے سامنے ٹمٹماتی "بتیاں" پھونک مار کر بجھا دو۔ کہ اسی میں ایمان کی سلامتی اور اقرار رسالت کی ذمہ داری کا راز مضمر ہے۔

رات کو آسمان پر ستارے خوب چمکتے اور دمکتے ہیں۔ بڑے روشن اور تاباں ہوتے ہیں۔ چمک دمک، روشنی اور نورانیت میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوتے ہیں۔ لیکن صبح کو جب آفتاب عالمتاب نور کی دنیا لئے ہوئے آتا ہے، تو سب ستارے بے نور ہو کر غائب ہو جاتے ہیں۔ کیا ہی خوب کہا گیا ہے۔ ؎

رات کو ہر پارۂ مہ گرمِ لاف تھا
صبح کو خورشید جب نکلا تو مطلع صاف تھا

یہی حال پہلے نبیوں کی نبوتوں کے چاند تاروں کا تھا۔ اپنے وقت کے لئے خوب چمکے۔ اور ان کی چمک اور نور سے دنیا کے لوگوں نے بیحد فائدہ پایا۔ گمراہی کے اندھیروں سے نکل کر ہدایت کی روشنی میں آ گئے، ہدایت پا گئے۔ ان کی دنیا اور دین دونوں سنور گئے۔

لیکن جب مطلع وحی پر آفتاب نبوت محمدیہؐ ضوفشاں ہوا۔ تو سابقہ نبوتوں کے نجوم واقمار کی روشنی جاتی رہی۔ اور مطلع صاف ہو گیا اور آفتاب رسالتِ مصطفویہؐ کا نور ساری دنیا کی روشنی کے لئے تا قیامت مکتفی ہوا یہ ہے حضور مصطفےٰ کا معنوی جمال۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

ایک بات پھر ہم کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ حضورؐ کی نبوت کا سورج چڑھا

ہوا ہے۔ اس کی کرنیں اور شعاعیں (حضورؐ کے اقوال و افعال) مذہبی دنیا کے کونے کونے اور چپے چپے پر ضو گستر ہیں، کوئی جگہ نبوت کے سورج کے نور سے خالی نہیں۔ ہر جگہ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے نغمے گونج رہے ہیں۔ پھر جن لوگوں نے عین "سورج" کے سامنے اقوالِ رجال کے دیئے جلا رکھے ہیں۔ وہ اتنا بتانے کی زحمت گوارا کریں۔ کہ جب مدینے کے تاجور کی نبوت کے آفتاب کے نکلتے ہی سچے نبیوں کی نبوت کے چاند تارے روشن نہ رہے تو اسی آفتاب نبوتِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے "دیئے" کیوں روشن ہیں؟ آپ انہیں بجھا کر کیوں "سورج" کے نور پر اکتفا نہیں کرتے؟ ماحی لقب، نبی ملاحم کی زبان کے موتیوں کی روشنی میں ایمان کی چاپ سنائی دینی چاہیئے۔ کہ:۔

محمدؐ انجمن کن فکاں کا صدر نشین
محمدؐ افسرِ آفاق و سرورِ عالم

مطاعِ آدم و انجم، متاعِ لوح و قلم
محمدؐ امّیِ محبوبِ کبریا صلعم

وہ عَبْدُہٗ و رسولُہٗ وہ اِسمہٗ اَحمَدْ
کتاب و حکم و نبوت کا خاتم و خاتَم

بہارِ گلشنِ ایجاد و حسنِ ہفتہ؎ واق
گُلِ سرسبدِ دودۂ بنی آدم

اسی کو صاحبِ خلقِ عظیم کہتے ہیں
وہی ہے نوعِ بشر کا معلّمِ اعظم

خلاصہ دو جہاں جس کی ذاتِ الانسان
گیا جو عرش پہ بے نردبان و بے سُلّم

ہے جس کی شان فَاَوْحٰی اِلَیْہِ مَا اَوْحٰی
وہ آسمان خیم، انجم خدم، سپہر حشم

اٹھائے ہاتھ دعا کو اسی کی خاطر جب
رکھی خلیلِ براہیمؑ نے بنائے حرم

خدائے قادر و قدوس کے تصوّر سے
کرے دلِ متزلزل کو ثابت و محکم

اَنَا بَشَر کا جو اعلان و اعتراف کرے
نہیں جو وحیِ خدا میں مجازِ بیشی و کم

محمدؐ عربی آبروئے ہر دو سرا
حبیبِ پاکِ خدا جانِ عالم و آدم

شمار کرنے چلیں اس کی خوبیوں کا اگر ا
تو ساتھ چھوڑ دیں تھک تھک کے نیل، سنکھ، پدم
(خالد عبدالعزیز)

ان صفات کے حامل و موصوف سید ولد آدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کے عطر بیز پھولوں کو جو شخص گلدستہ طاق نسیاں بنا کر عمداً اقوال جاہل کی مالا جپتا ہے۔ وہ اپنے ضمیر کو ٹٹولے۔ ؎

دامنش از دست دادن مردن است
چوں گل از بادِ خزاں افسردن است
(اقبالؒ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سراج منیر تھے۔ کہ جن کے چراغ سے آج تک اسی کروڑ چراغ روشن ہوتے ہیں۔ اور قیامت تک دیئے سے دِیا جلتا رہیگا اور آپ کا یہ معنوی نور اور نورِ قرآن دونوں نور، شمس و قمر، اور ستاروں کے نور سے خراج تحسین وصول کرتے رہیں گے۔ کیونکہ یہ مادی نور صرف دنیا کے اندھیروں میں رہبری کرتے ہیں۔ اور حضورؐ کا معنوی نور آخرت کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے۔ اور راہی کو جنت تک پہنچاتا ہے۔

نور کا بجلی گھر

حضور انورؐ کی سراج منیری معنوی نور کا ایک بجلی گھر (پاور ہوس) ہے۔ اس بجلی گھر سے اقرار رسالت کے تار سے جس نے کنکشن حاصل کر لیا۔ اس کے ایمان کا چراغ روشن ہو گیا۔ پھر کنکشن حاصل کرنے والا جتنا زیادہ اتباع سنت کرے گا۔ حضورؐ کی محبت اور اطاعت میں جتنا زیادہ وارفتہ ہوتا جائے گا۔ عمل بالحدیث اس کا اوڑھنا بچھونا ہو جائیگا "پاور ہوس" سے اسے اتنی ہی زیادہ روشنی ملتی جائے گی" "وولٹیج" بڑھتا جائے گا۔ اور "بجلی" کا "صارف" اپنے سفر کی منزل بہ آسانی طے کرتا جائیگا۔ یہاں تک

کہ یہ روشنی اسے جنت الفردوس میں پہنچا دے گی۔ حضرت خاتم النبین کے معنوی نور کا "پاور ہوس" حسب دستور تا نور نیریں اس جہانِ رنگ و بُو میں نور بکھیرتا رہے گا۔

صُوری نور کا ظہور

اوپر حضورؐ کے معنوی نور کا ذکر ہے، اب صوری نور کا حال سماعت فرمائیں۔ کہ حضور انورؐ کے جسم پاک سے ایسا نور بھی ظہور پذیر ہوتا تھا۔ جو نظر آتا تھا۔ یاد رہے۔ کہ یہ نور مخلوق تھا۔ حادث تھا۔ جسے اللہ کے قدیم نور سے کوئی نسبت نہیں۔

پسینے سے نور نکلنے لگا

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سوت کات رہی تھیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے جوتے کو صاف کر رہے تھے۔ اسی دوران آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ جاری ہوگیا۔ اس پسینے سے نور نکلنے لگا حضرت عائشہؓ یہ دیکھ کر حیران ہوگئیں۔ نبی رحمت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو فرمایا۔ عائشہؓ تو کیوں حیران ہوئی ہے؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! آپ کی پیشانی سے پسینہ جاری ہوا۔ اور اس پسینہ سے نور نکلنے لگا۔ حضورؐ! اگر آپ کو ابوکبیر ہذلی (اس حالت میں) دیکھتا۔ تو وہ اس شعر کا، جو اس نے اپنے محبوب کے حق میں کہا تھا، آپ کو بہت زیادہ حقدار سمجھتا۔ (وہ شعر آپ پر پورا پورا صادق آتا)

رحمتِ عالمؐ نے فرمایا۔ ابوکبیر ہذلی کا کیا شعر ہے؟ حضرت عائشہؓ نے وہ شعر پڑھا۔ ؎

فاذا نظرت الی اسارير وجهه

برقت كبرق العارض المتهلل

"جب تو اے دیکھنے والے) اس (محبوب) کے چہرے کی لکیروں اور
نشانیوں کی طرف نظر کرے۔ تو اس طرح چمکتی ہیں جس طرح چمکنے
والے بادل سے شعلہ زن بجلی جلوہ ریز ہوتی ہے"

یہ سن کر حضورؐ حضرت عائشہؓ کی طرف کھڑے ہوئے، اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور فرمایا۔ اے عائشہؓ! اللہ تعالیٰ میری طرف سے تجھ کو جزائے خیر دے جس طرح تو نے مجھے خوش کیا ہے۔ میں تجھ کو ایسا خوش نہیں کر سکا۔
(سنن کبریٰ بیہقی)

حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کے پسینہ سے نور پیدا ہوتا دیکھا۔ اور اسے ابو کبیر ہذلی کے شعر کے مضمون کے مطابق پاکر حضورؐ سے ذکر کیا۔ کہ جس طرح بادل سے بجلی شعلہ مار کر نہایت چمک سے نکلتی ہے۔ بالکل اسی طرح آپ کے پسینہ سے نور شعلہ مار کر چمک سے نکلا ہے۔ ؎

تیرے قدم کی خاک ہے غازہ نجوم کا
جاروب کش ہے تیری گلی کا مہ تمام

حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس وحی کے نور سے فروزاں تھا۔ نور ہی نور تھا۔ پھر آپ کا اللہ کی تکبیریں، تہلیلیں، تمجیدیں، تحمیدیں، تقدیسیں، بیان کرنا اور شب و روز اذکار خداوندی میں بسر کرنا۔ نور میں بجید اضافہ کرتا تھا۔ اس نورِ کثیر کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کے جسم پاک سے صوری نور بھی ظاہر کرتا ہے۔ تاکہ آپ کی شان کو اور چار چاند لگیں۔ اور آپ کے مراتب عُلیہ کا آفتاب پوری تابانی سے نصف النہار پر ضو ریز ہو۔ نیز تمام نبیوں کے معنوی اور صوری نوروں پر آپ کا معنوی، اور صوری نور، کثرت اور تابانی کے لحاظ سے نمایاں ہو۔

چہرۂ انور شمس و قمر کے مانند تھا

حضرت جابر بن سمرہ رضؓ روایت کرتے ہوتے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ سفید بال سر اور داڑھی کی اگلی جانب میں ظاہر ہوتے تھے جب حضورؐ دیاوں میں تیل لگاتے۔ تو سفیدی ظاہر نہ ہوتی تھی۔ (کیونکہ تیل لگانے سے بال مجتمع اور اکٹھے ہو جاتے تھے۔ اس لئے سفید بال چھپ جاتے تھے۔ اور ظاہر نہ ہوتے تھے) اور جب پراگندہ ہوتے تھے سر کے بال۔ تو ظاہر ہوتی تھی سفیدی۔ اور حضورؐ کی داڑھی کے بال کثرت سے تھے۔ (یعنی آپ کی داڑھی گھنی تھی) فَقَالَ رَجُلٌ۔ پس (جب جابر بن سمرہ رضؓ حضورؐ کا حلیہ بیان کر رہے تھے۔ تو) ایک شخص نے کہا — وَجْهُهُ مِثْلُ السَّيْفِ — حضورؐ کا چہرہ مبارک مانند تلوار کے تھا۔ (یعنی جس طرح تلوار چمکتی ہے۔ اس طرح حضورؐ کا چہرہ چمکتا تھا) قَالَ لَا۔ تو حضرت جابرؓ نے کہا۔ نہیں (تھا مانند تلوار کے) بَلْ كَانَ مِثْلُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ۔ بلکہ تھا مانند سورج اور چاند کے۔ وَكَانَ مُسْتَدِيرًا — اور تھا چہرہ مبارک آپ کا گول۔ (یعنی گولائی کی طرف مائل تھا۔) اور (کہا جابرؓ نے) دیکھا میں نے مُہرِ نبوت کو شانہ کے پاس، مانند بیضۂ کبوتر کے، مشابہت رکھتا تھا رنگ مہرِ نبوت کا حضورؐ کے بدن مبارک کے ساتھ۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے :-

(۱) — حضور انورؐ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک کی اگلی جانب میں سفید بال ظاہر ہوتے تھے۔ اور جب حضورؐ سر مبارک پر تیل لگاتے۔ تو سفید بال دکھائی نہ دیتے تھے۔ کیونکہ تیل لگانے سے بال اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفید بال تھوڑے ہی تھے۔ چنانچہ شمائل ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ حضورؐ کے سفید بال بیس سے زیادہ نہ تھے۔

(۲) ــ حضورؐ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ ہلکی نہ تھی۔

(۳) ــ بقول ایک شخص کے، کہ حضورؐ کا چہرہ مانند تلوار کے تھا۔ یعنی تلوار کی طرح چمکتا تھا۔ تلوار کی مشابہت سے چہرہ موہم تھا طول کو بھی۔ اس نے حضرت جابرؓ نے کہا۔ تلوار کی طرح نہیں تھا۔ بلکہ سورج اور چاند کے مانند تھا۔ روشنی اور چمک میں۔ اور یہ کہ چہرہ مبارک مستدیر یعنی مائل بہ گولائی تھا۔ یعنی نہ بہت گول تھا۔ بلکہ کچھ طول رکھتا تھا۔ اور نہ بہت دراز تھا۔ بلکہ معتدل تھا۔

بعض روایات میں آیا ہے، کہ چہرہ مبارک مانند چاند کے تھا۔ اور بعض میں چاند کا ٹکڑا آیا ہے۔ اور ایک اور روایت میں آیا ہے۔ کہ روئے مبارک حضورؐ کا چمکتا تھا۔ جیسے چمکتا ہے چودھویں رات کا چاند۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے، کہ جب آپ خوش ہوتے، تو اس وقت چہرۂ مبارک مثل آئینہ کے ہوتا۔ کہ عکس پڑتا دیوار کا روئے انور میں ــ واضح ہو۔ کہ یہ تشبیہیں لوگوں نے اپنے اپنے فہم اور سمجھ کے مطابق دی ہیں۔ دگرنہ حضورؐ کے جمال باکمال کی آبہت و جلالت اور حسن و ملاحت ایسی تھی۔ کہ اس کی مثال ہی نہیں ہے۔

(۴) ــ حضورؐ کے شانہ کے پاس مہر نبوت تھی مانند بیضہ کبوتر کے۔ اور رنگ اس مہر نبوت کا مشابہت رکھتا تھا حضورؐ کے بدن مبارک کے ساتھ۔

حضورؐ کی پشت مبارک پر قدرے ابھرا ہُوا گوشت تھا۔ مانند بیضہ کبوتر کے، اس سے ایسا نور چمکتا تھا۔ کہ جس سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ یہ مہرِ نبوت تھی' یاد رہے کہ وہ کوئی داغ نہ تھا مانند برص کے۔ یہ مہر ختم نبوت کا نشان تھا۔ اس مہر کا ذکر سابقہ کتب تورات اور انجیل میں بھی موجود تھا۔ اور جتنے انبیاء حضورؐ کی بشارت دیتے تھے۔ وہ بھی یہ بتاتے تھے۔ کہ ان کی پشت پر مہر ہوگی۔

سبحان اللہ! کیا مقام ہے حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا

اور کیا جمال ہے پیکرِ حسن تمام کا۔ ؎

اے شمعِ دل فروز ترا نور عرش گیر !!!

اے مہر نیم روز ہے تیرا فلک مقام

خوش بو ہیں بس گئی کہ بہاروں سے چھو گئی

پہنچی جو تیرے در پہ نسیم سبک خرام (ذیشر)

رحمتِ عالم سے بڑھ کر کوئی چیز خوبصورت نہیں

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں:۔

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ۔ (جامع ترمذی)

"میں نے کوئی شے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھی گویا کہ سورج آپ کے چہرہ میں جاری ہوتا تھا۔"

ایک تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طبعی طور پر از حد حسین و خوبصورت تھے۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ دوسرے وحی کے نور سے آپ کا نورِ حسن اور بڑھ گیا۔ صحابہؓ آپکے

لہ حضورؐ کا نور معنوی وصوری حادث اور مخلوق ہے۔ جب کہ اللہ کا نور غیر حادث اور قدیم ہے بعض جاہل اور غالی حضورؐ کے نور کو نور من نور اللہ کہتے ہیں یعنی حضورؐ اللہ کے نور سے ہیں چنانچہ ایک موضوع حدیث بھی سناتے ہیں۔ انا من نور اللّٰہ والخلق من نوری۔ "میں اللہ کے نور سے ہوں و ساری خلقت میرے نور سے ہے" یہ حدیث کسی یہودی دشمنِ اسلام و رسولؐ نے گھڑی ہوئی ہے' تاکہ مسلمان ایسا عقیدہ رکھ کر یہودیت نصرانیت اور ہندوازم کی راہ پر چلنے لگیں، کہ یہودی حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا (جزء) کہتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسےٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، اور ہندو کرشن کو خدا کا اوتار مانتے ہیں، اگر مسلمان حضورؐ کو خدا کے نور سے جدا شدہ مانیں تو یہ بھی کفر اور شرک کی راہ پر ہو گئے۔ پس حضورؐ صفت کے لحاظ سے نور ہیں، جیسے قرآن نور ہے، اور حضورؐ کا نور معنوی وصوری مخلوق اور حادث ہے۔

حسن و جمال کو دیکھ دیکھ کر مختلف حسین چیزوں کے ساتھ تشبیہیں دیتے تھے تاکہ دوسروں کو حضورؐ کے جمال دل فروز سے کچھ بتا سکیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضورؐ سے زیادہ خوب صورت کوئی چیز نہیں دیکھی۔ سمجھانے کے لئے فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ اتنے خوبصورت تھے۔ گویا آپ کے چہرے میں سورج جاری ہوتا تھا۔ اب آپ سورج کے آسمان پر چلنے کے تصور کو سامنے لائیں۔ بلکہ آسمان پر سورج کو چلتے دیکھیں، پھر اس نظارے سے حضورؐ کے چہرے کا نظارہ کریں۔ کہ اس طرح آفتاب آپ کے روئے انور پر رواں تھا۔ ؎

حضورؐ ماہِ منور ہیں، مہر انور بھی
ریاضِ انجم و مہتاب بھی جھک اٹھے
جہانِ نو کو ملی ہے نویدِ امن و سلام

حضورؐ سرورِ عالم بھی ہیں پیغمبر بھی
وجودِ پاک مکرّم بھی ہے، معطّر بھی
حضورؐ خلقِ مجسّم، کرم کے پیکر بھی

(تبسم)

حضرت یوسف علیہ السلام کو نصف حُسن عطا ہوا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معراج میں گئے۔ اور تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ قَدْ اُعْطِیَ شَطْرَ الْحُسْنِ۔ تحقیق دیئے گئے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام آدھا حُسن۔ (مشکوٰۃ باب المعراج)

نصف حسن سے مراد یہ ہے، کہ بہ نسبت اپنے زمانہ کے لوگوں کے حسن کے، نصف حسن رکھتے تھے۔ اور بعض شارحینِ حدیث یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن سے نصف حُسن رکھتے تھے، ہم حضورؐ کے حسن، اور حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کا مقابلہ ہرگز نہیں کرتے، البتہ یہ بات ضرور کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن کا یہ عالم تھا۔ کہ جب حضورؐ کی

صورت کی روشنی کا عکس دیوار پر پڑتا تھا۔ تو دیوار کو مثل آئینہ کر دیتا تھا۔ کہ اس میں سامنے کی چیزیں دکھائی دینے لگتی تھیں۔

نیز ترمذی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے:۔

"نہیں بھیجا اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کو مگر کہ خوب رو اور خوش آواز اور ہے پیغمبرؐ تمہارا خوب رو اور خوش آواز زیادہ سب سے"

اور یہ بھی حضورؐ کی حدیث ہے۔ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ۔ میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں۔" (مشکوٰۃ)

حضورؐ ہر امر میں سردار تھے۔ تمام صوری اور معنوی صفات میں بھی سردار تھے اور اسی میں حسن کی سرداری بھی داخل ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حسن ایک خاص فضیلت رکھتا تھا۔ ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں:۔

اگرچہ حسن فروشاں بجلوہ آمدہ اند
کس بہ حسن و لطافت بیار ما نرسد

"اگرچہ بہت حسین جلوہ گر ہوتے ہیں۔ لیکن کوئی اُس کے حسن و لطافت کو نہیں پہنچتا۔"

ہزار نقد ببازارِ کائنات آمد!
یکے بسکّہ صاحب عیار ما نرسد

"کائنات کے بازار میں ہزار نقد لائیں، ایک بھی ہمارے خالص سونے کے سکّہ کو نہیں پہنچ سکتا۔"

شیطان حضورؐ کی صورت نہیں بن سکتا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

مَنْ رَآنِی فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِی فَإِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِی صُوْرَتِی۔

"جس شخص نے دیکھا مجھ کو خواب میں۔ پس تحقیق دیکھا مجھ (ہی) کو۔ کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔" (بخاری۔ مسلم)

یہ رفیع الشان فضیلت خصوصیت کے ساتھ صرف حضورؐ ہی کو حاصل ہے اور کسی نبی، ولی، بزرگ، فرشتہ کو حاصل نہیں۔ شیطان حضورؐ کے سوا ہر کسی کی شکل بن کر خواب میں دھوکا دے سکتا ہے۔ گمراہ کر سکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس مردود کو یہ طاقت ہی نہیں دی۔ کہ وہ محمدؐ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی صورت میں خواب میں آ کر دھوکا دے۔

حضرت ابو قتادہ رضؓ کی روایت میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں:-

مَنْ رَآنِی فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ۔ (بخاری مسلم)

"جس نے دیکھا مجھ کو (خواب میں) پس تحقیق اس نے حق دیکھا۔"

یعنی سچا ہے خواب اس کا۔ اس نے مجھ ہی کو دیکھا، میرے غیر کو نہ دیکھا۔

اگر کوئی کہے۔ کہ حضورؐ کا وجود پاک تو صرف ایک ہی ہے۔ پھر خواب میں اگر ایک ہی وقت میں سینکڑوں آدمی حضورؐ کی زیارت کریں۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ خواب میں جو کچھ ہم دیکھتے ہیں، وہ اصل اور حقیقی وجود نہیں ہوتا۔ بلکہ اس چیز یا وجود کی مثال ہوتی ہے، جو بیدار ہونے پر زائل ہو جاتی ہے۔

خواب میں آپ دودھ پیتے ہیں۔ پھل کھاتے ہیں۔ باغ کی سیر کرتے ہیں، پھولوں کو دیکھتے ہیں۔ پرندے دیکھتے ہیں۔ کئی آدمیوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ گلے ملتے ہیں

پہاڑ، دریا، ندی نالے نظر سے گزرتے ہیں۔ لیکن جب آنکھ کھلتی ہے۔ تو کوئی چیز سامنے نہیں رہتی ۔ اس لئے نہیں رہتی۔ کہ ان چیزوں کے حقیقی وجود نہیں تھے ۔ وجودوں کی شکلیں اور مثالیں تھیں۔

اسی طرح خواب میں حضورؐ صلے اللہ علیہ وسلم کا حقیقی وجود نہیں آتا۔ بلکہ حقیقی وجود کی شکل وصورت دکھائی دیتی ہے۔ حقیقی وجود تو گنبد خضری ہیں مدفون ہے۔ (علیہ الف الف تحیۃ وصلوٰۃ) جو قیامت سے قبل قبر مبارک سے باہر نہیں آئے گا۔

تو جس خوش بخت کو خواب میں حضورؐ کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ وہ حضورؐ کے حقیقی وجود کی فردوس بدوش صورت پاک کو دیکھتا ہے جس میں کسی قسم کا شیطانی دخل نہیں ہوسکتا۔

تو بزرگی اور فضیلت اس جمالِ جہاں افروز کی یہ بیان ہو رہی تھی کہ حضورؐ کی صورت شیطان اختیار نہیں کرسکتا۔ رحمت للعالمین اور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی شکل نہیں بن سکتا۔ اور یہ خصوصیت صرف حضورؐ ہی کو حاصل ہے۔

۵

حسن سراپا، عشق مجسّم، صلے اللہ علیہ وسلم
روئے منوّر، گیسوئے پرخم، صلے اللہ علیہ وسلم
صاحبِ قرآں، فخرِ رسولاں، خسروِ دیں، رحمتِ یزداں
بادۂ عرفاں، ساقی عالم، صلے اللہ علیہ وسلم
انس کا مرکز، خیر کا مامن، شوق کا مرجع، درد کا مسکن
حُسن کا منبع، عشق کا سنگم، صلے اللہ علیہ وسلم

زخمہ وحدت، نغمہ کثرت، سازِ محبت، رازِ حقیقت
عنوانِ افسانۂ آدم، صلے اللہ علیہ وسلم
فرش سے ہے تا عرش اجالا، ذرہ ذرہ نور کا ہالہ
شمع دو عالم، مہر دو عالم، صلے اللہ علیہ وسلم
سازِ ازل سے سوزِ ابد تک ایک ترنم، ایک تلاطم
بربطِ جاری نغمۂ پیہم صلے اللہ علیہ وسلم (ساغر نظامی میرٹھی)

رحمۃ للعالمین کی خواب میں زیارت

, جو شخص سید الکونین والثقلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کرنا چاہے۔ وہ پہلے مندرجہ ذیل امور کی پابندی کرے۔

(۱) ۔ شرک اور بدعت کے تمام عقیدوں اور عملوں سے توبہ کرے، اور اگر موحّد متبع سنت ہے۔ تو شرک اور بدعت کے مسموم ماحول سے مجتنب رہے۔

(۲) ۔ پانچوں نمازیں ارکان کی طمانیت کے ساتھ اول وقت ادا کرے۔

(۳) ۔ اکل حلال اور صدق مقال کی ازحد پابندی کرے اور لباس بھی حلال ہو۔

(۴) ۔ ہاتھوں، پاؤں، آنکھوں، کانوں، اور زبان پر خوف خدا کا پہرہ ہے۔ یہ اعضاء کوئی حرکت خلاف شریعت نہ کریں۔

(۵) خیال، ذہن، ارادہ، تصوّر وغیرہ کو پاکیزہ رکھیں۔

(۶) ۔ حسد، کینہ، بغض، غیبت، بہتان، مسلمان کی بدخواہی، اور لغو گفتگو سے کنارہ کش رہیں۔ کسی سے وعدہ خلافی نہ کریں۔

(۷) ۔ بدن اور لباس پاک صاف رکھیں چہرے کو سنت کے نور سے (اگر محروم

ہیں) زینت دیں۔

(۸)۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دنیا ومافیہا کی محبت پر غالب رہے۔

(۹)۔تمدنی، معیشی، معاشرتی اور اخلاقی زندگی کے شب و روز سنت کے نور میں گزاریں، تمام امور میں جس قدر سنت کو زیادہ عمل میں لایا جائے گا۔ اتنا ہی تعلق حضورؐ سے زیادہ ہوتا جائے گا۔

(۱۰)۔رات کو بعد نماز عشاء، پاک جگہ پر بیٹھ کر، پاک صاف لباس پہن کر، خوشبو لگا کر مندرجہ ذیل درود شریف ۳۱۲۵ بار زیارت کی نیت سے ہر روز پڑھیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ ٥

پڑھنے کے بعد پاک صاف بستر پر سو رہیں۔ اور تین بجے شب اٹھ کر نماز تہجد پڑھیں یہ معمول جاری رکھیں۔ انشاء اللہ ضرور، ضرور، اس جمالِ جہاں فروز (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کی دولت سے مالا مال ہوں گے۔ ؎

گلوں کو خندہ وشی لبوں کو شیرینی ترے تبسم گوہر فشاں سے ملتی ہے
یہ آستانِ محمدؐ ہے اس طرف آؤ سکونِ قلب کی دولت یہاں سے ملتی ہے
وہ آبرو کہ ہے محروم آدمی جس سے وہ بزمِ سرورِ کون و مکاں سے ملتی ہے
(دُمرا)

آفتاب نکلا ہوا

ابی عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر سے روایت ہے۔ کہا اس نے کہ میں نے ربیع بنت معوذ بن عفراء صحابیہؓ سے کہا۔ صِفِيْ لَنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ بیان کر تو ہمارے لئے صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ قَالَتْ يَا بُنَيَّ لَوْ رَاَيْتَهٗ رَاَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً کہنے لگیں۔ اے بیٹے میرے! اگر دیکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ تو دیکھتا تو آفتاب کو نکلا ہوا۔" (مشکوٰۃ شریف)

یعنی والی بطحا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا دبدبہ، جلال،

بزرگی اور نورانیت رکھتے تھے، کہ گویا سورج چڑھا ہوا ہے۔ یہ ہے حضورؐ کا صوری جلال جو بلا مبالغہ ایک صحابیؓ نے بیان کیا۔

حضورؐ چاند سے بڑھ کر خوبصورت تھے

حضرت جابر بن سمرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ چاندنی رات تھی، کبھی میں نگاہ کرتا حضورؐ کے جمال کی طرف، اور کبھی میں دیکھتا چاند کی طرف۔ (گویا موازنہ کرتا تھا میں کہ دونوں میں کون خوب صورت ہے) اور حضرت انورؐ پر تھا جوڑا سرخ (یعنی اس میں سرخ اور سفید دھاریاں تھیں) فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ۔ "پس ناگہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بہت خوب صورت تھے نزدیک میرے چاند سے" (مشکوٰۃ شریف)

دانتوں سے نور کا اخراج

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے کے دو دانت کشادہ تھے۔ (یعنی ان دانتوں میں کچھ فرق تھا) جب حضورؐ کلام کرتے تھے تو ان کے آگے کے دانتوں سے کچھ نور کی مانند نکلتا دیکھا جاتا تھا" (دارمی شریف)

نور من نور اللہ کا عقیدۂ فاسدہ

سبحان اللہ! حضورؐ بشر رسولؐ تھے، ذاتِ اقدس سے صوری اور معنوی، حادث نور کا ظہور آپ کی کہکشاں گیر بزرگی اور فضیلت پر دلالت کرتا ہے، فتنہ گر غالی لوگ حضورؐ کے انوار صفاتی کو خدائے لم یزل کے قدیم نور میں شامل و شریک کر کے شرک اور کفر کی تاریک وادیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ معلوم نہیں ان کو "نور من نور اللہ" کے عقیدہ فاسدہ کی آگ سے کیوں خوف نہیں آتا۔ صیہونیت کی راہِ کفر پر کیوں گامزن ہیں۔ قرآن کہتا ہے:۔

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ط (پ۲۵ ع ۷)

"اور قرار دیا (مشرک) لوگوں نے واسطے اللہ کے اس کے بندوں میں سے حصّہ"

فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنا۔ یا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ماننا یا یہودیوں کا حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دینا۔ اللہ کا جز بنانا ہے۔ ایسے ہی حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نور من نور اللہ۔ اللہ کے نور میں سے جدا شدہ نور کہنا۔ اللہ کا جز۔ ٹکڑا۔ حصّہ بنانا ہے۔ جو صریحاً کفر اور شرک ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے :۔

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ "نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا"

یعنی نہ اللہ تعالیٰ کسی چیز سے نکلا۔ اور نہ اس سے کوئی چیز نکلی۔ اور غالی حضورؐ کے نور کو اللہ کے نور سے نکال کر اس آیت کا انکار کرتے اور کافر ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں۔ احمدؐ کی میم برقع ہے۔ اس برقع میں احد آیا۔ اللہ بشریت کا جامہ پہن کر آ گیا۔ (معاذ اللہ)

ایک مشرک نور من نور اللہ کی یوں تشریح کرتا ہے۔ ؎

اَحد ہی نے اوڑھی تھی اَحمدؐ کی چادر ٭ فقط میم کا اک بہانہ ملا تھا
یہ دولت نہیں ہے کبھی گھٹنے والی ٭ مجھے آج ایسا خزانہ ملا ہے
(نعوذ باللہ)

ایک کافر یوں بکتا ہے۔ ؎

مدینے کی مسجد کے منبر کے اُوپر ! !
بغیر عین کے میں نے اک رب کو دیکھا (نعوذ باللہ)

اس امت کے غالیوں، مشرکوں، اور کافروں نے یہودیوں، عیسائیوں اور مکے کے مشرکوں کو مات کر دیا ہے۔ کیا یہ محبتِ رسول ہے۔ یا توہینِ رسالتؐ ہے؟

رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:-

لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اِنَّمَا اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ ط (مشکوٰۃ)

"مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو حد سے بڑھایا تھا۔ (یاد رکھو) سوائے اس کے نہیں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ پس تم (مجھ کو یہی) کہو۔ عبداللہ و رسولہ۔ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول"

حضورؐ نورِ ہدایت تھے

بے شک حضورؐ نور تھے۔ یعنی نورِ ہدایت، صفاتی نور، آپؐ کے پسینے سے نور پیدا ہوا۔ آپکے دانتوں سے نور نکلا۔ آپ کا چہرہ مبارک چاند اور سورج سے بڑھ کر روشن اور تاباں تھا۔ آپ کے چہرہ مبارک کا عکس دیوار پر پڑتا۔ تو اس دیوار میں چیزیں نظر آنے لگتیں۔ آپ کے ہاتھ ریشم سے زیادہ نرم تھے۔ ہتھیلیوں سے خوشبو آتی تھی۔ پسینہ معطر تھا۔ تو یہ نورِ صفاتی، حادث اور مخلوق تھا۔ اور یہی بات آپ کی سب سے بڑی شان، سب سے اونچے مرتبے اور لامثال بزرگی پر دال ہے۔ کتنی سچی اور ایمان افروز حقیقت ہے اس شعر میں۔ ؎

فرشتوں کی نظر خیرہ ہے انوارِ صفاتی سے!
وہ کیا جانیں قدم انسانِ کامل کا کہاں پہنچا

پسینہ مبارک معطر تھا

روایت ہے ام سلیمؓ سے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آتے تھے ام سلیم کے یہاں، اور ان کے پاس قیلولہ کرتے تھے۔ (یعنی دوپہر کو استراحت فرماتے) پس بچھاتیں ام سلیم (حضورؐ کے لئے) ایک بچھونا چمڑے کا پس حضورؐ اس پر سوتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو پسینا بہت آتا تھا۔ (کیونکہ حضورؐ کثیر الحیا تھے) پس ام سلیمؓ آپ کا پسینا اکٹھا کرتیں۔ اور اسے اپنے عطر (کی شیشی) میں ملا دیتیں۔ جب حضورؐ نے دیکھا۔ کہ وہ آپ کا پسینا لیتی ہیں۔ تو فرمایا۔ اے ام سلیمؓ کیا کرتی ہے تو یہ پسینا؟ ام سلیمؓ نے کہا۔ آپ کا پسینا ہم اپنی خوشبویوں میں ملاتے ہیں۔ وَهُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ۔ اور پسینا تمہارا خوشبو ترین خوشبویوں سے ہے۔ (یعنی سب عطروں سے بہترین عطر ہے)۔

نوٹ:۔ ام سلیمؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محرموں میں سے تھی۔ رضاعت کے سبب، یا نسب کے سبب۔ ورنہ نامحرم کے ہاں جا کر کیوں سوتے۔ ام سلیمؓ خادم رسول حضرت انسؓ کی والدہ تھیں۔ بڑی جلیل القدر عالمہ فاضلہ خاتون تھیں۔

معجزے نبوت کی دلیل ہیں

سبحان اللہ! حضورؐ کا پسینا خوشبو اور عطر تھا۔ اس سے یہ غلیظ عقیدہ نہ بنا لینا کہ چونکہ حضورؐ کا پسینا معطر تھا۔ اس لئے حضورؐ بشر نہ تھے۔ یا جنس بشر سے خارج، خدا کے نور سے نکلے ہوئے نور تھے۔ خبردار! ایسے عقیدے سے نہ اللہ کی توحید پر ایمان رہے گا۔ نہ حضورؐ کی رسالت پر۔ اور نہ ہی قرآن کی صداقت پر، کیونکہ قرآن سے ثابت ہے۔ کہ حضورؐ بشر ہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ۔ (پ۱۶ ع ۳)۔ "کہہ دیجئے۔ سوا اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں" (لا مثال درجوں والا بشر)۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ (پ۱۱ ع ۵)

"البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسول تمہاری جنس (بشر) سے"

اللہ تعالیٰ مکہ کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ کہ رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری جنس سے آیا ہے۔ یعنی تم سب بشر اور انسان ہو۔ اس لئے تمہارا

رسول بھی بشر اور انسان ہے۔

پیغمبروں سے خرق عادت کام اور معجزے دیکھ کر جاہل لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی فوق البشر ہستی ہے۔ انسان نہیں ہو سکتا۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے مردے زندہ کئے۔ مادر زاد اندھے اور کوڑھی تندرست کئے۔ یہ معجزے تھے۔ معجزہ دراصل اللہ کا فعل ہوتا ہے۔ جو پیغمبر کی ذات سے صادر ہوتا ہے تاکہ لوگ اسے اللہ کا رسول مان لیں۔ کیونکہ معجزہ نبوت کی دلیل ہے۔

بجائے اس کے کہ معجزوں کو دیکھ کر لوگ پیغمبر کی نبوت پر ایمان لائیں، وہ بدبخت یہ کہنے لگتے ہیں۔ کہ یہ شخص اندر سے اللہ ہے۔ ظاہر انسانی صورت میں ہے یعنی اللہ انسانی شکل میں آیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے :۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (پ ع ۲)

"جن لوگوں نے کہا کہ مسیح بیٹے مریم کے (وہی) اللہ ہیں۔ کچھ شک نہیں۔ کہ یہ کافر ہو گئے"

معلوم ہوا۔ اللہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا۔ بشری جامہ نہیں پہنتا بھیس نہیں بدلتا۔ جو ایسا عقیدہ رکھتا ہے۔ وہ مذکورہ آیت کے حکم سے یقیناً کافر ہے اور ایسے شخص کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ کیونکہ اس نے قرآنی آیت کا انکار کیا ہے۔

پھر معجزے پیغمبر کے اختیار اور بس میں نہیں ہوتے۔ کہ جب چاہے دکھا دے، بلکہ سو فیصد اللہ کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ جب وہ چاہے۔ ظہور میں لے آئے ایسے ہی اولیاء اللہ کی کرامات بھی ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اللہ چاہے تو ان کو بزرگی کا مصدر بنا دے۔

راہ معطر ہو جاتی تھی | حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس راہ سے جاتے تھے پیچھے آنے والا شخص پہچان لیتا تھا۔ کہ حضورؐ اس راہ سے تشریف لے گئے ہیں۔ بسبب (آپ کے) عرق کی خوشبو کے۔"

(مشکوٰۃ باب اسماء النبیؐ)

نوٹ:۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جس راستے سے گزر کر جاتے تھے۔ وہ راستہ خوشبو سے مہک جاتا تھا۔ یعنی آپ کے عرق کی خوشبو سے ہوا معطر ہو جاتی اور وہ پھیل کر سارے راستے کو مہکا دیتی تھی۔ اور پیچھے آنے والے جان لیتے۔ کہ رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم اس راستے سے آگے تشریف لے گئے ہیں۔ یہ خوشبو حضورؐ کی ذاتی تھی۔ لگائی ہوئی نہ تھی۔ ؎

ترے وجود کی نکہت معطّر و جاوید ✤ ترا تکلّم شیریں گل وسمن کی فضا!

حریفِ مسندِ کسریٰ ہے بوریا و گلیم ✤ جوابِ سطوتِ قیصر ہے شانِ استغنا

ہوئی ہے شانِ کریمی سے ارض کی تطہیر ✤ فلاح و فوز کا مرکز بنا ہے غارِ حرا!

(ثمر)

ہاتھ کی ٹھنڈک اور خوشبو

جابر بن سمرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے ظہر کی نماز پڑھی۔ پھر آپ مسجد سے نکلے۔ اور اپنے گھر والوں کی طرف گئے۔ اور میں بھی ان کے ساتھ نکلا۔ (راستے میں) آگے آئے حضورؐ کے لڑکے۔ آپ نے (ازراہِ محبت) ان لڑکوں کے دونوں رخساروں پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا۔ اور میرے رخساروں کو بھی چھوا۔ پس پائی میں نے حضورؐ کے ہاتھ کی ٹھنڈک اور خوشبو، گویا کہ نکالا حضورؐ نے ہاتھ اپنا عطار کے ڈبہ سے۔"

(مشکوٰۃ شریف بحوالہ صحیح مسلم)

نوٹ:۔ مزکّیِ عالم، رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے بھی خوشبو آتی۔ جابر بن سمرہ رضؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضورؐ کے ہاتھ کی ٹھنڈک، اور خوشبو پائی

كَاَنَّمَا اَخْرَجَهَا مِنْ جُوْنَةِ عَطَّارٍ" گویا کہ حضورؐ نے اپنا ہاتھ عطار کے ڈبہ سے نکالا" مطلب یہ کہ ہاتھ مبارک سے بے حد خوشبو آ رہی تھی۔ گویا عطر میں ڈوبا ہوا تھا۔

یہ خوشبو بذاتہ تھی، لگائی ہوتی نہ تھی۔ البتہ آپ کبھی کبھی خوشبو لگایا بھی کرتے تھے۔ ملائکہ کی ملاقات کے لئے۔ یا وحی کے استقبال کے لیئے۔ ؎

ظاہر باطن نور کا مامن، ظاہر انساں باطن قرآن
دہر میں وہ اللہ کا پرچم، صلے اللہ علیہ وسلم
بت خانے برباد ہوئے، اور کفر سے دل آزاد ہوئے
اس سے خدا کا دین ہے محکم صلے اللہ علیہ وسلم
عصمت وعفت کا رکھوالا، درس اخوت دینے والا
عظمت کے اسرار کا محرم صلے اللہ علیہ وسلم
بے کس وناکس کا وہ حامی رحمتِ ایزد کا وہ پیامی
بارگہِ حق میں ہے مکرم صلے اللہ علیہ وسلم (یوسف ظفر)

حضورؐ کی نعت وصفت تورات میں

روایت ہے حضرت انسؓ سے کہ ایک یہودی لڑکا خدمت کرتا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ پس بیمار ہوا وہ۔ حضورؐ اس کی عیادت کو آئے۔ پس پایا آپ نے اس کے باپ کو۔ کہ اس کے سر کے پاس بیٹھا تورات پڑھ رہا ہے۔ (جیسے مسلمان مرنے والے کے پاس سورۃ یٰسین پڑھتے ہیں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ کو فرمایا۔ اے یہودی پوچھتا ہوں میں۔ اور قسم دیتا ہوں تجھ کو اس خدا کی جس نے اتاری تورات حضرت موسٰیؑ پر۔ آیا پاتا ہے تو تورات میں نعت میری، اور صفت میری، اور نکلنا میرا۔ (یعنی ہجرت کرنا میرا)۔ کہا

اس یہودی نے نہیں پاتا ہیں (یہ باتیں تورات میں) کہا اس لڑکے نے بَلٰی وَاللّٰہِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا نَجِدُ لَکَ فِی التَّوْرٰۃِ نَعْتَکَ وَصِفَتَکَ وَمَخْرَجَکَ وَاِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔" ہاں قسم خدا کی اے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم بلاشبہ ہم پاتے ہیں آپ کے لئے تورات میں نعت آپ کی اور صفت آپ کی اور نکلنا آپ کا (ہجرت کرکے)۔ اور بلاشبہ میں گواہی دیتا ہوں یہ کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں" ۔ پھر فرمایا حضورؐ نے اپنے یاروں کو، اٹھا دو اِس کے باپ کو اس کے سر کے پاس سے، اور والی ہو تم اپنے (دین کے) بھائی کے ؛ یعنی امور تجہیز وتکفین وغیرہ تم سرانجام دو۔" (مشکوٰۃ باب اسماء النبیؐ)

نوٹ:۔ نعت اور صفت کے معنی ایک ہی ہیں ۔ نعت سے مراد صفات ذاتی اور باطنی ہیں ۔ اور صفت، صفات ظاہری کو کہتے ہیں ۔

اس حدیث سے معلوم ہُوا ۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صفات، اور حلیہ مبارک پہلی کتابوں تورات وغیرہ میں مکتوب تھا ۔ لیکن یہودی بدبخت' حاسد علماء اور ان کے اتباع دانستہ آپؐ کی ان صفات کو چھپاتے تھے ۔ عوام کو نہیں بتاتے تھے ۔ اگر بتاتے تو ان کو خود بھی مسلمان ہونا پڑتا ۔ اور مریدوں، اور مقتدیوں کو بھی اسلام قبول کرنا پڑتا ۔ اگر ایسا ہوتا تو انکی روٹی ماری جاتی' پیری مریدی کی دکانیں ٹھپ ہو جاتیں' کیونکہ مولویوں اور مقتدیوں' پیروں اور مریدوں کو ایک ہی صف میں حضورؐ کے پیچھے کھڑا ہونا تھا ۔ آہ ! اگر علماء اور مشائخ نیک نیتی سے لوگوں کو حق سنائیں' نہ کچھ چھپائیں ۔ تو عوام سب راہِ راست پر آجائیں اور کوئی جھگڑا نہ رہے ۔ ؎

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا ، نہ قرینہ تجھ میں خلیل کا
ہیں ہلاکِ جادوئے سامری تو قتیلِ شیوۂ آذری (اقبالؒ)

رحمتُ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ دیکھے (اقبالؒ)

بنی آدم کے بہترین طبقوں سے

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

بُعِثۡتُ مِنۡ خَیۡرِ قُرُوۡنِ بَنِیۡ اٰدَمَ قَرۡنًا فَقَرۡنًا حَتّٰی کُنۡتُ مِنَ الۡقَرۡنِ الَّذِیۡ کُنۡتُ مِنۡهُ ط (بخاری شریف)

"بھیجا گیا میں بہترین طبقوں سے بنی آدم کے، قرن سے قرن کے بعد یہاں تک کہ ہوا میں ایسے قرنوں سے کہ ہوں میں اُس سے"

یعنی حضورؐ کی پشت پاک، آپ کے والد گرامی کی پشت اور دادا مکرم کی پشت سے لے کر تا آدم سب پشتیں خصائل حمیدہ اور اعلیٰ اخلاق کی حامل رہی ہیں۔ بنی آدم کے بہترین طبقوں سے وہ طبقہ ہے جس میں حضورؐ کے باپ تھے۔ جیسے اسماعیل کے بعد کنانہ اور کنانہ کے بعد قریش، اور قریش کے بعد ہاشمی تھے یعنی حضورؐ جس طبقہ سے تھے۔ وہ طبقہ اولاد آدم سے بہترین طبقہ ہے، از روئے خصائل حمیدہ و فضائل شریفہ۔

پھر حضورؐ جس قرن میں رحمت فرمائے جہانِ رنگ و بو ہوئے، یہ قرن تمام قرون سے بہتر تھا۔ از راہ خیر و برکت و دین و مذہب۔ حضورؐ خود فرماتے ہیں:۔

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ "تمام زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے" جس میں وحی کا نزول ہو رہا ہے۔ قرآن کے اترنے کی برکتوں کے بادل برس رہے ہیں۔ اللہ کے رسولؐ کا عمل بالقرآن نور پھیلا رہا ہے۔ ظلمت مٹ رہی۔ اور اجالا ابھر رہا ہے۔ پھر آپ کے قرن کے بعد جو قرن آیا۔ اس نے حضورؐ کے قرن کا اتصال پایا۔ اس اتصال کے باعث وہ بھی ثانوی درجہ میں حامل خیر ہوا۔ یعنی زمانہ تابعین۔ اسی طرح اس قرن کے متصل جو قرن آیا۔ وہ بھی تیسرے درجہ میں خیر القرون ہوا۔ جسے زمانہ تبع تابعین کہتے ہیں۔ ان تینوں زمانوں کے درجہ بدرجہ بہتر ہونے کی شہادت جناب رحمت للعالمینؐ نے دی ہے۔

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ط (ترمذی)

"سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر اس کے بعد والوں (تابعین) کا پھر اس کے بعد والوں (تبع تابعین) کا۔"

ان تین زمانوں کو جو دین کے لحاظ سے خیر و برکت حاصل ہوئی، یہ حضرت رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس کی رحمت اور برکت سے حاصل ہوئی۔ اور یہ رحمت اور برکت عبارت ہے حضورؐ کی رسالت و نبوت اور آپ کی سنت کے نور سے۔ ~~~

شش جہت روشن ز تاب روئے تو
ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو (اقبالؒ)

در جہاں شمع حیات افروختی
بندگاں را خواجگی آموختی (اقبالؒ)

از تو بالا پایۂ ایں کائنات
فقر تو سرمایۂ ایں کائنات (اقبالؒ)

قرونِ ثلاثہ کا اسلام سند ہے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے (صحابہؓ)، تابعینؒ کے زمانے، اور تبع تابعینؒ کے زمانے کی خیریت کی خبر دی ہے۔ یعنی ان زمانوں میں دین کے اندر خیر ہی خیر رہے گی۔ لوگ ان زمانوں میں کتاب وسنت پر چلیں گے۔ شرک، بدعت اور رسموں کی آندھی کا گلستانِ اسلام میں گزر نہ ہوگا۔

ان تین زمانوں کی حدبندی یہ ہے۔ کہ آخری صحابی حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ تو صحابہ کا زمانہ ۱۱۰ھ تک ہوا۔ "تابعین کا دور ۱۸۰ھ تک ہے اور تبع تابعینؒ کے دور کی مدت ۲۲۰ھ تک ثابت ہے۔ پس دو صد بیس برس تک خالص اسلام کا دور ہے۔ اس دور کے بعد آہستہ آہستہ عجمی سازش رنگ لائی۔ اور غیر اسلام چیزیں اسلام میں بار پاتی گئیں۔ اسلام عرب سے نکل کر دنیا کے دوسرے ملکوں میں گیا۔ ان ملکوں کے لوگوں کے جاہلی عقیدوں، رسموں، اور عملوں کی راہ اسلام کے عسلِ اصیل میں ملتی گئی۔ حتیٰ کہ شرک اور کفر کے میلے سے بھی یہ نہرِ خالص آلودہ ہوگیا۔

تیسری صدی ہجری کے بعد تقلید جامد نکلی۔ جس نے مسلمانوں کی "آنکھوں" پر پٹی باندھی۔ اور "گلے" میں شخصی امامت کا گلوگیر ڈالا۔ جیسے حیوانوں کے گلے میں قلادہ ہوتا ہے۔ پھر جن مسلمانوں نے ایسی تقلید کے برگ حشیش کا عصارہ نوش کیا ان کی اونگھ کا خیلِ حیات اقوالِ رجال کے میدان سے باہر نہ نکل سکا۔ کتاب وسنت کے نور، علم ودانش، اور تحقیق کی روشنی میں اس کی آنکھ کھل نہ سکی۔ قلادہ گیر جدھر چاہے اسے لئے پھرے۔ یہ بے زبان بے بس ہے، بقول مولانا رومیؒ۔ ؎

گرچہ عقلت سوئے بالا می برد
مرغِ تقلیدت بہ پستی می چرد

"اگرچہ تیری عقل بلند پروازی چاہتی ہے لیکن تیری جامد تقلید نے
تجھے پست ہمت کر رکھا ہے"

یہ تقلید جامد ہی کی نحوست ہے، کہ مقلد بھائیوں کو صحیح حدیث دکھائیں، تو وہ حدیث کو دانستہ چھوڑ کر قولِ امام پر عمل کرتے ہیں۔ عوام تو رہے ایک طرف۔ محراب و منبر کے "وارث" "بھی بہی" "سم" بخوشی پھانک رہے ہیں۔ یہ سحر ہے تقلید جامد کا! یا نشہ ہے ہم آغوشی "بنت عنب" کا۔

بلا دلیل قولِ امام پر چلنے (یعنی تقلید جامد) کا ذکر یہاں اس لئے آگیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جن تین زمانوں کی خیریت کی خبر دی ہے۔ ان زمانوں میں تقلید جامد جیسی کوئی چیز نہیں پائی گئی۔ تمام مسلمان صرف کتاب و سنت کی دلیل سے عمل کرتے تھے۔ آیت اور حدیث کی روشنی میں دین کی راہ پر چلتے تھے۔ آج ہم بھی اپنے بھائیوں کو قرون مشہود لہا بالخیر (وہ تین زمانے جن کی خیریت کی، حضورؐ نے شہادت دی ہے) کے سلفی مسلمانوں کے طرزِ عمل کی دعوت دیتے ہیں۔

تقلید کے علاوہ عجمی تصوف کی ساحری نے مسلمانوں کو جمود و خمار کے کو کنار کا شربت پلایا جس کے نتیجہ میں مسلمان صدیوں سے حال مست ہے۔ فقر خانقاہی نے اس کی تاریک رات روشن نہیں ہونے دی، حتےٰ کہ اندوہ و دلگیری اس کا مقدر بن گیا۔ سہ

توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسم شش جہات
ہو نہ روشن اس خدا اندیش کی تاریک رات

تم اسے بے گانہ رکھو عالمِ کردار سے!
تا بساطِ زندگی میں اسکے سب مہرے ہوں مات

ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خوب تر
جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات
مست رکھو ذکر و فکرِ صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کردو مزاجِ خانقاہی میں اسے (اقبالؒ)

کہ ؎

فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

قرون مشہود لہا بالخیر کے سلف صالحین بالکل کتاب و سنت کے نور میں گام فرسا رہے۔ اس لئے ان کے اعمال آفتابِ رسالت کے آگے سحاب و حجاب نہ بنے، لیکن عجمیوں کے غل و غش بھرے عقائد و اعمال نے جمالِ مصطفےٰ کو دھندلا دیا ہے مسلمان کتاب و سنت کی صبوحی جنتی خالص پئے گا۔ جمالِ مصطفےٰ اتنا ہی تاباں و درخشاں ہو کر اس کے ایمان کو روشن کرے گا۔ اور شرک و بدعت کے میلے کا سیّال اسلام کے شرابِ طہور میں مل کر ایمان کا دیا بجھا دیگا۔ ؎

تو چہ دانی عصرِ ما با ما چہ کرد
از جمالِ مصطفےٰ بے گانہ کرد (اقبالؒ)

"تو کیا جانے کہ ہمارے (الحاد بھرے) زمانے نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ — یہ کیا۔ کہ ہمیں جمالِ مصطفےٰ سے بے گانہ کر دیا!"

یاد رہے کہ جمالِ مصطفےٰ حدیث و سنت کا وہ سراجِ منیر ہے جس کی روشنی میں قرآن پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ جو مسلمانوں کو شرک و بدعت، بے حیائی، بدکاری، بداخلاقی، تمام رذائل اور نواہی کے اندھیروں سے نکال کر شاہراہ بہشت پر، چلاتی ہے۔ جو ٹوٹے ہوئے تارہ کو مہِ کامل بناتی ہے۔ جو دنیا سنوارتی۔ آخرت بناتی اور جنت کی ضمانت دیتی ہے۔ وہ چراغ جس کے نور میں مسلمان کا مرور

حورانِ جنت کو دعوتِ نظارہ دینا اور فرشتوں کو رشک کی چاندنی میں نہلاتا ہے ؎

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغِ چمن
پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیرہن
برگِ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح!
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن
اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن
من کی دنیا؟ من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا؟ تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن
من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج!
من کی دنیا میں نہ دیکھے ہیں نے شیخ و برہمن
پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن (اقبالؒ)

یہ ہیں وہ اشعار جو جمالِ مصطفےٰ کے نور کا پرتو ہیں اور معرفتِ کردگار کا آئینہ!۔

رحمتِ عالمؐ بنی ہاشم سے چُنے گئے

واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہا اس نے، سنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے، کہ فرماتے تھے:۔

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ وُّلْدِ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِنْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ۔ (صحیح مسلم)

"بے شک چن لیا حق تعالیٰ نے کنانہ کو اولاد اسمٰعیل سے اور چن لیا قریش کو کنانہ سے۔ اور چن لیا قریش سے بنی ہاشم کو، اور چن لیا مجھ کو بنی ہاشم سے۔"

(نوٹ):۔ قریش اس لئے نام رکھا گیا۔ کہ دریا میں ایک مچھلی ہے۔ اس کو قریش کہتے ہیں۔ وہ سب مچھلیوں کو کھا جاتی ہے۔ اور اسے کوئی مچھلی نہیں کھاتی۔ نہ اس پر غالب آتی ہے۔ قاموس میں قریش کا یہی مطلب لکھا ہے۔

قریش سے بنی ہاشم کو چن لیا۔ اور بنی ہاشم سے مجھ (محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کو چنا۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم خلاصہ ہیں خلاصوں کے۔ اور برگزیدہ ترین ہیں برگزیدوں کے۔ یعنی حسب نسب کے لحاظ سے حضورؐ سب سے اعلےٰ، افضل، برتر اور سب کے سردار ہیں۔

حضورؐ کا نسب نامہ

ابو القاسم محمدؐ بن عبداللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نضر بن نزار بن معد بن عدنان ......

نسب نامہ بتانے کی وجہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا نسب اس لئے بتایا تاکہ لوگوں کو یہ بات یاد رہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آدم کی اولاد میں سے ہیں۔ انسان اور بشر ہیں (سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم)

افسوس مسلمانوں میں ہی کئی بدبخت ایسے ہیں۔ جو کہتے ہیں حضورؐ بشر نہیں۔ ان کو بشر کہنا کفر ہے (معاذ اللہ) دراصل یہ لوگ جناب رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے پرلے درجہ کے بے ادب ہیں۔ کیونکہ یہ حضورؐ کا نسب گم کرنے، اور ان کو انسانی جنس (جو اشرف المخلوقات ہے) سے خارج کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی قرآنی آیت قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ کا انکار، اور مذکورہ حدیث (جس میں حضورؐ نے اپنا نسب انسانی بیان کیا ہے) کی تکذیب کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اگر آپ کسی مولوی کو کہیں۔ کہ تم انسان نہیں ہو۔ وہ بہت بُرا منائے گا۔ اگر کسی کو کہیں، تمہارا باپ انسان نہیں۔ تیرا مرشد انسان نہیں۔ تو وہ لڑ پڑے گا۔ صد حیف جو یہ کہے کہ حضورؐ انسان نہیں۔ بشر نہیں۔ یہ مسلمان کیسے رہا؟

یہی وجہ ہے۔ کہ حضورؐ نے اپنا نام پاک (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے باپ کا نام، دادا کا نام، پردادا کا نام، پردادا کے باپ دادا، پردادا کے نام بہت دور تک سنا دیئے۔ بتا دیئے۔ لکھوا دیئے۔ تاکہ کوئی بدطینت آپ کو جنس انسانی سے خارج کر کے نور من نور اللہ نہ کہے۔ خدا نہ کہے۔ بلکہ اس بات پر ایمان لائے۔ اور زبان سے اقرار کر کے شہادت دے۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ؕ

"میں (دل کی تصدیق کے ساتھ) گواہی دیتا ہوں۔ کہ حضرت محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں"

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ، تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرّہِ ریگ کو دیا، تو نے طلوعِ آفتاب

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ط

سرورِ کائنات بہترین گھرانہ سے تھے

حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (غم و غصہ میں بھرے ہوئے۔ کیونکہ) انہوں نے سنا کافروں کا کچھ طعن (حضورؐ کے بارے میں) پس کھڑے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر پس فرمایا:۔

مَنْ اَنَا۔ (جانتے ہو تم) میں کون ہوں؟

صحابہؓ نے عرض کیا۔ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ "آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔

پھر حضورؐ نے فرمایا:۔

اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔ " میں محمدؐ ہوں بیٹا عبداللہ بن عبدالمطلب کا "

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ ثُمَّ جَعَلَھُمْ فِرْقَتَیْنِ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ فِرْقَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ قَبِیْلَۃً ثُمَّ جَعَلَھُمْ بُیُوْتًا فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِھِمْ بَیْتًا فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَخَیْرُھُمْ بَیْتًا ط (ترمذی شریف)

"بیشک اللہ تعالیٰ نے پیدا کی خلقت۔ پس کیا مجھے بہترین خلقت میں (کہ انسان ہیں) پھر کیا آدمیوں کو دو فرقے (عرب اور عجم) پس کیا مجھ کو ان کے بہترین فرقہ میں (کہ عرب ہیں) پھر کیا ان (عرب کو) قبیلہ قبیلہ پس کیا مجھ کو ان کے بہترین قبیلہ میں (کہ قریش ہیں) پھر کیا قریش کو گھرانہ گھرانہ، پس کیا مجھ کو بہترین گھرانوں میں۔ (کہ گھرانہ ہاشم کا ہے) پس میں بہترین آدمیوں کا ہوں (ذات اور

حسب ہیں)۔ اور بہترین ان کا ہوں گھرانہ ہیں ۔"

(نوٹ):۔ کافروں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں طعن کیا کہ وہ نبوت کے لائق نہیں تھے۔ بلکہ عرب کے شرفا اور کبریٰ نبوت کے لائق تھے۔ حضرت عباسؓ کفار کی یہ بات سن کر غم و غصہ میں بھرے ہوئے حضورؐ کے پاس آئے ۔ یہ سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چاہا ۔ کہ اپنی شان ان پر ظاہر کریں ۔ تاکہ وہ جانیں کہ حضورؐ بزرگ ہیں حسب و نسب میں اور اشرف ہیں تمام مخلوق میں ۔ آپ سے بڑی شان اور بزرگی والا اللہ نے پیدا ہی نہیں کیا۔ اس لئے نبوت کے وہی سب سے زیادہ حق دار ہیں۔

یعنی آپ اللہ کے رسولؐ ہیں ۔ عبداللہ کے بیٹے ہیں ۔ جو حسین ترین نوجوان اور شریف ترین انسان تھے، حضورؐ پوتے ہیں عبدالمطلب کے جو شرافت، اخلاق اور اعلیٰ کردار کے لئے عرب میں مشہور تھے ۔

اللہ نے تمام مخلوق پیدا کی، اور سب مخلوق میں بہترین خلق انسان ہیں، اشرف المخلوقات حضورؐ اسی بہترین خلق سے ہیں ۔۔ انسان ، بشر، سید البشر ہیں صلے اللہ علیہ وسلم ۔

پھر انسانوں کے دو گروہ عرب اور عجم ہوئے۔ حضورؐ بہترین گروہ یعنی عرب سے ہوئے۔ پھر عرب کے بہت سے قبیلے ہوئے، حضورؐ ان قبیلوں میں سے بہترین قبیلہ قریش سے ہوئے۔ پھر قریش کے متعدد گھرانے ہوئے۔ حضورؐ ان گھرانوں میں سے بہترین گھرانہ ہاشم سے ہوئے۔ پس آپ سے بڑھ کر کوئی شریف، کبیر، معزز، مکرم، بزرگ، عظیم نہیں ہوا ۔ نہ حسب و نسب کے لحاظ سے ۔ نہ اخلاق و کردار اور حسن و جمال کے لحاظ سے ۔ پھر نبوت کے لئے آپ سے بڑھ کر اور کون حقدار ہو سکتا تھا۔ ہر بات میں آپ لامثال اور ہر صفت میں لاجواب!

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۝

"اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے۔ اور اللہ بڑا فضل (کرنے) والا ہے" (پ ۱ ع ۱۳)

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ؕ

"اور (اے محمدؐ) اللہ کا تجھ پر فضل عظیم ہے"

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۔ (پ ۸ ع ۲)

"اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کس جگہ رکھے رسالت اپنی کو"

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب اور لازوال حکمت سے حضورؐ کو رسالت کے لئے منتخب کیا۔ تو یہی دلیل ہے حضورؐ کی رسالت کے مہر درخشاں کی جو تا صور اسرافیل نصف النہار پر رہے گا۔ ؎

رخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

جب حضرت آدم گوندھی ہوئی مٹی میں تھے

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ صحابہؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ ۔ آپ کے لئے نبوت کب واجب (ثابت) ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ وَاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (اس وقت واجب و ثابت ہوئی) جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے"

(ترمذی شریف)

یعنی ان کا پتلہ زمین پر پڑا تھا بے جان۔ ابھی روح جسم میں داخل نہ ہوئی تھی۔ اس وقت سے میری نبوت ثابت ہے۔

روایت ہے عرباض بن ساریہؓ سے۔ اس نے نقل کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے، یہ کہ فرمایا حضورؐ نے:۔

اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ مَکْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ وَسَاُخْبِرُکُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ دَعْوَۃُ اِبْرَاھِیْمَ وَبَشَارَۃُ عِیْسٰی وَرُؤْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَأَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ وَقَدْ خَرَجَ لَھَا نُوْرًا اَضَاءَ لَھَا مِنْہُ قُصُوْرُ الشَّامِ ط (مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین)

"بے شک میں لکھا ہوا ہوں اللہ کے نزدیک ختم کرنے والا نبیوں کا اس حال میں کہ آدم پڑے ہوئے تھے زمین پر اپنی مٹی گوندھی ہوئی میں۔ اور اب خبر دوں میں تم کو ساتھ اول امر اپنے کے۔ کہ وہ دعا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی۔ اور خوش خبری دینا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا۔ اور خواب دیکھنا میری ماں کا کہ دیکھا انہوں نے جب جنا مجھ کو۔ اور بیشک ظاہر ہوا میری ماں کے لئے ایک نور کہ روشن ہوئے ان کے لئے اس نور سے محل شام کے۔"

اس حدیث شریف سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

(۱)۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میں اللہ کے نزدیک خاتم النبین لکھا ہوں۔ جب کہ حضرت آدم گوندھی ہوئی مٹی میں تھے۔ کہ ابھی ان میں روح نہ پھونکی گئی تھی۔

اگر حضورؐ کی نبوت خدا کے علم یا تقدیر الٰہی میں تھی، تو یہ بات سب نبیوں کی نبوت کو شامل ہے، اور بالفعل تو حضورؐ کی نبوت دنیا میں ہوئی۔ اس وقت نہ تھی؟

تو اس بات کی تفہیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبین ہونا صرف حضورؐ کے لئے ہی تھا۔ کسی اور نبی کے لئے یہ درجہ اور بزرگی خدا کے علم میں نہ تھی اور یہ بڑی فضیلت اور شان ہے رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی، جو کسی دوسرے نبی کے لئے ثابت نہیں ہے۔

تقدیم نبوت

پھر اللہ تعالیٰ نے رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت، ان کی بزرگی اور سرداری کا اس وقت اعلان کیا۔ جب سب انبیاء ابھی عالم ارواح میں تھے۔ ان سب سے اقرار لیا کہ جب تم نبی بنا کر دنیا میں بھیجے جاؤ گے۔ اگر تمہاری زندگی میں پیغمبر آخر الزمان حضرت محمدؐ مصطفیٰ تشریف لے آئے، تو ان کی نبوت پر ایمان لانا۔ اور امتی بن کر ان کے دین کی مدد کرنا۔ تو گویا حضورؐ کی نبوت ثابت اور علی الاعلان واجب ہو رہی ہے۔ عالم ارواح میں، اس سے حضورؐ کی نبوت کے لئے سبقت اور تقدیم ثابت ہوتی ہے، جو آپ کے افضل، اشرف، اکمل، احسن، اور سب نبیوں اور تمام اولاد آدم کی سرداری پر دلالت کرتی ہے پس حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے جو مرتبہ، بزرگی، شان اور درجہ آپ کی نبوت کو اللہ کے علم میں ملا۔ ایسا درجہ کسی کو نہ ملا۔ یوں سمجھیں کہ سب سے پہلے اللہ کے علم میں حضورؐ خاتم النبیین قرار پائے۔ پھر دوسرے نبیوں کی فہرست شروع ہوئی۔ شروع بھی علم الٰہی میں نبوت کا سلسلہ آپ ہی کے نام سے ہوا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ۔ اور ختم بھی نبوت آپ ہی کے نام پر ہوئی۔ اَنَا خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

یہ تکریمات اور تشریفات صرف جناب رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہی ہیں۔

تنویر کہکشاں ہے تیری گردِ راہ میں
تیری جھلک ہے جلوۂ عالم پناہ میں (ذمر)

عقیدہ فاسدہ سے حذر کریں

بعض غالی کہتے ہیں، کہ اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ آپ اس وقت بھی تھے جب آدم گوندھی ہوئی مٹی میں تھے۔ پھر آپ کا نور کئی ہزار سال تک قطب تارے میں

رہا۔ آپ اللہ کے نور سے ہیں۔ لہذا اللہ اور محمدؐ دو نہیں ۔ وغیرہ خرافات۔

یاد رہے۔ کہ جس حدیث میں آیا ہے۔ کہ حضرت آدم گوندھی ہوئی مٹی میں تھے" وہاں ہی یہ بھی ہے۔ میں اللہ کے نزدیک خاتم النّبیین لکھا ہوا تھا" اس سے آپ کا نبی ہونا ثابت ہے، اور نبی انسان ہوتا ہے۔ مخلوق ہوتا ہے۔ اللہ کا عبد، اور غلام ہوتا ہے۔ زندگی رواں دواں رکھنے کے لئے روٹی پانی اور ہوا وغیرہ میں اللہ کا محتاج ہوتا ہے۔ ماں، باپ، بیوی، بچے، کنبہ قبیلہ اور برادری رکھتا ہے، اور پھر نبی پر موت بھی آتی ہے، یہ سب باتیں اللہ کے پیارے اور سچے نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر پوری اتریں۔ پھر کس طرح حضورؐ خدا یا خدا کے نور سے ہو سکتے ہیں۔ یا اللہ کی مانند قدیم اور غیر حادث۔ یہ ملحدانہ اور مشرکانہ عقیدے ہیں۔ جو غالی مسلمانوں نے اختیار کر رکھے ہیں۔

دعائے خلیلؑ

(۲) مذکورہ حدیث میں دوسری بات حضورؐ نے یہ بیان فرمائی ہے وَسَاُخْبِرُکُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِیْ دَعْوَۃُ اِبْرَاھِیْمَ — "اور اب خبر دوں میں تم کو اپنے اوّل امر سے کہ وہ دعا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی"

اوّل امر یعنی جو ظاہر ہوئی نبوت حضورؐ کی اور بلند مرتبے دنیا میں۔ تو یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے ظاہر ہوئی۔ جو دعا کی انہوں نے حضورؐ کی رسالت کے لئے خانہ کعبہ بناتے وقت جس کا ذکر قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے:-

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ ؕ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ (پ ع ۱۵) — (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی) "اے رب ہمارے اور بھیج ان (مکہ والوں) میں رسول انہیں (کی جنس) میں سے، (جو) پڑھے ان پر آیتیں تیری اور سکھلا دے

ان کو کتاب و حکمت اور پاک کرے ان کو، بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔"
یہ ہے دعائے خلیلؑ، پیغمبر آخر الزمان کے لئے، اسی دعا کے نتیجے میں رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ یعنی حضورؐ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے جلوہ فرمائے عالم رنگ و بو ہوئے۔ پھر حضورؐ نے نبوت کا تاج زیب سر کر کے اہل مکہ پر اللہ کی آیتیں پڑھیں۔ ان کو قرآن کی تعلیم دی۔ قرآن کی حکمت، مطلب، مفہوم اور تشریح بھی سکھائی، اور انہیں رذائل کی نجاست سے پاک کیا۔ یہاں تک کہ عرب کی سرزمین سے اندھیرے مٹ گئے اور توحید و صداقت کا آفتاب جلوہ بار ہو گیا۔ ؎

زمانہ ہو گیا تقدیس آثار ٭ رسول اللہ جب تشریف لائے
حضوری میں سیادت دست بستہ ٭ فقیروں نے سریر و تاج پائے
غرض تاریخ کے دھارے بدل کر ٭ حریم قدس کے نغمے سنائے (ثمر)

(۳)۔ تیسری بات حضورؐ نے فرمائی۔ وَبِشَارَةُ عِیسٰے۔ اور میں سنور اول خوشخبری دینا حضرت عیسٰے علیہ السلام کا ہے۔" یعنی حضرت عیسٰےؑ نے خوش خبری دی تھی کہ جس پیغمبر اعظم صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے کی تمام پیغمبر خبر دیتے آئے ہیں۔ وہ نورانی صبح اب میرے بعد طلوع ہو گی۔ وہ جان جہاں، آب بقا رضیا، رشک ارم نبی آخر الزماں محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم میرے بعد تشریف لے آئیں گے وہ سراج منیر اب میرے بعد دنیا میں اجالا کرنے والا ہے۔ جیسے کہ قرآن کہتا ہے:۔

نوید مسیحا

وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ (پ۲۸ ع ۹)

"اور جب کہا عیسٰے ابن مریم نے اے بنی اسرائیل تحقیق میں خدا کا رسول ہوں۔ تمہاری طرف، تصدیق کرنے والا اس چیز کی کہ آگے میرے ہے

توریت سے اور خوش خبری دینے والا ساتھ اس پیغمبر (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کے کہ آئے گا پیچھے میرے، نام اس کا احمدؐ ہے۔"

پس حضورؐ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بشارت کے مطابق آئے، دعائے خلیل و نویدِ مسیحا کے بموجب ضو گسترِ عالمِ ناسوت ہوئے۔ ؎

اللہ نے اپنی رحمت سے اک چاند عرب میں چمکایا!
کیا خوب کرشمہ قدرت کا دنیا والوں کو دکھلایا

رحمتِ عالم کی والدہ کا خواب

(۴) وَرُؤْیَا اُمِّیْ رَأَتْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ۔ "اور بدستور اول امر میرا، خواب دیکھنا ہے میری والدہ کا۔ دیکھا انہوں نے جب جنا مجھ کو۔"

حضورؐ کی والدہ آمنہ کا جب وضع حمل کا وقت قریب آیا۔ تو انہوں نے خواب میں دیکھا۔ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرًا ـ "اور تحقیق ظاہر ہوا انکے لئے نور" اَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ ـ جس سے روشن ہوئے ان کے لئے شام کے محل۔"

یعنی حضورؐ کی پیدائش کے وقت آمنہ محترمہ سے ایک نور ظاہر ہوا۔ کہ ملک شام کے دیار و امصار روشن ہو گئے۔

دراصل حضورؐ کی والدہ کو دو دفعہ نور نظر آیا۔ ایک بار خواب میں جب آپ حاملہ ہوئیں۔ اور دوسری بار وضع حمل کے وقت، چنانچہ تاریخ البدا یہ ابن کثیر باب عفت مولدہ میں ہے۔ کہ حضورؐ کی والدہ آمنہ نے فرمایا۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا وقت قریب آیا۔ اور حضور میرے بدن سے جدا ہوئے، تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس کے باعث مشرق سے مغرب تک روشنی پھیل گئی۔ اور بصریٰ شہر جو ملک شام میں ہے، اس کے محل نظر آنے لگے۔ اور اس شہر کے اونٹوں کی گردنیں بھی دکھائی دینے لگیں۔"

واضح رہے کہ یہ نور جو حضورؐ کی پیدائش کے وقت نکلا۔ یہ نور مخلوق ہے، اس سے جناب رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت، بزرگی، شان، مرتبہ اور اعلےٰ صفات کا پتہ چلتا ہے۔ اور یہ نور عبارت ہے اس سے کہ ظاہر ہو گی حضورؐ کی نبوت مابین مشرق اور مغرب کے، اور مٹے گی اس سے ظلمت، اور ضلالت۔ یعنی اجالا کرے گا نورِ نبوت دیارِ شام کو، اور مشرق اور مغرب کے مابین امصار کو۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ کہ نورِ نبوت (اسلام) نے عرب و عجم کو جگمگا دیا۔

اِنتباہ :۔ غالیانِ امت اس نور سے یہ فاسد عقیدہ پیدا کرتے ہیں کہ آپ تھے ہی نور۔ نور من نور اللہ۔ بشر اور انسان نہ تھے۔ یہ لوگ جہالت کے تاریک راستے سے ہوتے ہوئے شرک کے کنویں میں جا گرے ہیں۔ یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ گمراہی اور کفر ہے۔ کہ حضورؐ انسان نہیں تھے۔ اللہ کے نور ہیں سے تھے؛

حسن بھی ایک نور ہے

واضح ہو۔ کہ حسن بھی ایک نور ہے، بعض انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حسن دیا ہوتا ہے۔ کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو زلیخا کی سہیلیوں نے جب ایک نظر دیکھا۔ تو بجائے پھل کاٹنے کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ ان کے حواس گم ہو گئے۔ کہنے لگیں :۔

حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ط اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ہ (پ۱۲)

" حاش للہ نہیں یہ آدمی۔ نہیں یہ مگر فرشتہ بزرگ "

حضرت یوسفؑ کے نورِ حسن نے ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا ــــ

بے ساختہ پکار اٹھیں، یہ بشر تو نہیں، ہو نہ ہو یہ ایک معزز فرشتہ ہے۔

ایسے ہی کسی نے اپنے محبوب کے حسن سے مسحور ہو کر کہا ہے۔ ؎

رخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے

گویا محبوب کا حسن شمع کے نور سے بھی زیادہ روشن ہے۔ ہو سکتا ہے پروانہ شمع کی بجائے چہرے کی شمع پر ہی آگرے؛

تو کیا حسینوں کے حسن کے نور سے ورطہ حیرت میں گر کر یہ کہیں۔ کہ یہ پری چہرہ لوگ خدا کے نور سے نکلے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ کہیں گے، کہ حسینوں کا حسن خدا کی دین اور بخشش ہے۔ خورشید خدوں کے جگمگاتے چہرے احسن الخالقین کی قدرت کے مظہر ہیں۔

بڑے نیک، صالح، متقی، پابند کتاب وسنت، شب بیدار بزرگ کو کہا جاتا ہے۔ کہ وہ ایک نور ہے۔ چراغ ہے۔ تو کیا یہ نور۔ نور من نور اللہ ہے؟۔ نہیں، بلکہ صفت کے لحاظ سے واقعی وہ نور ہے، چراغ ہے، اور مخلوق خدا ہے۔

یاد رکھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف جتنی قسم کے نور منسوب ہیں، وہ سب صفاتی مخلوق نور ہیں۔ اور اتنے اعلیٰ، ارفع، احسن، اکمل، اور لامثال ہیں۔ کہ غیر نبی کا کوئی نوران کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ؎

تمہیں بھی جلوۂ رخسار سے تشبیہ ہم دیتے!
کہاں تم میں یہ آب و تاب اے شمس و قمر! نکلی

بیعت الرضوان میں حضورؐ کی خاص شان

بیعت الرضوان ۶ ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر کیکر کے درخت کے نیچے ہوئی۔ چودہ سو صحابہؓ نے حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

واقعہ اس طرح ہے، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے مدینہ منورہ

سے عازمِ مکہ مکرمہ ہوئے جب حضورؐ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے۔ تو پتہ چلا۔ کہ کفار عمرہ کرنے میں مزاحم ہوں گے۔ حضورؐ حدیبیہ کے مقام پر فروکش ہو گئے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ روانہ کیا۔ کہ وہاں کفار کو جا کر کہیں۔ کہ ہم لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے، صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔ عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ کے اندر پہنچے، تو ان کے رشتہ دار جمع ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ تم عمرہ کر لو۔ اور چلے جاؤ۔ دوسروں کو ہم یہاں نہیں آنے دیں گے۔

حضرت عثمانؓ نے کہا۔ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر ہرگز عمرہ نہ کروں گا۔ انہیں باتوں میں ذرا دیر ہو گئی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ افواہ پہنچی۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اگر علم غیب ہوتا۔ تو فرماتے، کہ یہ افواہ غلط ہے عثمان شہید نہیں ہوئے، تھوڑی دیر تک آجائیں گے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اب تو ہم بغیر فیصلہ کئے یہاں سے نہیں ہٹنے کے، ہو سکتا ہے کہ کفار مکہ کے ساتھ لڑنے کی نوبت آجائے۔ اس لئے راہِ خدا میں لڑنے اور پیٹھ نہ پھیرنے کی میرے ہاتھ پر بیعت کرو۔

چودہ سو صحابہؓ نے رحمت عالم کے ہاتھ پر کیکر کے درخت کے نیچے جہاد کی بیعت کی۔

کیونکہ روح القدس حضورؐ کے پاس آکر بیعت کا حکم دے گئے تھے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آج زمین پر جتنے (لوگ) ہیں، ان سب میں (بیعت الرضوان والو!) افضل تم ہو۔ نیز فرمایا جن لوگوں نے اس بیعت میں شرکت کی ہے، ان میں سے کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ اور فرمایا۔ جن لوگوں نے اس درخت تلے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے سب جنت میں جائیں گے" (تفسیر ابن کثیر بحوالہ صحیح بخاری)

یہ بیعت اللہ کو اتنی پیاری لگی، کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ

اَیْدِیْهِمْ ج فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ ج وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (پ۲۶ ع ۹)

"جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ یقیناً اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ پھر جو شخص عہد شکنی کرے وہ اپنے نفس پر ہی عہد شکنی کرتا ہے۔ اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہے۔ تو اسے عنقریب اللہ تعالیٰ بہت بڑا اجر دے گا۔"

قرآن مجید میں کسی نبی کی بیعت مذکور نہیں ہے، کہ اس کی بیعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بیعت کہا ہو۔ بیعت رضوان جو حضورؐ کے ہاتھ پر ہوئی، اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بیعت فرمایا ہے، پھر صحابہ اور حضورؐ کے ہاتھوں پر اللہ نے اپنا ہاتھ رکھا ہے یہ خصوصی شرف صرف حضورؐ ہی کے لئے ثابت ہے، اور آپ کے سبب صحابہ کو شرافت اور بزرگی حاصل ہوئی۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝ وَّمَغَانِمَ كَثِیْرَةً یَّاْخُذُوْنَهَا ط وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۝ (پ۲۶ ع ۱۱)

"یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہوگیا۔ جب کہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، ان کے دلوں میں جو کچھ تھا، اسے اس نے معلوم کر لیا، اور اُن پر اطمینان نازل فرمایا۔ اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔ اور (علاوہ ازیں) اور بہت سی غنیمتیں جنہیں وہ حاصل کریں گے۔ اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

اس آیت کا مفہوم یہ ہے۔ کہ بیعت رضوان سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں (صحابہؓ) سے راضی ہوگیا۔ اور ان کے دل کی وفاداری، خلوص، اطاعت، صداقت کو جان لیا پھر ان کے دلوں پر تسلی اور اطمینان نازل کیا۔ اور قریب کی فتح انعام فرمائی۔ یہ فتح وہ صلح ہے، جو حدیبیہ کے مقام پر کفار کے ساتھ ہوئی۔ اس صلح میں بے شمار فائدے حاصل ہوئے، اور یہی صلح آئندہ فتوحات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، یعنی اس فتح کے قریب ہی خیبر فتح ہوا۔ اور تھوڑے زمانہ کے بعد مکہ فتح ہوگیا۔ پھر اور علاقے بھی فتح ہوتے چلے گئے۔ اور وہ عزت، سطوت، نصرت، اقبال، رفعت اور فتوحاتِ عظیمہ حاصل ہوئیں۔ کہ دنیا ششدر رہ گئی۔

بیعتِ رضوان والے صحابہ پر اللہ راضی ہوگیا۔ یہ بہت بڑا مرتبہ ہے۔ پھر اللہ نے ان کے دلوں پر تسلی اتاری۔ پھر ان کو جلد ہی فتح، نصرت، اور غنیمتیں عطا کیں۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنتی فرمایا۔ اس سے صحابہؓ کا تمام امت سے افضل و اعلیٰ ہونا ثابت ہوا۔ یوں سمجھو۔ کہ جس طرح رسولؐ خدا تمام نبیوں سے افضل اور سب کے سردار ہیں۔ ایسے ہی صحابہؓ تمام امت سے افضل اور سب کے سردار ہیں۔ یہاں سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا۔ کہ صحابہؓ جنتی ہیں۔ بڑے پرخلوص ایمان والے ہیں، کہ ان کے ایمان کے برابر کسی کا ایمان نہیں ہے، اب اگر کوئی ان کو بے ایمان، یا منافق، یا مرتد کہے، تو وہ خدا اور رسولؐ کی تکذیب کرنے والا۔ بے ایمان، مرتد، کافر، اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ صحیح مسلم میں حضورؐ نے فرمایا۔ میرے صحابہ کو برا نہ کہو، ان کی بے ادبی اور گستاخی نہ کرو۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ برابر سونا خرچ کرے، تو صحابہ کے ڈیڑھ پاؤ اناج کے اجر کو نہیں پا سکتا۔"

میدان حدیبیہ میں آفتاب رسالت مع نجوم واقمار جلوہ ریز تھا۔ کہ اتنے میں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ سے آ گئے۔ معلوم ہوا۔ کہ وہ افواہ غلط تھی۔ کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اُدھر کفار سے بھی چند آدمی آ گئے۔ اور صلح ہو گئی۔ صلح میں سب سے بڑی شرط یہ طے پائی۔ کہ حضورؐ بغیر عمرہ کئے واپس چلے جائیں۔ اور آیندہ سال عمرہ کے لئے تشریف لے آئیں۔ کوئی مزاحمت و رکاوٹ نہیں ہو گی۔

یہ شرط اور دوسری چند شرائط مسلمانوں کے لئے بظاہر سبکی کا باعث دکھائی دیتی تھیں۔ لیکن انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ اسی سبکی کی ظلمت کا سینہ چیر کر فتح و ظفر اور عزت و رفعت کی وہ طباشیر سحر طلوع ہو گی۔ جو روز روشن بن کر تمام دنیا کو جگمگا دے گی۔ دوسرے لفظوں میں یہ تھا رسالت کے نور کا ہالہ، جس پر کہکشاں نے اپنا حسن، چاند نے اپنی بہار، اور آفتاب نے اپنی درخشانی نچھاور کی۔ اور جمالِ مصطفیٰؐ کو دیکھنے کے لئے بحر و بر بے تاب ہو گئے۔

نظم

مطلعِ فاراں سے چمکا وہ عجب تر آفتاب
دیر تک دیکھا کیا حیرت سے چھپ کر آفتاب

ان کے آگے اور ٹھہریں کفر کی تاریکیاں
وہ جو ذروں کو بنا دیں مسکرا کر آفتاب

بن گئی ہیں بزمِ ہستی جگمگانے کے لئے
عارضِ احمدؐ کی تنویریں سمٹ کر آفتاب

چاند پھیلا تا ہے یہ نمناک موجیں نور کی
یا پلٹ آتا ہے ہو کر غرقِ کوثر آفتاب

(ادیب سہارنپوری)

سیدِ ولدِ آدم مزکیِّ عالمِ انسان ہیں

كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ○ (پ۲ ع۲)

"جیسا بھیجا ہم نے تم میں پیغمبرؐ تم میں سے، پڑھتا ہے تم پر آیتیں ہماری۔ اور پاک کرتا ہے تم کو اور سکھاتا ہے تم کو کتاب اور حکمت اور سکھاتا ہے تم کو جو کچھ تم نہیں جانتے تھے۔"

حضورؐ نے لوگوں کا تزکیہ کیا

اس آیت میں یُزَکِّی مضارع آیا ہے۔ اس سے اسم فاعل مُزَکِّی آتا ہے۔ جس کے معنے ہیں پاک کرنے والا۔ سارے قرآن میں کسی پیغمبر کے لئے مزکّی نہیں آیا ہے، البتہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے لئے سورۂ مریم میں غُلَامًا زَكِيًّا آیا ہے جس کے معنے ہیں پاکیزہ لڑکا۔ یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام زکی ہیں۔ منزہ اور گناہوں سے پاک ہیں۔ اپنی ذات میں۔ لیکن حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مُزَکِّی ہیں، جو خود پاک ہیں، معصوم منزہ ہونے کے علاوہ دوسروں کو گناہوں اور رذائل کی میل کچیل سے پاک کرتے ہیں۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا۔ اور جن کو اس نے جنت عطا کی ۔ سب یُزَکِّیکُمْ کی چلتی پھرتی زندہ تفسیر تھے۔ آپ کے وعظ اور خطبہ کی بارانِ رحمت سے دلوں کا زنگ دور ہوتا، اور سینے شرک وکفر اور رذائل کی گندگی سے دھوئے جاتے تھے، صحبتِ پاک وہ کیمیا تھی۔ جس سے مِس معاصی کے پربت کندن بنتے تھے۔ جب حضورؐ تشریف لائے، تو سارا عرب ہر قسم کے گناہوں کے اندھیروں سے

اٹا پڑا تھا۔ اور جب آپ دنیا سے ملا اعلیٰ کو روانہ ہونے لگے۔ تو عرب کی مٹی کا ذرہ ذرہ فروغِ وادیِ سینا بن چکا تھا۔ یہ چشمہ نورِ ہدایت آپ ہی کے جبلِ رسالت سے پھوٹا تھا جس نے صدیوں کی آلائش دھو ڈالی۔ پس زکیؐ سے مزکیؐ بدرجہا افضل واشرف ہوا۔ اور شرافت اور بزرگی کی یہ خصوصیت آپ ہی کے حصہ میں آتی ہے ؎

اے کہ نازاں تجھ پہ حسنِ بندگی و سروری
دوش پر کملی، نظر میں جلوۂ پیغمبری
اے سراپا نورِ حق[1]، اے روحِ وجدان و عمل
ہے ترا پیغام انمٹ، فلسفہ تیرا اٹل
تو نے انساں کو دیا روحِ اخوت کا پیام
حق و آزادی و عدل و عفو و الفت کا پیام
تو نے اس کو درسِ تہذیب و جہانبانی دیا
دردِ انسانی دیا، درمانِ روحانی دیا
تیری بعثت سے ہوئی تکمیل ذوقِ سروری
نا مکمل تھی خدائی، تشنہ تھی پیغمبری
تیری ہر موجِ نفس میں نغمۂ اسلام ہے
نسخۂ بیماریِ عالم ترا پیغام ہے
(ساغر نظامی)
صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ حضورؐ کو نام کی بجائے وصف سے پکارتا ہے

ازبسکہ حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات و اعلےٰ صفات کا

---

[1] نورِ حق۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نورِ ہدایت۔

مجموعہ تھے، اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو بجائے آپ کے نام (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرآن میں ایسی صفت سے بلایا ہے جس سے آپ کی بزرگی، اور تشریف نمایاں ہو۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۔ (پ۶ ع ۱۴)

"اے رسول! پہنچادے جو اتارا گیا ہے تیری طرف، تیرے پروردگار کی طرف سے"

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ

"اے نبی! جہاد کر کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کر" (پ۲۸ ع ۲۰)

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ ۔ (پ۲۹ ع ۱۳)

"اے کپڑا اوڑھنے والے رات کو اٹھ"

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ (پ۲۹ ع ۱۵)

"اے کپڑا اوڑھنے والے۔ کھڑا ہو پس ڈرا لوگوں کو"

يٰسٓ ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ (پ۲۳ ع ۱۸)

"اے سید! قسم ہے قرآن محکم کی۔ بیشک تو مرسلوں سے ہے"

رسول کے معنے

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ۔ اے اللہ کے رسولؐ! رسول کے معنے ہیں قاصد ایلچی، پیامبر، سفیر، جو شخص کسی کا پیام لے جائے، اسے اس کا رسول کہتے ہیں۔ پھر مُرسل کی حیثیت کے مطابق اس کے رسول سے سلوک کیا جاتا ہے، پنڈت جواہر لال نہرو خیر سگالی کے مشن پر مصر گیا تھا۔ تو مصر کے اخباروں نے لکھا تھا۔ جاء رسول ھند۔ ہندوستان کا ایلچی آیا۔

تو فرد کا فرد کی طرف، قبیلے کا قبیلے کی طرف، برادری کا برادری کی طرف، کسی راجے یا نواب کا راجے یا نواب کی طرف، حکومت کا حکومت کی طرف پیغام پہنچانے والا رسول (ایلچی) کہلاتا ہے، پھر ہر رسول کی آؤ بھگت، خاطر مدارات، تواضع،

اور عزت اس کے بھیجنے والے کی حیثیت سے کی جاتی ہے۔ مثلاً شادی والے گھر سے جو رسول سندیسا لے کر دوسرے گھر جاتا ہے۔ اس کو بھی پانی پلاتے اور دو چار روپے دے کر رخصت کرتے ہیں۔ قبیلہ کا پیغامبر (رسول)، جو دوسرے قبیلے کی طرف جاتا ہے، وہ بھی خاطر مدارات کے لائق ہوتا ہے۔ ایک حکومت کا ایلچی جب دوسری حکومت کے پاس جاتا ہے، تو اس کا بڑا شاندار استقبال کیا جاتا ہے۔ اور پر تکلف ضیافت دی جاتی ہے، اگر چین، روس، یا امریکہ کا سفیر (ایلچی)، یا رسول کسی حکومت کے ہاں جائے، تو اسکی عزت و آبرو، اور خاطر مدارات بڑے پیمانے پر کی جاتی ہے۔ اور ادب و احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ وہ بڑی زبردست طاقتوں کے سفیر ہوتے ہیں۔ متذکرۃ الصدر رسولوں (ایلچیوں) اور ان کی حیثیتوں کو مدنظر رکھ کر اللہ تعالےٰ کا اعلان سنیں۔ ارشاد ہوتا ہے :-

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (پ ۲۶ ع ۱۲)

(لوگو سنو!) محمدؐ اللہ کا رسول ہے۔ اللہ کا ایلچی ہے۔"

محمدؐ اللہ کا رسول ہے

یعنی دنیا میں انسانوں کے رسول انسانوں کی طرف جاتے ہیں۔ لیکن محمدؐ اللہ کا رسول انسانوں کی طرف آیا ہے، روس اور امریکہ بڑی زبردست طاقتیں ہیں۔ ان کا صدر جب کسی ملک میں جاتا ہے۔ تو سارا ملک اس کا والہانہ استقبال کرتا ہے۔ اس کو سر آنکھوں پر بٹھاتا ہے۔ بڑی قدر اور عزت کرتا ہے۔ اب سوچو اور غور کرو۔ کہ اللہ کے رسولؐ کا کیا مقام ہے۔ اور اس کی کتنی قدر، عزت اور اطاعت ہونی چاہیئے؟ — تو اللہ نے اپنے رسول کے بارے میں خود ارشاد فرمایا ہے۔ (مسلمانو! گوش ہوش سے سنو!)

اللہ کے رسول کا ادب اور اسکی اطاعت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ

يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (پ۲۶ ع۱۳)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو (سنو) اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

اللہ کے رسول، اسکے ایلچی اور سفیر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب اور ان کی اطاعت کا یہ حکم ہے کہ ان سے آگے نہ بڑھو۔ مطلب یہ ہے۔ کہ کتاب و سنت کے خلاف نہ کہو۔ حضورؐ کے کلام کے سامنے بولنے سے رک جاؤ۔ امر دین اور احکام شرعی میں بجز خدا کے کلام کے اور اس کے رسول کی حدیث کے تم کسی اور چیز سے فیصلہ نہ کرو۔ نہ چاہو۔ حضورؐ کی حدیث میں اضافہ نہ کرو۔ شرک کے تمام عقیدے اور عمل، اور تمام بدعات اللہ کے رسول سے آگے بڑھنا، اور آخرت برباد کرنا ہے۔ اور فرمایا، اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ کے رسول سے پیشقدمی نہ کرو یعنی جو کچھ حضورؐ فرماگئے ہیں۔ اور کر گئے ہیں۔ اتنا ہی رہنے دیں۔ آپ کے قول اور فعل کے لبریز قدح میں ایک قطرہ کا اضافہ نہ کریں۔ اگر کریں گے، تو آپ حضورؐ سے آگے بڑھنے والے بے ادب رسول ہونگے، اور رسولِ خدا کی بے ادبی باعث حبطِ اعمال ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

اللہ کے ایلچی کے سامنے اونچی آواز سے نہ بولو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (پ۲۶ ع۱۳)

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبیؐ کی آواز سے اوپر نہ کرو۔ اور نہ اس سے اونچی آواز سے بات کرو۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ (اونچی آواز کرنے سے) تمہارے

اعمال اکارت جائیں۔ اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول، اپنے ایلچی کی مجلس میں آپس میں اونچی آواز سے بولنے اور شور کرنے سے منع کر دیا۔

صحیح بخاری میں ہے۔ کہ قریب تھا کہ دو بہتر ہستیاں ہلاک ہو جائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ کیونکہ ان دونوں کی آوازیں حضور کے سامنے (آپس میں جھگڑتے ہوئے) بلند ہوگئیں۔ جب کہ بنو تمیم کا وفد حاضر ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کہتے تھے، کہ قعقاع بن معبدؓ کو اس وفد کا امیر بنائیے، اور حضرت عمرؓ کہتے تھے۔ کہ اقرع بن حابسؓ کو امیر بنائیے، اس اختلاف میں ان کی آوازیں بلند ہوگئیں، تو یہ آیت اتری۔ کہ اپنی آوازیں نبیؐ کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ (خبردار!) ایسا نہ ہو کہ تمہارے عمل برباد ہو جائیں۔

حضرت ابن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرح حضورؐ سے نرم کلامی کرتے تھے، کہ حضورؐ کو دوبارہ پوچھنا پڑتا۔ اور آیت لَا تَرْفَعُوٓا اَصْوَاتَکُمْ کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضورؐ سے کہا۔ یا رسول اللہ! قسم خدا کی اب تو میں آپ سے اس طرح باتیں کروں گا۔ جس طرح کوئی سرگوشی کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

یہ تو حضورؐ کی مجلس کا ادب ہے، جہاں حضورؐ تشریف فرما ہوں کہ، نہ اونچی آوازیں نکالو۔ نہ شور کرو۔ نہ بلند آواز سے باتیں کرو۔ اور جب حضورؐ سے بات کرو۔ تو بھی دب کر پست آواز سے کرو۔ تمہاری آواز حضورؐ کی آواز سے بلند نہ ہو پست رہے۔

مسجد نبویؐ میں آوازیں بلند نہ کرو

آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے

سامنے آوازیں بلند کرنے سے منع فرمایا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دو شخصوں کی کچھ بلند آوازیں مسجد نبوی میں سن کر وہاں آکر ان سے فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے۔ کہ کہاں ہو؟ پھر ان سے پوچھا۔ کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے کہا۔ طائف کے۔ ۔ آپ نے فرمایا، اگر تم مدینے کے ہوتے تو میں تمہیں پوری سزا دیتا۔

مسجد نبویؐ کے ایک طرف حضورؐ کی قبر اطہر ہے۔ اگر مسجد نبویؐ میں آوازیں بلند کرنا، یا شور مچانا مکروہ ہے۔ تو حضورؐ کی قبر مطہر کے پاس بھی بلند آواز سے بولنا، یا شور کرنا سوئے ادب ہے۔ کیونکہ حضورؐ کے احترام کی طرح آپ کی قبر اقدس بھی قابلِ ادب و احترام ہے۔ اور تمام انبیاءؑ کی قبروں سے بزرگ و برتر ہے۔

حضورؐ کی قبر پر ہر روز ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں

حضرت کعب احبارؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہاں اور لوگ بھی موجود تھے۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا:۔

ہر روز رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ اپنے پروں سے قبر مبارک کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ اور صاف کرتے ہیں۔ اور آپؐ پر صلواۃ پہنچاتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے شام کے وقت چلے جاتے ہیں۔ پھر دوسرے دن اور ستر ہزار فرشتے آتے ہیں۔ وہ بھی اپنے پروں سے قبر مبارک کو ڈھانپ لیتے ہیں اور صاف کرتے ہیں۔ اور آپ پر صلواۃ پہنچاتے ہیں۔

یہ سلسلہ فرشتوں کا اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب آپ کی قبر شریف (قیامت کو) پھٹے گی۔ اور آپ زندہ ہو کر باہر آجائیں گے۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ (دارمی شریف)

حضرت ثابت بن قیسؓ دھاڑیں مار مار کر روتے تھے

تفسیر ابن جریر میں ہے۔ کہ جب یہ آیت (لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ) اتری، تو حضرت ثابت بن قیسؓ راستے میں بیٹھ گئے، اور رونے لگے حضرت عاصم بن عدیؓ جب وہاں سے گزرے، اور انہیں روتے ہوئے دیکھا۔ تو سبب دریافت کیا۔ جواب ملا۔ کہ مجھے خوف ہے۔ کہ کہیں یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ میری آواز (قدرتی طور پر) بلند ہے۔ حضرت عاصمؓ یہ سن کر چلے گئے۔ ادھر حضرت ثابتؓ کی ہچکی بندھ گئی اور وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے، پھر گھر گئے۔ اور اپنی بیوی حضرت جمیلہؓ بنت عبداللہ بن ابی سلول سے کہا۔ میں اپنے گھوڑے کے طویلے میں جا رہا ہوں، تم اس کا دروازہ باہر سے بند کر کے لوہے کی کیل سے اسے جڑ دو۔ خدا کی قسم میں اس میں سے نہ نکلوں گا۔ یہاں تک کہ یا تو مر جاؤں۔ یا اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو مجھ سے ضامند کر دے۔

یہاں تو یہ ہوا۔ وہاں جب حضرت عاصمؓ نے دربار رسالت میں حضرت ثابتؓ کی حالت بیان کی۔ تو رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ تم جاؤ اور ثابتؓ کو میرے پاس بلا لاؤ۔

لیکن حضرت عاصمؓ جب اس جگہ آئے۔ (جہاں وہ بیٹھے رو رہے تھے) تو ان کو وہاں نہ پایا۔ پھر مکان پر گئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ گھوڑے کے طویلے میں ہیں۔ طویلے میں آ کر کہا۔ ثابت چلو۔ تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یاد فرما رہے ہیں۔ حضرت ثابتؓ نے کہا۔ بہت خوب۔ کیل نکال ڈالو۔ اور دروازہ کھول دو۔ پھر باہر نکل کر سرکار میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے رونے کی وجہ پوچھی۔ جس کا سچا جواب حضرت ثابتؓ سے سن کر حضورؐ نے فرمایا:-

"کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو۔ کہ تم قابلِ تعریف زندگی جیو، اور شہید ہو کر مرو۔ اور جنت میں جاؤ۔"

اس پر حضرت ثابتؓ کا سارا رنج کافور ہوگیا۔ اور باچھیں کھل گئیں۔ عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی اور آپ کی بشارت پر بہت خوش ہوں۔ اور اب آئندہ کبھی بھی اپنی آواز کو آپ کی آواز سے اونچی نہ کروں گا۔ (ابن جریر)

ایک لرزا دینے والی بات

اب ایک لرزا دینے والی بات بھی سن لیں۔ کہ اللہ کے رسولؐ کا ادب یہ ہے، کہ ان کی مجلس میں اونچی بولنا منع ہے، دوران گفتگو آپؐ کی آواز سے اُونچی آواز کرنے سے عمل برباد ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو حضورؐ کی صحیح حدیثوں کے خلاف اماموں کے قولوں کو اپناتے اور عمل میں لاتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کے اعمال برباد نہیں ہوتے؟ کہ حضورؐ کی حدیثیں بھی آپ کی آوازیں ہیں۔ یقیناً جو لوگ اللہ کے رسولؐ کی حدیثوں (آوازوں) کے مقابلہ میں امتیوں کے قولوں (آوازوں) پر عمل پیرا ہیں۔ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ۔ کے حکم سے ان کی زندگی کے تمام اعمال برباد ہیں۔

بھائیو! سوچو! اور غور کرو۔ زندگی میں وقت ہے۔ توبہ کر لو۔ اور اُن اقوال کو ترک کر دو۔ جو حدیثوں کے مقابلہ میں آپ نے اپنا رکھے ہیں۔ یہ اللہ کے ایلچی اس کے سفیرؐ اور رسولؐ کی سخت توہین اور بے قدری ہے۔ کہ ان کی حدیث کو ترک کر کے امتی کے قول کو گلے کا ہار بنا لیا جائے۔ جان جاتے تو جائے، امتی کا قول نہ جائے۔ افسوس یہ بات تو حدیث کے بارے میں ہونی چاہیئے۔ کہ جان جائے تو جائے پر سنت اور حدیث نہ جائے۔

پھر سوچو۔ کہ ثابت بن قیسؓ کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی، اور وہ دھاڑیں مار مار کر روتے تھے، کہ میری آواز حضورؐ کی آواز سے بلند ہے۔ ہائے میں کیا کروں، میں تو

دوزخی ہوگیا۔ پھر جب تک حضورؐ نے تسلی نہ دی، اور بشارت نہ سنائی، تب تک ان کی حالت غیر رہی۔ آپ کا ایمان کس طرح گوارا کرتا ہے۔ کہ حضورؐ کی آواز پر امتی کی آواز کو بلند کرتے ہیں ؟؟

پست آوازوں والے

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ (پ ۲۶ ع ۱۳)

"بے شک جو لوگ رسول اللہ کے حضور اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت ہے۔ اور بڑا ثواب ہے"

رسول اللہ کے حضور آوازیں پست رکھنے والے وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لئے آزما لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت ہے۔ اور بڑا اجر و ثواب ہے۔

معلوم ہوا۔ کہ تقوے اور پرہیزگاری سے لبریز دل ہی حضورؐ کا معروف ادب کرتے ہیں۔ اور بے ادب خوفِ خدا، اور تقوٰے سے عاری ہوتے ہیں۔

حضورؐ کا صحیح ادب کیا ہے

یاد رہے۔ کہ حضورؐ کا ادب وہی صحیح ادب ہے۔ جو قرآن حدیث کے مطابق ہو، اور اس پر صحابہؓ کا عمل ثابت ہو۔ اپنی طرف سے ادب کے طریقے نکالنے جو صحابہؓ میں نہ پائے جاتے ہوں۔ کسی طرح جائز نہیں۔ بلکہ خود گھڑے ہوئے آداب رسول اللہ سے پیش قدمی ہوگی۔

مثلاً ۱۲۔ ربیع الاول کو جلوس نکالنا، بازاروں کو جھنڈیوں سے سجانا، پہاڑیاں بنانا، میلہ لگانا، دیگیں پکانا۔ بریانیاں کھانا وغیرہ، آپ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا،

جمعہ کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ پڑھنا کہ حضورؐ آ گئے ہیں ۔ یہ کام نہ خوشی میں داخل ہیں۔ نہ آپ کے ادب و احترام کا ثبوت ہیں ۔ کیونکہ یہ کام نہ حضورؐ کی زندگی میں ہوئے نہ صحابہؓ نے کئے۔ حضورؐ کا سب سے بڑا ادب و احترام یہ ہے۔ کہ آپ کا اتباع کیا جائے۔ آپ کے قول و فعل کے نور میں زندگی گزاری جائے ۔ آپ کی آواز پر دونوں جہانوں کی آوازوں کو قربان کیا جائے۔

حضورؐ کا نام لے کر نہ پکارا جائے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (پ۲۶ ع ۱۳)

"جو لوگ تجھے پکارتے ہیں حجروں (گھروں) کے پیچھے سے، ان میں اکثر بالکل بے عقل ہیں ۔ اور یہ لوگ یہاں تک صبر کرتے ۔ کہ تو خود ان کے پاس آجاتا ۔ تو بھی ان کے لئے بہتر ہوتا ۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کرتا ہے، جو آپ کے مکانوں کے پیچھے سے آپ کو آوازیں دیتے اور پکارتے تھے (یا محمدؐ یا محمدؐ) تو فرمایا ۔ کہ ان میں سے اکثر بے عقل ہیں ۔ پھر ادب سکھایا ۔ کہ انہیں چاہیئے تھا کہ آپ کے انتظار میں ٹھیر جاتے، اور جب آپ مکان سے باہر نکلتے ۔ تو آپ سے جو کہنا ہوتا کہتے ۔ نہ کہ آوازیں دے کر باہر سے پکارتے، پھر حکم دیتا ہے کہ ایسے لوگوں کو توبہ و استغفار کرنا چاہیئے ۔

مسند احمد میں ہے۔ کہ ایک شخص نے آپ کا نام لے کر پکارا ۔ یا محمدؐ، یا محمدؐ، آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ کہ کچھ لوگ آئے، اور حجرے کے پیچھے سے آپ کا نام لے کر آپ کو پکارنے لگے (یا محمدؐ ۔ یا محمدؐ) اس پر یہ آیت اتری۔ معلوم ہوا۔ کہ یہ بھی حضورؐ کا ادب ہے۔ کہ آپ کو یا محمدؐ کہہ کر نہ پکارا جائے، بلکہ یا محمدؐ یا محمدؐ کہنا حضورؐ کی بے ادبی ہے۔ کیونکہ اللہ نے منع کیا ہے۔

ایک اور آیت میں یوں ارشاد ہوتا ہے:۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط (پ۱۸ ع ۱۵)

"اے مسلمانو! رسول کو اس طرح نہ پکارو۔ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو"

یعنی جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ اور محمد دین، چراغ دین اس طرح رسولؐ کو اس کا نام لے کر نہ پکارو۔ یا محمدؐ ۔ یا محمدؐ ۔

بلکہ یا محمدؐ یا محمدؐ کہہ کر پکارنے والوں کو اللہ نے پچھلی آیت میں توبہ و استغفار کا حکم دیا ہے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ "کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

(نوٹ):۔ جو لوگ مسجدوں میں یا محمدؐ لکھتے ہیں۔ اور زبان سے بار بار یا محمدؐ یا محمدؐ کہتے ہیں۔ ان بے ادبوں کو توبہ کرنی چاہیئے۔

اب آپ اصل موضوع کی طرف آجائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو قرآن میں آپ کے نام یا محمدؐ سے کہیں نہیں پکارا۔ بلکہ وصف سے پکارا تاکہ آپ کی تکریم کا اظہار ہو۔ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط

"اے رسول! جو کچھ اللہ نے آپ کی طرف اتارا ہے۔ اسے پہنچا دو"

لفظ رسول کی ہم نے بہت لمبی تشریح کی ہے۔ رسول کے معنے مطلب مفہوم کے ہرے بھرے باغ کی آپ نے خوب جی بھر کر سیر کی ہے۔ اور آپ کا ایمان تازہ ہو گیا ہوگا۔ کہ اللہ نے حضورؐ کو يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ ۔ پکار کر آپ کو شانوں ۔

مرتبوں، بزرگیوں، عزتوں، وصفوں، تکریموں، اور تشریفوں کے فلک بوس پہاڑوں پر کھڑا کر دیا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ — اے نبیؐ! یہاں بھی نام کے بجائے وصف سے خطاب فرمایا ہے۔ نبی کہتے ہیں۔ اللہ کی وحی سے خبر دینے والا۔ اصول فقہ میں نبی کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ کہ نبی انسان ہوتا ہے جسے اللہ اپنے احکام کی تبلیغ کے لئے مبعوث کرتا ہے۔

تو اللہ نے حضورؐ کو یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ پکار کر تمام جہان میں وہ مرتبہ بخشا جس کی نظر نہیں مل سکتی۔ اس میں آپ کی تعظیم اور بزرگی کا اظہار ہے۔

اسی طرح آپ کو یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ — یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ — یٰسٓ — کے اوصاف سے پکارنا آپ کی تشریف و تعظیم اور شرف اور بزرگی کے اظہار کے لئے ہے۔ چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کی خوبیاں محاسن، اور کمالات ہر رنگ میں پہلے نبیوں سے اعلیٰ اور ارفع تھے اس لئے دوسرے نبیوں کی طرف آپ کو نام لے کر نہیں پکارا۔ جب کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نام لے کر یوں خطاب کیا ہے:۔

یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ (پ۱ ع۴)

"اے آدم رہ تو اور جورو تیری بہشت میں"

یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا۔ (پ۱۲ ع۴)

"اے نوح ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ (کشتی سے) اتر جا"

یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ۔ (پ۹ ع۷)

"اے موسیٰ! میں نے تجھ کو لوگوں پر برگزیدہ کیا"

یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔ (پ۱۲ ع۷)

"اے ابراہیم! اس سے منہ پھیرلے"

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ۔ (پ ۲۳ ع ۱۱)

"اے داؤد! بیشک ہم نے تجھ کو زمین میں خلیفہ بنایا"

يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ۔ (پ ۳ ع ۱۴)

"اے عیسٰے! تحقیق میں لینے والا ہوں تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو طرف اپنی"

پس اللہ کا حضورؐ کو بجائے نام کے اوصاف سے پکارنا اور دوسرے نبیوں کو (اللہ کا ان پر درود وسلام ہو) نام سے خطاب کرنا۔ یہ امتیاز رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونچے مرتبے، اور علئے شان و بزرگی پر دلالت کرتا ہے۔ ؎

صبحِ ازل کے نیّرِ تاباں، تمہی تو ہو
شامِ ابد کے ماہِ درخشاں تمہی تو ہو
لیتا تھا نام کون خدائے جلیل کا
اللہ کی نمود کا ساماں تمہی تو ہو
جس کی ضیا سے آج بھی روشن ہے زندگی
وہ شمعِ نور کر گئے تاباں تمہی تو ہو
ذرّوں کو آفتاب کا ہمسر بنا دیا
اس بزمِ "کن" میں سب سے نمایاں تمہی تو ہو
جس نے خدا کے قرب کو آسان کر دیا
وہ رہنمائے منزلِ عرفاں تمہی تو ہو
حق نے دیا ہے رحمتِ کونین کا خطاب
ایسے خطابِ خاص کے شایاں تمہی تو ہو (حاکم)

رفعتِ ذکرِ خواجۂ دوسرا

صلی اللہ علیہ وسلم

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (پ۳۰ع۱۹)

" اور بلند کیا ہم نے ذکر تیرا "

وہ رشکِ مہرِ عالم تاب جس کی جلوہ ریزی سے
شبستانِ جہاں میں پھر ہوا نورِ سحر پیدا

لیڈروں کے جنم دن

لوگ اپنے قائدوں، لیڈروں، رشیوں، منیوں کی یادگاریں قائم کرتے ہیں۔ ان کے جنم دن مناتے ہیں۔ تاکہ وہ فراموش نہ ہو جائیں۔ زمانہ انہیں بھلا نہ دے۔ اور ان کی یاد تازہ رہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس عید میلادوں، جنم دنوں، اور یادگاروں کے تصور سے مستغنی ہے۔ کیونکہ آپ رسول اللہ ہیں ۔ آپ کی

رسالت کا آفتاب بدرِ اسلام سے یکسر تا صورِ اسرافیل
— اَبَدًا عَلَى اُفُقِ الْعُلٰى لَا تَغْرُبُ —

دنیا میں دن اور رات کا سلسلہ جاری ہے۔ دن کے بعد رات آتی ہے، تو اندھیرا چھا جاتا ہے، سارا جہان ظلمت میں ڈوب جاتا ہے۔ پھر آفتاب نکلتا ہے۔ تو روشنی پھیل جاتی ہے۔ پھر آفتاب غروب ہوتا ہے۔ تو تاریکی کا سیلاب آجاتا ہے الحاصل دن اور رات، نور اور ظلمت کی حکومت قائم ہے۔

لیکن امام الانبیاء و المرسلین کی دائمی نبوت کا مہرِ نیمروز تو غروب ہی نہیں ہوتا۔ سدا روشن، تاباں، اور درخشاں رہتا ہے۔ ہر حین اور ہر آن نور برسا رہا ہے ۔ اسے کیا ضرورت ہے، روشنی کی، چراغاں کی، ٹیوبوں کی، پھاڑیوں کی، گلکاریوں

کی، جلوسوں، عید میلادوں کی، نعروں، سوانگوں، باجوں گاجوں کی، مصنوعی رونقوں، جنم دنوں اور یادگاروں کی۔

آسمان کا سورج غروب ہو کر اندھیرا چھوڑ جاتا ہے۔ سلطانِ تخت گاہِ اِلٰہ کی نبوت کا سورج غروب ہی نہیں ہوتا۔ جہانِ نبوت میں رات آتی نہیں اندھیرا بار پاتا نہیں۔ ایسے صاحبِ نبوت رسول، روحِ روحُ الامین، جانِ و دلِ مرسلین، پیغمبرِ بحر و برّ کو سالگرہ زیب نہیں دیتی۔ کیا مقام ہے آپ کا۔ قاآنی شیرازیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

سرورِ عالم ابوالقاسم محمدؐ آں کہ چرخ
با وجودِ او بود چوں ذرّہ پیشِ آفتاب

با شرارِ قہرِ او، ہر ہفت دوزخ یک شرر
با سحابِ دستِ او ہر ہفت دریا یک حباب

رہنمائے ہر دو عالم آنکہ در یک چشم زد
بر گزشت از چار حد و ہفت خط و شش جہات

ز ضمیرِ انور و از جودِ ابرِ دستِ اوست
نورِ جرمِ آفتاب و مایۂ دستِ سحاب

در ہمہ عمر از وجودِ او خطائے سر نہ زد
زانکہ بود افعالِ نیکویش سراسر وحی ناب

رحمتِ عالم عیدِ میلاد سے مستغنی ہیں

شعروں میں اگرچہ مبالغہ ہوتا ہے، لیکن مبالغے کی دُردِ تہِ جام بڑی نشاط انگیز اور معنی خیز چیز ہوتی ہے۔ متذکرہ اشعار میں قاآنی شیرازیؒ نے جو رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان، جلال و جاہ، جود و کرم، راہ نوردی، جادۂ اسریٰ،

نورانی صفات، پاک دامنی، اور عصمت سے متعلق مدحت سرائی کی ہے۔ ان خوبیوں کے فردوس کی بہار پر بہار فردوس فدا ہے۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی باد نسیم کا گزر عید میلادوں کے جلوسوں اور سال گرہوں کی محفلوں میں نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی جنم دن منانا شایانِ شانِ مصطفٰے ہے کیونکہ یہ دن نہ صحابہ نے منایا۔ نہ تابعین نے، نہ تبع تابعین نے، نہ اس کا ذکر قرآن میں ہے، نہ حدیث میں، اور نہ فقہ کی کسی کتاب میں ہے۔ عید میلاد کے تہوار کی عمر چالیس سال سے زیادہ نہیں ہے۔ اس سے قبل کوئی شخص جانتا نہ تھا۔ کہ عید میلاد کیا ہوتی ہے۔ اگر عید میلاد منانا کارِ ثواب، یا محبت مصطفٰے کا کام ہوتا۔ تو سلف صالحین ضرور یہ جنم دن مناتے، جو لوگ عید میلاد کے جلوس میں شامل ہونے کو کارِ ثواب جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم حضور کی شان بڑھاتے ہیں۔ اور حضور کی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ یہ بتائیں۔ کہ آج سے چالیس سال پہلے کے لوگ جو عید میلاد کا نام تک نہ جانتے تھے۔ کیا وہ سب، اس کارِ ثواب سے محروم گئے۔ اور محبت رسول سے عاری رہے؟ اور کیا عید میلاد کے موجد، اور مبلغ سلف صالحین سے ثواب میں بڑھ گئے ہیں؟؟

بلندیٔ ذکر کے طریقے وضع کرنا

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ـ "اور بلند کیا ہم نے ذکر تیرا" اس موضوع کے درمیان ہم عید میلاد منانے، اور جلوس نکالنے وغیرہ کا ذکر اس لئے لاتے ہیں۔ کہ لوگ عید میلاد منانے اور جلوس نکالنے کو بھی آپ کے ذکر کی بلندی میں شامل کرتے ہیں۔ جو بالکل غلط ہے، آپ کے ذکر کی بلندی کو قرآن اور حدیث نے خوب بیان کیا ہے اور وہ رفعتِ ذکر حضور کے وجود باجود سے لے کر آج تک چلی آرہی ہے جیسے ہم آگے بیان کر رہے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم نے بلند کیا ذکر تیرا۔

پس آپ کے ذکر کی بلندی وہی صحیح اور درست ہے۔ جو اللہ نے بلند کی ہے۔ امتی لوگوں نے جو اپنے طور طریقوں، رسم و رواج، اور تہواروں کو حضورؐ کے ذکر کی بلندی قرار دیا ہے۔ اور بقول اپنے شان بڑھاتی ہے، یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ اور نہ ہی کسی امتی کو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ کہ اپنی طرف سے شان بڑھائے۔ یا حضورؐ کے ذکر کی بلندی کے طریقے وضع کرے۔

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کا ذکر بلند کر دیا

عاص بن وائل مردود جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنتا۔ تو کہتا۔ اسے چھوڑ دو۔ وہ دم کٹا ہے۔ اس کے پیچھے اس کی نرینہ اولاد نہیں، اس کے انتقال کرتے ہی اس کا نام دنیا سے اٹھ جائے گا۔

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کا انتقال ہوا۔ تو پاجی ابو لہب کہنے لگا۔ آج کی رات محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی نسل کٹ گئی۔

عرب کا محاورہ ہے، کہ جب کسی کی نرینہ اولاد مر جائے۔ تو کہتے ہیں۔ بَتَرَ۔ وہ اکیلا رہ گیا ہے، دُم بریدہ ہو گیا۔ مرنے کے بعد اس کا کوئی نام نہ لے گا۔ حضورؐ کی نرینہ اولاد کے انتقال پر ذلیل اور کمینے کافروں نے آپ کو ابتر کہا۔ دُم کٹا۔ بے برکتا۔ کہ مرنے کے بعد آپ کا ذکر مٹ جائے گا۔

حاشا و کلا، اللہ تعالےٰ آپ کا نام رہتی دنیا تک رکھے گا۔ آپ کی شریعت ابدالآباد تک باقی رہے گی۔ آپ کی اطاعت ہر کہہ و مہہ پر فرض کر دی گئی ہے آپ کا پیارا اور پاک نام ہر ایک مسلمان کے دل اور زبان پر ہے، اور قیامت تک فضائے آسمانی میں عروج و اقبال کے ساتھ گونجتا رہے گا۔ بحر و بر میں ہر وقت اس کی منادی ہوتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ پر، اور آپ کی اولاد پر،

اور ازواج و اصحاب پر قیامت تک بے حد درود و سلام بھیجتا رہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:۔

إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ۝

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ ۝

"تحقیق دی ہم نے تجھ کو کوثر۔ پس تو اپنے رب کی نماز پڑھ۔ اور قربانی کر۔ یقیناً تیرا دشمن وہی ہے بے نسل"

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو کوثر عطا کی۔ ایک مطلب تو کوثر سے حوض کوثر ہے جو عرصہ محشر میں ہوگا۔ جس میں جنت کی نہر کوثر سے دو پرنالے گریں گے۔ حضورؐ ساقی کوثر ہوں گے۔ اپنی امت کے موحدین کو کوثر سے جام بھر بھر کر پلائیں گے کوثر کی مٹی خالص مشک ہے۔ کنکر سچے موتی، پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں۔

مسند احمد میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوثر ایک جنتی نہر ہے جس پر بہت بھلائی ہے۔ جو میرے رب نے مجھے عطا کی ہے۔ جس پر میری امت قیامت کے دن آئے گی۔ اس کے برتن آسمان کے تاروں کی گنتی کے برابر ہیں۔ بعض لوگ اس (حوض کوثر) سے ہٹائے جائیں گے۔ تو میں کہوں گا۔ اے میرے رب یہ بھی میرے امتی ہیں۔ تو کہا جائے گا۔ آپ کو معلوم نہیں۔ کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

معلوم ہوا۔ کہ حضورؐ کے کامل دین میں اپنی طرف سے نیک کام یا نئے نئے مسئلے نکالنے والے بدعتی حوض کوثر کے پانی سے محروم رہیں گے۔ صحیح مسلم میں آیا ہے۔ کہ حضورؐ ان بدعتیوں کو سُحقًا سُحقًا فرمائیں گے۔ دور ہو جاؤ، دفع ہو جاؤ لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي۔ میرے بعد دین کو (بدعتوں سے) بگاڑنے والو!۔

حضورؐ کے دشمن بے نشان ہو گئے

نیز کوثر، کثرت سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنے خیر کثیر کے ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے آپ کو خیر، بھلائی، نیکی اس کثرت سے عطا کی ہے کہ ساری آدم کی اولاد، آپ جتنی بھلائیاں، نیکیاں نہیں رکھتی۔ یوں سمجھو۔ کہ اگر تمام نبیوں اور ان کی امتوں کی نیکیاں ترازو کے ایک پلڑے میں ڈال دیں۔ اور دوسرے پلڑے میں حضورؐ انور کی نیکیاں ڈال دیں۔ تو پلڑا حضورؐ ہی کا بھاری ہو گا۔ پھر کتنا بلند ہوا آپ کا ذکر، اور کتنی اونچی ہوتی آپ کی شان، اور کتنا چمکا آپ کا نام۔ اگر آپ کی نرینہ اولاد نہ رہی۔ تو کیا ہوا۔ ذکر خیر، اور نام و نشان حضورؐ کا ابدالآباد تک روشن ہوا جتنی عزت، حرمت، ادب، احترام، محبت، عقیدت، اور ارادت سے آپ کا نام چودہ سو سال سے لیا جا رہا ہے۔ اور ذکر خیر کیا جا رہا ہے، اور قیامت تک نام پاک کا سورج اسی طرح درخشاں رہے گا۔ اس کی کوئی مثال نہیں ہے کمینے اور ذلیل کافر حضورؐ کو ابتر تو کہتے۔ کہ اس کی نرینہ اولاد نہیں رہی، اس کا کوئی نام تک نہیں لے گا۔ لیکن ہوا یہ کہ آپ کے بدخواہ اور دشمن ہی بے نشان اور بے نسل ہو گئے۔ حضورؐ کی بے شمار اولاد (امت) آپ کا اتباع کرنے اور آپ پر دعائے درود و سلام بھیجنے والی قیامت تک رہے گی۔ کتنی بلند ہوتی آپ کی یاد!

ساری امت حضورؐ کی صدقہ جاریہ ہے

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ کوثر سے مراد وہ بھلائی اور خیر ہے جو اللہ تعالےٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو نیکیوں، بھلائیوں، ثوابوں اور اجروں کے بے شمار دریا اور سمندر عطا کئے ہیں۔ اور اتنی خیر کثیر بخشی ہے۔ کہ صدہا خلا بھر جائیں تو ختم نہ ہو،

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالٰے کے دکھلانے اور بتانے سے ہر نیکی کے بانی اور موجد ہیں۔ پھر جو شخص آپ کی بتائی اور دکھائی نیکی پر عمل کرتا ہے۔ اس کا ثواب بطور صدقہ جاریہ کے اللہ حضورؐ کو بھی مرحمت فرماتا ہے کیونکہ آپ دال علی الخیر ہیں۔

تو تمام صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ کے نیک اعمال کا ثواب و اجر حضورؐ کو بھی ملے گا۔ اور آج تک اور قیامت تک کی امت کے عملوں کا اجر بھی رحمت عالم کے نامہ اعمال میں جائے گا۔ کہ ساری امت آپ کا صدقہ جاریہ ہے، کیونکہ حضورؐ نے ہر نیک عمل کی بنیاد رکھی ہے۔ اب ذرا حضورؐ کی خیر کثیر کی طرف نظر دوڑائیں۔ کہ خود حضورؐ کی ذاتی نیکیاں کس قدر ہیں۔ اور وہ نیکیاں آپ کی شان، بزرگی اور مرتبہ کے لحاظ سے کتنی وزنی ہیں۔ اور پھر ساری امت کی مجموعی نیکیوں کا صدقہ جاریہ کس قدر خیر کثیر ہے۔ جو اللہ نے حضورؐ کو عطا کی ہے۔ اور حوض کوثر بھی اسی خیر کثیر میں شامل ہے۔ دیکھئے اللہ نے کتنا بلند کیا آپؐ کا ذکر، اور کتنی درخشانی بخشی آپ کے نام کو!

نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے

از بسکہ اللہ تعالٰی نے حضورؐ کو حوض کوثر، کی خیر، اور خیر کثیر عطا کی۔ جس کا شمار اور احصار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے فرمایا۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (شکرانہ میں) اپنے رب کی نماز پڑھئے۔ اور قربانی کیجئے۔

مشرکین سجدے اور قربانیاں اللہ کے سوا، اوروں کے نام کی کرتے تھے تو اللہ نے فرمایا۔ تم صرف میری ہی خالص عبادت کرو۔ اور صرف میرے ہی نام پر قربانی کرو۔ جیسے فرمایا:-

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ

الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (پ ع ۷)

"کہہ ، تحقیق نماز میری ، اور عبادتیں (قولی ، بدنی ، مالی) میری اور زندگی میری ، اور موت میری ، واسطے اللہ رب العالمین کے ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں پہلا (مسلمان) ہوں"

اللہ تعالیٰ وہی عبادت قبول کرتا ہے جس میں شرک نہ ہو۔ مشرکین مکہ کو اس لئے مشرک کہا جاتا ہے، کہ وہ اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے، اور وہی عبادت غیروں کے لئے بھی بجا لاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو حکم دیا۔ کہ صرف میری ہی عبادت کرو۔ یعنی نماز پڑھو۔ اور صرف میرے ہی نام کی قربانی کرو۔ شرک سے مبرا !

افسوس آج کل کے بعض مشرک مسلمان صلوٰۃ الغوثیہ پڑھتے ہیں، اور بکرے دنبے وغیرہ غیر اللہ کے نام نذر کرتے ہیں۔ قبروں کے عرسوں پر جا تو لے جاتے ہیں اور وہاں ذبح کرتے ہیں۔ مذکورہ آیت میں یہ ارشاد ہے۔ کہ نماز وغیرہ عبادت، صرف اللہ ہی کے لئے ہو۔ اور قربانی بھی فقط اللہ ہی کے واسطے کرو !

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ "بے شک تیرا دشمن ہی ابتر ہے"

یعنی اے پیغمبرؐ! غم نہ کر۔ جو کافر تجھ کو ابتر کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دشمن تیرا ہی ابتر ہے، نام اس کا ہی مٹ جائے گا۔ نشان اس کا ہی نہ رہے گا۔ نسل اس کی ہی ماری جائے گی۔ تیرا نام حشر تک رہے گا۔ تیرا قول و فعل قیامت تک چمکے گا تیری سیرت کی قندیلیں تا نور نیرین جگمگائیں گی۔ کیونکہ :۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

"اور ہم نے تمہارے ذکر (خیر) کو بلند کیا۔"

حضورؐ کا ذکر قیامت تک بلند رہے گا

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام پاک کے ساتھ حضورؐ کے نام کو بھی اپنا رسول ہونے کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔ جیسے :-

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ "اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی"

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ (پ۵ ع۸) "جس نے اطاعت کی رسول کی، اس نے اطاعت کی اللہ کی"

ساری امت کو حکم ہے، کہ اللہ کی اطاعت رسول کے طریقے کے مطابق کرو۔ تو جو حضورؐ کے طریقے کے مطابق اللہ کی اطاعت کرے گا۔ وہی اطاعت (نماز، روزہ وغیرہ) اللہ قبول کرے گا۔ پس اطاعتِ رسولؐ اللہ کی اطاعت ہوئی۔ مزید ارشاد ہے :-

وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ۔ (پ۲۶ ع۸)۔

"اور رسول کی اطاعت کرو اور نہ باطل کرو اپنے عملوں کو"

یعنی جو عمل غیر مسنون طریقے پر کروگے۔ وہ باطل اور برباد ہو جائے گا۔ تو ساری امت پر اللہ نے امتثالِ اوامر میں حضورؐ کی اطاعت فرض کر دی ہے کتنا آپ کے ذکر خیر کو اللہ نے بلند کیا ہے۔ کہ بغیر آپ کے اتباع کے کوئی عمل ہی قبول نہیں۔

آیت ذیل میں بھی اللہ کے نام کے ساتھ حضورؐ کا نام آیا ہے :-

وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ۔ "اور جس شخص نے نافرمانی کی اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی، پس اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے"

پس اللہ کے ذکر کے ساتھ حضورؐ کا ذکر ہونا آپ کی بلندیِ شان اور رفعتِ ذکر پر دلالت کرتا ہے۔

قرآن مجید میں آپ کی رسالت کا ذکر کثرت کے ساتھ آیا ہے۔ تو جب تک قرآن پڑھا جائے گا۔ قرآن پرعمل ہوتا رہے گا۔ اس وقت تک حضورؐ کا ذکر بھی بلند رہے گا۔ رسالت کا پھریرہ تا صورِ اسرافیل ہی لہراتا رہے گا۔

مرورِ حیات کا نور

شہادت کے کلمہ میں جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دی جاتی ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے" تو ساتھ ہی حضورؐ کی رسالت کی شہادت بھی دی جاتی ہے۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ "اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں"

اللہ کی توحید کی شہادت کے ساتھ کروڑوں مسلمان نماز کے اندر (قعدہ میں) حضورؐ کی رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔ ہر روز پانچوں نمازوں میں، سنتوں میں تہجد، اشراق، تسبیح اور نوافل میں اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھ کر رفعتِ ذکرِ خیر اور ہے کرتے ہیں۔ علماء اور خطیب حضرات اپنے وعظوں اور خطبوں میں بھی حضورؐ کی رسالت کی گواہی دے کر ان کے ذکر کو اونچا کرتے ہیں۔ روئے زمین پر مساجد کے اندر موذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پکارتا اور حضورؐ کے ذکر کو بلند کرتا ہے۔ کوئی وقت ایسا نہیں ہوتا۔ جب دنیا کے کسی نہ کسی حصّے میں اذان نہ ہوتی ہو۔ گویا چوبیس گھنٹے اذانوں میں محمدؐ کا نام (صلے اللہ علیہ وسلم) گونجتا رہتا ہے۔

پھر آسمانوں میں فرشتے، اور زمین پر جن اور انسان، بڑی محبت اور

عقیدت سے پڑھتے ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

کوئی دن، کوئی گھنٹہ، کوئی منٹ، کوئی سیکنڈ ایسا نہیں گزرتا جس میں خواجۂ بدر و حنین صلے اللہ علیہ وسلم پر درود کی بارش نہ ہو رہی ہو۔ اور سلام کے پھول نہ برس رہے ہوں۔

کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، حقوق العباد، حقوق اللہ وغیرہ حضورؐ نے امت کے آگے اپنے عمل کے ساتھ پیش کئے ہیں۔ تو جب بھی مسلمان ان احکام پر عمل کرے گا۔ تو لامحالہ حضورؐ کی یاد تازہ ہو جائے گی، اور آپ کے ذکر کی بلندی اس کی پیشوائی کرے گی۔ تمدنی، معیشی، معاشرتی، اقتصادی، اور اخلاقی، دنیا میں چودہ سو برس سے حضورؐ کی اداؤں کی شمعیں جل رہی ہیں۔ شمعیں بھی تو آپ کا ذکر بلند ہے۔

مسلمان پیدائش سے لے کر موت تک طوعاً و کرہاً سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر بلند کے ساتھ جیتا ہے۔ اس کی زندگی لامحالہ سنت اور حدیث کی روشنی میں گزرتی ہے۔ پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں اذان اور اقامت پکارتے ہیں۔ اذان اور اقامت میں حضورؐ کا نام نامی آتا ہے، تو گویا بچے کے دماغ کی صاف سلیٹ پر اشھد ان محمدا رسول اللہ نقش کیا جاتا ہے۔ پھر وہ بچہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور سنن کے مطابق زندگی گزارتا ہے۔ اس کا نام رکھنا، سر کے بال اتارنا، عقیقہ کرنا، ختنہ کرنا۔ اس کی تعلیم اور تربیت، شادی، زوجین کے حقوق، والدین اور اولاد کے حقوق ہمسایوں کے حقوق، معاشی، مذہبی، اور اخلاقی مسائل صلہ رحمی اور قرابت کی ذمہ داریاں،

راعی اور رعایا کے تعلقات، تجارت، معاملات، حسن سلوک، فضائل اور رذائل، اوامر اور نواہی، مواخات اور موالات، بیماری، موت، تجہیز، تکفین اور تدفین کے مسائل ــ یہ سب امور سنت اور حدیث کے نور میں انجام پاتے ہیں، سنت اور حدیث حضورؐ کا ذکر ہے۔ جب ذکر پہ عمل کیا۔ تو ذکر بلند ہُوا۔

قرآن مجید کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ○ (پ۱۴ع۲)

"تحقیق ہم نے اتارا ہے ذکر (قرآن) اور ہم اس کے نگہبان ہیں"

یہاں قرآن کو ذکر کہا گیا ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں قرآن کی تشریح ہیں۔ یا عملی قرآن ہیں۔ پس قرآن بھی ذکر ہے، اور عملی قرآن، یعنی حدیثیں بھی ذکر ہے۔ جب امت حدیثوں پر عمل کرے گی۔ تو حضورؐ کا ذکر بلند ہوگا۔ غور کریں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر اللہ نے اتنا بلند کر دیا ہے کہ حضورؐ ایک منٹ کے لئے بھی بھلائے نہیں جا سکتے، آپ کے قول و فعل، سنت و حدیث، سیرت طیبہ، اُسوہ حسنہ، اور مرورِ حیات کا نور ہر حین و آن ظلمت ربا ہے، اور مسلمان کی زندگی کے لئے ہر لمحہ[۱] رہبر و پیشوا ہے۔ ؎

سلام صدق و امانت کی شانِ عالی پر
سلام خُلق و مروت کی بے مثالی پر

---

[۱] جن سید الکونین، سید المرسلین، سید ولد آدم، خاتم النبیین رسول رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر، اور یاد ہر لمحہ، اور ہر گھڑی مسلمان کی زندگی میں موجود ہو۔ جن کی رسالت کا آفتاب کبھی غروب نہ ہو، اُن بعد از خدا بزرگ رسولؐ کا جنم دن (کرشن جی کی جنم اشٹمی کی طرح) منانا ان کی شان کے منافی نہیں ہے؟ ــ مسلمانو! سوچو! کدھر جا رہے ہو! ــ حضورؐ کی محبت اور عقیدت کا کمال یہ ہے کہ ان کا اتباع کیا جائے۔ نور سیرت سے زندگی کا ہر گوشہ منور ہو!

سلام پاکیٔ گوہر پہ، جس کے دامن کو
کثافتوں کا تصور بھی چھو نہ سکتا ہو
سلام اس دل روشن کی حق اساسی پر
سلام ان کے کمالِ خدا شناسی پر
سلام حکمت و دانش پہ، جس کا ہر ارشاد
بنا ہے قصرِ صلاح و فلاح کی بنیاد
یقینِ محکم و ایمانِ مستقل پہ سلام!
خلوص و مہر و وفا و صفائے دل پہ سلام
دلِ حزیں کی یہ سب سے بڑی تمنا ہے
مرا سلام میری روح کا تقاضا ہے (کمالیؔ)

حضرت رسالت مآبؐ پر درود شریف کی بارش

گل ہے اگر بدن تو پسینہ گلاب ہے
صلِّ علیٰ وہ جسم رسالت مآب ہے

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ٥ (پ ۲۲ ع ۴)

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ (تو) مسلمانو! (تم بھی) پیغمبر (علیہ السلام) پر درود اور سلام بھیجتے رہا کرو۔"

عربی لغت میں صلوٰۃ کے معنے ہیں۔ دعا۔ رحمت۔ برکت تحسین تعریف پاکیزگی، اظہارِ مسرت۔ ثنائے حسن وغیرہ۔

اللہ کا درود بھیجنا

مذکورہ آیت میں ارشاد خداوندی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں۔ یاد رہے کہ درود کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ تو وہاں صلواۃ کے معنے دعا کے لینے منع ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے، کہ دعا جس شخص کے آگے کی جائے، اس کا پہلے یا قدیم ہونا نیز حاکم جابر، قاہر اور علےٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہونا ضروری ہے تاکہ دعا کرنے والا اس کے خوف اور اپنے عجز سے اس کے در اجابت کو دستک دے، اور یہ صفت صرف اللہ ہی کی ہے۔ کہ وہ قدیم ہے۔ قرآن کہتا ہے ھُوَ الْاَوَّلُ اللہ قدیم ہے پس اللہ سے نہ کوئی پہلے تھا۔ نہ کوئی حاکم، جبّار، قہار، اور دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے والا تھا۔ اس سے قبل کوئی چیز نہ تھی۔ پھر اللہ دعا کرے تو کس کے آگے کرے۔ لہذا صلواۃ بہ معنے دعا اللہ کی طرف ہرگز نسبت نہیں کر سکتے کہ یہ محال ہے۔ دعا کی نسبت صرف عاجز مخلوق کی طرف ہی ہو سکتی ہے جو اپنی عاجزی، بے کسی، بے بسی، محتاجی کے سبب ذات لم یزل کے خوف و جلال سے اس کے آگے ہر وقت دست بدعا ہے۔ ناصیہ فرسا اور سجدہ ریز ہے۔

تو آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام پر صلواۃ بھیجنے کے معنے حضورؐ پر رحمت اور برکت کی برکھا برسانا ہے۔ حضورؐ کی طہارت، پاکیزگی تعریف تحسین اور اعلےٰ صفات کا فرشتوں، جنوں اور انسانوں کے سامنے اظہار کرنا ہے چنانچہ لطفِ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، برکتوں، مہربانیوں، رضامندیوں، خوشیوں اور مسرتوں کی موسلا دھار بارش آپ کی روح پاک اور قبر اطہر پر ہو رہی ہے۔ یہ ہے اللہ کا درود و سلام، جو حضورؐ پر جاری و ساری ہے۔ پھر پہلی کتابوں اور قرآن مجید میں حضورؐ کے اعلےٰ صفات، اونچے اخلاق، اور بے شمار خوبیوں اور صفتوں کا بیان بھی اللہ کا حضورؐ پر صلواۃ وسلام بھیجنا ہے، اور قیامت کے

روز اللہ کا حضورؐ کو اذن شفاعت دینا، پھر آپ کی شفاعت اور دعا سے اہل محشر کا کرب و اضطراب سے نجات پانا، حوض کوثر پر حضورؐ کا ساقی ہو کر لوگوں کو پانی پلانا، مقام محمود پر کھڑا ہونا۔ یہ سب مدارج و محامد، اعلیٰ مراتب و محاسن، من جانب اللہ حضورؐ پر درود وسلام کی عطر بیزیاں ہیں، تو اللہ کی خوشیوں کے بادل ہر وقت آپ پر چھائے رہتے ہیں۔ اور رحمت و برکت کی بارش ہر لمحہ ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو تمام نبیوں اور ان کی امتوں میں آپ کی تعریف تعظیم، تکریم، تحسین، اور محامد و نعوت کی خوشبو پھیلائی تھی۔ یہ بھی حضورؐ پر اللہ کا درود بھیجنا ہے۔ واہ کیا شان ہے حضورؐ کی کہ جب اللہ نے آپ کی روح کو پیدا کیا۔ اس وقت سے لے کر قیامت تک اللہ اس روح پر رحمتوں اور برکتوں کے پھول برسا رہا ہے۔ اور دنیاوی زندگی کے تریسٹھ برسوں میں بھی ذات اقدس سورج اور چاند کی کرنوں سے کروڑوں گنا زیادہ اس کی رحمتوں کے نزول کا محل رہی ہے۔ یہ خصوصیت کسی اور نبی میں نہیں پائی جاتی۔

فرشتوں کا درود بھیجنا

فرشتوں کا حضورؐ پر درود بھیجنا آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمتوں، برکتوں، اور مہربانیوں کے نزول کی دعا کرنا ہے۔ وہ اس طرح دعا کرتے ہیں:-

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ہ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ہ

مسلمانوں کا درود بھیجنا

مسلمانوں کو بھی اللہ نے حکم دیا۔ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ "مسلمانو! تم بھی نبی صلی اللہ

علیہ وسلم) پر درود و سلام بھیجا کرو"۔

مشکوٰۃ میں ہے۔ کہ اس آیت کے نزول پر صحابہؓ نے حضورؐ سے پوچھا۔ کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ "اے اللہ کے رسولؐ! ہم کیونکر آپ پر درود بھیجیں؟ یعنی کس طرح، کس صیغہ، یا کن الفاظ کے ساتھ؟ حضورؐ نے فرمایا۔ قُوْلُوْا۔ کہو۔ یعنی اس طرح مجھ پر درود بھیجو:۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ٥ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ٥

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ وہ رحمت عالمؐ پر درود و سلام بھیجتے رہیں۔ پھر اس حکم کی تعمیل اس نے نماز کے آخری قعدہ میں کرادی۔ کہ یہاں سلام بھی ہے اور صلوٰۃ بھی۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ "سلام ہو تجھ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں"۔ اور التحیات کے بعد درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ الخ۔

اگر مسلمان حضورؐ پر درود پڑھنے کے لئے کوئی فرصت کا وقت نہ بھی نکال سکیں۔ تو نمازوں کے اندر تو ضرور بالضرور پڑھیں گے، اس طرح کوئی مسلمان اس نعمت عظمیٰ سے محروم نہیں رہے گا۔ اور درود کے اجر کی دولت سے مالامال ہو جائے گا۔

نماز کے اندر درود پڑھنا فرض ہے

امام شافعیؒ کا مذہب ہے، کہ نماز کے آخری تشہد میں اگر کسی نے درود نہ

پڑھا ۔ تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی ۔ درود کا پڑھنا اس جگہ واجب (فرض) ہے صحابہؓ کی ایک اور جماعت نے بھی یہی کہا ہے ، مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ۔ حضرت ابومسعود بدریؓ حضرت جابر بن عبداللہؓ ۔ امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی قول ہے ۔ امام اسحٰق بن راہویہؒ کے نزدیک بھی نماز کی آخری التحیات میں درود پڑھنا فرض ہے ۔ الحاصل درود کے نماز میں فرض ہونے کا قول بہت ظاہر ہے اور سلف اور خلف میں امام شافعیؒ کے علاوہ اور ائمہ بھی اس کے قائل رہے ہیں ۔ (تفسیر ابن کثیر)

ابن ماجہ میں ہے جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں ۔ جو وضو میں بسم اللہ نہ کہے ۔ اس کا وضو نہیں ۔ جو نبیؐ پر درود نہ پڑھے اسکی نماز نہیں ۔ (تفسیر ابن کثیر)

الحاصل درود شریف نماز میں پڑھنا نہایت ضروری ، واجب اور فرض ہے اور مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حضورؐ کے احسان کا شکریہ درود شریف کے ساتھ ادا کرے ۔

درود شریف کے فضائل

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ جب تک کوئی مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے ۔ تب تک فرشتے بھی اس کے لیے دعائے رحم کرتے رہتے ہیں ۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ کمی کرو یا زیادتی کرو ۔ (ابن ماجہ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے ۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں بھیجتا ہے ۔ اس پر ایک شخص نے کہا ۔ پھر میں اپنی دعا کا آدھا وقت درود میں ہی خرچ کروں گا ۔ آپ نے فرمایا ۔ جیسی تیری مرضی ۔ اس نے کہا ۔ پھر میں دو تہائیاں کروں ؟ آپ نے فرمایا ۔ اگر چاہے ، اس نے کہا ۔ پھر تو میں اپنا سارا وقت ہی اس کے لئے ہی کر دیتا ہوں ۔ آپ نے فرمایا ۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ تجھے دین و دنیا کے غم سے نجات دے دیگا ۔ (ترمذی شریف)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (مسلم شریف)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک درود کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔ دس گناہ معاف ہوں گے۔ دس درجے بڑھیں گے۔ اور اسی کے مثل اس پر لوٹایا جائے گا۔ (مسند)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور اس نے (میرا نام سن کر) مجھ پر درود نہ پڑھا۔ وہ بخیل ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ شخص برباد ہوا۔ جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا۔ اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔ وہ بھی برباد ہوا۔ کہ جس کی زندگی میں رمضان آیا۔ اور نکل جانے تک اس کے گناہ معاف نہ ہوئے (یعنی اس نے معافی والے کام نہ کئے) وہ بھی برباد ہوا۔ جس نے اپنے ماں باپ کے بڑھاپے کے زمانے کو پایا۔ یا دونوں میں سے ایک کو۔ پس داخل نہ کیا انہوں نے اس کو بہشت میں۔

(ترمذی شریف)

ذلیل بدبخت | یعنی وہ شخص ذلیل اور برباد ہوا جس نے حضورؐ کا نام پاک (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) سن کر درود نہ بھیجا۔ اور وہ بھی برباد ہوا جس نے زندگی میں ماہِ رمضان کو پایا۔ اور نہ روزے رکھے۔ نہ نمازیں پڑھیں۔ نہ خدا سے بخشش مانگی۔ اور اسی حال میں رمضان نکل گیا۔ ایسے ہی وہ شخص بھی برباد اور ذلیل ہوا۔ جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا۔ اور ان کے حقوق پورے نہ کئے۔ ان کی خدمت نہ کی۔ وہ اس پر ناراض ہے۔ یہ کپوت جنت میں نہ جائے گا۔

حضرت ابی طلحہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنے یاروں کے پاس تشریف لائے۔ آپ کے چہرے میں خوشی معلوم

ہوتی تھی حضورؐ نے فرمایا۔ بے شک جبریلؑ نے میرے پاس آکر کہا ہے کہ اللہ فرماتا ہے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو۔ کہ جو کوئی تیری امت سے تجھ پر ایک بار درود بھیجے، اللہ اس پر دس بار رحمت بھیجے گا۔ اور جو کوئی تجھ پر ایک بار سلام بھیجے، اللہ اس پر دس بار سلام بھیجے گا۔ (نسائی شریف)

پس جو شخص چاہے۔ کہ اللہ اس پر درود و سلام بھیجے۔ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے۔ اس طرح:-

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ ۝

(نوٹ):- اہل بدعت نے ایک درود و سلام ایجاد کر رکھا ہے۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ یاد رہے۔ کہ نہ یہ مسنون درود ہے نہ سلام، ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ میں سے کسی نے ایسا درود و سلام نہیں پڑھا، ائمہ اربعہ میں سے کسی نے یہ نہیں لکھا۔ تابعینؒ تبع تابعینؒ میں سے کسی نے نہیں پڑھا حضورؐ نے فرمایا۔ من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد۔ جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے۔ (یعنی مسنون نہیں ہے) وہ مردود ہے — پس اس ایجادی درود و سلام سے بچیں۔

فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، کہ ناگاہ ایک شخص آیا۔ اور اس نے نماز پڑھی، پھر (نماز سے فارغ ہو کر) کہا۔ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے نمازی تو نے جلدی کی (یعنی دعا کی ترکیب ترک کی۔ سن!) جب وقت نماز پڑھے تو، پس بیٹھ (یعنی نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگنے کے لئے بیٹھ) پس تعریف کر اللہ کی ساتھ اس چیز کے کہ وہ لائق ہے اس کے، اور درود بھیجے مجھ پر۔ پھر مانگ اللہ سے جو چاہے (یہ دعا کا ادب ہے)۔ کہا راوی نے پھر ایک اور شخص نے

اس کے بعد نماز پڑھی۔ (نماز سے فارغ ہوکر) اس نے اللہ کی تعریف کی۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ (اور دعا نہ کی) حضورؐ نے فرمایا۔ اُدْعُ تُجَبْ۔ دعا کر قبول کی جائے گی۔ (ترمذی شریف)

دُعا سے قبل حمد و صلوٰۃ

معلوم ہوا۔ جب دعا مانگیں، تو شروع میں اللہ کی حمد اور حضورؐ پر درود پڑھ کر دعا مانگیں، انشاء اللہ قبول ہوگی، یہ دعا کا ادب ہے، جو حضورؐ نے سکھایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نماز پڑھتا تھا۔ اور (میرے پاس) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ۔ اور حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے پس جب میں (نماز سے فارغ ہوکر دعا مانگنے کے لئے) بیٹھا تو شروع کی میں نے (دعا) ساتھ اللہ کی تعریف کے اور درود بھیجا نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر۔ پھر دعا مانگی میں نے واسطے اپنے، حضورؐ نے فرمایا۔ سَلْ تُعْطَهْ۔ سَلْ تُعْطَهْ۔ مانگ دیا جائے گا۔ مانگ دیا جائے گا۔ (ترمذی شریف)

کتنی برکت ہے درود شریف کی۔ کہ دعا کرنے سے پہلے جب کہا جائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ تو اللہ قبول کرلیتا ہے، خوش ہوتا ہے۔ کہ اس بندے نے میرے پیارے رسول کے لئے مجھ سے رحمتیں مانگی ہیں۔ کیوں نہیں اس کی دعا قبول کروں۔ اس کی حاجت روائی اور مشکل کشائی فرماؤں۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَّ حُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَّرُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔ (نسائی)

"جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجے، رحمت بھیجے گا اللہ اس پر دس رحمتیں اور بخشے جائیں گے اس سے دس گناہ۔ اور بلند کئے جائیں گے۔

(خدا کے نزدیک) اس کے لئے دس درجے"۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَوْلَى النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلوٰۃً ؕ (ترمذی)

"بہت نزدیک لوگوں کے ساتھ میرے دن قیامت کے اکثر ان کے ہیں مجھ پر درود پڑھنے والے"۔

یعنی مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والے قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ میرے نزدیک ہوں گے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فرشتے درود پہنچاتے ہیں

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔

اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ ؕ

"تحقیق اللہ کے کتنے فرشتے ہیں پھرنے والے زمین میں، پہنچاتے ہیں مجھ کو میری امت کی طرف سے سلام"۔ (مشکوۃ شریف)

معلوم ہوا۔ کہ جو متبع سنت شمع رسالت کا پروانہ بڑی محبت اور خلوص سے حضورؐ پر سلام پیش کرتا ہے۔ فرشتے اس کو لے جا کر حضورؐ کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے، کہ فرشتے اس کا نام بھی لیتے ہیں، مثال کے طور پر فرشتے حاضر ہو کر یوں عرض کرتے ہیں۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔ عاجز مسکین محمدؐ صادق ابن شمس الدین سیالکوٹ سے یقرئك السلام۔ خدمت اقدس میں سلام عرض کرتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی ؕ

حضورؐ ہر جگہ حاضر نہیں

فرشتوں کے درود و سلام پہنچانے سے یہ بات بھی ثابت ہوئی۔ کہ حضورؐ حاضر ناظر نہیں ہیں۔ جیسا کہ

اہلِ بدعت کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ ہر جگہ حاضر اور ناظر ہیں۔ اگر حضورؐ حاضر ناظر ہوتے تو درود خود سن لیتے۔ اللہ تعالیٰ درود پہنچانے کے لئے فرشتے کیوں مقرر کرتا؟ نہ معلوم غالی ایسے عقیدے کیوں گھڑتے ہیں۔ جن کا نام ونشان صحابہ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور ائمہ اربعہؒ میں نہیں پایا جاتا۔ ایسے عقیدے جمالِ مصطفےٰ کو دھندلا دیتے ہیں اور توحید کے چمن میں خزاں لاتے ہیں۔

اَيُّهَا النَّبِيُّ سے مغالطہ

غالی کہتے ہیں۔ اَيُّهَا النَّبِيُّ کے معنے ہیں اے نبی۔ یہ ندا ہے۔ یا رسول اللہ بھی ندا ہے اگر اے نبی کہنا جائز ہے۔ تو یا رسول اللہ کہنا بھی جائز ہوا۔

گزارش ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ۔ اس خیال یا اعتقاد سے نہیں پڑھا جاتا۔ کہ حضورؐ حاضر اور موجود ہیں۔ اور آپ کو مخاطب کرکے کہا جاتا ہے۔ سلام ہو تجھ پر اے نبیؐ۔ یہ تو شرکیہ عقیدہ ہے۔ صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں کوئی بھی اس خیال کا نہ تھا۔ اور نہ ہی ائمہ اربعہؒ میں سے کوئی اس عقیدہ کا قائل ہے۔ اور یہ بات عقلاً ونقلاً کسی طرح قابلِ قبول نہیں ہوسکتی۔ کہ اللہ کا رسول، اللہ کی طرح ہر جگہ حاضر ناظر اور موجود ہو۔ اللہ کے متعلق قرآن مجید کہتا ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ۔ (پ۲۷ع۱۷) "اور وہ (اللہ تعالیٰ) ساتھ تمہارے ہے جہاں تم ہو" یعنی حاضر ناظر اور موجود ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَا اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ
وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ ○ (پ۲۰ع۸)

"اور (اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم) جس وقت ہم نے موسےؑ کو (رسالت کے) اختیارات دیئے۔ تو تم (کوہ طور کے) مغربی جانب

موجود نہ تھے۔ اور نہ تم (اس واقعے کے) چشم دید دیکھنے والوں سے تھے "

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کے موجود ہونے اور شاہد ہونے کی نفی کی ہے۔ ثابت ہُوا۔ کہ جناب رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر نہیں ہیں، جو حضورؐ کو حاضر ناظر مانے وہ قرآنی آیت کا منکر ہے۔ اور ساتھ ہی حضورؐ کو اللہ کی صفت حاضر ناظر میں شریک کر کے شرک کی راہ پر گامزن ہے۔ پھر کس دلیل سے غالی لوگ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ سے حضورؐ کو حاضر ناظر مانتے ہیں۔ جب کہ سلف صالحین میں سے کوئی بھی اَيُّهَا النَّبِیُّ کی ندا سے حضورؐ کو حاضر ناظر نہ مانتا تھا۔ اور فقہ حنفی بھی اس عقیدہ کی شدت سے تردید کرتی ہے۔ چنانچہ فقہ کی معتبر کتاب میں یہ فتوےٰ موجود ہے۔

مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يُكَفَّرُ۔ (فتاویٰ بزازیہ)

"جو یہ عقیدہ رکھے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ناظر ہیں وہ کافر ہے"

يَزْعُمُوْنَ اَنَّ رُوْحَهٗ يَجِيْئُ وَحَاضِرٌ فَزَعْمُهُمْ بَاطِلٌ بَلْ هٰذَا الْاِعْتِقَادُ شِرْكٌ وَقَدْ مَنَعَ الْاَئِمَّةُ الْاَرْبَعَةُ عَنْ مِثْلِ هٰذَا ۔ (تحفۃ القضاۃ)

"بعض لوگ جو خیال کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح حاضر ناظر ہے۔ ان کا ایسا خیال باطل ہے، بلکہ یہ عقیدہ (کہ حضورؐ حاضر ناظر ہیں)، شرک ہے۔ چاروں اماموں نے اس (عقیدے) سے منع کیا ہے"

فقہائے کرام مزید ارشاد فرماتے ہیں:۔

جو شخص نکاح میں کہے۔ کہ میں اللہ کے رسول کو گواہ کرتا ہوں، وہ

کافر ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ بزازیہ)

اب حنفی بھائیوں کو دیانت اور امانت سے کام لیتے ہوئے سوچنا چاہیئے کہ فقہائے حنفیہ نے جو یہ فتوے دیئے ہیں، کہ حضورؐ کو حاضر ناظر اور موجود ہونے کا اعتقاد کرنے والا کافر ہے، اگر یہ فتوے سچے ہیں (اور یقیناً سچے ہیں) تو آپ اس عقیدے سے توبہ کریں۔ کہ حضورؐ حاضر ناظر موجود اور سنتے ہیں۔ اور اگر یہ فتوے آپکے نزدیک غلط ہیں۔ تو حدیث میں آتا ہے، کہ غیر کافر کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ بتایئے ان فقہاء کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جنہوں نے ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہا ہے۔

بھائیو! رسمی، رواجی، آبائی، سماعی، اور مولویوں کے گھڑے ہوئے عقیدوں پر آنکھ بند کر کے ایمان لا کر دولتِ ایمان کو داغدار نہ کریں۔ بلکہ قرآن اور حدیث کے آبِ حیات سے ایمان و عقائد کے درخت کو سیراب کریں، یا کم از کم تقلید کی لاج رکھتے ہوئے فقہائے احناف کے فتاویٰ پر عمل کر لیں۔ جو قرآن اور حدیث سے مستفاد ہیں۔

اَیُّھَا النَّبِیُّ میں ندا کا مفہوم

حضورؐ کے حاضر ناظر کے متعلق قطعی فیصلہ تو آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ اب اَیُّھَا النَّبِیُّ میں ندا کا مفہوم ذہن نشین کریں۔ یہ جو قعدہ میں پڑھا جاتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ "سلام ہو تجھ پر اے نبیؐ!" دراصل یہ حکایت کے طور پر پڑھا جاتا ہے۔ یعنی بات یا الفاظ دوسرے کے ہوں۔ اور اپنی زبان سے انہیں ادا کیا جائے۔ اب قرآن مجید ہی کی چند آیات سے اس بات کو سمجھیں۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے جب آپ سورۂ مزمّل میں پڑھیں گے۔ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ "اے کملی اوڑھنے والے۔ قُمِ الَّیْلَ" اٹھ رات کو" کیا قاری قرآن حضورؐ کو ندا کر رہا ہے۔ اور حکم دے

رہا ہے ؟ کہ اٹھ رات کو زاور نماز تہجد پڑھ ؟)۔ اگر وہ حضورؐ کو اس خطاب میں حاضر ناظر جان کر رات کو اٹھنے کا حکم دے، تو ایسا بے ادب۔ گستاخ شخص کم از کم اپنے عمل برباد کرے گا۔ پھر قاری قرآن کس نیت سے یٰۤاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ پڑھے گا ؟ اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو ایسا خطاب کیا تھا۔ اور میں اللہ کے خطاب کلام اور ارشاد کو اپنی زبان سے بطور عبادت کے ادا کرتا ہوں۔ کہ اللہ مجھے اجر دے اس کو کہتے ہیں بطور حکایت پڑھنا۔ کلام خدا کا ـــ الفاظ اللہ کے ـــ برکت، نیکی، اجر کے لئے اس کا حکم سمجھ کر پڑھنا۔

اَیُّھَا النَّبِیُّ کی ندا سے حضورؐ کو حاضر ناظر جاننے والا مولوی جب قرآن میں یہ پڑھے گا۔ یٰۤاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ہ اے چادر لپیٹنے والے! قُمْ فَاَنْذِرْ ہ اٹھ پس (لوگوں کو) ڈرا'، کیا وہ حضورؐ کو حاضر ناظر جان کر حکم دیتا ہے۔ اے چادر پوش! اٹھ، پس (لوگوں کو عذاب الٰہی سے) ڈرا۔ اگر وہ حضورؐ کو زندہ ـــ موجود اور حاضر سمجھ کر ذاتی خطاب کرتا ہے۔ اٹھ پس ڈرا (لوگوں کو) تو اس کے کافر اور بے ایمان ہونے میں کیا شبہ رہا ؟ اور اگر یہی الفاظ اللہ کا کلام سمجھ کر اللہ کو متکلم اور حضورؐ کو مخاطب جان کر پڑھے گا۔ تو حضورؐ کے ارشاد کے مطابق (کہ قرآن کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں) ایک سو اسی نیکیاں پائے گا۔

حرف ندا کی "آکسیجن" سے قوتِ شکم کو فراواں پانے والے مولوی جب "قرآن میں پڑھتے ہیں۔ یٰھَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا۔ اے ہامان میرے لئے ایک محل بنوا"۔ تو کیا وہ ہامان کو پکار کر اسے حاضر ناظر سمجھتے ہیں۔ یا خیال کرتے ہیں کہ وہ ان کی بات کو سنتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ فرعون کی بات کو حکایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت کے شروع میں ہے، وَقَالَ فِرْعَوْنُ۔ اور کہا فرعون نے۔ یعنی فرعون نے کہا تھا۔ اے ہامان میرے لئے ایک محل بنوا" (پ ۲۴ ع ۹)

اسی طرح جب قرآن میں پڑھتے ہیں۔ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ۔ اے کافرو! تو کیا کافروں کو ندا دینے سے وہ حاضر ناظر ہو گئے۔ یا ندا دینے والے کی ندا کو سنتے ہیں؟ نہیں۔ بلکہ یہ ندا بزبان رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم دی گئی ہے۔ جیسے ہم کلام اللہ میں پڑھتے ہیں۔ چنانچہ شروع میں قُلْ موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ (اے پیغمبر ان کافروں سے) کہو کہ اے کافرو! لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۔ نہیں پرستش کرتا میں ان (معبودوں) کی جن کی تم پرستش کرتے ہو۔" (پ ۳۰ ع ۳۵)

جب آپ قرآن میں یہ پڑھیں گے۔ یٰۤاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ۔ اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔" تو کیا آواز دینے سے چیونٹیاں حاضر ہو گئی ہیں۔ یا انہوں نے آپ کی آواز سن لی ہے؟ کچھ تو کہو مولوی صاحب؟ کیا بات ہے کہ آپ چیونٹیوں کو آواز دے رہے ہیں؟۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر چیونٹیوں کے ایک میدان سے گزرے۔ تو ایک چیونٹی نے کہا۔ اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ ایسا نہ ہو۔ کہ سلیمان اور اس کے لشکر تم کو کچل ڈالیں۔ اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔ (پ ۱۹ ع ۱۷)

یعنی سلیمان علیہ السلام کے لشکروں کا اتنا دبدبہ تھا۔ کہ انہیں دیکھ کر ایک چیونٹی نے خطرہ محسوس کیا۔ اور کہا اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔ کہیں سلیمان کے لشکر تم کو پامال نہ کر دیں۔ اپنا بچاؤ کر لو۔ تو "اے چیونٹیو!" یہ جملہ ایک چیونٹی کا ہے جسے ہم بالفاظ چیونٹی پڑھتے ہیں۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم چیونٹیوں کو آواز دے رہے، اور وہ حاضر اور موجود ہیں۔

اتنی لمبی تشریح سے آپ کو سمجھ آگئی ہو گی۔ کہ یہ ندائیں دوسروں کی ہیں جنہیں ہم بطور حکایت ادا کرتے ہیں۔ اب آپ ندائے اَیُّھَا النَّبِیُّ کو سمجھیں۔

ندائے اَیُّھَا النَّبِیُّ حکایت ہے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ معراج میں لے گیا۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ کی روشنی سے دنیا کو منور کر دیا۔ اور فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى کے پھولوں کی مہک سے کونین معطر ہو گئے۔ جب رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم، رب عرش عظیم کی بارگاہِ لم یزل میں حاضر ہوئے۔ تو عجز و خلوص کا سراپا بن کر اپنے معبود لازوال کی شان میں یوں حمد سرا ہوئے۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ (سبوح و قدوس معبود!) ہر طرح کی زبان کی عبادتیں، بدن کی عبادتیں، اور مالی عبادتیں (صرف) تیری ذات کے لائق ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی زبان سے اپنے لئے یہ جامع اور لا مثال تعریف سن کر فرمایا

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

"سلام ہو تجھ پر اے نبیؐ اور رحمت اللہ کی، اور برکتیں اس کی"

جب اللہ تعالیٰ نے حضورؐ پر سلام فرمایا۔ رحمت اور برکتوں کی برکھا برسائی آپ نے اس وقت خیال کیا۔ کہ اللہ کی رحمت، برکت، اور سلام کا دریا جوش پر ہے۔ کیا اچھا ہو۔ کہ میں اپنی امت کے نیک بندوں کو بھی دعا میں شامل کر لوں لہذا عرض کیا:۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ۔

"سلام ہو ہم پر، اور اللہ کے نیک بندوں پر (بھی)"

پس کہا جبریل علیہ السلام نے:۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط

"میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (قولی۔ بدنی۔ مالی۔ عبادت کے لائق) نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں"

(مستفاد از مظاہر حق)

التحیات کا گلدستہ التحیات کی ساری دعا معراج جیسے نہایت قرب خداوندی کے مقام پر مرتب ہوتی ہے۔ حضورؐ کی حمد خدائے لم یزل۔ جواب میں اللہ کی طرف سے سلامتی۔ رحمت اور برکات کے بادلوں کا برسنا۔ حضورؐ کا اللہ کی رحمتوں اور برکتوں میں امت کے نیک بندوں کو شریک کرنا۔ پھر اخیر میں حضرت جبریل امین کا توحید و رسالت کی گواہی دینا۔ اس سارے پاکیزہ، مطہر، مقدس، بابرکت اور مقبول "گلدستہ" سے حضورؐ نے مقام تشہد کو زینت دی ہے۔

جس طرح آپ نے گذشتہ اوراق میں یَاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ۔ یَاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ وغیرہ میں نداؤں کا مطلب سمجھ لیا ہے۔ کہ وہ سب بطور حکایت کے ہیں۔ اسی طرح۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کے مفہوم کو ذہن نشین کریں۔ کہ معراج میں اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو کہا تھا۔ سلام ہو تجھ پر اے نبیؐ! ہم اللہ تعالیٰ کے الفاظ کو بطور حکایت قعدہ تشہد میں پڑھتے ہیں۔ یعنی اللہ نے حضورؐ کو کہا تھا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ۔ ہم یَاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ کی طرح اللہ کے الفاظ نقل کرتے ہیں اس نیت سے کہ اللہ اپنی سلامتیاں، رحمتیں اور برکتیں حضورؐ پر نازل کرے۔ جس طرح کوئی بات بچوں کو سمجھانے کے لئے بار بار کہنی پڑتی ہے، اسی طرح ہم نے آپ کو اَیُّھَا النَّبِیُّ کا مطلب سمجھانے کے لئے بار بار سمع خراشی کی ہے۔ اور ویسے جتنی بھی کتابیں ہم نے لکھی ہیں۔ عوام الناس کے لئے ہی لکھی ہیں۔ تاکہ ان کو دین کی سمجھ آجائے۔

رحمتِ عالم کے احسان کا شکریہ

ہاں تو مضمون درود شریف کے متعلق چل رہا تھا۔ درمیان میں مسئلہ اَیُّھَا النَّبِیُّ آگیا جسے تفصیل سے بیان کرنا پڑ گیا۔ اب اصل مضمون کی طرف عود فرمائیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا نہایت ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنا حضور انورؐ کا ہم پر احسان ہے۔ اتنا ساری مخلوق میں سے کسی کا نہیں ہے، اور وہ یہ ہے۔ کہ تئیس سالہ محنت شاقہ اور بے شمار تکالیف اور مصائب برداشت کر کے حضورؐ نے جو اپنا عمل بالقرآن ہم کو بخشا ہے، یہ وہ راستہ ہے۔ جو راہی کو جنت میں لے جاتا ہے۔ تو دنیا کے جہنم سے نکال کر آخرت کی بہشت میں داخل کر دینا کوئی کم احسان اور نیکی ہے؟ قرآن کہتا ہے:۔

وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْهَا۔ (پ۴ ع۲)

" اور تم آگ کے گڑھے (یعنی دوزخ) کے کنارے (آ لگے) تھے، پھر اس نے تم کو اس سے بچا لیا "

یعنی لوگ دوزخ میں گرنے ہی والے تھے۔ کہ اللہ نے ان کو بہ اتباعِ رسولؐ بچا لیا۔ اور جنت میں پہنچا دیا۔ یہ اتباعِ رسولؐ ہی باعث جنت ہے۔ اگر آپ اپنے عمل سے جنت کا راستہ متعین نہ کرتے۔ تو راہ نہ ملنے کے باعث ہم دوزخ کا ایندھن بن جاتے، تو آپ کا ہم پر اتنا بڑا احسان ہے۔ کہ ہم ان کی پیروی سے ناری۔ " نوری " بن گئے۔ جنت کے وارث ہو گئے۔ تو آپ کے احسان عظیم کا بدلہ ہم چکا نہیں سکتے۔ بجز اس کے کہ ہم آپ پر درود بھیجیں۔ آسمانوں سے بڑے احسان کے شکر میں صلوٰۃ وسلام کے گلدستے پیش کریں۔ وہ صلوٰۃ وسلام جو ٹکسالِ مدینہ سے ڈھلا ہے۔ نہ وہ محدث، بے ڈھب، گھڑا ہوا صلوٰۃ وسلام جو ترنم کے ساتھ کورس گایا جاتا ہے۔

پھر حضورؐ پر درود بھیجنے سے آپ کے احسان کا کچھ شکریہ ادا ہوتا ہے۔ اور اللہ اتنا راضی اور خوش ہوتا ہے۔ کہ اس بندے پر اپنی رحمتیں اتارتا ہے۔ ایک موقوف حدیث میں ہے، کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

مَنْ صَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ سَبْعِیْنَ صَلٰوۃً۔ (مشکوٰۃ بحوالہ احمد)

"جس نے درود بھیجا نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک بار، رحمت بھیجتا ہے اللہ اس پر اور فرشتے اس کے ستر رحمتیں"۔ (رواہ احمد)

شفاعت واجب ہوگی

حضرت رویفعؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ صَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ ط (مشکوٰۃ شریف)

"جو کوئی درود بھیجے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اور درود بھیجنے کے بعد، کہے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ـ" اے اللہ اتار ان کو بیچ جگہ کے کہ مقرب ہے نزدیک تیرے دن قیامت کے"۔ (یعنی مقام محمود)۔ واجب ہوتی ہے اس کے لئے شفاعت میری"۔

نوٹ:۔ بہتر ہے کہ آپ ہر روز یہ مختصر سا درود پانچ صد بار پڑھ کر، اخیر میں دعائے مذکور ایک بار پڑھ لیا کریں۔ دین و دنیا کے تمام ہم و غم دور ہونگے، مصائب اور مشکلات سے نجات ملے گی۔ اور قیامت کو حضورؐ کی شفاعت نصیب ہوگی مختصر درود شریف یہ ہے:۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ط

قبولیتِ دعا درود پر موقوف ہے

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا:۔

اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْئٌ حَتّٰى تُصَلِّيْ عَلٰى نَبِيِّكَ۔ (ترمذی شریف)

"تحقیق دعا ٹھہری رہتی ہے درمیان آسمان اور زمین کے نہیں چڑھتی اس میں سے کچھ یہاں تک کہ درود بھیجے تو اوپر نبیؐ اپنے کے"

وادیٔ بطحا سے اٹھا نور برساتا ہوا

رشتہ ہائے عابد و معبود سلجھاتا ہوا
وادیٔ بطحا سے اٹھا نور برساتا ہوا

وہ کرم گستر، وہ مخدومِ جہاں وہ نورِ حق
آگیا اسرارِ ہست و بود سمجھاتا ہوا

محسنِ انسانیت نکلا حرا کے غار سے
زیست کی کایا پلٹتا، فکر فرماتا ہوا

وہ اٹھا فاراں کی چوٹی سے بہ اندازِ خلیلؑ
ہر نفس میں نغمۂ توحید، دہراتا ہوا

سرحدِ ادراکِ انساں سے بھی آگے بڑھ گیا
کہکشاں کو روندتا تاروں کو شرماتا ہوا

وہ چلا صحنِ گلستاں میں برنگِ بادِ صبح
راہ سے کانٹے ہٹاتا، پھول برساتا ہوا

علم و عرفان و حقیقت کا علم لے کر بڑھا
قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج ٹھکراتا ہوا

وہ تبسم بار گزرا بجلیوں کے دوش پر
پتھروں کو چھیدتا سینوں کو گرماتا ہوا

آگیا صحنِ حرم میں دوش پر کملی لئے
رحم کرتا اور لاتثریب، فرماتا ہوا

ابرِ رحمت بن کے برسا رفعتِ کونین پر
بحر و بر کی وسعتوں میں نور پھیلاتا ہوا

اس نے دل کے ولولوں کو جب نئی تحریک دی
دورِ تکوینی چلا، تاریخ دہراتا ہوا!!

(ثمر)

جانِ بہاراں

حضور جانِ بہاراں حضور موجِ ظہور
تمام روحِ معانی، تمام پیکرِ نور

حضور صبحِ تجلّی، حضور عینِ ظہور
حضور سلسلۂ انبیاء میں نور ہی نور

حضور مہرِ درخشاں حضور ماہِ تمام
حضور ابرِ کرم ہیں حضور جانِ سرور

فدائے نیم تبسّم متاعِ کون و مکاں
نثارِ زلفِ پریشاں ہزار علم و شعور

حضور نورِ مجسّم[1]، حضور خلقِ عظیم
حضور امتِ عاصی پہ ہیں رؤف و رحیم

(ضیا جعفری)

یہ مشتِ خاک بھی تاباں ہوئی سہا کی طرح

سبوئے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفےٰ کی طرح

قدح گسار ہیں اس کی اماں میں جس کا وجود
سفینۂ دوسرا میں ہے ناخدا کی طرح

وہ جس کے لطف سے کھلتا ہے غنچۂ ادراک
وہ جس کا نام نسیمِ گرہ کشا کی طرح

خزاں کے حجلۂ ویراں میں وہ شگفتِ بہار
فنا کے دشت میں وہ روضۂ بقا کی طرح

شرف ملا بشریت کو اس کے قدموں میں
یہ مشتِ خاک بھی تاباں ہوئی سہا کی طرح

---

[1] مراد ہدایت مجسم، نور سے مراد صفاتی نور ہے، جو سراسر ہدایت ہی ہدایت ہے۔

وہ جس کا جذب تھا بیداریِ جہاں کا سبب
وہ جس کا عزم تھا دستورِ ارتقا کی طرح
وہ جس کا سلسلۂ جود ابرِ گوہر بار!
وہ جس کا دستِ عطا مصدرِ عطا کی طرح
وہ نورِ لم یزلی[له] تھا تہِ قبائے وجود!
یہ راز ہم پہ کھلا رشتۂ قبا کی طرح
بغیرِ عشقِ محمدؐ کسی سے کھل نہ سکے
رموزِ ذات کہ ہیں گیسوئے دوتا کی طرح
ریاضِ مدحتِ رسالت میں راہوارِ غزل
چلا ہے رقص کناں آہوئے صبا کی طرح (ظفر سراج الدین)

اِسلام کا آفتاب چمکا

ظلمت کا چراغ بے ضیا ہے — انجم کا ستارہ ڈوبتا ہے
مہتاب کی چاندنی ڈھلی ہے — مریخ کی سمت مشتری ہے
اہلِ مہِ کہکشاں ہے مفرور — پروانہ نویس شمع کا نور
زہرہ کا سفید ہو گیا رنگ — نظمِ پرویں کا قافیہ تنگ
سبزہ ہے کنارِ آبِ جُو پر — یا، خضر ہے مستعد وضو پر
اک شاخ رکوع میں رکی ہے — اور دوسری سجدہ میں جھکی ہے
کیاری ہر ایک اعتکاف میں ہے — اور آبِ رواں طواف میں ہے
سامانِ ظہور کی ہے تمہید — قدرت پہ ہو رہی ہے تاکید

[له] خدائے لم یزل کا پیدا کردہ نور، مخلوق اور حادث نور۔ اِس نورِ ہدایت سے کرۂ اغبر جگمگا اٹھا۔

لو ہم نے حباب کو عطا کی ... آبِ حیواں کی "میر بحری"
جان و دلِ مرسلیں محمدؐ ... روحِ روح الامیں محمدؐ
پیدا ہوئے خاتم النبیینؐ ... مہرِ عرفاں، عزّ و تمکین
گنجینۂ اصطفا محمدؐ ... آئینۂ حق نما محمدؐ
اس وقت دیارِ عرب کے ... مطلع سے تجلیاتِ رب کے
برجِ شرفِ قریشیاں میں ... اور ہاشمیوں کے خانداں میں
کعبہ کی زمینِ نامور سے ... اور عبدالمطلب کے گھر سے
اسلام کا آفتاب چمکا! ... بے پردہ و بے نقاب چمکا
پیدا ہوئے سرورِ دو عالمؐ ... پیدا ہوئے فخرِ نوحؑ و آدمؑ

تاجِ سرِ اصفیا محمدؐ
تاجِ سرِ انبیا محمدؐ (محسن کاکوری)

جلوۂ ماہِ نیم شب تابشِ نورِ آفتاب!
یہ بھی نہیں ترا جواب وہ بھی نہیں ترا جواب
کتنا عظیم تیرا کام کتنا حسین ترا خطاب
تجھ پر درودِ بیکراں تجھ پر سلام بے حساب (نمر)

تبدیلی کعبہ بہ دعائے حضرت خاتم النبیینؐ

میں بھلا جادۂ منزل سے بھٹکتا کیوں کر
میری نظروں میں رہا نقشِ کفِ پا تیرا

حضرت ابی ذرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اَیُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِی الْاَرْضِ اَوَّلُ۔ (حضورؐ!) کونسی مسجد زمین میں پہلے بنائی گئی۔ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ۔ فرمایا!۔ مسجد حرام!۔ ابوذرؓ نے پوچھا۔ ثُمَّ اَیٌّ۔ پھر کونسی؟۔ آپ نے فرمایا۔ اَلْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی۔ مسجد اقصیٰ! حضرت ابی ذرؓ نے پوچھا۔ کَمْ بَیْنَهُمَا۔ دونوں کے درمیان کتنی مدت تھی؟۔۔ فرمایا حضورؐ نے۔ اَرْبَعُوْنَ عَامًا۔ چالیس برس!" (بخاری۔ مسلم)

مسجد اقصیٰ اللہ کی طرف سے ایسا قبلہ مقرر کیا گیا۔ کہ ہزارہا نبیوں اور ان کی امتوں نے ادہر منہ کر کے نمازیں پڑھیں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی مکہ میں ادہر منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ حالانکہ کعبہ مسجد الحرام وہاں موجود تھا۔ پھر آپ نے مدینہ منورہ میں آ کر بھی سترہ مہینے مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کیں۔ یہاں تک کہ معراج کو جانے کے لئے بھی بجائے مسجد الحرام کے مسجد اقصٰے سے جادہ پیمائے اسریٰ ہوئے۔

معلوم ہوا۔ کہ سب سے پہلے جو کعبہ بنایا گیا۔ یعنی کعبۂ ابراہیمی، اس سے مسجدِ اقصیٰ کا شرف بڑھ گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال بار بار

آتا تھا۔ کہ کیا ہی اچھا ہو۔ جو ابراہیمی کعبہ نماز کے لئے قبلہ بن جائے۔ دل کے شاداب باغ میں مسجد الحرام کے قبلہ ہونے کے خیال چاہت اور پسند کی بادِ نسیم چلتی، زبان سے دعا کے پھول جھڑتے، اور آنکھیں آسمان کی طرف بار بار دیکھتیں، کہ تبدیلِ قبلہ کی وحی کا نور چمکے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر آگئے :۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ (پ۲ ع ۱)

"بے شک دیکھتے ہیں ہم پھرنا تیرے منہ کا آسمان میں۔ پس البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو اس قبلہ کی طرف کہ پسند کرے تو اس کو۔ پس پھیر منہ اپنے کو طرف مسجد حرام کے"

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پسند کو پسند فرمایا۔ آپ کی چاہت اور خواہش کے مطابق آپ کی دعا کو قبول کر کے تبدیلیٔ قبلہ کا حکم نازل کر دیا یہاں تک کہ قیامت تک۔ آپ کی امت کو بھی حکم کر دیا۔ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهٗ ۔۔ اور جہاں کہیں بھی، تم ہو۔ پس پھیر لو اپنے مونہوں کو طرف اس (مسجد حرام) کے۔"

یہ بات آپ کی لامثال فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ کہ آپ کی خواہش اور دعا سے قبلہ بیت المقدس منسوخ ہوا۔ اور کعبہ ابراہیمی تا قیامت مقرر ہو گیا۔ سے

وہ محمدؐ مصطفےٰ، ختم رسل، فخر رسل
دونوں عالم کا شرف، دونوں جہاں کی عزت
جنبشِ لب ہے کہ ہے موجہ آبِ حیواں
خندہ لب ہے کہ ہے خندۂ صبحِ عشرت
اس طرح لب نازک میں ہے تبسم پنہاں

جیسے آغوش میں غنچہ کی چھپی ہو نکہت

انبیا بیٹھیں ترے آگے دو زانو ہو کر

محفل قدس تری ذات سے والا رتبت

تیری خوشنودی خاطر ہے رضا مندیِ حق

اور رضامندیِ حق تیری کتاب وسنت

تختۂ خلد بریں، تری گلی کا رستہ!

زینتِ ہشت فلک اک ترے گھر کی زینت

تری تعریف بہارِ چمن، عیش و نشاط

روح کو اس سے طراوت تو دلوں کو نزہت

خود بخود غنچۂ دل ہنسنے لگا، کھلنے لگا!

سانس چلتی ہے کہ چلتی ہے نسیمِ جنت (وفا رامپوری)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز میں تھے۔ کہ تبدیلی کعبہ کا حکم نازل ہوا۔ حضورؐ نے نماز کے اندر ہی بیت المقدس سے منہ مسجد الحرام (کعبہ بیت اللہ) کی طرف پھیر لیا۔

ایک شخص جس نے آپ کے ساتھ نماز عصر پڑھی۔ صحابہ کی ایک جماعت پر گزرا۔ وہ نماز عصر میں رکوع کی حالت میں تھے۔ اور وہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے ان کو کہا۔ کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ بیت اللہ کی طرف منہ کرلو۔ اس شخص کی گواہی سن کر وہ رکوع کی حالت میں ہی بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے۔ کہ جب صحابہؓ کو تبدیلی کعبہ کی خبر ملی جو

(مسجد قبا میں) فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے رکوع کی حالت میں ہی بیت المقدس سے منہ پھیر کر کعبہ (مسجد حرام) کی طرف منہ کر لیا۔ (صحیح مسلم)

حضورؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ بیت المقدس میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے ثواب کے برابر ہے۔ اور مسجد الحرام (بیت اللہ) میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (مشکوٰۃ)

اس سے معلوم ہوا۔ کہ یہ صرف حضورؐ ہی کی رسالت، رحمت، برکت، چاہت، اور دعا کی خاصیت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں نبیوں کے قدیم اور مضبوط قبلے کو منسوخ کر کے لاکھ نمازوں کے ثواب والا قبلہ مقرر کر دیا۔ نیز آپ ہی کے رحمت بھرے وجود مسعود کی بدولت یثرب جیسی منحوس بستی نے مدینۃ النبیؐ کا مبارک نام پایا، اور وہ حرم قرار دیا گیا۔ اور اس کی مسجد نبوی کو وہ رتبہ ملا۔ کہ بیت المقدس کی مانند اس میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے ثواب کے برابر ٹھہرا۔ یہ آپ ہی کی رسالت کا حسن اور جمال ہے۔ ؎

یاد جب مجھ کو مدینے کی فضا آتی ہے ‖ سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے
شمعِ سنتِ نبوی پہ جو کرتے ہیں پتنگ ‖ پرِ جبریل کی کانوں میں صدا آتی ہے
خاک چھانیں تو رہِ عشقِ نبیؐ میں چھانیں ‖ ذرّے ذرّے سے جہاں بوئے وفا آتی ہے
روضۂ پاک پہ سب ضبطِ نفس کرتے ہیں ‖ اس گلستاں میں دبے پاؤں صبا آتی ہے
جب میں جاتا ہوں تو اس روضۂ اقدس سے اُبھر
پھول دامن میں بھرے بادِ صبا آتی ہے

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبتِ رسولؐ اور اتباع کتنی ایمان افروز، اور سبق آموز چیز ہے، کہ انہوں نے نماز کے اندر رکوع کی حالت میں ہی تبدیلی قبلہ کا حکم سن کر بیت اللہ کی طرف منہ پھیر لیا۔ وہ اتنا برداشت نہ کر سکے۔ کہ اگلی نماز

میں تبدیلیِ قبلہ کے حکم پر عمل کریں گے۔ حضورؐ بھی رکوع کی حالت میں بیت اللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور صحابہؓ نے بھی عین حالت رکوع میں حضورؐ کے عمل کی شمع کو ایوانِ ایمان میں روشن کر لیا۔ گویا صحابہؓ نے محمدؐ رسول اللہ کے اقرار کا حق ادا کر دیا۔ وہ فَاتَّبِعُونِي کے چشمۂ آبِ حیات سے خوب سیراب ہوئے۔ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کے طوبیٰ کا پھل کھا کر جوارِ الٰہی کے مقام پر پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ حضورؐ جیسا پیشوا پیدا کیا۔ نہ صحابہ جیسے فرماں بردار اور اشاروں پر قربان ہونے والے چشمِ فلک نے دیکھے!

مسلمان بھائیوں کو چاہیئے، کہ وہ قدر کریں، حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ___ اس طرح کہ آپ کی سنتوں اور حدیثوں کو جان سے بڑھ کر عزیز رکھیں انہیں عمل کا ارم بنا کر اس میں آرامِ جاں پائیں۔ آپ کی ہر ہر ادا کو جنت الفردوس کی بہار سمجھیں، آپ کی گفتار اور کردار کے نور میں شب و روز بسر کریں۔ آپ کے دہن کے پھولوں کی خوشبو سے ایمان میں جان ڈالیں۔ جونہی حضورؐ کی سنت، حدیث، قول، فعل، تقریر، کردار اور ادا کی مہک سے آپ کا شامہ جھومنے لگے۔ فی الفور انہیں (صحابہ کے تبدیلِ کعبہ کی طرح) عمل کا ہار بنا کر زیبِ گلوئے ایمان کر لیں۔ اُدھر رسول اللہ کی "آواز" آئے۔ اِدھر آپ عمل کا سراپا بن جائیں۔ حضورؐ کا کوئی حکم جسے کان سن پائیں۔ بغیرِ عمل نہ رہے۔ کیونکہ حضورؐ جیسا رسول اور پیشوا نہ آیا ہے۔ نہ آئے گا۔ [1]

یہ اور بات ہے ملنے کو اک زمانہ ملا! | مگر جہاں میں کوئی تجھ سا پیشوا نہ ملا
تری نوازشیں کرتی ہیں لاجواب مجھے | میں کیا بتاؤں تجھے پا کے مجھے کیا ملا
ہو بند جس پر تیرا در سبھی دراس پر بند | وہ جس کو مل نہ سکا تو اسے خدا نہ ملا

---

[1] یعنی جس پر درِ حدیث بند ہے جس کو سنت اور حدیث پر عمل نصیب نہیں ہے اس کے لئے تمام جہان کے در بند ہیں۔ اسے کہیں سے ہدایت نہ مل سکے گی۔ حدیث سے بے اعتنائی (باقی ص۲۲۶ پر)

سرورِ کائناتؐ کا مقامِ محمود!

دونوں جہان آئینہ دکھلا کے رہ گئے
لانا پڑا تمہیں کو تمہاری مثال ہیں

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (پ۱۵ ع۹)

"عنقریب تیرا ربّ تجھے مقامِ محمود میں کھڑا کرے گا۔"

مقامِ محمود وہ مقام ہے، جہاں رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم پہنچ کر، امت کی شفاعت کریں گے۔ جیسا کہ حدیث ذیل میں آیا ہے:۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اذان سن کر یہ (دعا) کہے:۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ ، حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (بخاری شریف)

"اے اللہ، مالک (اس) دعا پوری اور نماز قائم ہونے والی کے، عطا کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ، اور بزرگی، اور پہنچا ان کو مقامِ محمود میں، جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ واجب ہوتی ہے اس کیلئے شفاعت میری۔ قیامت کے دن۔"

حضورؐ کی منزل وسیلہ

یہاں وسیلہ اور مقامِ محمود، دو مقام بیان ہوتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۲۲۵) برتنے والا اقوال رجال کی پرخار وادیوں میں سرگرداں رہے گا۔ در مصطفےٰ کو بند پانے والا جہانِ آب وگل کے دروازوں کو بند پائے گا۔ پھر نتیجہ میں ایسے شخص کو خدا نہ ملے گا۔ بس نجات دارین حضورؐ کے نقشِ کفِ پا ہی میں ہے۔

وسیلہ جنت میں ایک بلند درجے کا نام ہے، جو صرف حضورؐ ہی کے لیے مخصوص ہے اور مقام محمود وہ مقام ہے، جہاں پہنچ کر حضورؐ امت کی شفاعت کریں گے جو شخص اذان سن کر مذکورہ دعا پڑھے گا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔ اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ یعنی حضورؐ ضرور اس کی شفاعت فرمائیں گے، قارئین کرام یہ دعا یاد کریں۔ اور مؤذن کی اذان سن کر اس کو جواب دیتے ہوئے اخیر میں، یہ دعا پڑھ لیا کریں۔

مقام وسیلہ کی تعیین اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْبَغِيْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِيَ الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ ۝ (صحیح مسلم)

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضؓ سے روایت ہے، کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب سنو تم مؤذن کو (یعنی اذان سنو) تو جیسے کلمات مؤذن کہتا ہے، تم بھی اسی طرح کہو۔ پھر (اذان سن کر) مجھ پر درود بھیجو۔ بیشک جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ اس کے عوض اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے، پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو۔ کہ وہ (وسیلہ) جنت میں ایک منزل ہے۔ جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک ہی بندے کے لئے مقرر ہے۔ اور مجھے پوری امید ہے۔ کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ پس جس

شخص نے مانگا اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ۔ واجب ہوتی ہے
اس کے لئے شفاعت میری"

اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب مؤذن اذان شروع کرے، تو تم وہی کلمے جواب میں کہتے جاؤ۔ مثلاً موذن کہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ تو تم بھی اسی طرح کہو۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ جب موذن کہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تم بھی کہو۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ یعنی ساری اذان کے جواب میں مؤذن کے کلموں کی طرح کہتے جاؤ۔ البتہ جب موذن کہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ تو اس کے جواب میں کہو۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ کے جواب میں بھی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ ہی کہنا ہے۔ جب ساری اذان کا جواب دے چکو۔ اور اذان ختم ہو جائے۔ تو پھر درود شریف قعدہ نماز والا پڑھو۔ (کہ اللہ اس درود شریف پڑھنے کے بدلہ میں دس رحمتیں نازل کریگا) اس کے بعد یہ دعا پڑھو:۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ
اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا
نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ ہ

اس دعا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہشت کا بلند درجہ وسیلہ مانگا گیا ہے۔ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ۔ عطا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ۔ یہی بات حضورؐ نے فرمائی ہے۔ کہ جو شخص میرے لئے اللہ تعالےٰ سے وسیلہ (بہشت کا بلند درجہ) مانگے گا۔[1] اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔

تو بہشت کا بلند درجہ جس کا نام وسیلہ ہے۔ یہ مقام بھی صرف جناب رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے مخصوص ہے۔ یہ منزل اللہ تعالیٰ سے نہایت ہی قریب ہے

[1] صفحہ ۲۲۹ پر ملاحظہ ہو۔

یا قربِ الٰہی کی انتہا ہے۔ جو صرف آپ ہی کے لئے مختص ہے۔

کیا لامثال شان ہے سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ ؎

اے کہ ترا جمال ہے زینتِ محفلِ حیات !!!
دونوں جہاں کی رونقیں ہیں ترے حسن کی زکات
تیری جبیں سے آشکار، پرتوِ ذات کا فروغ
اور تیرے کوچہ کا غبار، سرمۂ چشمِ کائنات

(ظفر علی خاں)

رحمتِ عالم مقامِ محمود پر

یہ بات عقیدے کی ہے اور اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ کہ آخرت یقیناً برحق ہے۔ قرآن میں آتا ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ قرآن مجید میں شک نہیں ہے۔ یہاں لَا نفی جنس کا ہے، کہ سارے قرآن میں شک نابود ہے۔ سب کا سب قرآن الحمد سے والناس تک حق ہی حق ہے جو کچھ قرآن میں مذکور ہے۔ سب سچ ہے حقیقت ہے۔ اسی قرآن میں حشر، نشر، آخرت اور معاد کا بار بار ذکر آیا ہے، کہ تم نے ایک دن عرصۂ محشر میں حاضر ہونا ہے، اور اپنے کئے کا پھل پانا ہے۔ اعمال کی جزا اور سزا سے دوچار ہونا ہے۔

قیامت آئے گی، سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے پہاڑ، دریا، سمندر، فلک بوس محلات اور عمارتیں، تمام وحوش و طیور، بنی نوع انسان، جنات، فرشتے، سب فنا ہو جائیں گے۔ مٹ جائیں گے۔ کسی کا نام نشان

(بقیہ صفحہ ۲۲۸)۔ ۱؎ حضورؐ کے لئے اللہ تعالیٰ سے منزل وسیلہ مانگنا اس لئے نہیں ہے۔ کہ ہماری دعا سے اللہ ان کو وہ منزل دے گا۔ مقام وسیلہ تو اللہ تعالیٰ آپ کو عطا کر چکا ہوا ہے، ہمارا آپ کے لئے وسیلہ مانگنا اپنے فائدے کے لئے ہے۔ کہ اللہ ہمیں اجر دے گا۔ اور وسیلہ طلب کرنے کے سبب ہمیں حضورؐ کی شفاعت نصیب ہو گی۔

نہ رہے گا۔ نفخۂ اُولیٰ کے چالیس سال بعد دوسری بار جب صور پھونکا جائے گا۔ تو تمام اولادِ آدم قبروں سے زندہ ہو کر عرصۂ محشر میں حاضر ہو جائے گی۔ سب ننگے بدن۔ ننگے پاؤں۔ ننگے سر۔ بے ختنہ ہوں گے۔ محشر کی زمین سفید سرخی مائل ہو گی، اور سورج بالکل سروں کے قریب ہو گا۔

اہلِ محشر کا حال

یہ سورج جو ہم سے لاکھوں میل دور ہے۔ جون کے دنوں میں بلا کی آگ برساتا ہے۔ مارے تپش کے باہر نکلنا مشکل ہوتا ہے جب یہ سورج بہت نزدیک سروں پر آ ئے گا۔ بدن ننگے ہوں گے۔ اور زمین تپ کر آفتابِ محشر سے آگ بنی ہو گی۔ اس زمین پر خلقِ خدا کا جو حال ہو گا۔ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مارے گھبراہٹ کے ان کے کلیجے مونہوں کو آئیں گے، بدن تپ کر آگ کی مانند ہو جائیں گے، مارے پیاس کے ماہیِ بے آب کی طرح تڑپیں گے، منہ خشک ہونگے، سانس گھٹے گا، بے چینی، اضطراب، گھبراہٹ، بے تابی، بے قراری بدحواسی، تلملاہٹ کے کھولتے ہوئے سمندروں میں غوطے کھائیں گے، غم و اندوہ کے پسینوں میں ڈوبے ہوں گے۔ اب تو موت بھی نہیں آئے گی۔ کہ اس مصیبت سے چھوٹ جائیں، دنیا میں موت آ چکی۔ اب ان کی ہمیشہ کی زندگی ہو گی۔ جنت کی ہو گی یا دوزخ کی۔ اور آہ۔ یہ حشر کا ایک دن دنیا کے پچاس ہزار سالوں کے برابر ہو گا۔ سخت گھبراہٹ کے عالم میں اہلِ محشر روئیں گے، چیخیں گے، چلائیں گے، واویلا کریں گے۔ اور چاہیں گے۔ کہ کوئی اللہ کی جناب میں اتنا عرض کرے، کہ وہ ہمارا حساب لینا شروع کر دے۔ تاکہ حساب کے بعد ہمیں پتہ چل جائے۔ کہ ہمارا انجام کیا ہوا ہے۔ اور پھر میدانِ محشر کی اس حالت جان کنی سے تو چھوٹیں۔

پھر ساری خلقت حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریگی۔ کہ اے ہمارے باپ! ہم بہت گھبراہٹ اور بے چینی کے عذاب میں گرفتار ہیں، اللہ

کی جناب میں عرض کرو۔ کہ وہ ہمارا حساب شروع کرے تاکہ اس اندوہ سے چھوٹیں حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے۔ میں اس لائق نہیں ہوں۔ کہ تمہاری سفارش کروں، مجھے گندم کا دانہ کھانا یاد آتا ہے۔ کہ خدا نے منع کیا تھا۔ اور میں نے کھا لیا کونسا منہ لے کر اللہ کے سامنے جاؤں۔

پھر اہل محشر آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کے باب نبوت کو دستک دیں گے عرض کریں گے، آپ اللہ کے حضور عرض کرو۔ کہ وہ اہل محشر کا حساب لینا شروع کرے، حضرت نوح علیہ السلام بھی کہیں گے، میرے بچو! میں اس لائق نہیں ہوں مجھے اپنے بیٹے کنعان کا حال یاد آرہا ہے۔ کہ میں نے اس کے متعلق کیوں اللہ سے سفارش کی؟

اہل محشر حضورؐ کی خدمت میں

غرض ساری خلقت سب نبیوں سے، مایوس ہو کر بالآخر امام الانبیاء والمرسلین سید ولد آدم، خواجہ بدر وحنین، سید المرسلین، سید الکونین، سید الثقلین شافع محشر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گی اور عرض کرے گی۔ کہ اللہ سے ہماری سفارش کریں۔ کہ حساب شروع ہو جائے۔ رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے، ہاں میں (اللہ کے فضل) اس لائق ہوں کہ تمہارے متعلق اللہ سے عرض کروں۔ کہ ترازو لگ جائے اور حساب شروع ہو جائے۔

حضورؐ شفاعت کرینگے

پھر اللہ تعالیٰ براق بھیج کر حضورؐ کو اس پر سوار کرا کر عرش کے داہنی جانب لا کھڑا کرے گا۔ اس جگہ کا نام ہے۔ مقام محمود!

جامع صغیر میں حدیث ہے۔ فرمایا حضورؐ نے:۔

انا اول من تنشق عنه الارض فاکسی حلة من حلل الجنه

ثمّ اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذلك المقام غیری (رواہ الترمذی عن ابی ھریرۃ)۔

" یعنی سب سے پہلے حضورؐ زمین سے باہر آئیں گے۔ پھر آپ کو جنت کے حُلّوں میں حُلّہ پہنایا جائے گا۔ پھر آپ عرش کے دائیں جانب (مقام محمود پر) کھڑے ہوں گے۔ سوائے حضورؐ کے ساری خلقت میں سے کوئی اس مقام پر کھڑا نہیں ہوگا "

یعنی مقام محمود صرف رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوگا یہی مقام شفاعت ہے۔ جب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اس مقام پر اہلِ محشر کی شفاعت کرنے کے لئے کھڑے ہوں گے۔ تو تمام اولین و آخرین کی زبان پر آپ کی حمد و تعریف ہوگی۔ سب اہلِ محشر آپ کی شان، عزت، مرتبہ، اور مقام کو دیکھ کر ہزار جان سے قربان ہونگے۔ اور آپ کی تعریف کے پھول برسائیں گے۔ اسی لئے اس کو مقام محمود کہا جاتا ہے۔ یعنی تعریف کیا گیا مقام۔ پھر حضورؐ بھی اذن شفاعت حاصل کرنے کے لئے یہاں اللہ کی بہت سی حمدیں کریں گے۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن لوگ خوف اور دہشت کے مارے زانوں کے بل گرے ہوں گے، ہر امت اپنے اپنے نبی کے پیچھے چلے گی۔ لوگ کہیں گے۔ اے فلاں۔ اے فلاں ہمارے لئے سفارش کرو۔ (لیکن کوئی ہامی نہ بھرے گا) یہاں تک کہ سفارش حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک آ پہنچے گی۔ پس اس روز اللہ آپ کو مقامِ محمود پر کھڑا کرے گا۔ (بخاری شریف)

مقام محمود کیا ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ مَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ۔ (حضورؐ!) مقام محمود کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ یُجَاءُ بِکُمْ حُفَاۃً عُرَاۃً غُرْلًا۔ جب تم

کو (عرصہ محشر میں) ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ کی حالت میں لایا جائے گا، تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ اللہ فرشتوں کو حکم دیگا۔ پہنا وُ میرے دوست کو! پس لائی جائیں گی دو چادریں۔ نرم کتان سفید کی بہشت کی چادروں میں سے۔ ثم اکسی علی اثرہ۔ پھر پہنایا جاؤں گا میں بعد ابراہیم علیہ السلام کے، ثم اقوم عن یمین اللہ مقاما یغبطنی الاولون والاخرون۔ پھر میں اللہ کے دائیں طرف کھڑا ہوں گا۔ کھڑا ہونا۔ رشک لے جائیں گے مجھ پر لگلے پچھلے۔

(مشکوٰۃ بحوالہ دارمی)

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ میدان محشر میں سب خلقت برہنہ پاؤں، برہنہ بدن، بے ختنہ، حاضر ہوگی۔

مقام محمود مقام شفاعت ہے۔ جہاں حضورؐ نے سربسجود ہو کر اذن شفاعت لے کر شفاعت کرنی ہے

مقامِ محمود صرف رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے کھڑا ہونے کی جگہ کا نام ہے حضورؐ کے سوا تمام اولادِ آدم میں کوئی اس مقام پر کھڑا نہ ہو سکے گا۔

مقام محمود اللہ کے دائیں جانب ہے۔ جہاں آپ کھڑے ہوں گے، اور یہ جگہ قربِ خداوندی کی انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کا خاص حُلّہ پہنا کر اس مقام پر جگہ دے گا۔ جس سے آپ کی عزت و تکریم کو چار چاند لگیں گے۔

آپ کی شان اور آپ کا مقام محمود دیکھ کر اولین اور آخرین کی زبان پر حضورؐ کی تعریف اور ستائش ہوگی۔ نیز سب انبیاء اور ساری خلقت آپ کی لامثال شان، اور لاجواب مقام دیکھ کر رشک کریں گے۔ سب سے پہلے جنتی لباس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنایا جائے گا۔ اس کے بعد حضورؐ حلّہ زیب تن فرمائینگے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے لباس پہنائے جانے کے سبب رحمتِ

عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔ افضل تو یقیناً حضورؐ ہی ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لباس میں تقدیم اس لئے عمل میں لائی جائے گی۔ کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے باپ ہیں۔ اور ایک یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ نمرود اور اس کے ساتھیوں نے ان کو ننگا کر کے آگ میں ڈالا تھا۔ اس لئے راہ خدا میں برہنہ ہونے کے سبب اللہ حشر میں ان کو پہلے لباس پہنائے گا۔ اور یہ جزئی فضیلت ہے۔ کلی نہیں۔

کلی فضیلت حضرت سید ولد آدمؑ اکرم الاولین اور اکرم الآخرین کے لئے ہی ہے۔ اور جزئی فضیلت کلی فضیلت کے منافی نہیں ہے۔ دیکھئے لباس پہنائے جانے کے بعد حضورؐ اللہ کے دائیں جانب کھڑے ہوں گے۔ ثم اقوم عن یمین اللہ جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عرش کے سامنے بیٹھیں گے۔

کلی فضیلت حضورؐ کیلئے ہے

اللہ کے دائیں جانب یا عرش کے دائیں جانب حضورؐ کا کھڑا ہونا کہ یہی مقام محمود ہے۔ صرف حضورؐ کے لئے ہی موزوں اور مخصوص ہے۔ پھر حمد کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں ہو گا۔ حضرت آدم علیہ السلام، اور ان کے سوا سب آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ موقف میں آفتاب محشر کے تلے ننگے بدن، اور ننگے پاؤں نعل در آتش ساری خلقت کی صرف حضورؐ ہی شفاعت کریں گے۔ اور آپ ہی کی شفاعت سے اہل محشر کا حساب شروع ہو گا۔ سب سے پہلے جنت کا دروازہ آپ ہی کھلوائیں گے۔ شفاعت کبریٰ کا سہرا آپ ہی کے سر ہو گا۔ آپ ہی ساری اولاد آدم کے سردار ہیں آپ ہی اکرم الاولین ہیں۔ آپ ہی اکرم الآخرین ہیں۔ آپ ہی کونین کے سردار اور ثقلین کے امیر ہیں۔ رحمت للعالمین ہیں۔ تمام مرسلوں اور نبیوں کے قائد، امام اور سیدّ ہیں۔ ختم نبوت کا ہیرا آپ ہی کے تاج رسالت میں جگمگا تاہے' آپ ہی

سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے۔ کہ اللہ آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔ وہ آیت یہ ہے:۔

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔

"عنقریب تیرا رب تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔"

یعنی قیامت کو (اے میرے پیارے رسولؐ) اللہ تجھے عرش کے یعنی اپنے دائیں طرف کھڑا کرے گا۔

آپ کے اس شرف، بزرگی، فضیلت، عزت، تکریم، اور تعظیم میں کوئی شریک نہیں ہوگا۔ کوئی اس مقام کا شرف نہ پا سکے گا۔ یہ ہے فضیلت کلی جس کے صرف آپ ہی مالک ہیں۔ ؎

گو شمع میارید دریں بزم کہ امشب
در مجلس ما ماہِ رخ دوست تمام است (حافظؒ)

بے شک۔ ؎

ترا پسینہ ہے عطر آگیں، ترا تکلم نشاط افزا
ترے شگوفوں پہ ہو رہی ہے نثار مشکِ ختن کی خوشبو
ہزار کلیاں چٹک چٹک کر بصد مسرت یہ کہہ رہی ہیں
کہاں یہ نفحاتِ عود و عنبر کہاں وہ تیرے چمن کی خوشبو

اہل محشر اور امت کی شفاعت

جب اہل محشر کو تمام نبیوں کی طرف سے مایوسی ہوگی۔ کوئی شفاعت کی ہامی نہ بھرے گا۔ حضورؐ فرماتے ہیں:۔

فَیَاْتُوْنِیْ فَاَسْتَاْذِنُ رَبِّیْ فِیْ دَارِهٖ فَیُؤْذَنُ لِیْ عَلَیْهِ فَاِذَا رَاَیْتُهٗ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَیَدَعُنِیْ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ یَّدَعَنِیْ

فَيَقُوْلُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَ قُلْ تُسْمَعْ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ وَ سَلْ تُعْطَهْ ۔ (مشکوۃ شریف)

"پھر لوگ میرے پاس آئیں گے۔ پس اذن چاہوں گا میں اپنے رب کے پاس آنے کا اس کے گھر میں (یعنی مقامِ محمود میں) پس اللہ کے پاس آنے کا مجھے اذن دیا جائے گا۔ جب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا پھر میں گروں گا (اس کے حضور) سجدہ کرتے ہوئے۔ پھر اللہ تعالےٰ مجھے سجدے میں چھوڑے گا جتنا عرصہ چاہے گا چھوڑنا، پھر فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ سر اٹھا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کہہ جو چاہے قبول کی جائے گی عرض تیری۔ اور شفاعت کر قبول کی جائے گی شفاعت تیری۔ اور مانگ جو چاہے تو دیا جائے گا۔"

قَالَ فَارْفَعُ رَاسِيْ فَاُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَاءٍ وَ تَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ ۔ فرمایا حضورؐ نے پھر اٹھاؤں گا میں سر اپنا اور تعریف کروں گا میں اپنے رب کی ساتھ (اس) تعریف وحمد کے کہ سکھائے گا مجھ کو اللہ تعالیٰ وہ تعریف۔ پھر (اس کی اجازت کے بعد) شفاعت کروں گا میں"

حضورؐ مقامِ محمود میں سجدے میں گر کر اللہ کی حمدیں کریں گے، وہ حمدیں، جو اللہ تعالیٰ حضورؐ کو اس وقت سکھائے گا، اور پھر آپ اہلِ محشر کے لئے جو موقف میں سخت کرب اور گھبراہٹ میں ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے، اے اللہ! ان کا حساب لے کر ان کے درمیان فیصلہ فرما۔ آپ کی شفاعت سے اللہ رب العالمین ان کا حساب لینا شروع کر دے گا۔

پھر اسی مقامِ محمود پر کئی بار حضورؐ امت کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔

حضورؐ فرماتے ہیں۔ فَیُحَدُّ لِیْ حَدًّا ۔ پس حد کی جائے گی۔ میرے لئے ایک حدّ معیّن ۔" (مشکوٰۃ شریف)

یعنی اللہ تعالیٰ جن کو آپ چھوڑنا چاہے گا۔ ان سب لوگوں کی ایک حد معین کردے گا۔ اور حضورؐ کو اذن دے گا۔ کہ اس معین حد کے اندر اندر، آپ شفاعت کرتے جائیں۔ قبول کی جائے گی۔ چنانچہ رؤف رحیم رسولؐ، رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بے شمار گنہگاروں کی اللہ کے اذن سے شفاعت کریں گے۔ جو دوزخ سے چھوٹ کر جنت میں داخل ہوں گے۔

حضورؐ خود فرماتے ہیں۔ فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُھُمْ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ پھر نکلوں گا میں (مقام محمود سے اذن شفاعت لے کر) پس نکالوں گا میں لوگوں کو دوزخ کی آگ سے اور داخل کروں گا ان کو بہشت میں۔" (مشکوٰۃ)

مشرک اور بدعتی کی شفاعت نہیں ہوگی

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ۔ وَھِیَ لِمَنْ مَاتَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا ۔ (مشکوٰۃ شریف باب الحوض والشفاعۃ)

" اور شفاعت ثابت ہے اس کے لئے کہ مرے اس حال میں کہ نہ شریک کرتا ہو ساتھ اللہ کے کسی کو۔"

معلوم ہوا۔ کہ شرکیہ عقیدے رکھنے والے اور شرکیہ عمل کرنے والے حضورؐ کی شفاعت سے محروم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حضورؐ کو ان کی شفاعت کی اجازت ہی نہیں دے گا۔

اور اہل بدعت کے متعلق صحیح مسلم میں رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے۔ قیامت کے روز حضورؐ ساقی کوثر ہوں گے۔ اپنی امت کو آبِ کوثر کے جام بھر بھر کر پلائیں گے۔ اس دوران ایک ٹولہ پیاسا آپ کی طرف آئے گا۔

حضورؐ فرماتے ہیں۔ يُحَالُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ۔ "میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ آجائے گی۔ میں کہوں گا۔ اللہ! یہ میرے (امتی) ہیں۔ کیوں روکے گئے ہیں؟۔ اللہ فرمائے گا۔ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔ "تو نہیں جانتا تیرے (دنیا سے چلے آنے کے) بعد انہوں نے نئے نئے مسئلے گھڑ کر دین میں داخل کئے تھے۔ یہ بدعتی ہیں" (انہیں آب کوثر نہیں ملے گا)، پھر حضورؐ فرمائیں گے۔ سُحْقًا سُحْقًا لِّمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ "دور ہو جاؤ۔ دور ہو جاؤ۔ میرے بعد دین کو بگاڑنے والو!"۔ بدعتیو! دفع ہو جاؤ۔ میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹ جاؤ۔

معلوم ہوا۔ کہ نہ مشرکوں کی شفاعت ہوگی۔ نہ بدعتیوں کی۔ دونوں کے لئے جہنم ہوگا۔

کلمہ گو مسلمانوں کو اپنے عقائد اور اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے۔ اور خوب غور کرنا چاہیے۔ کہ کہیں ان کے عقائد اور اعمال شرک اور بدعت سے آلودہ تو نہیں ہیں۔

تو شفاعتِ حضرتِ خیرالورےٰ صلے اللہ علیہ وسلم برحق ہے، اس بارے میں بہت حدیثیں آئی ہیں۔ جو تواتر کو پہنچی ہیں۔ شفاعت کا منکر بے دین اور گمراہ ہے۔ (اے اللہ! راقم آثم اور قارئین کرام کو حضورؐ کی شفاعت محشر کے دن نصیب کر!)

شفاعت کے بھروسہ پر عمل نہ چھوڑ دیں

چونکہ حضورؐ نے اللہ کے اذن سے امت کی شفاعت کرنی ہے۔

اس لئے امتیوں کو نہ چاہیے۔ کہ وہ اعمال سے بے نیاز ہو جائیں، اور بداعمالیوں میں زندگی گزاریں۔ اور دل میں کہیں۔ کہ ہماری شفاعت حضورؐ کرلیں گے۔ ایسے لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ انتباہ جو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ گوشِ ہوش سے سننا چاہیے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی کو فرمایا:۔

سَلِيْنِي مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِي فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا ط

"بیٹی فاطمہ! میرے مال میں سے جو چاہے مجھ سے مانگ لے لیکن (قیامت کے روز) میں اللہ کے آگے تیرے کچھ کام نہ آؤں گا۔"

(طبقات ابن سعد)

یعنی میں تیرا باپ ہوں، تو میری بیٹی ہے۔ دنیا کی زندگی میں مجھ سے مال طلب کر۔ یا مال سے جو چیزیں خریدی جاسکتی ہیں۔ وہ چیزیں لے، لیکن یاد رکھ قیامت کے روز اللہ کے حضور میں تیرے کام کچھ بھی کام نہ آسکوں گا۔ لہٰذا عملوں کا ذخیرہ لے کر آنا۔ تیرے عمل ہی تیرے کام آئیں گے۔

بیٹی اور پھوپھی کو انتباہ

حضورؐ نے اپنی بیٹی اور پھوپھی کو جو خون کے رشتے ہیں ان الفاظ میں متنبہ فرمایا:۔

يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللهِ اِعْمَلَا لِمَا عِنْدَ اللهِ اِنِّيْ لَا أُغْنِيْ عَنْكُمَا مِنَ اللهِ شَيْئًا ط

(طبقات ابن سعد) "اے فاطمہؓ! رسول خدا کی بیٹی! اے صفیہؓ! رسول خدا کی پھوپھی! خدا کے ہاں کام آنے والے عمل کر لو۔ بے شک (محشر کے دن) میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ بھی کام نہ آؤں گا۔"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نافرمان امتیوں اور بدعمل کلمہ گویوں کو لرز جانا چاہئیے، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو اپنی پھوپھی صاحبہ اور پیاری بیٹی فاطمہؓ کو انتباہ فرما رہے ہیں۔ کہ میں تمہارے کام نہیں آؤں گا عمل کام آئیں گے۔

جب خون کے رشتوں کو حضورؐ عمل کرنے کی تاکید فرما رہے ہیں۔ اور کہہ

رہے ہیں۔ کہ ہیں تم کو خدا سے چھڑا نہیں سکتا۔ تو دوسروں کو کس طرح کھلی چھٹی مل سکتی ہے، کہ وہ جو چاہیں کریں ان کی شفاعت ہو جائے گی، بہت سے جہلاء خدا اور رسولؐ کے نافرمان اس گھمنڈ میں ہیں۔ کہ حضورؐ شفاعت کر کے ان کو چھڑا لیں گے۔ اس سلسلہ میں حضورؐ کی یہ حدیث آنکھیں کھول کر ملاحظہ فرمائیں:۔

جنت میں جانے کی شرط

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قِیْلَ وَمَنْ اَبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی ؁ (بخاری شریف)

"حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب میری امت جنت میں داخل ہو گی۔ مگر جس نے قبول نہ کیا (اور سرکشی کی)، پوچھا گیا (حضورؐ) اور کس نے قبول نہ کیا۔ (اور سرکشی کی)، فرمایا۔ جس نے اطاعت کی میری، داخل ہوا جنت میں۔ اور جس نے نافرمانی کی میری۔ پس تحقیق اس نے قبول نہ کیا۔"

حضورؐ کو ماننے کا مطلب

اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضورؐ کی اطاعت، اور فرماں برداری کرنے والے جنت میں جائیں گے اور یہی لوگ حضورؐ کو قبول کرنے والے ہیں۔ اور نافرمانی کرنے والے دوزخ میں جائیں گے اور یہی ہیں حضورؐ کو نہ قبول کرنے والے۔ یاد رہے، کہ حضورؐ کو قبول کرنے اور ماننے کے معنے ہیں حضورؐ کی اطاعت جس کا نتیجہ جنت ہے۔ اور حضورؐ کو قبول نہ کرنے اور نہ ماننے کے معنے ہیں۔ حضورؐ کی نافرمانی جس کا نتیجہ ہے دوزخ۔

پھر ہر مسلمان کو حضورؐ کی اطاعت اور فرماں برداری کر کے آپ کو ماننے

اور قبول کرنے کا ثبوت دینا چاہیے۔ قیامت کے روز ایسے موحد، متبع سنت عمل صالح کرنے والے لوگ جب حساب کے لئے اللہ کے سامنے پیش ہوں گے۔ تو ان کے اعمال ضرور ناقص ہوں گے۔ کہ کوئی بھی اللہ کے شایانِ شان عبادت بجا نہیں لاسکا۔ سو فیصد نمبر کوئی حاصل نہیں کرسکتا۔ جب اعمال خامیوں بھرے ناقص ہوئے۔ تو جنت کے لائق نہ ہوئے۔ ایسے لوگ جنت میں جائیں۔ تو کس طرح؟۔ تو ان لوگوں کی جناب رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم باذن اللہ شفاعت کریں گے۔ تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے۔ یہ تو اصول کی بات ہے باقی جن گنہگاروں کو اللہ بخشنا چاہے۔ اور حضورؐ کو ان کی شفاعت کی اجازت دیدے۔ تو کون دخل دے سکتا ہے۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام ایسے ہی موقع پر اللہ سے عرض کریں گے:۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ج وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (پ ۷ ع ۶)

"(اے اللہ!) اگر عذاب کرے گا تو ان کو۔ پس (دیکھ لے) وہ بندے تیرے ہیں۔ اور اگر بخش دے۔ تو ان کو۔ پس تو غالب حکمت والا ہے"

حوضِ کوثر

موقفِ محشر کا حال آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ کہ تمام اولاد آدم وہاں جمع ہوگی۔ سب ننگے بدن ننگے پاؤں ہوں گے۔ وَتَدْنُوا الشَّمْسُ۔ اور سورج نزدیک ہوگا۔ یعنی لوگوں کے سروں سے نزدیک ہوگا۔ فَيَبْلُغُ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَالَا يُطِيْقُوْنَ۔ پس پہنچے گی لوگوں کو بسبب غم اور گھبراہٹ کے

ایسی حالت کہ نہیں طاقت رکھیں گے۔ یعنی صبر کی طاقت نہ رکھیں گے۔ اور زمین سفید مائل بہ سرخی ہوگی۔ غم اور کرب کے پسینوں میں لوگ ڈوبے ہونگے سورج کی تپش اور گرمی سے بدن جھلس جائیں گے۔ ہر طرف افراتفری کا عالم ہوگا ساری خلقت میں کہرام مچ جائے گا۔ اور حشر کا یہ ایک دن پچاس ہزار سالوں کے برابر ہوگا۔ ایسے حال میں وہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک حوض کوثر ہوگا۔ اس حوض میں جنت کی نہر کوثر سے دو پرنالوں کے ذریعہ پانی گرے گا جہاں سے رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو جام پلائیں گے۔ جو شخص یہ پانی پی لے گا۔ اسے عرصہ محشر میں نہ پیاس لگے گی، اور نہ گرمی اور گھبراہٹ بے چین کرے گی۔ بہشت میں جانے تک اس کی طبیعت خوش وخرم رہے گی۔

حضورؐ فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ فَرَطُکُمْ۔ اے امت میں تمہارا میر سامان ہوں یعنی جس طرح کوئی جماعت کسی جگہ جاتی ہو۔ تو چند آدمی پہلے وہاں پہنچ کر رہنے سہنے۔ کھانے پینے، اور آرام و آسائش کا سامان کرتے ہیں تاکہ آنے والوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اسی طرح حضور انورؐ امت کے فرط ہیں۔ میر سامان ہیں۔ امت کے آرام کا سامان کرنے کے لئے قیامت کے دن آگے وہاں موجود ہوں گے۔ حوض کوثر پر اپنی امت کا انتظار فرمائیں گے۔ حشر کی کرب اور گھبراہٹ میں امت کا خیال رکھیں گے، دیکھ بھال کریں گے۔ اور انہیں اپنے حوض سے نہر کوثر کا پانی پلائیں گے جس سے پینے والوں کی جان میں جان آجائے گی۔

اب حوض کوثر کا کچھ حال حضورؐ کی زبانی سنیں:۔ ایک صحابیؓ فرماتے ہیں:۔

فَامَرَفِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا اِنِّیْ فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ اَنْظُرُکُمْ وَمُکَاثِرٌبِکُمُ الْاُمَمَ فَلَا تُسَوِّدُوْ وَجْہِیَ۔ (منتخب کنز الاعمال۔ نسائی)

"ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا۔ (لوگو! سنو!) میں تمہارے پہنچنے سے پہلے حوضِ کوثر پر، تمہارے انتظار میں ہوں گا۔ تمہاری دیکھ بھال کے لئے تمہاری راہ دیکھوں گا۔ میری خواہش ہے، کہ تم بہت زیادہ تعداد میں میرے حوض پر آؤ۔ تاکہ اور امتوں کے سامنے میں فخر کر سکوں۔ (خبردار!) ایسا نہ ہو۔ کہ تم (مشرک، بدعتی، اور نافرمان بن کر آؤ۔ اور) مجھے اس روز شرمندہ کر دو۔"

حضرت سہل بن سعد روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک میں میر سامان ہوں گا تمہارا حوض کوثر پر۔ جو شخص گزرے گا مجھ پر پانی پئے گا۔ اور جو کوئی پیئے گا پانی اس کا۔ لَمْ یَظْمَأْ اَبَدًا۔ پیاسا نہیں ہوگا کبھی، البتہ آئیں گے میرے پاس بہت لوگ (پانی پینے کے لئے) یُحَالُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَھُمْ۔ حائل کیا جائے گا درمیان میرے اور درمیان ان کے۔ (یعنی روک دیئے جائیں گے) میں کہوں گا۔ اِنَّھُمْ مِنِّیْ۔ یہ میری امت میں سے ہیں۔ (پھر کیوں روکے گئے ہیں؟) فَیُقَالُ۔ کہا جائے گا۔ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ۔ تحقیق تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں نکالیں۔ (دین میں کون کونسے نئے مسئلے گھڑے) فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِیْ۔ پھر میں کہوں گا۔ دوری ہو دوری ہو مقام قرب و رحمت سے ان لوگوں کے لئے کہ تغیر کیا دین و سنت میری کو پیچھے وفات میری کے۔" (بخاری، مسلم)

معلوم ہوا۔ کہ بدعتیوں کو حوضِ کوثر پر دھکے دے کر دور کر دیا جائے گا۔ وہ ایک گھونٹ پانی کا نہ پی سکیں گے۔ ان پر خدا کی پھٹکار اور لعنت آئے گی۔ اور حضور سُحْقًا سُحْقًا فرمائیں گے۔ کہ دور ہو جاؤ رحمت سے۔ دفع ہو جاؤ میری

آنکھوں کے سامنے سے۔

حوض کوثر کا پانی برف سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ شیریں

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

تحقیق حوض میرا (ایسا ہے۔ کہ) دوری مابین دونوں طرفوں حوض کی بہت زیادہ ہے دوری ایلہ کی سی عدن سے، (یعنی جتنی مسافت شہر ایلہ اور عدن میں ہے۔ اس سے زیادہ مسافت میرے حوض کے دونوں کناروں میں ہے۔ یعنی حوض میرا بہت بڑا ہے)۔ بے شک پانی اس حوض کا زیادہ سفید ہے برف سے۔ اور بہت شیریں اور لذیذ ہے شہد سے۔ کہ ملا ہو ساتھ دودھ کے، اور گلاس اس کے بہت زیادہ ہیں تاروں کی گنتی سے۔ اور البتہ میں روکوں[1] گا اور ہانکوں گا اور امتوں کے لوگوں کو جس طرح روکتا ہے آدمی لوگوں کے اونٹوں کو اپنے حوض سے (مشارکت، اور مخالطت سے بچنے کے لئے)۔ بعض صحابہؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ!۔ کیا پہچانیں گے آپ ہم کو۔ (یعنی امتیاز کریں گے اوروں سے) فرمایا حضورؐ نے۔ ہاں! پہچان لوں گا تم کو۔ (سنو) تمہاری ایک نشانی ہو گی۔ جو نہیں ہو گی کسی کی امتوں میں سے۔ (وہاں) آؤ گے تم مجھ پر اس حالت میں کہ سفید ہو گی پیشانی اور ہاتھ پاؤں (تمہارے) بسبب وضو کے اثر کے۔" (صحیح مسلم)

مسلم کی ایک روایت میں حضرت انسؓ سے یوں آیا ہے، فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے، دیکھے جائیں گے اس حوض پر آبخورے سونے اور چاندی کے آسمان کے تاروں کی گنتی کے مانند۔"

---

[1] روکوں گا اس لئے کہ میرے حوض سے نہ پیو۔ اپنے اپنے نبیوں کے حوضوں سے جا کر پیو۔ کہ ہر نبی کا محشر میں حوض ہو گا۔ البتہ حضورؐ کا حوض سب حوضوں سے بڑا ہو گا۔

مسلم میں حضرت ثوبانؓ سے آیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے حوض کوثر کے پانی سے متعلق پوچھا حضورؐ نے فرمایا ۔ پانی حوض کوثر کا زیادہ سفید ہے دودھ سے اور شیریں زیادہ ہے شہد سے ۔ اگرتے ہیں زور سے اس میں دو پرنالے جنت (کی نہر کوثر) سے، مدد کرتے ہیں حوض کی (اس کا پانی بڑھانے میں) ان میں سے ایک پرنالہ سونے کا ہے اور ایک چاندی کا ہے"۔

پس بڑی شان اور بڑی تکریم ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی، کہ حشر کے میدان میں نعل درآتش خلقت حضورؐ کی شفاعت سے راحت پائے گی ۔ اور ان کا حساب شروع ہو جائے گا ۔ جب کہ تمام انبیاء علیہم السلام اہل محشر کو نفی میں جواب دے دیں گے ۔

پھر حضورؐ کا مقام محمود پر جانا اور شفاعت کے لیے سجدہ کرنا اور دعا اور شفاعت کا قبول ہونا ۔ اور ساری خلقت کی زبان پر آپ کی تعریف، ستائش اور حمد ہونا لاامثال شان اور مرتبہ پر دلالت کرتا ہے، عرصہ محشر میں آپ کا حوض نہایت وسیع ہوگا، دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں، کستوری کی خوشبو میں بسا ہوا پانی جو ایک بار پیئے گا ۔ بہشت میں جانے تک اس کو پیاس نہ لگے گی ۔ اس حوض کے ساقی خواجہ بدر حنینؐ سید الکونین، سردار ثقلین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ شافع روز جزا ، اشرف انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے ۔ [1]

تری رحمتوں سے قائم ہے بہارِ خلدِ ہستی
کہیں مشک زاعبیری کہیں بوے یاسمینی (بسمل)

---

[1] رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت آپ کا اتباع اور اسوۂ حسنہ رحمتیں ہی تو ہیں ان ہی رحمتوں سے مسلمان کی زندگی کے باغ کی بہار قائم ہے۔ جب اس باغ میں سنن واحادیث کی باد بہاری چلتی ہے ۔ تو زندگی ہمہ وقت مشک و عنبر کی خوشبو سے مہکی رہتی ہے ۔ اقبالؒ مرحوم فرماتے ہیں ۔ ؎

حرفِ بے صوت اندریں عالم بدیم :: از رسالت مصرعِ موزوں شدیم

حضرت سید الثقلین تمام اُمت سے بھاری ہیں

خدا کے بعد جلال و جمال کا مظہر
اگر ملا بھی تو کوئی تیرے سوا نہ ملا

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور انہیں وہ خوبیاں، بھلائیاں، بزرگیاں، فضیلتیں، مرتبے، درجے، سرداریاں، شانیں، صوری اور معنوی نور، خَلق اور خُلق کا حسن، اعلیٰ مدارج اور برتر مناصب عطا کئے۔ کہ حضورؐ اپنی مثال آپ ہی ہوئے۔ مصوّرِ لایزال نے آپ کو جمیع صفات کمال میں ایسا پیدا کیا۔ کہ ان کا جواب پیدا نہ کیا۔ ؎

محمدؐ چہرہ کون و مکاں کا ہے نور پیشانی
محمدؐ ہی کے سر پر عظمتوں کا تاجِ زریں ہے (نثر)

حضورؐ کے معجزے قیامت تک رہینگے

رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم جو فرمائیں، جو بتائیں، جو ارشاد کریں۔ سب کچھ صداقت، حقیقت، اور دینی تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے ذاتِ اقدس کے بارے میں حدیقہ رسالت کے پھول مشامِ جان کو یوں معطر کرتے ہیں:۔

حضرت ابوہریرہ رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا قَدْ اُعْطِیَ مِنَ الْاٰیَاتِ مَا مِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّ مَا کَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُ وَحْیًا اَوْحَی اللّٰهُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

(بخاری مسلم) ؎ نہیں پیغمبروں میں سے کوئی پیغمبر مگر دیا گیا معجزات

ہیں سے اس قدر کہ مثل اس قدر کے ایمان لا سکے اس پر بشر، اور بیشک وہ چیز جو میں دیا گیا ہوں وحی، کہ وحی کی اللہ نے میری طرف، پس امید رکھتا ہوں میں، کہ ہوں میں زیادہ پیغمبروں میں از روئے تابعوں کے قیامت کے دن۔"

ارشاد نبوی کا مطلب یہ ہے، کہ پہلے نبیوں کو جو معجزے دیئے گئے تھے، وہ ان کے زمانہ تک ہی مخصوص رہے۔ پھر ان کے بعد منقطع ہو گئے، جیسے موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدہا ہونا اور ید بیضا، ان کے وقت تک ہی رہے۔ اور یہ معجزے دراصل جادو کا توڑ تھے۔ کہ اس وقت جادو کا بہت زور تھا۔ عصائے موسیٰ اور ید بیضا سے جادو نابید ہو گیا۔ حق نے فتح پائی اور باطل نے شکست، یہاں تک کہ ہزارہا جادوگر مسلمان ہو گئے۔

اسی طرح حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے وقت طب کا بہت زور تھا۔ لوگ جالینوس وغیرہ کے کمالات دیکھ کر حیران تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو معجزے دیئے۔ کہ وہ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے تھے۔ یہ روحانی اعجاز مادی کمال کو نگل گیا۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ یہ معجزے بھی دور عیسوی تک ہی ہے۔ جناب رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بلاغت اور فصاحت کا بہت زور تھا۔ عربوں کو اپنی زبان پر بہت ناز تھا۔ عرب کے معنے ہی ہیں۔ فصیح، بلیغ، قادر الکلام۔ اور عجم کے معنے ہیں۔ گونگا۔ تو عرب اپنے مقابلہ میں تمام دنیا کو عجمی یعنی گونگا کہتے تھے۔ یعنی دنیا ساری عربوں کے سامنے گونگی ہے۔ کسی کو ان کے آگے یارائے کلام نہیں ہے۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی۔ قرآن اتارا۔ اس قرآن نے عربوں کو گونگا کر

دیا۔ قرآن نے ان کو چیلنج کیا۔ کہ اگر تم اس قرآن کے بارے میں شک میں ہو کہ منزل من اللہ نہیں ہے۔ بلکہ کسی انسان کا بنایا ہوا ہے۔ تو تم بھی ایسی ایک آیت بنا کر لے آؤ۔ وہ نہ لا سکے۔ اور آج تک کوئی نہیں لا سکا۔ تو قرآن ایک معجزہ ہوا۔ جس نے ان کو عاجز کر دیا۔ اور ان کی فصیح بلیغ زبانیں بند کر دیں۔

حدیث مذکور میں حضورؐ کے ارشاد ــــ وَاِنَّ مَاکَانَ الَّذِیْ اُوْتِیْتُ وَحْیًا اَوْحَی اللّٰہُ اِلَیَّ فَاَرْجُوْا اَنْ اَکُوْنَ اَکْثَرَھُمْ تَابِعًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ کا مطلب یہ ہے کہ یہ وحی۔ یہ قرآن جو اللہ نے مجھے دیا ہے۔ یہ ایسا معجزہ ہے۔ کہ قیامت تک لوگوں کے ایمان کے چراغ کے لئے تیل کا کام دے گا۔ میری نبوت بھی قیامت تک چلے گی اور نبوت کا معجزہ قرآن بھی قیامت تک زندہ و تابندہ رہے گا۔ پہلے نبیوں کے معجزے منقطع ہو گئے۔ اور میرا یہ معجزہ تا نور نیرین روشن رہے گا۔ اور لوگ اس پر ایمان لاتے رہیں گے۔ اور اس طرح میری امت تمام انبیاء کے امتوں سے زیادہ ہو گی۔

یہ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام نبیوں پر بزرگی، فضیلت، درجہ اور مرتبہ۔ اللہ تعالیٰ کا حضورؐ پر اور تمام نبیوں اور مرسلوں پر بے حد و بے عد درود و سلام ہو۔

رحمتِ عالم کی پانچ خصوصیتیں

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَّمْ یُعْطَھُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ۔ "دیا گیا ہوں میں پانچ خصلتیں کہ نہیں دیا گیا کوئی نبی پہلے مجھ سے۔"

(۱) ـــ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ ـــ "فتح دیا گیا میں دشمنوں کے دل میں دہشت پڑنے سے ایک مہینے کی مسافت سے۔"

یعنی میرا پروردگار مجھ کو دشمنوں پر فتح دیتا ہے۔ اس طرح کہ ایک ماہ کی مسافت

سے ان کے دلوں میں دہشت، اور خوف پیدا کر دیتا ہے۔ یعنی اتنے فاصلے سے ان کو مرعوب کر دیتا ہے، پھر وہ خوف زدہ ہو کر گھبراتے اور بھاگتے ہیں۔

(۲) ۔ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا ۔" اور بنائی گئی میرے لئے ساری زمین سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی۔ (بصورت تیمم)"

پہلی امتوں کے لئے ضروری تھا۔ کہ وہ نماز صرف اپنے عبادت خانوں میں ہی ادا کریں۔ تب قبول تھی۔ عبادت خانوں کے باہر انہیں نماز کی اجازت نہ تھی۔ لیکن حضورؐ کی امت کو اجازت مل گئی۔ کہ وہ جہاں نماز کا وقت آجائے، پڑھ سکتے ہیں۔ ساری زمین ان کے لئے مسجد (سجدہ گاہ) بنا دی گئی ہے۔ سفر میں، حضر میں، صحرا میں، جنگل میں، گھر اور مسجد سے باہر جہاں وقت آجائے نماز ادا کریں قبول ہے جگہ دیکھ لیں۔ نجس اور پلید نہ ہو۔ البتہ حمام اور مقبرہ (قبرستان) میں حضورؐ نے نماز پڑھنا منع فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ)

اسی طرح امم سابقہ کے لئے طہارت (وضو) کے لئے پانی شرط تھی۔ پانی کے بغیر طہارت نہ ہوتی تھی۔ لیکن رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے جہاں پانی نہ ملے، یا کوئی اور شرعی عذر ہو۔ تو مٹی سے تیمم کرنا جائز ہے۔ یعنی زمین (مٹی) پانی کے قائم مقام پاک کرنے والی ہے۔ چنانچہ مذکورہ حدیث میں آگے وضاحت کر دی گئی۔

فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَدْرَکَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْیُصَلِّ ۔

" پس جو شخص میری امت میں سے (جس پر نماز فرض ہو۔ اور پانی نہ ملے) وقت آجائے نماز کا۔ تو (تیمم کر کے) نماز پڑھ لے"

(۳) ۔ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تُحَلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ ۔

" اور حلال کی گئی میرے لئے لوٹ کفار کی۔ اور نہ حلال

کی گئی کسی کے لئے مجھ سے پہلے "

یعنی پہلی امتیں اگر مال کفار کا جنگ میں لوٹتیں۔ تو ان کی ملک ہونا۔ نہ کہ انبیاء کی۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مال غنیمت سے پانچواں حصہ مخصوص ہُوا۔

(۴)۔ وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ۔ " اور دیا گیا مجھ کو مرتبہ شفاعت (عامہ۔ عظمیٰ) کا "

یعنی حضرت شفیع الورٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ وعظمیٰ عامہ کا مرتبہ دیا گیا ہے۔ جو تمام مواضع شفاعت کو شامل ہے۔ اس مرتبہ میں کوئی نبی شریک نہیں۔

(۵)۔ وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَّ بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَآمَّۃً۔ " اور نبی بھیجا جاتا تھا خاص اپنی قوم کی طرف اور میں بھیجا گیا ہوں طرف تمام لوگوں کے " (بخاری مسلم)

یعنی ہر پیغمبر اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک وقت میں ہزاروں انبیاء دنیا میں سبے ہیں۔ لیکن سید الکونین والثقلین، سید ولد آدم سارے جہان کے لوگوں کی طرف مبعوث ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ جنوں کی طرف بھی رسول ہیں اور اس روز سے لے کر تا قیامت آپ کی نبوت جاری اور ساری ہے۔

جوامع الکلم

اور مسلم شریف میں حضورؐ نے دو اور خصلتیں بیان فرمائی ہیں۔ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ۔ " اور دیا گیا ہوں کلمے جامع "

یعنی کلام مختصر جس کی تشریح میں چھوٹی موٹی کتاب بن سکے۔ جیسے فرمایا حضورؐ نے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ " سوائے اس کے نہیں۔ کہ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے " کتنے جامع کلمے ہیں۔ انسان ساری زندگی صبح و شام

عملوں میں ہی گزرتا ہے۔ اور ہر عمل کے لئے نیت ضرور ہوتی ہے، تو ایک دن میں ہزاروں نیتیں ہوئیں۔ اگر نیتیں درست اور خالص ہیں، تو اعمال بھی بار آور ہوں گے، اور اگر نیتیں کھوٹی ہیں۔ تو اعمال بھی برباد ہیں۔ غرض حضورؐ کے اِن جامع کلموں کی تشریح کرنے لگیں۔ تو انسان کی تمدنی، معیشی، معاشرتی، اخلاقی، مذہبی، دینی، سیاسی زندگی کے کاموں اور کاموں کی نیتوں پر قلم اٹھائیں، تو ایک صحیفہ ترتیب دیا جا سکتا ہے۔ کروڑوں درود و سلام رحمت عالمؐ پر۔ کہ آپ کے مختصر سے کلام کے حباب میں سمندر موجزن ہوتا ہے۔ حضورؐ کی تمام احادیث جوامع الکلم کے وہ پھول ہیں، جن کی خوشبو سے سارا عالم مہک اٹھتا ہے۔ عالم کیا مہک اٹھتا ہے، کہ وہ خوشبو بحر و بر میں حقائق و بصائر کے نغمے بکھیر دیتی ہے۔

مزید ارشاد فرمایا:۔ وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ۔ "اور ختم کی گئی میرے ساتھ نبوت۔" میرے بعد کوئی نبی پیدا ہی نہیں ہوگا۔ کیونکہ ضرورت ہی نہیں میری نبوت اور میری نبوت کا معجزہ قرآن، دونوں دوش بدوش، تا صورِ اسرافیل نور برساتے رہیں گے۔

سردارِ اولادِ آدم

حضرت ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔ (صحیح مسلم)

"میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا قیامت کے دن۔ اور اوّل ہوں ان شخصوں میں سے کہ پھٹے ان سے قبر۔ (یعنی قیامت کو سب سے پہلے میں اٹھایا جاؤں گا)۔ اور اوّل شفاعت کرنے والا اور اوّل شفاعت قبول کیا گیا۔"

حضورؐ جنت کا دروازہ کھلوائیں گے

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے :-

اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَآءِ تَبَعًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّۃِ ط (صحیح مسلم)

"قیامت کے روز میں زیادہ ہوں گا پیغمبروں میں از روئے تابعوں کے، (یعنی میری امت سب نبیوں کی امتوں سے زیادہ ہوگی) اور میں ہوں اول ان شخصوں کا کہ کھٹکھٹائیں گے دروازہ بہشت کا۔"

یعنی حضورؐ سب سے پہلے بہشت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے یعنی کھلوائیں گے جنت کا دروازہ۔ اور داخل ہوں گے اس میں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا بے شمار درود و سلام ہو کہ ان کا مرتبہ کتنا بلند ہے، کہ صرف آپ ہی کے کھٹکھٹانے سے بہشت کا دروازہ کھلے گا۔ اور حضورؐ اس میں داخل ہوں گے، پھر آپ کی امت اور پھر دوسرے انبیاء اور ان کی امتیں۔

ایک حدیث میں یوں آیا ہے حضورؐ فرماتے ہیں :-

اٰتِیْ بَابَ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَاَسْتَفْتِحُ فَیَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَیَقُوْلُ بِکَ اُمِرْتُ اَنْ لَّآ اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَکَ - (صحیح مسلم)

"آؤں گا میں قیامت کے دن بہشت کے دروازے پر پھر کھلواؤں گا میں۔ پس کہے گا بہشت کا دربان۔ کون ہے تو؟ میں کہوں گا محمدؐ ہوں۔ پھر کہے گا وہ تیرے سبب حکم کیا گیا ہوں کہ نہ کھولوں میں دروازہ کسی کے لئے پہلے تیرے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے بہشت کے دربان کو حکم دے رکھا ہے کہ بہشت کا

دروازہ سوائے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے کھٹکھٹانے کے کسی اور کے کھٹکھٹانے پر نہ کھولنا۔ خبردار! جب دروازہ کھٹکے تو پوچھ لینا۔ کہ کون ہو تم دروازہ کھٹکھٹانے والے؟ اگر جواب میں کہا جائے کہ محمدؐ ہے۔ تو دروازہ فی الفور کھول دینا اور اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے سوا کوئی اور بھی دروازہ کو دستک دے تو نہیں کھولنا ہے

آسمانوں کی جبیں اس کے قدم پر سرنگوں
ایستادہ ہے جلو میں لشکرِ کرّو بیاں (نثر)

امّتِ خیر الوریٰ کی کثرت

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَنَا اَوَّلُ شَفِیْعٍ فِی الْجَنَّۃِ لَمْ یُصَدَّقْ نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ مَا صُدِّقْتُ وَاِنَّ مِنَ الْاَنْبِیَآءِ نَبِیًّا مَا صَدَّقَہٗ مِنْ اُمَّتِہٖ اِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ ط (صحیح مسلم)

"میں اول شفاعت کرنے والا ہوں جنت میں (یعنی امت کے گنہگاروں کے جنت میں داخل ہونے کے لئے) نہیں تصدیق کیا گیا نبیوں میں سے کوئی نبی جس قدر میں تصدیق کیا گیا ہوں۔ (یعنی میری امت سب نبیوں کی امتوں سے زیادہ ہوگی) اور بیشک نبیوں میں ایک نبی ہے کہ نہیں تصدیق کی اس کی امت میں سے مگر ایک آدمی نے"

یعنی میری نبوت کی تصدیق کرنے والے، مجھے ماننے والے، میرے جانثار، تمام نبیوں کو ماننے والوں سے زیادہ ہیں۔ میں وہ متبوع ہوں۔ جس کے تابعوں کا شمار نہیں، اور وہ بڑھتے چلے جائیں گے تا قیامت، جب کہ دوسرے نبیوں کی تصدیق کرنے والے امت خیر الورےؐ کے مقابلہ میں تھوڑے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک نبی ایسا بھی گزرا ہے جس کا ایک ہی امتی ہے۔

اس سے حضورؐ کے جاہ، مرتبے، وقار، عزت، خلق عظیم، ہر دل عزیزی، مقبولیت، تبلیغ کی تاثیر اور سیرت کی یاسمینی کا پتہ چلتا ہے۔ ؎

اس نے ڈالی سینۂ عالم میں طرحِ فکرِ نو
اس کے پاؤں پر جھکے تاج و سریر خسرواں
اس کی موجِ فیض سے سیراب دشت و گل کدہ
ساقیٔ کوثر بکف ہے رہنمائے تشنگاں (ذوقیؔ)

سب سے پہلے حضورؐ قبر سے اٹھینگے

حضرت ابی سعیدؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَ مَا مِنْ نَّبِیٍّ یَّوْمَئِذٍ اٰدَمَ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ وَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ ط (رواہ الترمذی)

"میں بہترین اولاد آدم ہوں قیامت کے دن، اور نہیں کہتا میں یہ ازراہ فخر کے اور اترانے کے۔ اور میرے ہاتھ میں ہے حمد کا جھنڈا، اور نہیں کہتا میں یہ ازراہ فخر کے، اور نہیں کوئی پیغمبر قیامت کے دن، کیا آدم اور کیا سوا ان کے مگر (سب) میرے جھنڈے کے نیچے آئیں گے (اور میرے تابع ہوں گے)۔

یہ جو حضورؐ نے فرمایا۔ کہ میں بہترین اولاد آدم ہوں، اور نہیں کہتا میں ازراہِ فخر کے، اس کا مطلب یہ ہے، کہ یہ سرداری جو تمام اولاد آدم پر مجھ کو اللہ نے دی ہے، یہ اس کی نعمت ہے، اور میں اس نعمت کو بیان کرتا ہوں اور اس کا شکر

کرتا ہوں، اور خدا نے ایسا کرنے کا مجھ کو حکم دیا ہے۔ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (پ ۳۰) ۔ "اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کر" تو سرداری اپنی نعمت کے طور پر بیان کرتا ہوں تاکہ لوگ میری قدر پہچانیں ۔ نیز امت کو اپنی حیثیت سے آگاہ کرتا ہوں اور پھر میری عزت، توقیر، تعظیم اور محبت کے تقاضوں کے مطابق میرا حکم مانیں میری پیروی کریں۔

لوائے حمد حضورؐ کے ہاتھ میں

اور میرے ہاتھ میں ہے جھنڈا احمد کا ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، اللہ کی حمد کرنے میں تمام اولاد آدم میں منفرد مقام رکھتے ہیں ۔ نام آپ کا محمدؐ (تعریف کیا گیا) اور احمد۔ اللہ کی بے شمار تعریفیں کرنے والے۔ اور صاحب مقام محمود ہیں کہ اس مقام پر خلقت آپ کو دیکھ کر بہت تعریف کرے گی ۔اور آپ کی امت حمادون ۔"بہت تعریف کرنے والے" ہر حال میں خدا کا شکر بجالانے والے ۔ اور حضورؐ اللہ کی حمد کے ساتھ جنت کا دروازہ کھلوائیں گے ۔بس حمد کی نسبت کے سبب آپ کے ہاتھ میں لواءُ الحمد ہوگا ۔

جس طرح بادشاہوں اور سرداروں کے لئے بطور نشان کے جھنڈے ہوتے ہیں اسی طرح سید ولد آدم کے لئے بھی لواء الحمد ہوگا ۔ اور سردار بنی آدم کے جھنڈے تلے سب نبی ہوں گے ۔

اور فرمایا "میں اول ان کا ہوں کہ پھٹے ان سے زمین"۔ یعنی سب سے پہلے میں زمین سے نکلوں گا ۔ اور نہیں مجھ کو فخر ۔ بلکہ اللہ کی مہربانی کا اقرار اور اس کی نعمت کا شکر ہے ۔یعنی اپنی فضیلتیں اور بزرگیاں جو میں بیان کرتا ہوں، یہ اللہ کی نعمتوں کا شکر کرتا ہوں، نہ اتراتا ہوں، نہ فخر کرتا ہوں۔ کہ اترانا اور فخر کرنا، شیخی مارنا اور غرور کرنا شانِ نبوت کے منافی ہے ۔

نبیوں کے امام اور خطیب

حضرت ابی بن کعبؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ کُنْتُ اِمَامَ النَّبِیِّیْنَ وَخَطِیْبَھُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِھِمْ غَیْرَ فَخْرٍ ط (ترمذی)

"جب ہو دن قیامت کا۔ ہوں گا میں پیشوا نبیوں کا (مقام محمود میں) اور خطیب ان کا (جب وہ چپ ہوں گے)۔ اور صاحب شفاعت کا"

حضرت عیسیٰؑ حضورؐ کی قبر کے پاس دفن ہونگے

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ مَکْتُوْبٌ فِی التَّوْرٰىۃِ صِفَۃُ مُحَمَّدٍ وَعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ یُدْفَنُ مَعَہٗ قَالَ اَبُوْمَوْدُوْدٍ وَ قَدْ بَقِیَ فِی الْبَیْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ۔ (رواہ الترمذی)

"روایت ہے عبداللہ بن سلام سے کہا انہوں نے کہ حضورؐ کی صفتیں تورات میں لکھی ہوئی ہیں، اور یہ بھی لکھا ہوا ہے۔ کہ عیسیٰ بیٹے مریم کے دفن کئے جائیں گے حضورؐ کے ساتھ ان کے حجرے میں۔ کہا ابومودود نے جو حدیث کے راوی ہیں، بیشک باقی رہی ہے (حضرت عائشہؓ کے) گھر میں جہاں حضورؐ مدفون ہیں ایک قبر کی جگہ"

حضرت عیسٰے علیہ السلام زمانہ قرب قیامت میں نازل ہوں گے، دین اسلام کی تبلیغ کریں گے۔ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جہاد کریں گے، دجال کو قتل کریں گے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ مل کر ساری دنیا میں اسلام پھیلائیں گے۔ بالآخر وقت آنے پر وفات پائیں گے۔ ان کی وفات مکہ اور مدینہ کے درمیان

واقع ہو گی۔ لوگ انہیں وہاں سے اٹھا کر مدینہ منورہ لے آئیں گے۔ اور حجرہ عائشہؓ میں (جہاں شافع روزِ جزا حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں) دفن کئے جائیں گے۔

چونکہ عیسٰے علیہ السلام حضرت ختم نبیاںؐ، رحمتِ عالمیاںؐ کی نبوت، رسالت، آپ کے قرآن۔ دین اسلام کی بہت تبلیغ کریں گے۔ روئے زمین میں اسلام کا پیغام پہنچائیں گے، اس خدمت کے صلہ میں اللہ عیسٰے علیہ السلام کو حضورؐ کے ساتھ حجرۂ عائشہؓ میں تدفین کے شرف سے نوازیں گے۔

راقم الحروف خاکسار نے حجرہ عائشہؓ کو خوب اچھی طرح دیکھا ہے۔ (۱۹۶۲ء میں اور ۱۹۶۸ء میں)۔ جہاں رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر قبر اطہر کے سامنے درود شریف کے پھولوں کی بارش بھی کی ہے۔

حجرۂ عائشہؓ کے اندر تین قبریں ہیں۔ رحمت عالمؐ کی قبر پاک جانب قبلہ مقدم ہے، اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی قبر ان سے متاخر ہے۔ سر ان کا حضورؐ کی پشت کے مقابل ہے۔ اور حضرت عمرؓ کی قبر حضرت صدیقؓ کی قبر کے ساتھ ہے۔ اور حضرت عمرؓ کی قبر کے پہلو میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ بس یہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام دفن کئے جائیں گے۔

(نوٹ):۔ قادیان میں ایک جھوٹا نبی پیدا ہوا۔ اس نے کہا۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہو چکے ہوئے ہیں۔ اور ان کی قبر کشمیر میں ہے، ہمارے سے بڑے، جھوٹے نبی نے آسمان سے بڑا، جھوٹ بولا ہے۔

سید الثقلین تمام امت سے بھاری ہیں

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! ۔ کَیْفَ عَلِمْتَ اَنَّکَ نَبِیٌّ

حَتّٰی اسْتَیْقَنْتَ۔ کیونکر جانا آپ نے، کہ آپ نبی ہیں۔ یہاں تک کہ یقین کرلیا آپ نے ؟ — فرمایا!

یَا اَبَا ذَرٍّ اَتَانِیْ مَلَکَانِ وَ اَنَا بِبَعْضِ بَطْحَاءِ مَکَّۃَ فَوَقَعَ اَحَدُھُمَا اِلَی الْاَرْضِ وَکَانَ الْاٰخَرُ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَقَالَ اَحَدُھُمَا لِصَاحِبِہٖ اَھُوَ ھُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَزِنْہُ بِرَجُلٍ مِنْ اُمَّتِہٖ فَوُزِنْتُ بِہٖ فَوَزَنْتُہٗ ثُمَّ قَالَ زِنْہُ بِعَشَرَۃٍ فَوُزِنْتُ بِھِمْ فَرَجَحْتُھُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْہُ بِمِائَۃٍ فَوُزِنْتُ بِھِمْ فَرَجَحْتُھُمْ ثُمَّ قَالَ زِنْہُ بِاَلْفٍ فَوُزِنْتُ بِھِمْ فَرَجَحْتُھُمْ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْھِمْ یَنْتَثِرُوْنَ عَلَیَّ مِنْ خِفَّۃِ الْمِیْزَانِ قَالَ فَقَالَ اَحَدُھُمَا لِصَاحِبِہٖ لَوْ وَزَنْتَہٗ بِاُمَّتِہٖ لَرَجَحَھَا ۝

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلینؐ)

"اے ابوذرؓ! آئے میرے پاس دو فرشتے درحالیکہ میں بطحاء مکہ کے ایک جانب میں تھا۔ پس اتر آیا ان دو فرشتوں میں سے ایک زمین کی طرف، اور دوسرا آسمان اور زمین کے درمیان (معلق رہا)۔ پس ان دونوں میں سے ایک نے اپنے دوست کو کہا۔ کیا وہ یہی ہے (یعنی یہ وہی پیغمبر ہے۔ جس کے پاس اللہ نے ہم کو بھیجا ہے)۔ اس کے دوست نے کہا۔ ہاں وہی ہے۔ کہا ایک نے ان میں سے اپنے دوست کو۔ تول اس کو ایک مرد کے ساتھ اس کی امت میں سے۔ (فرمایا حضورؐ نے) پس تولا گیا میں اس مرد کے ساتھ، سو غالب آیا میں اس پر۔ پھر کہا اس نے تول اس کو دس مردوں کے ساتھ، پس تولا گیا میں ساتھ ان کے، پس غالب آیا میں ان پر۔ پھر کہا تول

اس کو ساتھ سو مردوں کے۔ پس تولا گیا میں ساتھ ان کے، پس غالب رہا ان پر بھی، پھر کہا اس نے تول اس کو ہزار مرد کے ساتھ، پس تولا گیا میں ساتھ ان کے۔ پھر بھی میں غالب آیا۔ (اب حالت یہ ہوئی کہ) میں گویا دیکھتا ہوں ان ہزار مردوں کی طرف کہ وہ مجھ پر گرے پڑتے ہیں ترازو کے ہلکا ہونے سے۔ (یعنی جس پلڑے پر وہ ہزار مرد تھے۔ وہ پلڑا ہلکا ہونے کے سبب اونچا ہو رہا تھا اور وہ لوگ ایسے معلوم ہوتے تھے۔ کہ مجھ پر اب گرہی پڑیں گے) ۔ فرمایا حضورؐ نے۔ پس کہا ایک نے ان دونوں میں سے اپنے دوست کو۔ اگر تو اس کو تولے اس کی ساری امت کے ساتھ۔ تو بیشک غالب آئے یہ ساری امت پر۔"

ترازو میں سنت اور حدیث کا وزن

اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو بھیج کر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ساری امت کے ساتھ تولا۔ ساری امت آپ کے مقابلہ میں بے وزن نکلی۔ ثابت ہوا کہ حضورؐ کے تول کا کوئی نہیں۔ راقم الحروف کا ایمان یہ ہے، کہ اگر حضورؐ کو ساری اولاد آدم کے ساتھ مع انبیاء کے تولا جائے۔ تو پھر بھی حضورؐ غالب ہونگے۔

ترازو میں دراصل حضورؐ کی حیثیت، شان، مقام، رسالت، نبوت، سنت اور حدیث کا وزن کیا گیا تھا۔ اور ساری امت کی بے وزنی درحقیقت یہ اعلان خداوندی تھا۔ کہ میرے پیارے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مقابلہ کسی امتی کے قول کے ساتھ نہ کرنا۔ خبردار! حضورؐ کے ساتھ کسی کو تولنے کی جسارت نہ کرنا۔ خبردار! ۔ ترازو کے ایک پلڑے میں حدیث رسولؐ رکھ کر دوسرے پلڑے میں اماموں کے اقوال نہ ڈالنا۔ کہ اس بے ادبیِ رسولؐ سے اپنا دین و ایمان گنوا لوگے۔

اب ذرا خوفِ خدا، اور مقامِ مصطفیٰ کو سامنے رکھ کر جواب دیں، کہ صحیح حدیث کو دانستہ ترک کرکے اس کے خلاف امام کا قول اپنانا اور اس پر عمل کرنا۔ کیا حضورؐ کو امام سے کم وزن ثابت کرنا نہیں ہے؟ ۔ یا امام کو خواجۂ بدر و حنین صلے اللہ علیہ وسلم پر غالب کرنا نہیں ہے؟ ۔ حدیث کو خفیف اور قول کو ثقیل بنا کر حوض پر کل کونسا منہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دکھاؤ گے۔ تقلیدؔ کی ڈنڈی مار کر حدیث کو "رتی" اور قول کو "سیر" دکھا کر پل صراط سے کس طرح گزرو گے۔ جب کہ حوض اور صراط پر نبیوں کے امام اور خطیب بھی امت کی دیکھ بھال کے لئے موجود ہوں گے، خدائی قول میں میر سامانِ حشر کی حدیث، ساری امت کی ہر حالت اور حیثیت پر غالب لیکن تقلید جامد کی نظر میں ایک شخص (امام) کا قول "آفتاب" بن کر حدیث کے "تارے" کو ماند کر دیتا ہے۔ ایسی تقلید کو سینے سے لگانے والے، حدیث کے چراغ کو قول کی پھونک سے "گل" کرنے والے کس منہ سے کہتے ہیں۔ محمدؐ رسول اللہ جب کہ اقرار رسالت کی ذمہ داری یہ ہے۔ ؎

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ او نرسیدی تمام بو لہبی است (اقبالؒ)

حضورؐ سے بلند مرتبہ کوئی نہیں

بھائیو! بڑے درد، خلوص اور خیر خواہی سے ہماری گزارش ہے کہ خدارا ایسی تقلید سے فی الفور دست بردار ہو جاؤ، جو حدیثیں چھڑاتی اور امتی کے اقوال پر عمل کراتی ہے، جو سید ولد آدم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو امتی[2] کے مقابلہ میں (معاذ اللہ)

---

[1] تقلید جامد شخصی جس پر عمل کرنے والا دانستہ حدیث مصطفیٰ کو چھوڑ کر اس کے برعکس قول پر عمل کرتا ہے۔ [2] حالانکہ ان امتیوں یعنی ائمہ اربعہ نے صاف کہہ دیا ہوا ہے، اترکوا قولی بخبر الرسول۔ حدیث کے مقابلہ میں ہمارا قول چھوڑ دو۔ بلکہ اسے دیوار پر پٹک دو۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تقلید کے بادہ نوش اماموں کی بھی نہیں مانتے؟ ۔

بے وزن بناتی ہے۔

کیا آپ کا دل گواہی دیتا ہے۔ کہ کوئی امتی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑی حیثیت، یا بڑے مرتبے والا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہو۔ تو یہ جواب دوزخ میں لے جانے کے لیئے کافی ہے۔ لیکن کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ کا دل یا ایمان کسی امتی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑے مرتبے یا شان والا مانے، ماننا تو رہا درکنار۔ آپ ایسا تصور بھی نہیں کر سکتے، تو ذرا اس بات پر مقام رسول کے طوبیٰ کے سایہ میں بیٹھ کر غور کریں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث، فرمان یا حکم ایک امتی کے قول سے ترک کر دینا، اور امتی کے اس قول پر عمل کر لینا۔ کیا اس امتی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑا مرتبہ دینا نہیں ہے؟ عقل اور انصاف کی آواز یہی ہے۔ کہ ہاں امتی کو بڑی حیثیت اور بڑا مرتبہ دے دیا ہے۔ سنئے ایسی صورت میں قرآن کا کیا فتویٰ ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ (پ ۲۶ ع ۱۳)

"اے ایمان والو مت بلند کرو اپنی آوازوں کو اوپر آواز نبیؐ کے، اور نہ ان کے ساتھ بہت زور سے بات کرو۔ جیسے تم ایک سے ایک۔ (آپس میں) زور زور سے بولا کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ مٹ جائیں عمل تمہارے اور تم کو خبر بھی نہ ہو"

قرآن کا فتوے واضح ہو گیا۔ کہ جس شخص کی آواز، آوازِ رسولؐ پر اونچی ہو گئی۔ اس کے سب عمل مٹ جائیں گے۔ کھوئے جائیں گے۔ جب قول امام (جو امام کی آواز ہے) کو حدیث (جو آواز رسولؐ ہے) کے مقابلہ میں مان لیا۔ اور حدیث کو چھوڑ دیا۔ تو لامحالہ آوازِ امام کو آواز رسول پر اونچی کر دیا۔ تو لامحالہ عمل مٹ گئے۔ پس

حدیث کو ترک کر کے امام کے قول پر عمل کرنے والوں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے۔ خدارا اس بات پر غور کریں۔ اور دامنِ رسولؐ تھام لیں۔

جمالِ مصطفےٰ سے بیگانگی

اگر کوئی صاحب یہ خیال کریں۔ کہ کتاب کا موضوع تو ہے جمالِ مصطفےٰ۔ اس میں تقلید کا ذکر کیونکر آگیا۔ جواباً عرض ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی پاک عبارت ہے آپ کے اقوال و افعال سے، اسوۂ حسنہ سے، اور یہی جمالِ مصطفےٰ ہے۔ جب حدیثوں کو چھوڑ کر اقوال کو اپنا لیا۔ تو جمالِ مصطفےٰ پر پردہ پڑ گیا۔ جمالِ مصطفےٰ مستور ہو گیا۔ اور یہ امت کی بڑی بدبختی ہے، کہ حضورؐ کا جمال حجاب میں ہو، اور اس کی جگہ امتیوں کا جمال رونما ہو!! علامہ اقبالؒ بھی تو یہی رونا رو گئے ہیں۔ ؎

تو چہ دانی عصرِ ما با ما چہ کرد
از جمالِ مصطفےٰ بے گانہ کرد

یعنی تُو کیا جانے کہ ہمارے زمانے نے ہمارے ساتھ کیا، کیا۔ (یہ کیا)
کہ ہم کو جمالِ مصطفےٰ سے بے گانہ کر دیا"

مطلب یہ کہ حضورؐ کا اسوۂ حسنہ، سیرت پاک، سنت اور حدیث پر پردہ ڈال دیا گیا۔ اور اس کی جگہ امتیوں کی باتوں، حکایتوں، اور اقوال و افعال کو اپنا لیا گیا، پس لوگ جمالِ مصطفےٰ سے بے گانہ ہو گئے۔ چونکہ تقلید جامد جمالِ مصطفےٰ سے بے گانہ کرتی ہے۔ اس لئے تقلید کا ذکر ناگزیر ہو گیا۔ پھر حدیث بھی اوپر ایسی ہی بیان ہوئی ہے۔ کہ حضورؐ کو ساری امت کے ساتھ تول کر امت کو بے وزن دکھایا گیا ہے۔ جس کا مطلب صاف یہ ہے، کہ دین میں صرف جمالِ مصطفےٰ ہی کی ضرورت ہے حضورؐ کے جمال کے سامنے امت میں کوئی بھی جمیل نہیں ہے۔ ہر امتی صرف ان ہی کے جمال کے نور میں گام فرسا رہے، اپنے جمال کی نمائش نہ کرے۔ کہ ؎

عروسِ لالہ و گل کو بہاروں کا پیام آیا
گلوں کا ہمنشیں آیا، صبا کا ہم خرام آیا
ہوئی تکمیل ہستی قدسیوں کا ہم کلام آیا
فرازِ کہکشاں سے جھوم کر ماہِ تمام آیا (بشر)

رحمتِ عالم کا اخلاقی نور

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝ (پ ۲۹ ع ۳)

"اور بے شک تو البتہ اوپر خلق بڑے کے ہے۔"

خَلق خ کے زبر سے ظاہری صورت کو کہتے ہیں۔ اور خُلق خ کے پیش سے صفاتِ باطن کو کہتے ہیں۔ اسے سیرت بھی بولتے ہیں۔ یعنی خو، عادت، خصلت، مزاج، ملنساری، وصف، سلیقہ۔ اور مراد خُلق سے مہربانی، مردانگی، شجاعت، سخاوت، نرمی، تحمل، تواضع، رحمت اور حیا وغیرہ ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ خَلق کی خوبیوں کا جواب رکھتے تھے، اور نہ ہی صفاتِ خُلق میں ان کا کوئی عدیل و مثیل تھا جس ذات اقدس کو اللہ کہے۔ تو خلق عظیم پر ہے۔ پھر اس کے بعد ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ کہ کوئی ان کا شریک خلق ہو، دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اخلاق حسنہ کی دولت سے مالا مال کر رکھا تھا۔ اور غیر نبیوں میں بھی علماء، صلحاء اور اولیاء اللہ اچھے اخلاق رکھتے تھے، لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آفتابِ خُلق کے سامنے سب کی نظریں خیرہ ہیں۔ ؎

؎ گلزار کے سایوں میں وہی حشر بپا ہے
پھولوں سے ابھی تک تری خوشبو نہیں جاتی

"قیامت کے روز حضورؐ کی تصدیق کرنے والے بہ مقابلہ دوسرے تمام انبیاء کے بہت زیادہ ہوں گے۔ حضور انورؐ کی زندگی میں ہی عرفات کے میدان میں ڈیڑھ لاکھ کے قریب شمع رسالت کے پروانے موجود تھے، اور بعد وفات آپ کی سیرت وخلق کے مینار کی روشنی اقصائے عالم سے پتنگوں کو اپنی طرف کھینچتی رہی، یہاں تک کہ دنیا کے چپّہ چپّہ پر سیرت کے نور کا بادل برسا۔ اور لوگوں کے دلوں کی شور زمینیں سیراب ہو کر زرخیز ہوگئیں، یاد رہے کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا، بلکہ حضورؐ کی سیرت طیبہ اور خلقِ عظیم کی "سیفِ مسلول" نے دنیا جہان کو مسخر کرلیا۔ ؎

اڑا لی قدسیوں نے اور کچھ گلہائے جنت
شبِ اسریٰ جو خوشبو تھی محمدؐ کے پسینے میں

رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ عالم گیر ہیں۔ آپ کی سیرت کے نور کا دریا سارے جہان کو سیراب کرتا ہے۔ شمائل طیبہ کے سورج کی روشنی سے بحر و بر جگمگا رہے ہیں۔ خو و خصلت کی باد بہاری عالم رنگ و بو پر مسلط خزاں کو پیغام خجالت دیتی ہے، عادت ومزاج کی شبنم سبزۂ انسانیت کو ہرا کرتی اور کلیوں کو مسکرانا سکھاتی ہے۔ انسانی زندگی کے سینکڑوں پہلوؤں میں کوئی پہلو ایسا نہیں۔ جہاں حضورؐ کے مرورِ حیات کا بدرِ منیر ضوفگن نہ ہو۔ ؎

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو سیرت نبویہ کے حدیقہ سے گل چینی کی ہے ان پھولوں کی خوشبو سے آپ بھی مشامِ جان کو معطر کرلیں۔ یہ تعطیر نہ صرف جسم

کو تازگی بخشے گی۔ بلکہ ایمان اور روح کی دنیا میں کیف و وجدان کی عنبر باری کرے گی۔ ؎

بحمداللہ منزل مل گئی گم کردہ راہوں کو
کدھر دیکھیں ترا نقشِ کفِ پا دیکھنے والے

رحمتِ عالم کا فلک پیما اخلاق

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ:۔ لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا لَعَّانًا وَّلَا سَبَّابًا کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتَبَۃِ مَا لَہٗ تَرِبَ جَبِیْنُہٗ ؕ (بخاری شریف)

"نہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحش گو، اور نہ لعنت کرنے والے کسی کو۔ اور نہ کسی چیز کو، اور نہ تھے بد کہنے والے، اور کسی پر غصے ہوتے، تو فرماتے۔ کیا ہوا ہے اس کو، اور کیا کرتا ہے وہ، خاک آلودہ ہو پیشانی اس کی"

فحش کے معنے ہیں، بدی کا حد سے گزر جانا۔ جواب اور کلام میں حد سے گزر جانا، زنا، بہت سخت قبیح گناہ بے حیائی۔ اور اکثر استعمال فحش کا الفاظ جماع، اور اس کے متعلقات میں آتا ہے۔ کہ اہل فساد اور بے حیا اس میں عبارتیں صریحہ فاحشہ استعمال کرتے ہیں۔ کہ حیا مند اُن سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور کنایہ اور ابہام پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بول اور براز کو قضائے حاجت سے تعبیر کرتے ہیں اور فحش کے معنے زیادتی، کثرت زنا اور معصیت کے بھی ہیں۔

حضرت انسؓ نے جو یہ کہا۔ کہ حضورؐ فاحش نہ تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے، کہ صاحب خلق عظیم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جواب اور کلام میں کبھی حد سے نہیں گزرتے تھے۔ اور حیا کے سبب کبھی فحش لفظ زبان سے نہیں نکالتے تھے۔ بلکہ ابہام اور کنایہ سے کام لیتے تھے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ کہ

لذت جماع کے لئے حضورؐ نے لفظ عُسیلہ استعمال فرمایا۔ عربی زبان جاننے والے لفظ عُسیلہ پر عش عش کرتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے یہ لفظ استعمال کرکے ادب وحیا کا ایک دریا بہا دیا ہے۔ کیا مقام ہے رحمت عالمؐ کا کہ ساری زندگی فحش بات زبان سے نہیں نکلی آپ کی عادت کے گلستاں میں ہمیشہ تہذیب، ادب، شائستگی، اور حیا کے پھول ہی کھلے ہیں۔

لعن کے معنے ہیں۔ خدا کی طرف سے ہانکنا، اور اس کی رحمت سے دور کرنا جب کہا جائے گا۔ کہ اللہ نے لعنت کی۔ تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ خدا نے اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ اور جب بندہ کسی پر لعنت کرے گا۔ تو معنی یہ ہوں گے، کہ اس نے دعائے لعنت کی۔ اور برا کہا۔ کہ خدا اس کو اپنی رحمت سے دور کرے۔ جو شخص لعنت کا مستحق نہ ہو۔ اس کے لئے لعنت کی دعا کرنی سخت گناہ ہے۔ ہاں جس شخص کے بارے میں یقیناً معلوم ہو۔ کہ وہ کافر مرا ہے، جیسے ابولہب، اور ابوجہل، ایسے شخص پر لعنت کر سکتے ہیں۔ اور لعنت اللہ علی الکافرین، ظالمین، کاذبین درست ہے کہ یہ خدا کی رحمت سے ہانکے گئے ہیں۔ بہشت سے باز رکھے گئے ہیں۔ اور ان کے لئے خلودِ دوزخ ثابت ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی غیر مستحق لعنت کے لئے دعائے لعنت نہیں کی۔ یہاں تک کہ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ ہوا پر بھی لعنت نہ کرو۔ کیونکہ وہ مامور ہے، یہ بھی حضورؐ کے خلق عظیم کا ثبوت ہے کہ آپ لعان نہیں تھے۔ کسی کو خدا کی رحمت سے نہ ہانکتے تھے۔ نہ دور ہٹاتے تھے۔ کیونکہ یہ بدترین دعا ہے، کہ وہ خدا کی رحمت سے دور ہو۔ جو خدا کی رحمت سے دور ہوا۔ وہ جنت میں کس طرح جا سکتا ہے۔

اور جب حضورؐ کسی پر غصے ہوتے، تو فرماتے۔ مَالَہٗ کیا ہوا ہے اس کو۔ تَرِبَ جَبِیْنُہٗ۔ خاک آلودہ ہو پیشانی اس کی۔" یعنی جب حضورؐ کسی پر سخت غصے ہوتے، تو

زیادہ سے زیادہ اتنا کہتے، بغیر نام لئے۔ کیا ہُوا اس کو۔ اس کی پیشانی کو خاک لگے۔ اور ایک معنی میں یہ دعائیہ جملہ بھی ہو سکتا ہے۔ خاک آلودہ ہو پیشانی اس کی۔ یعنی سجدہ کرائے اللہ اس سے "کہ سجدے میں پیشانی پر خاک لگتی ہے۔

سبحان اللہ! یہ اللہ کے رسولؐ ہی کا خلق ایسا ہو سکتا ہے، کہ غصے کی حالت میں بھی کوئی سخت جملہ یا کلمہ زبان سے نہیں نکلتا۔ ؎

بساطِ کہکشاں پر ہے کمندِ ارتقا تیری
تری راہِ معیّن سے نہ آگے بڑھ سکے رہرو
تری فرخندگی ہے صبحِ ہستی کی طربناکی
تری موجِ تبسّم رونقِ فردوس کا پرتو
تری نظروں سے پائی سربلندی کوہساروں نے
خرامِ ناز سے تیرے نسیمِ صبح ہے خوش رو
ترے مشتاق داؤدؑ و سلیمانؑ یوسفؑ و عیسےٰؑ
بلالؓ و بوذرؓ و فاروقؓ و حیدرؓ ہیں ترے پیرو (ثمر)

دس برس میں اُف نہ کہا

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

خَدَمْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ وَّلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ ط (بخاری مسلم)

"خدمت کی میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دس برس۔ نہیں کہا حضورؐ نے مجھ کو (دس برس کے دوران) اُف۔ اور نہ فرمایا مجھ کو حضورؐ نے کیوں یہ کام کیا تو نے۔ اور نہ فرمایا۔ کیوں نہ کیا تو نے یہ کام "

رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے،

تو انسؓ کی والدہ نے انسؓ کو حضورؐ کی خدمت میں چھوڑا۔ انسؓ بیان کرتے ہیں کہ دس سالہ خدمت کے دوران حضورؐ نے مجھ کو اُفّ تک نہیں کہا۔

اُفّ کلمۂ نفرت ہے۔ ہوں۔ وائے۔ افسوس۔ آہ۔ کسی مکروہ اور ناپسند بات کو دیکھ کر یہ کلمہ منہ سے نکلتا ہے۔ نوکروں، ملازموں، خادموں سے ضرور غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور ان کے مالک ان کو زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں۔ بعض مالک غصہ میں آکر مارتے بھی ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خُلق کی پاکیزگی، بلندی، اچھائی اور خوبی کا یہ عالم ہے۔ کہ دس برس تک خدمت کے دوران حضورؐ نے انس کو اف تک نہیں کہا۔ ہوں تک نہیں کہا۔ حالانکہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ انسؓ سے کوئی غلطی، یا کوتاہی نہ ہوئی ہو۔ اور تھے بھی وہ چھوٹی عمر کے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے مجھے کبھی یہ بھی نہیں کہا۔ لِمَ صَنَعْتَ۔ یہ کام تو نے کیوں کیا۔ اور یہ بھی نہ کہا۔ اَلَّا صَنَعْتَ۔ یہ کام تو نے کیوں نہیں کیا یعنی اگر کوئی کام نہ کرنے کا ہوتا۔ اور انسؓ کر دیتے۔ تو حضورؐ نہ فرماتے۔ کہ تو نے کیوں کیا؟ اور اگر حضورؐ نے کوئی کام کرنے کو کہا ہوتا۔ اور انسؓ نہ کرتے۔ تو حضورؐ کبھی نہ فرماتے۔ کہ یہ کام تو نے کیوں نہیں کیا؟

حضرت انسؓ کے ساتھ حضورؐ کا یہ مشفقانہ اور کریمانہ رویّہ آپ کے کمال حسن خلق پر دلالت کرتا ہے۔ میں تو کہوں گا۔ کہ حضورؐ کی یہ روش بھی ایک معجزہ ہے کہ دس سال تک خادم کو۔ ہوں تک نہ کہا۔ اور کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر بھی نہ ٹوکا۔

واضح رہے۔ کہ یہ باتیں دینی امور سے نہ تھیں۔ شرعی امر و نہی کا معاملہ نہ تھا صرف دنیاوی امور تھے۔ ؎

ترے ہے فیض سے ہر قطرہ آبیارِ عجوس
ترے ہے نور سے ہر ذرہ جلوہ زارِ شموس

عدیم النظیر بردباری

حضرت علی رضہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ ایک یہودی عالم تھا، اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کتنی ایک دینا ریں قرض لینا تھیں۔ یہودی نے حضورؐ سے قرض کا تقاضا کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے یہودی! نہیں ہے میرے پاس کچھ کر دوں میں تجھ کو بدلے دیناروں کے، یہودی نے کہا۔ کہ جب تک آپ قرض نہ دیں گے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ (اگر تو مجھے نہیں چھوڑتا) تو میں تیرے پاس بیٹھ رہتا ہوں۔ پس بیٹھ رہے حضورؐ ساتھ اس کے۔ اور (وہیں) پڑھی آپ نے نماز ظہر۔ اور عصر۔ اور مغرب، اور عشاء، اور فجر۔ اور حضورؐ کے اصحاب اس یہودی کو ڈراتے تھے۔ (یعنی اتنی سختی کرنے پر اس کو مارنے اور قتل کرنے کی دھمکی دیتے تھے) حضورؐ نے معلوم کیا جو کچھ صحابہ رضہ کرتے تھے ساتھ یہودی کے، (یعنی ڈراتے دھمکاتے تھے)، پھر منع کیا آپ نے صحابہؓ کو، صحابہؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ!۔ یہودی روک رکھے آپ کو (اور نکلنے نہ دے) فرمایا حضورؐ نے۔ منع کیا ہے مجھ کو میرے رب نے۔ کہ ظلم کروں میں ذمی عہد والے پر اور غیر اس پر۔ (یعنی ایک تو میں نے اس کا قرض دینا ہے۔ دوسرے اس پر تم سے سختی کراؤں)۔ پس جب دن نکلا (صبح ہوئی) یہودی نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ”گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں“ اور آدھا مال میرا تصدق ہے راہِ خدا میں (اسلام قبول کرنے کے شکرانہ میں)، اور لیکن خدا کی قسم نہیں کیا میں نے آپ سے جو کچھ کہ کیا۔ (یعنی درشتی اور سختی) مگر، تا کہ دیکھوں میں طرف صفت آپ کے جو تورات میں ہے کہ محمدؐ بیٹا عبداللہ کا۔ پیدائش اس کی مکہ میں ہے، اور جگہ ہجرت کی مدینہ میں ہے، اور ملک اس کا (یعنی عظمت اس کی) شام میں ہے۔ نہیں ہے بدزبان، اور نہ

سخت دل، اور نہ چلّانے والا بازاروں میں، اور نہ وضع اختیار کرنے والا فحش کی اور نہ بیہودہ بات کہنے والا۔ گواہی دیتا ہوں میں (تورات کے حکم کے مطابق) کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ وَھٰذَا مَالِی فَاحْکُمْ فِیْہِ بِمَا اَرٰکَ اللّٰہُ ۔۔اور یہ ہے مال میرا (اشارہ کیا اس کی طرف) پس حکم کرو اس میں ساتھ اس چیز کے کہ دکھائے آپ کو اللہ تعالیٰ۔ (یعنی جو مصرف آپ اللہ کے حکم کے مطابق دیکھیں۔ وہاں اسے خرچ کردیں)۔ اور تھا وہ یہودی بہت مالدار۔"

(مشکوٰۃ باب اخلاقہ وشمائلہ)

تورات میں حضورؐ کی صفات

اس حدیث سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت، رسالت، صداقت، پاکیزگی، بردباری تحمل، معاملات، حسن سلوک، اور فقر الی اللہ کے موضوع روشن ہوتے ہیں ۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرض لیا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ بوقتِ ضرورت قرض لینا جائز ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ قرض وہ لیتا ہے، جو مفلس ہو، غنی اور دولت مند کو قرض لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ حضورؐ نے بوجہ مال نہ ہونے کے قرض لیا۔

(۲) باوجودیکہ وعدہ سے قبل یہودی نے قرض کا تقاضا کردیا۔ اتنی سختی کی کہ آپ کو محبوس کردیا۔ اور ایک جگہ بٹھا رکھا۔ پھر بھی حضورؐ نے کمال تحمل، بردباری، اور حوصلے سے کام لیا۔ حتیٰ کہ پانچوں نمازیں آپ نے وہیں ادا کیں۔ آپ کا یہ کردار نبوت کے عین مطابق ہے، ورنہ ہمارے ہاں دو دو آنہ کے تقاضے پر قتل ہوجاتے ہیں۔ اخباروں میں ایسے واقعات ہم روزمرہ پڑھتے ہیں۔

(۳) صحابہؓ نے یہودی کو اس سختی پر ڈرایا یا دھمکایا۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے صحابہؓ کو منع کیا۔ کہ یہودی کو کچھ مت کہو۔ عدل کا تقاضا یہ ہے، کہ حق لینے والے کی مدد کرنی چاہیئے۔

(۴) بالآخر جب صبح ہوئی، تو یہودی مسلمان ہو گیا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے یہ سب کچھ اس لیئے کیا ہے۔ کہ دیکھوں، کیا تورات کے وعدے اور نشانوں کے مطابق آپ سچے رسول ہیں؟ پھر اس نے حضورؐ کی صفات اور نشانات جو تورات میں تھے ایک ایک کر کے گنائے، اور سب حضورؐ کی ذات میں پورے پائے۔ اور توحید و رسالت کا اقرار کر کے صحابہ میں شامل ہو گیا۔

(۵) نصف مال تو علی الصبح کلمہ پڑھتے ہی اس نے حضورؐ کے ہاتھ پر راہِ خدا میں خیرات کر دیا۔ اور تورات میں مذکور، حضورؐ کی تمام صفات بیان کر کے، اور آپ کی صداقت اور محبت کا جام پی کر ایک بار پھر کلمہ پڑھ کر باقی مال بھی آپ کے قدموں میں لا حاضر کیا۔ اور درخواست کی۔ کہ اسے اللہ کی مرضی کے مطابق جہاں آپ چاہیں راہِ خدا میں خرچ کر دیں۔

حسنِ حدیث کی شعاعیں

اس حدیث میں جہاں حضورؐ کی بہت سی صفتوں خوبیوں، شانوں، اور نبوت کے نشانوں کا پتہ چلتا ہے، وہاں یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے، کہ ایک تو حضورؐ نے بوجہ روپیہ پیسہ نہ ہونے کے قرض لیا۔ پھر یہودی کے تقاضا کرنے پر فرمایا۔ مَاعِنْدِیْ مَا اُعْطِیْکَ "نہیں ہے میرے پاس کچھ کہ دوں تجھ کو" معلوم ہُوا۔ کہ حضورؐ فوق الاسباب طور سے حاجت روا۔ مشکل کشا، داتا، گنج بخش، مال اور رزق تقسیم کرنے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ خود فرماتے۔ نہیں ہے میرے پاس کچھ کہ دوں تجھ کو۔ (اے میرے قرض خواہ)۔

یہ بات ہم نے محض اس لیئے لکھی ہے۔ کہ ایک غالی فرقہ بطور عقیدے کے

لوگوں میں یہ مسئلہ بیان کرتا ہے، کہ حضورؐ حاجت روا، مشکل کشا ہیں۔ رزق تقسیم کرتے ہیں۔ دیتے دلاتے سب کو وہی ہیں۔ یہ مشرکانہ عقیدہ ہے۔ کہ رزق حضورؐ (فداہ ابی وامی) تقسیم کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن میں آتا ہے۔

وَمَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ (پ۲۰ ع ۱)

"اور کون ہے جو رزق دیتا ہے تم کو آسمان سے (مینہ برسا کر)۔ اور زمین سے (غلہ اگا کر)۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ (جو رزق دے تم کو) کہہ۔ لاؤ دلیل اپنی (شرک پر) اگر تم سچے ہو"

اس آیت سے ثابت ہوا۔ کہ اگر کوئی کہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی اور — بھی رزق دیتا ہے۔ تو وہ اسے اللہ کے ساتھ اِلٰہ بناتا ہے۔ اور یہ شرک ہے اور اس شرک کے عقیدے کی اللہ دلیل پوچھتا ہے۔ دلیل نہ مشرکین مکہ نے دی۔ اور نہ آج کل کے شرک نواز دلیل لا سکے ہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُکُمْ اِنْ اَمْسَکَ رِزْقَهٗ ؕ (پ۲۹ ع ۲)

"اگر اللہ اپنا رزق روک لے۔ تو بھلا ایسا کون ہے۔ جو تم کو رزق پہنچائے"

یعنی اگر اللہ تعالیٰ رزق بند کر دے۔ تو اور کون ہے جو تم کو رزق پہنچائے؟ جواب میں مشرکین مکہ نے بھی نہیں کہا تھا۔ کہ اللہ کے سوا کوئی اور بزرگ (لات، ہبل وغیرہ) ہے۔ جو رزق دے گا۔ لیکن افسوس۔ غالیان امت کہتے ہیں۔ کہ اللہ نے حضورؐ کو نیز اور بزرگوں (مثل علی ہجویریؒ) کو اختیار دے رکھا ہے۔ جو وہ رزق تقسیم کرتے ہیں۔ داتا۔ داتا گنج بخش۔ دیتے دلاتے سب کو وہی ہیں۔

اب اگر ان لوگوں سے دلیل پوچھو، تو خدا اور رسولؐ کی زبان سے دلیل نہیں لاتے۔ نہ لا سکتے ہیں۔

مندرجہ ذیل آیت ملاحظہ فرمائیں۔ جو دوپہر کا سورج ہے:-

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ (پ ۷ ع ۱۱)

"(اے پیغمبرؐ ان لوگوں سے) کہو۔ کہ میں تم سے نہیں کہتا۔ کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ اور نہ میں کہتا ہوں، کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو بس اسی (حکم) پر چلتا ہوں۔ جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے"

اللہ ہی منصرف الامور ہے

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے اقرار کرایا ہے۔ اور دنیا کو سنوایا ہے۔ کہ کہہ دیجئے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں ہیں۔ جب خزانے نہیں ہیں، تو بانٹنا۔ اور تقسیم کرنا خزانوں کا کیسے ہوا؟ اور خزانے مال، دولت، سونا، چاندی، رزق، اولاد، عزت، خلافت، حکومت، فراخی، صحت، شفا وغیرہ کے ہیں یہ خزانے کسی کے پاس نہیں ہیں۔ نہ ان پر کسی کو اختیار اور تصرف حاصل ہے۔ پھر کتنا ظلم ہے۔ کہ بچہ پیدا ہو۔ تو نام رکھنا۔ بہاول بخش، پیر بخش، جیلانی بخش، اور حضرت علی ہجویریؒ کو (جن کے پاس سوائے نعمتِ فقر کے کچھ نہیں) کہنا۔ داتا۔ داتا گنج بخش۔ اور رحمت عالمؐ کے متعلق کہنا۔ دینے دلانے سب کو وہیؐ ہیں۔ رزق حضورؐ تقسیم[1] کرتے ہیں۔

---

[1] کیا سارا رزق حضورؐ نے امریکہ کو ہی تقسیم کر دیا ہے، اور اپنی امت کو کہا ہے کہ تم کشکولِ گدائی لے کر امریکہ سے ہر سال گندم مانگا کرو مسلمانو! کیسے تھوتھے عقیدے ہیں تمہارے!!

پھر حضورؐ کے زمانہ میں صحابہؓ کی غربت دیکھی نہیں جاتی تھی، فقر و فاقہ کا زور تھا، غزوہ خندق میں خندق کھودنے کے دوران صحیح بخاری میں ہے۔ تین دن گزر گئے۔ لا نذوق ذواقا۔ کسی نے کوئی چکھنے والی چیز نہ چکھی۔ حضورؐ انور کے بطن مبارک پر پتھر بندھے ہوئے تھے۔ بتاؤ؟ اگر حضورؐ کے پاس خزانے ہوتے، یا حضورؐ رزق تقسیم کرنے کا اختیار رکھتے۔ تو مہاجرین اور انصار کو، جو تین دن سے فقر و فاقہ میں مبتلا تھے، اور میدان جنگ میں تھے۔ انہیں اس قابل رحم حال میں چھوڑتے؟ ان کی خوراک سے اور پوشاک سے مدد نہ کرتے؟ فوج کے راشن کلوذنگ کا بندوبست نہ کرتے؟

اس مضمون کی تائید میں ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ط وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ه (پ۷ ع ۸)

"اور اگر اللہ تجھ کو (کسی قسم کی) تکلیف پہنچائے۔ تو اس کے سوا کوئی اس (تکلیف) کا دور کرنے والا نہیں ہے، اور اگر تجھ کو (کسی قسم کا) فائدہ پہنچائے۔ تو وہ ہر چیز پر قادر ہے"!

یہ آیت بتاتی ہے۔ کہ اگر اللہ رحمت عالمؐ کو کوئی ضرر تکلیف پہنچائے۔ تو حضورؐ خود وہ تکلیف اپنی ذات سے دور نہیں کر سکتے۔ دور کرے تو اللہ کرے۔ پھر لوگوں کا حضورؐ کو مشکل کشائیوں اور حاجت روائیوں کے لئے پکارنا محض بے سود اور خدا کی نافرمانی ہوا۔ بلکہ ندائے غیر اللہ کے ضمن میں شرک ہوا، کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے:-

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ه (پ۲۹ ع ۱۱)

"پس مت پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو"۔

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ہ

"(اے پیغمبرؐ ان لوگوں سے) کہو۔ کہ نقصان اور فائدہ — (کچھ بھی)۔ میرے اختیار میں نہیں ۔"

اب بتائیے۔ کہ کیا خدا نے حضورؐ سے سچی بات ہی کہلوائی ہے نا؟ کہ لوگو! تمہارا نفع اور نقصان میرے اختیار میں نہیں ہے۔ پھر جو لوگ حضورؐ کو، بلکہ حضورؐ سے بڑھ کر بزرگوں کو نفع اور نقصان کا مالک سمجھتے ہیں۔ انہیں متصرف الامور مانتے ہیں۔ کیا قرآن کی اس آیت کی تکذیب سے ان کے دین و ایمان کا صفایا نہیں ہو گیا۔

مسلمان بھائیو۔ بخدا۔ واللہ باللہ ہم نے آپ کی خیر خواہی کیلئے توحید اور شرک کے ما بہ الامتیاز کو واضح کیا ہے۔ اور حضورؐ کے متعلق جو خود ساختہ ایمان ربا عقیدہ پھیلایا گیا ہے۔ اس کا استیصال کیا ہے۔

اگر کوئی کہے۔ کہ کتاب کا نام ہے "جمال مصطفےٰ" اس موضوع میں یہ عقیدوں کی اصلاح کا مضمون کیسے آ گیا۔ جواب یہ ہے۔ کہ جمالِ مصطفےٰ کا کمال یہ ہے۔ کہ اسی جمال نے شرک، کفر، جاہلی رسوم اور بدعقیدگی کے اندھیرے دور کئے تھے۔ آج بھی ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ جمالِ مصطفےٰ سے "اندھیرے" دور کئے جائیں۔

نسخۂ کونین را دیباچہ اوست

جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست (جامیؒ)

"کتابِ دوجہاں کا دیباچہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ تمام جہان آپ کا خادم اور غلام ہے۔ اور حضورؐ سارے عالم کے آقا اور

سردار ہیں۔ ونعم ماقیل۔ ؎

جائیں تو کہاں جائیں کہ جو کچھ وہیں ہے
باہر ترے گھر سے تو نہ دنیا ہے نہ دیں ہے

یعنی دنیا و دین کی ہدایت کے لئے صرف رسول اللہ کا گھر ہی ہے جہاں جبریلؑ کا آنا جانا تھا، جہاں وحی کا نزول ہوتا تھا۔ جہاں قرآن کے عمل کا نور بکھرتا تھا۔ درِ مصطفےٰ سے باہر نہ دنیا کی ہدایت مل سکتی ہے۔ نہ آخرت کی فلاح حاصل ہو سکتی ہے۔ ؎

آیۂ کائنات کا معنیٔ دیریاب تو
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو (اقبالؒ)

رحمتِ عالم کی سادہ زندگی

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہوئی کہتی ہیں :-

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصِفُ نَعْلَهُ وَيَخِيْطُ ثَوْبَهُ وَيَعْمَلُ فِي بَيْتِهِ كَمَا يَعْمَلُ اَحَدُكُمْ فِي بَيْتِهِ وَقَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ يَفْلِي ثَوْبَهُ وَيَحْلُبُ شَاتَهُ وَيَخْدِمُ نَفْسَهُ ط (ترمذی شریف)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی پاپوش گانٹھ لیتے تھے، اور اپنا کپڑا سی لیتے تھے (یعنی اور پرانے میں پیوند لگاتے) اور کام کرتے حضورؐ اپنے گھر میں۔ جیسے کام کرتا ہے ایک تمہارا اپنے گھر میں، اور کہا حضرت عائشہؓ نے کہ تھے حضورؐ ایک بشر، بشروں میں سے،۔ جوئیں دیکھتے اپنے کپڑوں میں (کہ کہیں سے چڑھ نہ گئی ہو) اور دوہتے اپنی بکری، اور خدمت کرتے اپنی ذات شریف کی۔"

ایک طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھو۔ ان کا مقام دیکھو۔ کہ ان کے مرتبے کی ہستی خدا نے پیدا ہی نہیں کی، کسی آنکھ نے ان جیسا دیکھا ہی نہیں۔ اور کسی ماں نے ان جیسا بچہ جنا ہی نہیں۔ ؏

گیتی نشاں نداده ایزد نیا فریده

ساری خلقت کے سردار نبیوں کے امام ۔ کی سادہ زندگی کا یہ عالم کہ اپنی جوتی گانٹھتے ہیں۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے ہیں جس طرح عام لوگ اپنے گھر کا کام کاج کرتے ہیں، ایسے ہی دوجہان کے سردار اپنے گھر کا کام کرتے ہیں۔ کپڑوں کی صفائی کی خاطر دیکھتے ہیں۔ کہ کہیں سے جوں تو نہیں چڑھ گئی۔ کیونکہ حضورؐ کو جوں پڑ نہیں سکتی تھی۔ عام لوگ جو صاف ستھرے رہتے ہیں۔ ان کو جوئیں نہیں پڑتیں۔ اور حضورؐ کا تو پسینہ عطر تھا۔ وہاں جوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ الحاصل کپڑوں کی صفائی اور ستھرائی کا بہت خیال رکھتے تھے، اپنی بکری دوہتے تھے، اور اپنی ذات شریف کا کام خود کرتے تھے۔ یعنی اپنا کام دوسروں کو نہیں کہتے تھے۔ ان تمام کاموں کا ذکر کر کے حضرت عائشہؓ نے کہا۔ کَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ۔ کہ حضورؐ تو ایک آدمی تھے آدمیوں میں سے۔ ایک بشر تھے بشروں میں سے'

نبوت اور بشریت منافی نہیں

کفار کا خیال تھا، کہ یہ بات نبی کے منصب کے لائق نہیں۔ کہ وہ بھی عوام کی طرح کام کرے۔ ان کے نزدیک پیغمبر کوئی فوق البشر ہستی ہونی چاہئے تھی۔ نہ کھائے۔ نہ پیئے۔ نہ بازاروں میں سودا سلف لینے کو جائے، اور انسانوں کے افعال عادیہ سے گریز کرے، وہ بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے۔ اسی لئے کہتے تھے۔ اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا۔ کیا (ہم جیسے) بشر ہم کو راہ دکھانے آئے ہیں" فَكَفَرُوْا ۔ پس نبیوں کو ماننے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ بشر ہیں، کافروں کے

اس جاہلانہ اعتراض کو دور کرنے کے لیئے حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ کہ حضورؐ توفی الواقع ایک بشر ہیں۔ بشروں میں۔ یعنی آپ رسولؐ بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔ بشر ہی رسول ہوتے ہیں۔ کوئی غیر بشر رسول نہیں ہوتا۔ رسالت کے لیئے بشریت لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی حضورؐ کی زبان سے کہلوایا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ کہہ دیجئے کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں ضرور بشر ہوں۔

پس حضورؐ کو رسولؐ اللہ ماننے کے ساتھ بشر ماننا بھی فرض ہوا۔ کہ بشریت کے انکار سے نبوت کا انکار لازم آتا ہے، کیونکہ کوئی غیر بشر رسول نہیں ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر آسمان کے تاروں جتنی رحمتیں نازل ہوں۔ کہ انہوں نے کمال زیرکی اور دانائی سے نبوت اور بشریت کے حسین امتزاج کے چنار کی چھاؤں میں ان لوگوں کو لا بٹھایا۔ جو بشریت کو نبوت کے منافی جانتے تھے۔ اور جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے امور عادیہ انسانیہ کا ذکر کرکے فرمایا۔ کَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ۔ رسولؐ اللہ بشر تھے۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

آج بھی ایک غالی فرقہ حضورؐ کو رسول تو مانتا ہے۔ لیکن بشر نہیں مانتا۔ بلکہ بشر ماننے والوں کو کافر کہتا ہے۔ یہ لوگ بالکل کفار مکہ کی روش پر ہیں، دونوں رسالت اور بشریت کو ایک وجود میں جمع ہونا نہیں مانتے۔ بلکہ یہ غالی اپنے "اسلاف" سے دو قدم آگے ہیں، کہتے ہیں۔ حضورؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اور نور من نور اللہ ہیں۔ یعنی خدا کے نور کا حصہ ہیں ــــ "نور" کی تاریکی میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والوں نے بشر کے کام اور مقام کو سمجھا ہی نہیں۔ سنو! ؎

فرشتوں کی نظر خیرہ ہے انوارِ صفاتی سے
وہ کیا جانیں قدم انسانِ کامل کا کہاں پہنچا

سرورِ عالم کی کمتر لوگوں پر شفقت

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ اہل مدینہ کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی تھی۔ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑتی فَتَنْطَلِقُ بِهٖ حَيْثُ شَاءَتْ "پس لے جاتی حضورؐ کو جہاں چاہتی" (بخاری شریف، یعنی لونڈی حضورؐ کا ہاتھ پکڑ کر جس طرف چاہتی لے جاتی۔ اور آپ اس کے ساتھ چلے جاتے، وہ اپنا حال عرض کرتی۔ آپ سنتے۔ کتنی شفقت ہے حضورؐ کی امت پر۔ کہ معمولی لونڈیوں کے ساتھ بھی آپ چلے جاتے۔ کچھ عار نہ کرتے۔

مشکوٰۃ باب فی اخلاقہ میں ایک حدیث کے اندر یہ بھی ہے:۔

وَلَا يَأْنِفُ اَنْ يَّمْشِيَ مَعَ الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ فَيَقْضِيَ لَهُ الْحَاجَةَ۔

"پس نہ عار کرتے حضورؐ بیوہ اور مسکین کے ساتھ چلنے میں۔ پس کر دیتے اس کا ہر کام"

حضرت انسؓ ہی سے روایت ہے، ایک عورت نے جس کی عقل میں کچھ خلل تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! اِنَّ لِيْ اِلَيْكَ حَاجَةً۔ مجھ کو آپ سے ایک کام ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے ماں فلانے کی دیکھ جونسا کوچہ چاہے تو (بیٹھ یا کھڑی ہو اس میں)، یہاں تک کہ سرانجام کروں میں کام تیرا۔ پھر آپ اس کے ساتھ تنہا ہوئے ایک راستہ میں۔ (اس کے پاس کھڑے رہے۔ اس کی باتیں سنتے رہے)۔ یہاں تک کہ فارغ ہوئی وہ عورت اپنی ضرورت سے" (صحیح مسلم)

اللہ اکبر! دوجہان کے سردار، جنوں اور انسانوں کے آقا، کونین کے خواجہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لونڈیاں اور فاتر العقل عورتیں جہاں چاہیں کھڑا کر کے باتیں کریں اپنے دکھڑے سنائیں۔ اپنی ضرورتیں پیش کریں، لیکن حضورؐ کے

ماتھے پر شکن نہیں پڑتی۔ وہ عار نہیں کرتے، نفرت نہیں کرتے، جتنا وقت۔ وہ چاہیں۔ ہیں۔ آپ کی باتیں سنیں۔ ان کے کام کریں جب تسلی اور اطمینان کے بعد خود حضورؐ کو چھوڑ دیں۔ تو آپ جائیں۔ ؎

وہ خیر البشرؐ فخرِ اولادِ آدم — بشیر و نذیر و فقیہہ دو عالم
وہ لطفِ مکمل وہ خلقِ مجسّم — بنی نوعِ انساں کا غمخوار و ہمدم

غنی اور گدا کا پیارا محمدؐ
خدا کا محمدؐ، ہمارا محمدؐ

محمدؐ وہ گم گشتہ قوموں کا ہادی — جو عالم میں علم و عمل کا منادی
وہ پیغمبرِ عزم و خود اعتمادی — شریعت ہے جس کی بہت سیدھی سادی

نہ دنیا پرستی نہ رہبانیت ہے
معیشت بداماں یہ روحانیت ہے

شرف صرف اسلام کو ہے یہ حاصل — کہ جس کا نبی ہر صفت میں ہے کامل
نہ دنیا کا طالب نہ دنیا سے غافل — اولی الامر لعینی رحیم، اور عادل

وہ "مشفق" جو غیروں کو اپنا بنا لے!
وہ "قائد" جو بھولے کو رستہ دکھا دے

"پدر" وہ کہ تصویرِ شفقت سراپا — وہ "استاد" جو مصلحِ دین و دنیا
وہ "ناصح" کہ جس کا ہر اک قول میٹھا — وہ "ساتھی" کہ دشمن کو جس پہ بھروسا

وہ "مزدور" مٹیؐ اٹھا لے جو سر پر
وہ "سلطان" کہ سکّہ ہے اہلِ نظر پر

"ولی" وہ کہ بے وارثوں کا ہے والی — وہ "مولا" سلاطین جس کے موالی

لہ مسجد نبوی کی تعمیر میں حضورؐ نے خود مٹی اٹھائی۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

وہ "اعلیٰ" کہ طرحِ مساوات ڈالی   وہ "طاہر" کہ دل بھی کدورت سے خالی

وہ "امّی" کہ مسجد میں قرآں بکف ہے

وہ "دریا" کہ ساحل پہ طوفاں بکف ہے

"نبی" وہ کہ مانا ہے سب انبیار نے   "جری" وہ جسے کوہ رائی کے دانے

"قوی" وہ کہ جانچا ہے کوہ حرا نے   "سخی" وہ کہ سائل کا احسان مانے

"غنی" وہ کہ شاہی میں فقر آشنا ہے

"تہی دست" ایسا کہ دستِ خدا ہے

محبت کے یوں جس نے دریا بہائے   دل ان کا بھی چھینا جو سر لینے آئے

یہ بندہ نوازی کے جوہر دکھائے   کہ خود کھائے جَو، اور جواہر لٹائے

خوشی اپنی غیروں کے غم میں بھلا دی

دیا درد جس نے اسے بھی دوا دی

جو سویا تھا احساس اس کو جگایا   جو فتنہ تھا بیدار اس کو سلایا

کچھ ایسا اخوت کا چشمہ بہایا   کہ دم میں تعصب کا شعلہ بجھایا

محبت سکھا دی، عداوت بھلا دی

لگا دی یہ آگ اور وہ آتش بجھا دی

(نسیم امروہی)

نبوت کے محل کی خشتِ آخریں

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مثال میری، اور مثال انبیار کی مانند ایک محل ہے۔ کہ اچھی بنائی گئی دیوار اس کے گرد کی۔ چھوڑی گئی اس محل سے ایک اینٹ کی جگہ۔ پھر گرد پھرنے لگے اس کے دیکھنے والے۔ درحالیکہ تعجب کرتے تھے اس دیوار کی خوبی سے مگر اس اینٹ کی جگہ خالی رہی تھی۔ سو میں نے بند کی اینٹ کی جگہ جو خالی تھی۔ (سنو!) ختم کی

گئی ساتھ میرے دیوار اور ختم کئے گئے ساتھ میرے رسول۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ میں ہوں مثال اس اینٹ کی۔ اور میں ہوں ختم کرنے والا نبیوں کا"
(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

حضور انورؐ نے انبیاء کی نبوت، شریعت، ہدایت اور علم کو تشبیہ دی ساتھ محل کے، ایسا محل کہ مضبوط اور اچھی ہو دیوار اس کی۔ نبی آتے گئے۔ اور نبوت کا محل بنتا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آئے، تو محل اور تعمیر ہوا۔ لیکن ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ گئی۔ محل کو دیکھنے والے اس کے گرد پھر پھر کر دیکھنے لگے۔ اور بڑے خوش ہوئے۔ لیکن ایک اینٹ کی جگہ خالی دیکھی، یہ حصہ خوبی اور خوب صورتی سے خارج تھا۔ حضورؐ فرماتے ہیں، جب میں آیا۔ تو میں نے اس اینٹ کی جگہ بند کر دی۔ اب نبوت کا محل پوری طرح مکمل ہو گیا۔ کوئی دراڑ شگاف تک نہ رہا۔ فرمایا خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ۔ "ختم کی گئی ساتھ میرے دیوار (یعنی اینٹ لگ گئی اور دیوار مکمل ہو گئی)۔ اور ختم کئے گئے ساتھ میرے رسول"۔

کیا شان ہے پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ کہ آپ کے آنے سے قصرِ نبوت کی تکمیل ہو گئی۔ اگر ختم نبوت کی خشتِ آخریں نہ لگتی۔ تو ایک اینٹ کی جگہ جو خالی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں سے اینٹوں کا اکھڑنا شروع ہو جاتا۔ اور رفتہ رفتہ پورا قصر اینٹ اینٹ ہو جاتا۔ یعنی پہلے نبیوں کی نبوتوں، کتابوں، اور شریعتوں کی اگر حضرت خاتم النبیین، اور ان کا قرآن تصدیق نہ کرتا۔ تو ان سب کی حقیقت، صداقت اور وجود کالعدم ہو جاتا۔ کوئی ان کو نہ مانتا، نہ ان پر ایمان لاتا۔ یہ خشتِ آخریں کا ہی اعجاز اور احسان ہے۔ کہ اس نے خلا کو پُر کیا۔ اور خلا کی پُری سے سارے قصر کی حفاظت ہو گئی۔ کہ ہم تمام پہلے نبیوں کو مانتے ہیں۔

ان کی زندگیوں کو پہچانتے ہیں۔ ان کی شریعتوں کو اپنے وقت کے لئے درست تسلیم کرتے ہیں۔ اس خشتِ آخریں پر اللہ کا درود و سلام ہو۔ ؎

تنویرِ کہکشاں ہے تری گردِ راہ میں
تیری جھلک ہے جلوۂ عالم پناہ میں (ثمر)

دلیر ترین لوگوں کے

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ وَأَشْجَعَ النَّاسِ ط

" تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بہترین لوگوں کے (یعنی حسن و جمال، فضل و کمال، صفاتِ حمیدہ اور اخلاقِ عظیمہ میں) اور سخی ترین لوگوں کے۔ (یعنی سب لوگوں سے بڑھ کر کرم و سخاوت کرتے تھے) اور دلیر ترین لوگوں کے۔ (یعنی آپ سے بڑھ کر کوئی شجاع اور دلیر نہ تھا۔"

وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَانْطَلَقَ النَّاسُ قِبَلَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَبَقَ النَّاسَ إِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ يَقُولُ لَمْ تُرَاعُوا وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ مَا عَلَيْهِ سَرْجٌ وَفِي عُنُقِهِ سَيْفٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْتُهُ بَحْرًا ۝ (بخاری۔ مسلم)

"حضورؐ اس قدر دلیر تھے کہ) ایک رات اہلِ مدینہ (چور یا دشمن کی آواز سے) ڈرے (اور شور مچایا) پس چلے لوگ آواز کی طرف (کہ دشمن کا مقابلہ کریں) پس سامنے آئے لوگوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جو لوگوں سے پہلے ہی آواز کی طرف بڑھ گئے تھے، فرمایا

حضورؐ نے۔ نہ خوف کرو (کوئی دشمن وغیرہ نہیں ہے)۔ اور حضورؐ سوار تھے ابی طلحہؓ کے گھوڑے پر، جس کی پیٹھ ننگی تھی اور نہ تھی اس پر زین اور لٹکتی تھی حضورؐ کی گردن میں تلوار۔ فرمایا حضورؐ نے پایا میں نے اس گھوڑے کو (تیز رو) مانند دریا کے۔"

ایک رات اہل مدینہ نے شہر سے باہر آواز سنی۔ خیال کیا۔ کہ چور ہیں، یا دشمن ہے۔ جو مدینہ پر حملہ آور ہوا ہے۔ سب لوگ اکٹھے ہوئے۔ اسلحہ لیا۔ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر سے باہر اس آواز کی طرف دوڑے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ سامنے ایک سوار آ رہا ہے۔ آگے ہوئے، تو دیکھا۔ کہ وہ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں تم سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر بہت دور تک پھر آیا ہوں۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ نہ کوئی چور ہے، نہ دشمن ہے، چلو واپس گھروں کو۔

دیکھا۔ نبیؐ رحمت کس قدر دلیر اور بہادر ہیں۔ کہ لوگ ابھی زینیں ہی کس رہے ہیں۔ کہ حضورؐ ان سب سے سبقت لے گئے۔ اور پتہ کر آئے۔ کہ کوئی ڈر خوف کی بات نہیں ہے۔ بے شک آپ اشجع الناس تھے۔ دلیر ترین لوگوں کے۔

حضورؐ نے ابی طلحہؓ کا گھوڑا عاریتہً لیا۔ اس کی ننگی پیٹھ پر ہی سوار ہو کر چل پڑے۔ ابی طلحہؓ کے گھوڑے کا نام مندوب تھا۔ وہ بڑا سرکش، سست رفتار تنگ قدم تھا۔ آپ کے سوار ہونے کے بعد وہ ایسا اصیل اور تیز رفتار ہو گیا۔ کہ کوئی گھوڑا اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ یہ حضورؐ کا اعجاز اور وجود باجود کی برکت تھی۔ سہ

ہر سیل ہر گرداب پر غالب رہی ہمت تری
چڑھتے رہے طوفاں مگر اترا نہیں چہرا ترا

نرفت کلمۂ لا بر زبانِ محمدؐ

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَطُّ فَقَالَ لَا ط (بخاری۔ مسلم)

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ نہیں سوال کیے گئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کچھ کبھی۔ پس کہا ہو نہیں"

یعنی جب بھی حضورؐ سے کسی سائل نے کچھ مانگا۔ حضورؐ نے کبھی زبان مبارک سے لَا (نہیں) نہ کہا۔ اگر ہوتا دے دیتے۔ اگر نہ ہوتا۔ سکوت کرتے۔ یا عذر کرتے۔ یا دعا کرتے، یا وعدہ کرتے۔ کبھی زبان سے نہیں کا لفظ نہ نکالتے۔ لَا زبان پر آتا ہی نہ۔ فرزدق شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

ما قال لا قط الا فی تشہدہ

لولا التشہد کانت لاؤہ نعم

"نہیں فرمایا حضورؐ نے لَا کبھی مگر اپنی تشہد میں۔ اگر نہ ہوتا تشہد، ہوتا لَا ان کا نعم"

یعنی حضورؐ نے سوائے تشہد کے کبھی لا نہ کہا۔ اگر تشہد نہ ہوتا۔ تو پھر آپ کا لا۔ نعم (ہاں) ہوتا۔ فارسی میں یہی مفہوم ادا ہوا ہے۔ ؎

نرفت کلمۂ لا برزبان او ہرگز

مگر باشہد ان لا الہٰ الا اللہ

حضرت خاتم النبیینؐ پر جود و سخا بھی ختم تھی۔ ؎

تمہاری راہ کے ذرّے بھی ماہ و انجم ہیں

ہو زیرِ خاک نہاں، پھر بھی آسمان تم ہو

باکرہ عورت سے زیادہ حیادار

حضرت ابی سعید خدریؓ سے روایت ہے۔

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا فَإِذَا رَاٰى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهٖ ۔ (بخاری۔ مسلم)

"کہا ابو سعید خدریؓ نے۔ تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سخت تر حیا میں باکرہ عورت سے کہ اپنے پردہ میں ہو۔ پس جب دیکھتے حضورؐ کسی چیز کو، کہ ناخوش رکھتے اس کو، پہچان لیتے ہم اس کو چہرہ مبارک میں آپ کے۔"

ملاحظہ:۔ باکرہ عورت جو پردہ میں ہو، وہ باہر نکلنے والی سے زیادہ حیامند ہوتی ہے حضورؐ انور پردہ میں رہنے والی باکرہ سے سخت تر تھے حیا میں، آپ کی شرم کا یہ عالم تھا۔ کہ جب کسی چیز کو دیکھتے جو ناپسند کرتے اس کو۔ تو زبان سے کچھ نہ کہتے صحابہؓ آپ کے چہرہ سے پہچان لیتے۔ کہ یہ چیز آپ کو ناپسند ہے۔ پس دفعیہ کرتے اس کا۔ یہ ایسی چیز کا ذکر ہے، جو طبعاً حضورؐ کو ناپسند ہوتی۔ بخلاف حرمت کے کہ وہاں زبان سے زجر و توبیخ کرتے۔ اور غصہ بھی فرماتے۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

حضورؐ کا کلام جدا جدا ہوتا

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں:۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ كَسَرْدِكُمْ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ ۔ (بخاری۔ مسلم)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ تھے۔ کہ پے در پے اور متصل کریں کلام (ایسا کہ مشتبہ ہو سننے والے پر) جس طرح تم پے در پے کلام کرتے ہو۔ (بلکہ) کلام کرتے تھے جدا جدا کہ اگر گنتا اس کو گننے والا۔ تو البتہ گن لیتا اس کو۔"

ملاحظہ ہو:۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں جہاں اور بے شمار خوبیاں تھیں۔ وہاں یہ خوبی بھی تھی۔ کہ حضورؐ پے در پے اور متصل کلام نہ کرتے تھے۔ کہ سننے والے پر مشتبہ ہو۔ اور وہ پوری طرح سمجھ نہ سکے۔ بلکہ حضورؐ کا کلام جدا جدا ہوتا، کہ ہر بات کی پوری طرح سمجھ آجاتی تھی۔ الفاظ اتنے صاف، جدا جدا اور منفصل ہوتے تھے۔ کہ اگر کوئی گننا چاہے۔ تو گن سکتا تھا۔

بعض لوگ اس طرح جلدی جلدی، پے در پے اور متصل کلام کرتے ہیں۔ کہ ان کی پوری طرح سمجھ نہیں آتی۔ (پنجابی گھپل گھپل کرتے ہیں)۔ ایک لفظ ابھی پوری طرح ادا نہیں ہوتا۔ تو اس پر دوسرا جملہ پھینک دیتے ہیں۔ ابھی وہ سامع تک نہیں پہنچا۔ تو اکٹھے ہی دو چار الفاظ اور گرا دیتے ہیں۔ کہ سننے والوں کے کچھ پلے نہیں پڑتا۔ بخلاف اس کے، سید العرب والعجم صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام موتیوں کی مانند جدا جدا ہوتا۔ کہ سامع کی عقل اور سمجھ میں گھر کر لیتا۔ عورتیں، مرد، بچے، بوڑھے جوان، سب یکساں طور پر کلام بلاغت نظام سے فیض یاب ہوتے۔ ؎

تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
تبسّم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی

مذکورہ حدیث کی مانند ایک اور حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں:۔

مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّهٗ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيِّنَةٍ فَصْلٍ يَحْفِظُهٗ مَنْ جَلَسَ اِلَيْهِ ط (ترمذی شریف)

"نہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ بات کریں پے در پے جس طرح تم پے در پے بات کرتے ہو۔ کہ عادت رکھتے ہو، ولیکن حضورؐ

کلام کرتے ایسا کلام کہ جدا جدا ہوتے کلمے ایک دوسرے سے، کہ یاد رکھتا اس (کلام) کو جو کوئی کہ حضورؐ کے پاس بیٹھا ہوتا۔"

سبحان اللہ! وہ کونسی خوبی ہے، جو حضورؐ میں موجود نہ تھی۔ جس طرح اللہ نے دین اسلام کو مکمل کردیا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رحمتؐ عالم کی ذات کو تمام اوصاف حمیدہ، اور کمالات عظیمہ سے مکمل کردیا تھا۔ ؎

سارے جہاں کی حکمتیں تیرے کلام پر نثار
سارے جہاں کی دولتیں تیرے نظام پر نثار

ارحم بالعیال

حضرت عمرو بن سعد رضؓ نے حضرت انس رضؓ سے روایت کی۔ کہا اس نے:۔

مَا رَاَیْتُ اَحَدًا کَانَ اَرْحَمَ بِالْعِیَالِ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِبْرَاھِیْمُ ابْنُہٗ مُسْتَرْضِعًا فِیْ عَوَالِی الْمَدِیْنَۃِ فَکَانَ یَنْطَلِقُ وَنَحْنُ مَعَہٗ فَیَدْخُلُ الْبَیْتَ وَاِنَّہٗ لَیُدَّخَنُ وَکَانَ ظِئْرُہٗ قَیْنًا فَیَاْخُذُہٗ فَیُقَبِّلُہٗ ثُمَّ یَرْجِعُ قَالَ عَمْرٌو فَلَمَّا تُوُفِّیَ اِبْرَاھِیْمُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ ابْنِیْ وَاِنَّہٗ مَاتَ فِی الثَّدْیِ وَاِنَّ لَہٗ لَظِئْرَیْنِ تُکَمِّلَانِ رَضَاعَہٗ فِی الْجَنَّۃِ ط (صحیح مسلم)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر میں نے کسی کو اپنے اہل و عیال پر مہربان نہیں دیکھا۔ حضورؐ کے بیٹے ابراہیم (جو ماریہ قبطیہ سے پیدا ہوئے) دودھ پیتے تھے عوالی مدینہ میں (یعنی ان گاؤں میں جو مدینہ کی جانب بلند میں تھے) حضورؐ (اس کو دیکھنے اور خبر لینے کے لئے) وہاں جاتے تھے۔ درحالیکہ ہم (صحابہؓ) بھی آپ کے ہمراہ ہوتے تھے حضورؐ

داخل ہوتے (بیٹے کی اَنّا کے) گھر میں جب کہ گھر دھوئیں سے اٹا ہوتا۔ (کہ وہ لوہار کا گھر تھا)۔ پس لیتے ابراہیم کو (گود میں) اور بوسہ لیتے ان کا۔ پھر لوٹ آتے گھر کو۔ کہا عمرو نے۔ جب ابراہیمؑ کی وفات ہوئی، فرمایا حضورؐ نے۔ بیشک ابراہیمؑ میرا بیٹا ہے۔ اور وہ مرا ہے چھاتی میں (یعنی دودھ پیتے)۔ اور بے شک اس کے لئے دو دایہ ہیں۔ کہ دودھ پلاتی ہیں اس کو اور پورا کرتی ہیں مدت اس کے دودھ پلانے کی بہشت میں۔"

حضورؐ کے بیٹے کی وفات

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال پر نہایت مہربان تھے۔ یعنی سب لوگوں سے بڑھ کر رحمدل تھے۔ اس سے سبق ملا۔ کہ سب مسلمانوں کو اپنے اہل وعیال سے پیار۔ شفقت، مہربانی، نرم دلی، ہمدردی، اور رحم سے پیش آنا چاہیئے۔ کھلانے، پلانے، اور اوڑھانے میں حتی الوسع دریغ نہ کریں۔ سب کے لئے محبت، پیار اور رحم دلی کی آغوش وا رکھیں۔ نہ کہ ہر وقت ماتھے پر تیوڑی، ڈانٹ ڈپٹ، اور غصے میں آگ بگولہ رہیں۔

راوی حدیث عمرو بن سعد کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنے اور ان کی خبر گیری کے لئے عوالی مدینہ میں چلے جاتے تھے، عوالی مدینہ، مدینہ کی اس آبادی کو کہتے ہیں۔ جو مدینہ سے باہر بلندیوں پر واقع تھی۔ جہاں مسجد قبا اور مسجد بنی قریظہ وغیرہ واقع ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دایہ کا وہاں گھر تھا۔

وَكَانَ ظِئْرُهٗ قَيْنًا ۔ اور تھی دایہ ابراہیمؑ کی لوہار۔ ظِئْرٌ کے معنے دایہ کے ہیں۔ کہ بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔ اور اس کے خاوند کو بھی ظِئْرٌ کہتے ہیں۔ جیسے انگا (انّا کا خاوند) بھی بولتے ہیں۔ قَيْنًا کے معنے لوہار کے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی دایہ کا نام ام سیف تھا۔ اور اس کے خاوند کا نام ابو سیف۔

حضورؐ جب بچہ کو دیکھنے، اور اس سے پیار کرنے کو ابو سیف کے گھر جاتے تو سارا گھر دھوئیں سے بھرا ہوتا۔ کیونکہ ابو سیف لوہے کا گرم کام کرتا تھا۔ کوئلے دہکانے سے گھر میں دھواں ہی دھواں ہو جاتا تھا۔

اسی گھر میں ابراہیم علیہ السلام کی شیرخوارگی کی حالت میں جب کہ وہ ڈیڑھ سال کے تھے، وفات ہو گئی۔ اور وفات حضورؐ کی موجودگی میں ہوئی۔ آنکھوں سے اس قدر آنسو آئے۔ کہ ریش مبارک تر ہو گئی۔ پھر فرمایا "بیٹا ابراہیم! تیری جدائی سے ہم بہت مغموم ہیں۔ اور ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا پروردگار راضی ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون" (بخاری شریف)

مدت رضاعت دو برس ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دو برس دودھ نہ پیا تھا۔ کہ اللہ نے بلا لیا۔ اس پر حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ وہ چھاتی پر مرا ہے۔ اور مدت رضاعت پوری نہیں ہوئی۔ اس لئے اللہ نے اس کو دودھ پلانے کے لئے جنت میں دو دایہ مقرر کر دی ہیں۔ جو رضاعت کی مدت پوری کریں گی۔

ترتیل اور ترسیل کا منبع

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ فِيْ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْتِيْلٌ وَّ تَرْسِيْلٌ۔ (ابوداؤد)

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ترتیل اور ترسیل تھی"۔

ملاحظہ: ترتیل واضح اور جدا جدا حروف کر کے پڑھنا۔ حضورؐ جب قرات کرتے۔ تو ترتیل سے کرتے۔ کہ ہر حرف واضح اور جدا ہوتا۔

افسوس عام مساجد میں امام اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے نمازی ایک ہی سانس میں سورۃ فاتحہ ختم کر دیتے ہیں۔ آرام سے ٹھیر ٹھیر کر نہیں پڑھتے۔ کترا کرتے ہیں

رمضان شریف میں تراویح کے اندر قرآن کے ساتھ جو حافظ سلوک کرتے ہیں، اسے دیکھ سن کر سخت دکھ ہوتا ہے۔ گویا کہ ایک بیگار ٹال رہے ہیں۔

حضرت جابر رضؓ کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ قرأت ترتیل سے کرتے تھے۔ یعنی وضاحت سے ہر حرف جدا جدا ادا کرتے تھے۔ اور گفتگو میں ترسیل تھی۔ یعنی باتیں ٹھہر ٹھہر کر کرتے تھے۔

ملاحظہ:۔ خدائے لم یزل نے ہم کو وہ کامل و اکمل رسولؐ عطا کئے جن کی زندگی کا ہر لمحہ غایت درجہ حسین و جمیل تھا۔ جس کی روشنی آج بھی ہمارے یمین و یسار کو منور کر رہی ہے۔ ؎

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے
کیا نظرؐ تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

(اکبر الہ آبادی مرحوم)

لہ جب اللہ تعالیٰ نظر میں تاثیر پیدا کر دیتا ہے۔ تو پھر اس نظر سے "مٹی" "سونا" بن جاتی ہے۔ "مردے" "زندہ" ہو جاتے ہیں۔ اور اگر وہ تاثیر پیدا نہ کرے۔ تو پھر اُس نظر سے ابوطالب کے دل کا مردہ زندہ نہیں ہوتا۔ وہ "مٹی" جوں کی توں "مٹی" ہی رہتی ہے۔ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ (پ۳ ع ۵) "نہیں ہے اوپر تیرے ہدایت کرنا۔ اور لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جس کو چاہے۔"

حضرت خاتم النبیین کے معجزات

صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے بڑا معجزہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا مستقل اور دائمی معجزہ قرآن مجید ہے جس کے دعوئی اعجاز کا سورج ناآشنائے زوال ہے۔ عرب کے لوگ جو بلاغت، فصاحت، اور قادرالکلامی کے افلاک پر تھے۔ اور وہ اتنی بلندی سے ایک انچ کا ہبوط گوارا نہ کرتے تھے قرآن مجید کی بلاغت، اور اعجاز نے انہیں افلاک کی بلندیوں سے زمین عجز پر دے مارا اور فاتوا بسورۃ من مثلہ کے چیلنج نے ان کو پابجولاں کردیا۔ وہ قرآن کی بلاغت کے آگے جھک گئے۔ اس کے حسن اعجاز کے پرستار بن گئے۔ اور بیک زبان پکار اٹھے۔

سہ سب کو مقبول ہے دعوئی تری یکتائی کا
روبرو کوئی بت آئینہ سیما نہ ہوا

جناب رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت تا نور نیرین رہے گی اور نبوت کی صداقت کا زندہ معجزہ — قرآن مجید تا صور اسرافیل جگمگاتا رہے گا۔

معجزہ کی تعریف معجزہ دراصل نبوت کی دلیل ہوتا ہے۔ جب مخالف اور معاند پیغمبر کے ساتھ برسر پیکار ہوتے ہیں۔ اور پیغمبر کو کاذب ساحر، مسحور، مجنون وغیرہ کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر اور رسول کی صداقت پر معجزہ پیش کرتا ہے۔ معجزہ دراصل خدا تعالے کا فعل ہوتا ہے۔ جو پیغمبر کے وجود سے ظہور پذیر ہوتا ہے معجزہ پیغمبر کے بس کی چیز نہیں ہے۔ کہ جب چاہا دکھا دیا۔ بلکہ یہ اللہ کے بس اور اختیار میں ہوتا ہے، وہ جب چاہے ظہور میں لائے۔

معجزہ خرق عادت چیز ہوتی ہے۔ اور وہ خلق کو عاجز کر دیتا ہے کوئی اس کی مثل نہیں لاسکتا۔ لامحالہ عقل سلیم اس بات کو تسلیم کر لیتی ہے۔ کہ جس پیغمبر سے معجزے کا ظہور ہوا ہے۔ وہ سچا پیغمبر ہے۔ اس کو پیغمبر بنا کر بھیجنے والی ذات، اللہ واحد القہار اس کی پشت پر ہے۔ اور یہ معجزہ پیغمبر کی نبوت کی دلیل ہے۔ معجزہ دیکھ کر بھی جو بد طینت، ضدی، ہٹ دھرم، جان بوجھ کر پیغمبر کی مخالفت سے باز نہیں آتے۔ اللہ کا عذاب انہیں ذلت کی موت مار دیتا ہے۔

حضرت موسٰے علیہ السلام کو عصائے موسٰے اور ید بیضا کے معجزے دیئے گئے تھے۔ موسٰے علیہ السلام جب ہاتھ بغل میں دبا کر باہر نکالتے۔ تو وہ سورج سے زیادہ روشن ہوتا تھا۔ کہ نظر خیرہ ہوتی تھی۔ اور جب عصا کو زمین پر ڈالتے۔ تو وہ اژدہا بن جاتا تھا۔ ان معجزوں نے فرعونیت کی دنیا میں زلزلہ برپا کر دیا۔

بالآخر حضرت موسٰی علیہ السلام فاتح اور کامیاب ہوئے۔ اور فرعون مع اپنے لاؤ لشکر کے غرقاب نیل ہوگیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کو اونٹنی کا معجزہ عطا ہوا۔ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو بھلا چنگا کرنا۔ اور مردوں کو زندہ کرنا۔ یہ معجزے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو دیئے گئے تھے۔ غرض ہر پیغمبر کو اللہ تعالٰے نے کوئی نہ کوئی معجزہ ضرور دیا تھا۔ تاکہ اس کی نبوت کی صداقت ثابت ہو۔ اور لوگ ایمان لے آئیں۔

اب ہم جناب رحمت للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بیان کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی نبوت کا نور بکھرے، اور ہمارے ایمان تازہ اور روشن ہوں۔

معجزہ غار ثور

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ اَبَا بَكْرِنِ الصِّدِّيْقَ قَالَ نَظَرْتُ اِلٰى اَقْدَامِ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى رُؤُسِنَا

وَ نَحْنُ فِي الْغَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ اِلٰى قَدَمِهٖ اَبْصَرَنَا فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا ؕ (بخاری مسلم)

"روایت ہے انس بن مالکؓ سے، یہ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا (جب وہ حضورؐ کے ساتھ غار ثور میں آئے) دیکھا میں نے مشرکوں کے قدموں کی طرف گویا کہ وہ ہمارے سروں پر ہیں۔ اور میں اور حضورؐ غار میں تھے، پس کہا میں نے اے اللہ کے رسولؐ! اگر کوئی ان میں سے اپنے پاؤں کی طرف دیکھے۔ تو دیکھ لے گا ہم کو۔ (پھر ہم پکڑے جائینگے) فرمایا حضورؐ نے۔ اے ابوبکرؓ! کیا ہے گمان تمہارا ان دو شخصوں کے متعلق کہ اللہ ہے تیسرا اُن کا۔"

ملاحظہ:۔ جب حضورؐ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ تو راستے میں غارِ ثور کے اندر چھپے۔ مشرکوں نے حضورؐ کا تعاقب کیا، اور غار ثور کے منہ پر آ گئے۔ ان کو یقین تھا۔ کہ حضورؐ اور ابوبکر صدیقؓ دونوں غار کے اندر ہیں، جبل ثور یعنی ثور پہاڑ نواحِ مکہ میں ہے۔ اس کی صورت اس طرح ہے۔ کہ اگر کوئی اس پہاڑ کے غار کے منہ پر کھڑا ہو۔ تو اندر والے آدمی کی نظر اس کے پاؤں پر پڑتی ہے۔ پس اگر باہر کھڑا آدمی اپنے پاؤں پر نظر ڈالے۔ تو دیکھ لے اندر والے آدمی کو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اندر سے دیکھا۔ تو ان کی نظر مشرکوں کے پاؤں پر پڑی۔ تب انہوں نے حضورؐ سے (ڈر کر) کہا۔

یا رسول اللہ! غار کے منہ پر مشرک آ پہنچے ہیں۔ اگر انہوں نے اپنے پاؤں پر نظر ڈالی۔ تو ہم ان کو نظر آ جائیں گے۔ پھر وہ ہم کو پکڑ لیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــ اے ابوبکرؓ! ان دو آدمیوں (محمدؐ رسول اللہ اور

ابوبکر صدیق رضؓ کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے۔ نگہبان ہے۔ وہ پوری طرح حفاظت کرے گا۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ غم نہ کر۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اعانت ہمارے ساتھ ہے۔

پس یہ حضورؐ کا معجزہ ہے۔ کہ مشرک آپ کی تلاش میں بالکل سر پر پہنچ گئے اور ان کو پورا پورا یقین تھا۔ کہ دونوں غار کے اندر ہیں۔ اگر وہ اپنے پاؤں پر نظر ڈالتے۔ تو حضورؐ اور یار غار دونوں کو دیکھ لیتے۔ لیکن نہ وہ اپنے پاؤں پر نظر ڈال سکے۔ نہ جھک کر غار کے اندر جھانک سکے۔ نہ اندر جانے کی ان کو سوجھی۔ ان کے دل و دماغ اور آنکھوں پر پردہ پڑ گیا۔ اور وہ کھسیانے ہو کر وہاں سے لوٹ آئے۔ وہ دو غار میں تھے۔ اور تیسرا ان کے پاس اللہ تھا۔ اللہ نے دشمنوں کی مت ماردی۔ اور رحمت عالمؐ اور ان کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو بحفاظت تمام منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ ؎

اے کہ ترا وجودِ پاک کون و مکاں کا انتخاب
روحِ امیں قدم قدم تھامے ہوئے تری رکاب
تیرے سوا ہوا ہے کون عرش بریں پہ باریاب
تجھ پر درود بیکراں تجھ پر سلام بے حساب (ثمر)

سراقہ بن مالک کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا

روایت ہے براء بن عازب سے نقل کی اپنے باپ (عازب) سے۔ یہ کہ انہوں نے کہا ابی بکر صدیق رضؓ سے خبر دو مجھ کو کہ کیا کیا تم نے جب رات کو چلے تم ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے (مکہ سے طرف مدینے کے

ہجرت کے لیے بعد نکلنے غار سے) کہا حضرت ابو بکرؓ نے چلے ہم ساری رات، اور کچھ اگلے دن میں سے۔ یہاں تک کہ ٹھیک دوپہر ہوئی، اور ٹھہرا آفتاب، اور خالی ہوئی راہ، کہ نہ گزرتا تھا اس میں کوئی۔ (اور اس وقت) دکھائی دیا ہم کو ایک پتھر دراز کہ واسطے اس کے سایہ تھا۔ نہ آیا تھا۔ اس پر آفتاب، پس اترے ہم پاس اس کے، اور ہموار کی میں نے حضورؐ کے لیے ایک جگہ اپنے دونوں ہاتھوں سے تاکہ سو دیں آپ اس پر، اور بچھایا میں نے اس جگہ ایک پوستین۔ اور عرض کیا میں نے۔ سو رہیئے آپ اے اللہ کے رسول، اور میں آپ کے گرد نگہبانی کروں گا۔ اور دیکھتا رہوں گا ادھر اُدھر، اور خبر لیتا رہوں گا دشمنوں کے آنے کی۔ پس حضورؐ سو رہے۔ اور نکلا میں۔ درحالیکہ نگہبانی کرتا تھا میں گرد حضورؐ کے۔ پس اچانک میں نے ایک چرواہے کو دیکھا جو سامنے سے آ رہا تھا۔ میں نے اسے کہا۔ کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا ہاں ہے۔ میں نے کہا کیا دوہے گا تو دودھ۔ اس نے کہا ہاں! پس پکڑی اس نے ایک بکری اور دوہا دودھ کاٹھ کے پیالہ میں۔ اور میرے پاس چھاگل تھی جس کو میں نے حضورؐ کے لیے اٹھایا ہوا تھا۔ کہ سیراب ہوتے تھے آپ اس سے، پانی پیتے اور وضو کرتے تھے۔ پس آیا میں (دودھ لے کر) حضورؐ کے پاس۔ اور آپ سو رہے تھے) پس مکروہ جانا میں نے آپ کو جگانا۔ پس موافقت کی میں نے حضورؐ کی یعنی میں بھی سو گیا۔ یہاں تک کہ حضورؐ خود بیدار ہوئے۔ پھر میں نے ڈالا پانی دودھ میں یہاں تک کہ نیچے تک ٹھنڈا ہوا۔ پھر میں نے عرض کیا۔ پیجئے یا رسول اللہ! پھر پیا حضورؐ نے اور خوش ہوا میں (یہ دودھ قیمت دے کر حضرت ابو بکرؓ نے چرواہے سے لیا تھا۔

پھر حضورؐ نے فرمایا۔ کیا نہیں ہوا وقت کوچ کا؟ میں نے عرض کیا۔ ہاں!۔ پھر کوچ کیا ہم نے بعد ڈھلنے آفتاب کے۔ (کیا دیکھتا ہوں کہ) ہمارے پیچھے سے

سراقہ بن مالک آیا۔ (کہ اہل مکہ نے اس کو اور بہت سے آدمیوں کو ہمارے پیچھے بھیجا تھا۔ جو کوئی حضورؐ کو پکڑ کر لائے گا۔ اس کو سو اونٹ دیئے جائیں گے) میں نے (سراقہ کو دیکھ کر) عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ ہمارے پکڑنے کو دشمن آیا۔ حضورؐ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ "غم نہ کرو۔ خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پس دعا کی حضورؐ نے سراقہ پر۔ پھر دھنس گیا ساتھ سراقہ کے گھوڑا اس کا پیٹ تک سخت زمین میں۔ سراقہ نے کہا۔ جانتا ہوں کہ بددعا کی تم نے مجھ پر۔ پس دعا کرو میرے نفع کے لئے۔ (کہ نجات پاؤں میں اس حالت سے) پس اگر تم یہ کرو گے۔ تو اللہ کو گواہ کرتا ہوں تمہارے واسطے یہ کہ پھیر دوں گا میں کفار کی طلب کو تم سے۔ (یعنی دشمن تمہارا تعاقب نہ کریں گے)۔

پس دعا کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کے لئے۔ پس نجات پائی اس نے (یہ سراقہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گیا تھا۔ پھر) وعدہ وفائی کرتے ہوئے سراقہ جس کا فر سے ملتا۔ کہتا کفایت کئے گئے ہو تم طلب میں (یعنی کافی ہے میرا تلاش کرنا۔ تم تلاش نہ کرو۔ میں تلاش کر چکا)۔ نہیں ہے ادھر وہ شخص، پھر نہیں ملتا تھا سراقہ کسی سے مگر پھیر دیتا تھا اس کو۔" (بخاری مسلم)

سراقہ بن مالک کے گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا ــــ یہ معجزہ دلیل ہے حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے رسولؐ اور پیغمبر ہونے پر حضورؐ نے ہجرت کی۔ وطن اور قوم کو دین اسلام پر قربان کیا۔ راستے کی تکلیفیں اور پریشانیاں برداشت کیں۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فاتح کی حیثیت سے پھر مکہ میں داخل کر دیا۔ اسلام کا بول بالا ہوا۔ اور شرک اور کفر ذلیل و خوار ہوا۔ اور اس دن سے آج تک مکہ اور مدینہ میں اسلام کا نور چمک رہا ہے۔

عرب کے ذرے پکارے کہ آفتاب اترا
حضورؐ آئے وہ فرخندہ اختری لے کر

عبداللہ بن سلام کا مسلمان ہونا

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ عبداللہ بن سلام نے سنا حضورؐ کا (مدینہ میں) آنا۔ اور وہ (اس وقت) ایک زمین میں درختوں سے میوہ چنتا تھا پھر وہ (کام چھوڑ کر جلدی جلدی) حضورؐ کے پاس حاضر ہوا۔ اور عرض کیا (نبوت کی تصدیق کرنے کے لئے) تحقیق میں پوچھتا ہوں آپ سے تین چیزیں، نہیں جانتا ان کو سوائے نبی کے۔ ایک چیز ان تینوں میں سے یہ ہے۔ کیا ہوگی اول علامت۔ قیامت کی؟ ــ دوسری یہ کہ کیا ہوگا اول کھانا بہشتیوں کا؟ ــ تیسری یہ کہ کونسی چیز کھینچتی ہے فرزند کو اس کے باپ کی طرف یا اس کی ماں کی طرف (یعنی بچہ کبھی صورت میں باپ کے مشابہ ہونا۔ کبھی ماں کے۔ اس کی کیا وجہ ہے)۔

فرمایا حضورؐ نے خبر دی ہے مجھ کو جبریلؑ نے (ان تینوں چیزوں کی) ابھی ــ (سنو!)۔ اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ ــ اے پر پہلی علامت قیامت کی ایک آگ ہوگی۔ کہ اٹھے گی۔ اور جمع کرے گی لوگوں کو جانب مشرق سے طرف مغرب کے۔

وَاَمَّا اَوَّلُ الطَّعَامِ يَاْكُلُهٗ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ ــ اور اے پر اوّل کھانا کہ کھائیں گے اس کو بہشتی، زیادتی مچھلی کی کلیجی کی ہوگی۔ (کہ وہ نہایت لذیذ شئے ہے)۔

وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْاَةِ نَزَعَ الْوَلَدُ وَاِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْاَةِ نَزَعَتْ ــ اور جب غالب ہوتا ہے پانی مرد کا عورت کے پانی پر کھینچ لیتا ہے باپ اپنی مشابہت کی طرف فرزند کو۔ اور جب غالب ہوتا ہے پانی عورت کا

(مرد کے پانی پر) کھینچ لیتی ہے عورت اپنی مشابہت کی طرف۔

(یہ تینوں جواب سن کر) کہا عبداللہ بن سلام نے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔" میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود برحق مگر اللہ اور بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ (عبداللہ بن سلام مسلمان ہو گئے)۔

پھر عبداللہ بن سلام نے کہا۔ یا رسول اللہ! یہودی بڑے بہتانی ہیں۔ اگر وہ جانیں میرا اسلام لانا پہلے اس کے کہ پوچھیں آپ ان سے (میرا حال)۔ تو جھوٹ باندھیں گے مجھ پر۔ (اور برا کہیں گے مجھے)۔

پھر آئے یہودی حضورؐ کے پاس (اور انہیں ابھی عبداللہ کے مسلمان ہونے کا علم نہ ہوا تھا۔ اور عبداللہ ان سے چھپ رہے تھے پس دیوار)۔ فرمایا حضورؐ نے ان سے، کیا شخص ہے عبداللہ بن سلام تم میں؟ انہوں نے جواب دیا۔

قَالُوْا اَخْيَرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا ۔" بہتر ہے ہم میں، اور بیٹا ہے بہتر ہمارے کا۔ (حسب میں) اور سردار ہے ہمارا۔ اور بیٹا ہے ہمارے سردار کا (نسب میں)۔

فرمایا حضورؐ نے۔ خبر دو مجھ کو اگر اسلام لاوے عبداللہ بن سلام۔ (کیا تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے؟) یہود نے کہا۔ اَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ ۔ پناہ میں رکھے اللہ اس کو اسلام لانے سے (یعنی تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کہ عبداللہ بن سلام اسلام قبول کرے، وہ بہت بڑی ہستی ہے)۔

فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔" پس نکلے (پردہ سے) عبداللہ اور کہا۔ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور تحقیق محمدؐ اللہ کے رسول ہیں ـــ یہودی بولے۔ شَرُّنَا وَ ابْنُ شَرِّنَا فَانْتَقَصُوْهُ ۔ یہ بہت بُرا ہے ہم میں اور بیٹا ہے بد ترین

ہمارے کا۔ پس عیب لگانے لگے اس کو۔
کہا عبداللہ نے اِ۔ ھٰذَ الَّذِیْ کُنْتُ اَخَافُ یَارَسُوْلَ اللّٰہ۔ یہ ہے وہ چیز کہ ڈرتا تھا میں یا رسول اللہ۔ (بخاری شریف)

عبداللہ بن سلام بہت بڑے عالم تھے

عبداللہ بن سلام تورات کے حافظ اور بہت بڑے عالم تھے یہود کے منفرد مذہبی راہبر اور پیشوا تھے۔ تمام یہودی ان سے بیعت تھے اور ان سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، بے حد قدر و منزلت رکھتے تھے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے، تو سارے شہر میں آپ کا بڑا چرچا ہوا۔ زیارت کے لیے سارا مدینہ امڈ آیا۔ عبداللہ بن سلام اپنے کسی باغ میں پھل چن رہے تھے۔ جونہی انہوں نے حضورؐ کی آمد کا سنا۔ تو کام چھوڑ کر دوڑے دوڑے زیارت کو آئے۔

تورات میں رحمت عالمؐ کی نشانیاں لکھی ہوئی تھیں۔ آپ کا رنگ، حلیہ، مولد، جائے ہجرت وغیرہ۔ قرآن میں ہے۔ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ۔ (پ۹ ع ۹) ۔ "یہود و نصاریٰ حضورؐ کی صفات و علامات کو، لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے پاس تورات اور انجیل میں"

عبداللہ بن سلام تورات میں لکھی ہوئی حضورؐ کی سب نشانیوں کو خوب جانتے تھے۔ اس لئے بڑے شوق سے آپ کی زیارت کے لئے آئے۔ تاکہ نشانیوں سے آپ کی نبوت کی تصدیق کریں۔ آپ کی نبوت کی علامتوں میں سے یہ بھی تھا۔ کہ آخری پیغمبر تین باتوں کا بھی جواب دے گا۔ (جو عبداللہ بن سلام نے پوچھیں)۔

یہودی بہتانی اور جھوٹے نکلے

عبداللہ بن سلام نے سب علامتیں حضورؐ

میں پائیں، اب انہوں نے وہ تین باتیں بھی دریافت کیں۔ جن کا جواب سوائے نبی کے اور کوئی نہیں دے سکتا تھا۔ تینوں باتوں کا جواب دیتے وقت حضورؐ نے فرمایا ـــ جبریل ابھی ابھی آیا ہے۔ اور اس نے یہ باتیں مجھے بتاتی ہیں۔ یعنی وحی سے معلوم ہوئی ہیں، اس سے آپ سچے پیغمبر بھی ثابت ہوئے۔ اور یہ جواب معجزہ بھی ٹھیرا۔

عبداللہ بن سلام نے سب نشانیاں بھی حضورؐ میں پالیں۔ اور تینوں باتوں کے جواب بھی سن لیے۔ وہ باغ باغ ہو گئے۔ اور صدق دل سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اور حضورؐ کے جلیل القدر صحابہ میں شامل ہو گئے۔

عبداللہ بن سلام نے ایک بڑے مزے کی بات کی۔ حضورؐ سے عرض کیا کہ میرے اسلام لانے کا ابھی میری قوم یہود کو پتہ نہیں چلا۔ یہودی بڑے بہتانی ہیں۔ آخر آپ کے پاس بھی ضرور آئیں گے۔ جب آئیں تو میرے اسلام لانے کا ذکر کرنے سے پہلے میرے بارے میں دریافت فرمائیں۔ کہ عبداللہ کیسا آدمی ہے۔ تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ اور میں اس دوران پس پردہ چھپا ہوں گا۔ ساری باتیں سنوں گا چنانچہ یہودی خدمت اقدس میں آ گئے۔ حضورؐ نے ان سے پوچھا۔ عبداللہ بن سلام تم میں کیسا شخص ہے؟ انہوں نے بے حد تعریف کی۔ وہ ہم سب سے بہتر ہے۔ سب سے بہتر کا بیٹا ہے۔ ہمارا سردار ہے۔ سردار کا بیٹا ہے۔ حسب نسب میں بڑا بلند ہے۔ یعنی بڑا عالم فاضل۔ متقی پرہیزگار، راست باز ولی اللہ ہے۔ ہمارا پیر، مرشد، اور پیشوا ہے۔

حضورؐ نے فرمایا۔ ایسا شخص اگر مسلمان ہو جائے۔ تو پھر؟ کیا تم بھی اسلام لے آؤ گے؟ وہ بیک زبان بولے۔ خدا اس کو اسلام سے بچائے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ اتنا بڑا عالم فاضل، نیک، پرہیزگار، ساری قوم کا سردار مسلمان ہو جائے! ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہودی یہ باتیں کر ہی رہے تھے۔ کہ عبداللہ بن سلام پردہ سے باہر آ کر کہنے لگے ـــ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ ـــ اللہ کے سوا

کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور محمدؐ اللہ کے (سچے) رسول ہیں۔

حسد، بغض، عداوت، کے مارے بہتانی یہودی کہنے لگے۔ یہ عبداللہ بن سلام ہم میں سب سے بُرا ہے۔ سب سے بُرے کا بیٹا ہے لگے برائیاں بیان کرنے عبداللہ بن سلام کی۔ اور کیڑے ڈالنے لگے ان میں جنہیں ایک منٹ پہلے اپنی ساری قوم کا بہتر، نیک، پرہیزگار، سردار ابن سردار، اور ولی اللہ کہہ رہے تھے۔

یہ ہے حسد، بغض، عداوت اور دشمنی یہود کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ کہ اس دن سے لے کر آج تک یہود ناحق مسلمانوں کے مخالف چلے آرہے ہیں۔ ان سے حسد اور عداوت رکھتے ہیں۔ ان کے اپنے فرشتہ خصلت سردار عبداللہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی مانا۔ یہ ان کے بھی ناحق دشمن، اور بدخواہ ہو گئے۔

یہود جانتے تھے۔ کہ تورات کے وعدے کے مطابق آخری پیغمبر آئے گا۔ اور ان کے خیال میں وہ حضرت اسحاق کی اولاد سے ہوگا۔ لیکن حضرت خاتم النبیینؐ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوئے، یہودیوں نے از راہ حسد و عداوت حضورؐ کو نہ مانا، الٹے ان کے دشمن اور مکذب بن بیٹھے، اس دن سے آج تک یہودی عربوں کے مخالف اور دشمن چلے آرہے ہیں۔ وجہ؟ — کہ ان کا پیغمبر بنی اسماعیل سے کیوں ہوا۔

سارے گلوب میں اسلام موجود ہے

جوں جوں یہودیوں نے حضورؐ اور ان کی امت کے ساتھ دشمنی کی۔ توں توں وہ ذلیل اور قلیل ہوتے چلے گئے، چنانچہ روئے زمین پر ان کی تعداد ایک کروڑ بھی نہیں ہے اور نہ ہی ان کی دنیا میں کوئی سلطنت[1] ہے۔ برخلاف اس کے مسلمان روئے زمین کے

[1] موجودہ اسرائیل کا وجود حبل من الناس کا مرہونِ منت ہے، اگر حبل من الناس کا سہارا نہ ہو۔ تو بالضرور اسرائیل ناپید ہو جائے۔

چپے چپے پر موجود ہیں۔ اور ایک ارب کے قریب ان کی آبادی ہے۔ اور دنیا میں ان کی سینکڑوں حکومتیں ریاستیں اور سلطنتیں ہیں۔ جو کلمہ حضورؐ نے عبداللہ بن سلامؓ کو پڑھایا تھا۔ وہ اُس وقت سے لے کر اِس وقت تک آفتاب عالمتاب بن کر نور کی بارش کر رہا ہے۔ گلوب کا کوئی حصہ ایسا نہیں، جہاں اسلام نہ ہو۔ مساجد نہ ہوں قرآن نہ ہو۔ رسالت نہ ہو۔ نبوت نہ ہو۔ سنت نہ ہو۔ حدیث نہ ہو۔ اسوہ نہ ہو۔ سیرت نہ ہو، گفتار نہ ہو۔ کردار نہ ہو۔ جمالِ مصطفےٰ کا نور نہ ہو۔ سہ

پیامِ زیست رسالت مآب لائے ہیں ۔۔۔ جو غیر فانی ہے وہ انقلاب لائے ہیں
قیام و سجدہ میں راتیں گزارنے والے ۔۔۔ نوید عفو و عطا و ثواب لائے ہیں
نظامِ زیست کی تکمیل آخری کیلئے ۔۔۔ حضورؐ عرش سے امّ الکتاب لائے ہیں!
نشاطِ روح کا ساماں ہے کاروانِ حیات ۔۔۔ جلو میں جود و کرم بے حساب لائے ہیں!

مگر ہم ایسے خطا کار ان کے روضے پر
دلِ تپیدہ و چشم پر آب لائے ہیں

کافروں کی نعشوں کی جگہوں کا تعیّن

روایت ہے انسؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے، (اہل مدینہ سے) مشورہ کیا (جہاد کے متعلق) جب پہنچی ہم کو خبر ابی سفیان کے آنے کی۔ (تو انصار کی حمایت کا یقین دلانے کے لئے) کھڑے ہوئے سعد بن عبادہؓ اور کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جان میری اس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر حکم کریں آپ ہم (انصار) کو، کہ داخل کریں ہم سواری کے جانوروں کو دریا میں۔ تو البتہ لائیں ہم ان کو دریا میں، اور اگر فرمائیں آپ ہم کو، کہ ماریں ہم جگر اونٹوں اور گھوڑوں کے (یعنی دوڑائیں ان کو) برک غماد (نام شہر کا ہے) تک۔ تو البتہ کریں ہم، کہا انسؓ نے، پھر برانگیختہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں (مہاجرین اور

انصار، کو نکلنے پر۔ پس چلے لوگ یہاں تک کہ اترے بدر میں۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَیَضَعُ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ ھٰھُنَا وَھٰھُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ اَحَدُھُمْ عَنْ مَّوْضِعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط (صحیح مسلم)

"پس کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے، یہ جگہ ہلاک ہونے، اور پڑنے فلاں کی ہے۔ اور رکھتے تھے ہاتھ اپنا زمین پر (تعین جگہ کے لئے) اس جگہ اور اس جگہ۔ (یعنی ہر کافر کے مرکر گرنے کی جگہ کا تعین کرتے تھے) کہا انسؓ نے، پس نہ تجاوز کیا کسی نے ان میں سے اس جگہ سے کہ ہاتھ رکھا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔"

رحمتِ عالمؐ کا معجزہ

اس حدیث میں حضورؐ کے معجزے کا ذکر ہے۔ کہ میدانِ بدر میں لڑائی سے پہلے حضورؐ نے ہاتھ رکھ رکھ کر وہ جگہیں بتا دیں۔ جہاں کافروں کی نعشیں گرنا تھیں۔ اور ہر ایک کافر کا نام لے لے کر بتایا۔ کہ اس جگہ۔ فلاں یعنی ابوجہل کی نعش ہوگی۔ اس جگہ فلاں کی نعش ہوگی اس جگہ فلاں مرکر پڑا ہوگا۔ غرض حضورؐ نے اپنے ہاتھ مبارک سے ستّر جگہوں کا تعین کیا۔ جنگ کے خاتمے پر بالکل ان ہی جگہوں پر ستّر کافروں کی نعشیں پڑی تھیں، جہاں جس کا نام لے کر لکیر کھینچی، اسی لکیر کے بالکل اوپر نعش پائی گئی۔ حضرت انس رضؓ کہتے ہیں:۔

فَمَا مَاطَ اَحَدٌ عَنْ مَّوْضِعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

"نہ تجاوز کیا کسی نے ان میں سے اس جگہ سے کہ ہاتھ رکھا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔"

یعنی ستّر نعشوں میں سے کسی ایک نے بھی اس جگہ سے تجاوز نہ کیا، یعنی جہاں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ رکھا تھا۔ بالکل ان ہی لکیروں پر نعشیں تھیں۔ یہ معجزہ بتا رہا ہے، کہ حضورؐ اللہ تعالٰی کے سچے، برگزیدہ، رسول تھے، اور جگہوں کا تعین آپ نے جبریل کے بتانے سے کیا۔ وحی کی روشنی میں کیا۔ بعض غالی اس سے شرک پر استدلال کرتے ہیں۔ کہ حضورؐ غیب جانتے تھے۔ کہ پہلے ہی جگہوں کا تعین کر دیا یاد رہے، کہ حضورؐ یقیناً غیب نہ جانتے تھے۔ جب وحی سے اطلاع پا کر تعین کیا۔ تو غیب نہ رہا۔ اور غیب کے بارے میں قرآن کہتا ہے:-

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ - (پ۲۰ ع ۱)

"(اے پیغمبرؐ) کہہ دے کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا"

اللہ نے حضورؐ کی زبان سے اقرار کرایا ہے:-

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ (پ۷ ع ۱۱)

"(اے پیغمبرؐ) کہدے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں"

غور کریں، کہ اللہ بھی فرمائے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ قرآن بھی کہے کہ حضورؐ غیب نہیں جانتے، اور خود رحمت عالمؐ بھی اقرار کریں۔ کہ میں غیب نہیں جانتا پھر جو کہے، کہ حضورؐ غیب جانتے ہیں۔ وہ خدا، قرآن، اور رسولؐ تینوں کو جھٹلانے والا ہوا۔ اس کے کافر ہونے میں کیا شک رہا۔ اور کتب فقہ میں یہ فتویٰ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا موجود ہے۔ من اعتقد ان النبی یعلم الغیب یکفر۔ "جو شخص یہ اعتقاد رکھے، کہ حضورؐ غیب جانتے ہیں۔ وہ کافر ہو جاتا ہے۔"

تو بدر کا میدان حضورؐ کی نبوت کے اعجاز نے مارا۔ اور قیامت تک وہ میدان مجاہدوں اور غازیوں کے لئے روشنی کا مینار بن گیا۔ عرب کی ساری زمین آپ کے

نقشِ قدم سے جگمگا اٹھی۔ ریگ زار عرب کا ہر ذرہ طور بکف ہوگیا۔ آج بھی ان صحراؤں ریگ زاروں، پہاڑوں، گزرگاہوں، اور حجاز کے گلی کوچوں میں جلوہ صبح ازم نظر آتا ہے

۵

سلام تجھ پر ہزاروں اے سرزمینِ عرب — کہ رشکِ گلشن جنت ہیں کوہسار ترے
مقامِ شوق میں قدرت کا شاہکار ہے تو — فروغِ محفلِ انجم ہیں ریگ زار ترے
ترے جہاں کی وسعت کا کیا ہو اندازہ — کہ سنگ ریگ کے ٹیلے ہیں بے کنار ترے

نگاہِ عشق میں تیرا ہے احترام و ادب!
سلام تجھ پر ہزاروں اے سرزمینِ عرب

سلام تجھ پہ ہزاروں اے سرزمینِ حجاز! — نشانِ دینِ محمدؐ ہیں برگ و بار ترے
عروسِ رحمتِ خالق بہارِ عارض تو — ریاضِ سبزہ و گل بھی ہیں عطربار ترے
نظر ٹھہر نہ سکی جن کی تابناکی پر — وہ کاخ و کوہیں ثریا سے ہمکنار ترے

ملا ہے مرکزِ توحید کا تجھے اعجاز
سلام تجھ پہ ہزاروں اے سرزمین حجاز

سلام تجھ پہ ہزاروں اے بدر کے میدان — وَمَارَمَیْتَ کی تفسیر ریگ زار ترے
تجھی نے معرکہ دیکھا ہے حق و باطل کا — مجاہدینِ محمدؐ تھے رزم کار ترے
جہاد و طاعت کامل کا اولین منظر — اسی کمال پر شاہد ہیں کارزار ترے

شب عشبیں میں خیزاں پیغمبرؐ ذیشاں
سلام تجھ پہ ہزاروں اے بدر کے میداں

سلام تجھ پہ ہزاروں اے کشورِ فاراں — متاعِ دیدۂ بینا ہیں خلد زار ترے!
غمِ حیات کے روندے پئے طواف آئے — مطاف و کعبہ و زمزم ہیں شاہکار ترے
قدیم سنت سعیِ صفا و مروہ ہے — منیٰ و مشعر و عرفہ ہیں کیف بار ترے

محیطِ عالمِ معنی ہے رحمتِ یزداں
سلام تجھ پہ ہزاروں اے کشورِ فاراں

سلام تجھ پہ ہزاروں اے کوہسارِ حرا! ظہورِ نور کے چشمے ہیں سنگ و غار ترے
ہے تو ہی رحمتِ عالم کی خلوتوں کا گداز زمیں کے ذرّے بھی ہیں آسماں وقار ترے
رسولِ امّی لقب کا تو مکتبِ اوّل! تھے جبرائیل امیں بھی رفیقِ کار ترے

ترے ہی دوش پہ اتری ہے سورۂ اقراء
سلام تجھ پہ ہزاروں اے کوہسارِ حرا (ثمر)

معرکۂ بدر کیسے ہُوا

متذکرہ حدیث کی تشریح میں ہم بتاتے ہیں، کہ معرکہ بدر کیسے وقوع پذیر ہُوا۔ ۲ھ ۱۷ رمضان، جمعہ کے روز بدر کی لڑائی ہوئی تھی، مدینہ منورہ میں یہ خبر پہنچی۔ کہ ابوسفیان تجارت کے قافلہ کے ساتھ شام سے مکہ کی طرف آرہا ہے۔ تو صحابہؓ نے چاہا۔ کہ اس بدترین دشمن اسلام، اور اس کے قافلہ پر حملہ کردیں، قافلہ میں آدمی صرف چالیس تھے۔ اور مال بہت تھا۔ ابوجہل کو مکہ میں پتہ چلا۔ کہ ابوسفیان پر حملہ ہونے والا ہے۔ اس نے کعبہ کے اوپر چڑھ کر لوگوں کو پکارا۔ اور جمع کیا۔ اور ابوسفیان کی مدد کے لئے کہا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ قافلہ نے دریا کے کنارے کا راستہ اختیار کرلیا ہے۔ اور بچ نکلا ہے، اس لئے مدد کو جانے کی ضرورت نہیں، لیکن ابوجہل نے ان کی بات نہ مانی، وہ حضورؐ سے لڑنے کے لئے بدر میں آپہنچا۔ حضرت جبریل علیہ السلام آئے۔ اور سارے حالات سے خبردی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ قافلہ تو پہنچا کنارہ دریا۔ اور ابوجہل بدر میں لڑنے کو آگیا ہے۔

اب ادھر بھی تیاری کرنی تھی۔ مہاجر تو تیار تھے۔ انصار سے حضورؐ نے اس بات پر بیعت نہیں لی تھی۔ کہ وہ حضورؐ کے ساتھ جہاد کے لئے نکلیں۔ اب حضورؐ نے معلوم کرنا چاہا۔ کہ آیا وہ ان کے ساتھ جہاد کے لئے چلتے ہیں یا نہیں۔ اس پر انصار

کے رئیس حضرت سعد بن عبادہؓ نے کھڑے ہو کر تمام انصار کی طرف اعلان کر دیا۔ کہ وہ سب حضورؐ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ دریاؤں میں کود یں گے، دور دراز جگہ حتےٰ کہ برد غماد تک سفر کریں گے۔ یعنی جان، مال، اولاد، سب کچھ قربان کر دیں گے آپ کے اک اشارے پر کٹ مریں گے۔

حضورؐ نے بدر میں بہت دعائیں کیں

اب حضورؐ خوش ہو گئے۔ اور مہاجرین اور انصار پر مشتمل ۳۱۳ مجاہدوں کو لے کر عازم بدر ہوئے۔

بدر میں ایک خیمہ کے اندر آپ نے بڑی ہی عاجزی اور خلوص سے اللہ کے آگے دعائیں کیں۔ اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے امان تیری۔ اور ایفائے وعدہ تیرا "نصرت کا۔ بہت مدت تک بار بار فتح و نصرت کے لئے دعا کرتے رہے۔ یہاں تک عرض کیا اِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدُ بَعْدَ الْيَوْمِ۔ اگر چاہے تو (ہلاک ہونا مومنوں کا) تو نہ عبادت کیا جائے گا تو بعد آج کے دن کے"

یعنی روئے زمین پر ان کے ہلاک ہونے کے بعد کوئی مسلمان باقی نہ رہے گا۔ پھر تیری عبادت کون کرے گا؟ ۔" حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضورؐ کا دست مبارک پکڑا۔ اور کہا۔ بس ہے آپ کو اس قدر دعا کرنی یا رسول اللہ!۔ بہت مبالغہ کیا آپ نے دعا میں اپنے پروردگار سے"

پھر حضورؐ خوشی خوشی خیمہ سے نکلے۔ یہ آیت پڑھتے ہوئے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۔" قریب ہے کہ شکست دی جائے گی جماعت کفار کو اور پھیریں گے پشت" (بخاری شریف)

بہت بہت دعا کرنے کے بعد جانب امید غالب آ گئی اور خوش ہوئے اور خبر دی مشرکوں کی شکست کی اور مسلمانوں کی نصرت کی بطریق معجزہ کے ۔ کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب پر مطلع کردیا۔

جبریلؑ ہتھیار پہن کر آیا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا:۔

"هٰذَا جِبْرِيْلُ اٰخِذٌ بِرَاسِ فَرَسِهٖ اَدَاةُ الْحَرْبِ" یہ جبرئیلؑ ہیں پکڑے ہوئے ہیں سر اپنے گھوڑے کا (یعنی باگ اس کی پکڑے ہوئے ہیں مستعد ہیں جنگ کے لئے) درحالیکہ جبرئیلؑ پر ہے اسباب لڑائی کا " (بخاری شریف)

یہ معجزہ ہے، کہ حضورؐ نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ ہتھیار لڑائی کے پہنے ہوئے پھر وہ لڑے بھی کفار کے ساتھ۔ اور اللہ نے حضورؐ کو فتح دی۔

تیسرے آسمان سے فرشتہ آیا

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جنگِ بدر کے روز ایک شخص (انصاری) دوڑتا اور حملہ کرتا تھا ایک مشرک کے پیچھے جو اُس مسلمان کے آگے تھا۔ ناگہاں اس مسلمان نے سنی آواز کوڑہ مارنے کی مشرک پر اور سنی آواز (ایک) سوار کی کہ کہتا ہے۔ اَقْدِمْ حَيْزُوْمُ " اقدام کرا ے حیزومؔ۔ (یعنی آگے بڑھ اے حیزوم)۔ پھر اچانک اس مسلمان نے دیکھا اس مشرک کو کہ گرا چت ہوکر۔ پھر دیکھا مشرک کو کہ نشان پڑ گیا ہے اس کی ناک پر اور شق ہوگیا تھا منہ اس کا مانند مارنے کوڑے کے۔ پس سبز ہوگئی تھی تمام جگہ مارنے کوڑے کی۔ (جیسے باقی رہتا ہے نشان ضرب کا سبز اور سیاہ) پھر وہ انصاری مسلمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور بیان کیا حضورؐ سے (سارا ماجرا) آپ نے فرمایا۔ سچ کہتا ہے تو۔ ذَالِكَ مِنْ مَدَدِ السَّمَآءِ الثَّالِثَةِ ۔ یہ فرشتہ تیسرے آسمان کی کمک سے تھا۔ فَقَتَلُوْا

ؔ فرشتے کے گھوڑے کا نام ہے۔

يَوْمَئِذٍ سَبْعِيْنَ وَاَسَرُوْا سَبْعِيْنَ ۔ پھر قتل کیا اس دن مسلمانوں نے ستّر کو اور قید کیا ستّر کو۔ (صحیح مسلم)

پانچ ہزار فرشتے آئے

یہ بھی حضورؐ کا معجزہ ہے کہ بدر کے میدان میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتے آئے تھے۔ جیسا کہ اوپر کی حدیث میں ہے۔ کہ ایک مشرک کو ایک فرشتے نے کوڑا مار کر ہلاک کیا۔ اور اس مقتول کا رنگ بوجہ ضربِ سوط نیلا ہو گیا تھا۔ قرآن مجید میں بھی ہے:۔

بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ○

"بلکہ اگر تم ثابت قدم رہو۔ اور (رسول کی نافرمانی سے) بچو۔ اور (دشمن) بھی اس دم تم پر چڑھ آئیں۔ تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار باوردی فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا" (پ ۴ ع ۴)

الحاصل غزوہ بدر میں حضرت شفیع البرایا صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد معجزے ظہور میں آئے۔ یہ ساری جنگ معجزانہ طور پر ہی لڑی گئی۔ اور فتح بھی حضورؐ کا ایک معجزہ بن گئی۔ ؎

سلام اس پر بھلا سکتے نہیں جس کا کبھی احساں
سلام اس پر مسلمانوں کو دی "تلوار" اور "قرآں"
سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سُن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ دشمن کو حیاتِ جاوداں دے دی
سلام اس پر، ابوسفیان کو جس نے اماں دے دی
سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اس پر ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں!
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اس پر، جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر، جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اس پر کہ جس کی سادگی درسِ عبرت ہے
سلام اس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیت ہے
سلام اس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی
سلام اس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی

(ماہرالقادری)

ٹوٹی ہوئی پنڈلی درست ہوگئی

ایک یہودی ابورافع تھا۔ حضورؐ کا بدترین دشمن، عہدشکن، آپ کی ہجو کرنے والا آئے دن فتنے برپا کرتا رہتا تھا۔ اور بڑی حفاظت سے قلعہ میں رہتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک اس کو قتل کرنے کے لئے رات کو قلعہ میں گئے۔ اور اسے قتل کرڈالا۔ اب قلعہ سے زینہ کے ذریعہ نیچے اترنے لگے تو زمین پر آگرے۔ اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی عبداللہ بن عتیک کہتے ہیں۔ کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اُبْسُطْ رِجْلَكَ۔ پھیلاؤ پاؤں اپنا۔ میں نے اپنا

پاؤں پھیلا دیا۔ فَمَسَحَهَا۔ پس آپ نے ہاتھ پھیرا پاؤں پر۔ فَكَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ۔ پس اچھا ہوگیا پاؤں۔ گویا کہ دکھ ہی نہیں تھا۔ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ ہڈی کو جڑتے جڑتے کئی مہینے لگ جاتے ہیں۔ اور مدتوں آدمی چارپائی پر پڑا رہتا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیرا۔ ہڈی اسی وقت جڑ گئی۔ اور ساری تکلیف جاتی رہی۔ یہ معجزہ ہے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ ؎

تشریف جہاں میں لے آئے سردارِ دو عالم کیا کہنا
یہ صبح سعادت صَلِّ عَلٰے یہ نور کا عالم کیا کہنا

انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے ہو گئے۔ (کہ پانی نہ تھا پینے کے لئے) اور حضورؐ کے پاس چھاگل تھی۔ آپؐ نے اس سے وضو کیا۔ پھر متوجہ ہوئے لوگ حضورؐ کی طرف اور عرض کیا۔ نہیں ہے ہمارے پاس پانی۔ کہ وضو کریں اور پییں، سوائے اس چھاگل کے جو آپ کے پاس ہے (اور یہ پانی ناکافی ہے)۔ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ۔ پھر رکھا آپ نے اپنا ہاتھ چھاگل میں۔ پس لگا پانی جوش مارنے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے مانند چشموں کے۔ کہا جابرؓ نے پیا ہم نے اور وضو کیا ہم نے۔ حضرت جابرؓ سے پوچھا گیا۔ كَمْ كُنْتُمْ۔ کتنے تھے تم (اس دن پانی پینے والے)، کہا انہوں نے۔ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً۔ اگر ہوتے ہم لاکھ، البتہ کفایت کرتا ہم کو وہ پانی۔ (سوال کا جواب یہ ہے)، کہ ہم پندرہ سو تھے!! (بخاری مسلم)

کتنا پیارا اور مبارک معجزہ ہے حضورؐ کا۔ کہ انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا اور

کتنے خوش قسمت تھے وہ لوگ جنہوں نے حضورؐ کی انگلیوں سے چھوٹا ہوا پاک، طیّب، طاہر، مطہر، مقدس، مبارک، پانی پیا۔ یقیناً ان جنتیوں کے سینے نورِ معرفت سے بھر گئے ہوں گے۔ رضی اللہ عنہم۔

پنڈلی کا زخم پھونک مارنے سے اچھا ہو گیا

یزید بن ابی عبیدؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ دیکھا میں نے نشان زخم کا سلمہ بن اکوع کی پنڈلی میں۔ میں نے پوچھا۔ اے ابو مسلم! (کنیت ہے سلمہ بن اکوع کی)، مَا هٰذِهِ الضَّرْبَةُ۔ کیا ہے یہ زخم؟ اس نے کہا۔ یہ زخم ہے جو پہنچا تھا مجھ کو دن خیبر کے۔ کہا لوگوں نے (اس دن) سلمہ مر گیا۔ (یعنی زخم اتنا شدید تھا۔ کہ لوگوں کو میرے مرنے کا گمان ہو گیا) پھر آیا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں۔ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلٰثَ نَفَثَاتٍ۔ پھر حضورؐ نے زخم کی جگہ میں تین بار پھونکا پھونکنا۔ (یعنی دم کیا تین بار)۔ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ پس نہ پایا میں نے دکھ اس کا اس وقت تک"۔ (بخاری شریف)

حضورؐ کا پھونکنا یا دم کرنا معجزہ تھا۔ کہ اتنا شدید اور کہنہ زخم پھونک مارنے سے فی الفور درست ہو گیا۔ سبحان اللہ کیا وجود تھا جناب رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کہ اللہ کا فعل ان کے نورانی اور پاک جسم سے ظاہر ہوتا تھا جس سے آپ کی نبوت کی صداقت کا آفتاب چمکتا اور شان کا بدر منیر نور برساتا تھا۔

تین شہیدوں کی خبر دی

حضرت انسؓ سے روایت ہے:۔ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَّجَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ النَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرُ فَاُصِيبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيبَ وَعَيْنَاهُ

تَذْرِفَانِ حَتّٰی اَخَذَ الرَّایَۃَ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ یَعْنِیْ خَالِدَ ابْنَ الْوَلِیْدِ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ ؎ (بخاری شریف)

"حضرت انسؓ نے کہا۔ خبر پہنچائی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مرنے زید بن حارثہ کی، اور جعفر بن ابی طالب کی، اور عبداللہ بن رواحہ کی لوگوں کو پہلے اس سے کہ آئے خبران کے مرنے کی۔ پس فرمایا حضورؐ نے (ان کی شہادت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے) لیا نیزہ زید نے (کہ یہ امیر لشکر تھے) پس شہید کئے گئے۔ پھر لیا نیزہ جعفرؓ نے پس شہید کئے گئے۔ پھر لیا نیزہ عبداللہ بن رواحہؓ نے، پس شہید کئے گئے۔ (فرماتے جاتے تھے ان کی شہادت کا حال) اور آنکھیں آپ کی آنسو گراتی تھیں۔ یہاں تک کہ لیا نشان اس شخص نے کہ لقب ان کا ہے تلوار خدا کی تلواروں سے۔ مراد ہے خالد بن ولیدؓ سے حتیٰ کہ فتح دی اللہ نے مسلمانوں کو۔"

یہ حدیث معجزات کے باب میں لائی گئی ہے، اس میں حضورؐ کا معجزہ یہ ہے۔ کہ تین صحابیوں کی شہادت کی خبر میدان جنگ سے خبر آنے سے پہلے حضورؐ نے دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے سارا نقشہ میدان جنگ کا آپ کے سامنے کر دیا۔ اور تینوں صحابہ کی یکے بعد دیگرے شہادت بھی اللہ نے آپ کو دکھا دی۔ حضورؐ لوگوں میں نمبروار شہادت زیدؓ کی، پھر جعفرؓ کی، پھر ابن رواحہؓ کی بیان کرتے جاتے تھے۔ اور ان کے غم میں آنکھیں رو رہی تھیں۔ پھر فرمایا: "تینوں کی شہادت کے بعد نیزہ یا نشان

؎ جو لوگ مصائب اور نوائب میں یا رسول۔ یا علی۔ یا حسین۔ یا شیخ عبدالقادر جیلانی۔ کو پکارتے اور ان کے نعرے لگاتے ہیں۔ انہیں خوف خدا سے لرز جانا چاہیئے۔ اور ان شرکیہ نعروں سے باز آنا چاہیئے۔ غور کرو۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی) نے لشکر بھیجا۔ (باقی ص۳۱۵ پر)

لیا، خالد بن ولیدؓ نے جن کا لقب ہے۔ سیف من سیوف اللہ۔ (شمشیر از شمشیران خدا) اب خالد بن ولیدؓ سیف اللہ کے ہاتھ پر اللہ نے فتح دے دی۔

آنکھیں رو رہی تھیں

یہ واقعہ جنگ موتہ کا ہے، موتہ شام کے شہروں سے ایک شہر ہے۔ ۸ھ میں یہ جنگ ہوئی تھی۔ مسلمان تین ہزار، اور رومی ایک لاکھ تھے۔ اس جنگ میں تینوں سپہ سالار شہید ہو گئے، پھر شجاعان خدا سے ایک شجاع حضرت خالد بن ولیدؓ نے تلوار لی، اور دشمن کے ٹڈی دل میں گھس گئے۔ ان کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ اور رومیوں کی فوج کو روند ڈالا۔ اِس معرکہ میں اس روز خالدؓ کے ہاتھ سے آٹھ تلواریں ٹوٹیں۔ اور اللہ نے فتح بخش دی۔ رضی اللہ عنہ وعنہم۔

دو درختوں کا معجزہ

روایت ہے جابرؓ سے، کہا انہوں نے، کہ چلے ہم ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (ایک سفر میں) یہاں تک کہ اترے ہم ایک میدان کشادہ میں۔ پس تشریف لے گئے حضورؐ رفع حاجت کے لئے، آپ کو کوئی چیز (مثل دیوار، ٹیلہ وغیرہ کے) نظر نہ آئی۔ کہ پردہ کریں ساتھ اس کے، پس ناگہاں حضورؐ نے دو درخت دیکھے میدان کے کنارے، آپ ان میں سے ایک کی طرف گئے۔ پس پکڑی ایک شاخ اس کی شاخوں میں سے اور فرمایا۔ اِنْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ فرماں برداری کر مجھ پر (واسطے پردہ کرنے کے مجھ پر) ساتھ حکم اللہ کے۔ پس گردن رکھی اس درخت نے ساتھ رسول

(بقیہ صفحہ ۳۱۴) اور آپ کی توجہ اور دعائیں ان کے لئے جاری تھیں۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی کی، اور تینوں صحابہؓ کی شہادت اللہ نے اپنے رسولؐ کو دکھا دی۔ آپ کو اتنا غم ہوا۔ کہ ان کی شہادت کی خبر دیتے ہوئے آنکھیں آنسو گرا رہی تھیں۔ معلوم ہوا۔ فتح صرف اللہ کے بس میں ہے۔ اللہ کے سوا کوئی بلا، وبا، قحط، مرض، الم کا دافع نہیں۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مانند اونٹ نکیل پڑی ہوئی کے، کہ فرماں برداری کرتا ہے اپنے کھینچنے والے کی۔ یہاں تک کہ آئے حضورؐ دوسرے درخت کے پاس، پکڑی ایک شاخ اس کی شاخوں سے اور فرمایا۔ اِنْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ ۔ فرماں برداری کر مجھ پر (واسطے پردہ کرنے کے مجھ پر) پس تابعداری کی ساتھ حضرتؐ کے اسی طرح کہ جیسے پہلے درخت نے کی تھی۔ یہاں تک کہ جب ہوئے حضورؐ بیچوں بیچ میں ان درختوں کے۔ فرمایا :۔ قریب ہو جاؤ آپس میں، اس حال میں کہ سایہ کرنے والے ہو جاؤ مجھ پر ساتھ حکم اللہ تعالیٰ کے، پس قریب ہو گئے دونوں (خیمہ بن گیا حضورؐ پر) یہاں تک کہ دونوں کے درمیان آپ نے رفع حاجت کی۔ جابرؓ کہتے ہیں۔ بیٹھا میں اس حال میں کہ باتیں کرتا تھا اپنے دل میں۔ (کہ میں نے کیا دیکھا ہے امر عجیب) ناگہاں دیکھتا ہوں کہ حضورؐ تشریف لے آئے ہیں۔ اور ناگہاں دیکھتا ہوں ان دونوں درختوں کو کہ جدا ہو گئے اور اپنی جگہ پر جا کھڑے ہوئے۔ (صحیح مسلم)

سبحان اللہ!۔ کیا مقام ہے اور کیا شان ہے ابر گہربار اور شہنشاہِ ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کہ دو درختوں نے قدمبوس ہو کر اپنے برگ و بار اور اغصان سے حضورؐ کو ڈھانپ لیا خیمہ کی صورت بن گئے، جب آپ رفع حاجت سے فارغ ہو گئے، تو درخت اپنے مقام پر چلے گئے۔ ؎

نوا و نکہتِ گل کا پیام پیش کروں گلوں کا حسن صبا کا خرام پیش کروں
حضورِ نذر گزاروں میں آبگینۂ دل کہ ارمغانِ درود و سلام پیش کروں

خاک کی مٹھی سے کافروں کو شکست (۳)

حضرت سلمہ بن اکوع رضؓ سے روایت ہے، کہا انہوں نے، جہاد کیا ہم نے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے (کفار پر) دن حنین کے، تو بعض صحابۂ رسولؐ نے پشت دی۔ پس جبکہ گھیرا کافروں نے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو، اترے حضورؐ خچر سے (جس کا نام دُلدل تھا) پھر لی حضورؐ نے ایک مٹھی خاک کی زمین سے، پھر کافروں کے مونہوں کے سامنے ڈالی۔ اور کہا شَاهَتِ الْوُجُوهُ۔ برے ہوئے منہ ان کے، پھر کوئی شخص ان میں ایسا نہ تھا جس کی آنکھیں اس خاک سے بھر نہ گئی ہوں۔ پس پھیرے کافر پیٹھ دے کر پس شکست دی ان کو اللہ تعالیٰ نے، اور بانٹیں غنیمتیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں۔ (صحیح مسلم)

صحابہؓ حاضر ہو گئے

غزوہ حنین ماہ شوال ۸ھ میں ہوا تھا۔ حنین ایک موضع کا نام ہے، جو عرفات سے پرے درمیان مکہ اور طائف کے ہے۔

غزوہ حنین میں کافروں نے کچھ اس انداز سے تیر برسائے کہ صحابہؓ پھرے پشت دے کر۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار تھے آپ نے کفار کو للکارا۔ اور بآواز بلند کہا۔ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔ یعنی اے کافرو! سنو! میں اس گھیراؤ کے اندر برملا کہتا ہوں۔ کہ میں نبی ہوں۔ اس میں جھوٹ نہیں۔ میں عبدؐ المطلب کا بیٹا ہوں۔ حضورؐ کفار کے مقابلہ میں پورے بے خوف ہو کر ڈٹے رہے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ اور اللہ کا بے باک پیغمبر ایک انچ پیچھے نہ ہٹا تھا۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو فرمایا۔ نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَةِ۔ اصحاب سمرہ کو آواز دو۔ اصحاب سمرہ کے معنے ہیں۔ کیکر والے لوگ۔ یعنی جنہوں نے کیکر کے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ (بیعت الرضوان)

حضرت عباسؓ کی آواز سن کر صحابہ آنًا فانًا حضورؐ کے قدموں میں جمع ہو گئے

لہ باپ کی جگہ دادا کا نام لیا۔ کیونکہ عبدالمطلب بہت مشہور اور بڑے سردار تھے۔

اور خوب لڑے کفار سے، اس دوران حضورؐ نے زمین سے خاک کی ایک مٹھی لے کر کافروں کے چہروں کی طرف پھینکی جس سے ہر کافر کی آنکھ میں مٹی بھر گئی، وہ خوفزدہ ہو گئے۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پس یہ خاک کی مٹھی پھینکنا حضورؐ کا معجزہ تھا۔ اس مٹھی نے وہ کام کیا۔ جو بڑا لشکر لڑ کر نہیں کر سکتا تھا۔ نہ اسلحہ کام دے سکتا تھا۔ ایک مشتِ خاک سے دشمن کے چھکے چھوٹ گئے، اور میدان خالی ہو گیا۔

واضح رہے۔ کہ معجزہ میں صرف اللہ کی طاقت اور قدرت کام کرتی ہے پیغمبر کا اس میں ذاتی اختیار، کوئی قوت، اور تصرف نہیں ہوتا۔ لہٰ معجزے کے ظہور سے پیغمبر کی شان، بزرگی، مرتبہ اور عظمت لامثال ثابت ہوتی ہے۔

مشتِ خاک سے حنین فتح ہوا

اور یہ جو حدیث میں آیا ہے — وَلَّی الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِیْنَ — "پھرے مسلمان پشت دے کر" صحابہ میدان چھوڑ کر نہیں بھاگ گئے تھے، بلکہ تیروں کی بارش کے سبب ادھر ادھر، دائیں بائیں ہو گئے تھے۔ تاکہ حضورؐ کے پاس آکر پھر تازہ دم ہو کر لڑیں گے۔ اور حضورؐ کے پاس آنا۔ فِئَۃ کے پاس آنا ہے حضورؐ ان کے فِئَۃ تھے۔ اور فئہ کے پاس آنے والے شرعاً بھگوڑے نہیں ہوتے، چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی۔ کہ حضرت عباسؓ کے بلانے پر وہ فوراً حاضر ہو گئے۔

مشتِ خاک کے اعجاز سے حنین فتح ہوا۔ اس مشت پاک پر کروڑوں سلام۔ ؎

اُم الکتاب نورِ شریعت لئے ہوئے — آئے حضورؐ تاجِ رسالت لئے ہوئے
انسان کو ملی ہے تقدس کی روشنی — آئے ہیں آپ شمعِ ہدایت لئے ہوئے
فیضِ نظر سے بن گئے کنکر گوہر مثال — ذرّے ہیں مہر و ماہ کی طلعت لئے ہوئے
تشریف لائے دہر میں سرکارِ دوجہاں — تکمیلِ دیں کا مژدہ رحمت لئے ہوئے

رحمٰن

یہ شخص دوزخی ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، کہا انہوں نے حاضر ہوئے ہم ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ غزوہ حنین میں، حضورؐ نے فرمایا ایک شخص کے حق میں، جو آپ کے ہمراہ تھا۔ اور وہ اسلام کا دعویٰ کرتا تھا۔ اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ۔ یہ شخص دوزخی ہے۔ پس جنگ کا وقت آیا۔ لڑا وہ شخص کافروں سے سخت ترین لڑنا۔ اور بہت لگے اس کو زخم۔ ایک شخص حضورؐ کے پاس آیا۔ اور عرض کیا۔ کہ اے اللہ کے رسولؐ! جس شخص کو آپ نے دوزخی کہا وہ لڑا راہ خدا میں سخت ترین لڑنا۔ اور بہت لگے ہیں اس کو زخم (ظاہر حال اس کا یہ ہے کہ وہ بہشتی ہے!) حضورؐ نے فرمایا۔ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ۔ آگاہ رہ۔ کہ وہ دوزخیوں میں سے ہے۔ (یعنی بات وہی ہے۔ جو میں نے کہی ہے)۔ پس قریب تھے بعض (ضعیف الایمان) لوگ کہ شک کریں حضورؐ کی خبر کی سچائی میں (کہ باوجود شدید قتال اور زخموں کے وہ دوزخی کیسے ہوا) پس اسی حال میں اس نے پایا درد زخموں کا۔ (اور گھبرا کر) قصد کیا ساتھ ہاتھ اپنے کے طرف ترکش اپنے کے اور کھینچا تیر پس کاٹا سینہ اپنا ساتھ اس تیر کے (خودکشی کرلی)، پھر کئی مسلمان حضورؐ کی خدمت میں دوڑے گئے۔ اور عرض کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِیْثَكَ اے اللہ کے رسولؐ! سچی کی اللہ نے بات آپ کی۔ (کہ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ وہ دوزخی ہے) تحقیق کاٹا اس نے سینہ اپنا، اور مار ڈالا اپنے تئیں۔ فرمایا حضورؐ نے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسولؐ۔ پھر فرمایا۔

یَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَاِنَّ اللّٰهَ لَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔ (بخاری شریف)

"اے بلال! اٹھ اور اعلام کر لوگوں کو ساتھ اس کے کہ نہیں داخل ہوگا

بہشت میں مگر مومن، اور اللہ تعالیٰ قوی کرتا ہے اس دین کو بسبب (جہاد و قتال) مرد فاجر کے۔" (بخاری شریف)

اعمال خلوص نیت سے قبول ہوتے ہیں۔

اس حدیث سے چند باتیں ثابت ہوئیں، ایک شخص جو بظاہر مسلمان تھا۔ اور اس کی کسی بات سے اس کا کفر یا نفاق ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ حضورؐ نے اس کے متعلق فرما دیا۔ اِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ۔ "وہ دوزخی ہے۔"

معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی خفی حضورؐ کو اس کے دوزخی ہونے کی خبر دی، اس پر حضورؐ نے اسے دوزخی کہا۔ یہ معجزہ ہے۔ اسی لئے یہ حدیث مشکوٰۃ باب المعجزات میں بیان کی گئی ہے۔

یہ بات بھی معلوم ہوئی، کہ اعتبار نجات کا خاتمے پر ہے، اور ظاہر اعمال اسی صورت میں مقبول اور بار آور ہو سکتے ہیں۔ کہ اعتقاد اور نیت درست ہو۔ مذکورہ دوزخی شخص دراصل منافق تھا۔ اور ریاکارانہ طور پر محض مسلمانوں کو دکھانے کے لئے اس نے شدید قتال کیا تھا۔ جو عنداللہ مردود ہوا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ شرکیہ اور بدعیہ عقائد کے ساتھ ہر قسم کی عبادت نماز روزہ، زکوٰۃ، حج، تہجد، اشراق، اور صدقات وخیرات مردود اور مطرود ہے۔ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ اور اعمال شرک و بدعت تو ہے ہی جہنم کا سامان۔ اور ریائی اعمال بھی نیت کی خرابی کے باعث قبول نہ ہوں گے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ خودکشی کرنا موجب دوزخ ہے۔ کہ اس شخص کی خودکشی سے صحابہؓ نے اسے دوزخی جانا۔

اس منافق شخص (قزمان) نے شدید قتال کیا۔ اور اسے بہت زخم آئے، اس کا عمل تو برباد ہوا۔ لیکن اسلام کو تو اس سے ضرور تقویت حاصل ہوئی، یہی بات

حضورؐ نے بتائی۔ وَاِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔ "بیشک اللہ تعالیٰ تقویت دیتا ہے۔ اِس دین کو ساتھ مردِ فاجر کے" یعنی بعض وقت بُرے لوگوں سے ایسے کام ہو جاتے ہیں جن سے اسلام کو طاقت اور قوت ملتی ہے۔

معجزہ اُمِ ابی ہریرہؓ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہا انہوں نے کہ میں اپنی والدہ کو اسلام کی طرف بلاتا تھا۔ درحالیکہ وہ مشرکہ تھی، ایک دن میں نے اسے اسلام کی دعوت دی، تو اس نے رسول اللہ صلے اللہ کے حق میں مجھے ایسی بات سنائی جسے میں نے ناخوش رکھا (یعنی میں ناراض ہوا) پس میں حضورؐ کی خدمت میں آیا روتا ہوا۔ اور عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! دعا مانگئے اللہ تعالیٰ سے کہ وہ ابو ہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دے۔ پس کہا حضورؐ نے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔ "اے اللہ ابی ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے"۔ پھر نکلا میں (حضورؐ کے پاس سے) خوشی خوشی بسبب دعا مانگنے حضورؐ کے، جب میں (گھر کے) دروازے پر پہنچا۔ تو وہ اچانک بند تھا۔ میری ماں نے میرے پاؤں کی آواز سنی اور کہا۔ مَکَانَکَ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ۔ ٹھہر اپنی جگہ پر اے ابو ہریرہؓ! (یعنی اندر نہ آ)۔ میں نے (دروازے پر کھڑے کھڑے) پانی کی آواز سنی۔ کہ غسل کیا میری ماں نے، اور پہنا کرتہ اپنا۔ اور جلدی کی اوڑھنی سے (یعنی مارے جلدی کے اوڑھنی نہ اوڑھی) پس کھولا دروازہ، پھر کہا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ "میں گواہی دیتی ہوں۔ کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور گواہی دیتی ہوں یہ کہ محمد اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسولؐ"۔ پھر آیا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ درحالیکہ میں روتا تھا خوشی سے۔ (حضورؐ نے سنا حال ماں میری کا، پس تعریف کی اللہ کی، اور شکر کیا (میری ماں کے اسلام لانے پر) وَقَالَ خَیْرًا۔ اور کہا نیک یعنی دعا دی۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث سے یہ معجزہ ظاہر ہوا۔ کہ آپ کی دعا کے اثر سے ابوہریرہؓ کی والدہ فی الحال مسلمان ہو گئی۔ جو اس سے چند منٹ پہلے حضورؐ کی سخت دشمن، منکر، مخالف اور ذات اقدس کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرتی تھی۔ جنہیں سن کر ابوہریرہؓ مارے غم کے رو پڑے تھے۔

لاکھوں درود و سلام رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس زبان پر جس سے یہ الفاظ نکلے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔ "اے اللہ ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دے"۔ اِدھر منہ سے دعا نکلی۔ اُدھر چشم زدن میں اجابت نے دعا کا منہ چوم لیا۔ اور فرشتہ رحمت نے ابوہریرہ کی ماں کو وادی نیران سے اٹھا کر جنت الفردوس میں پہنچا دیا۔ ؎

رخ انور مرے سرکار کا ہے مصحفِ یزداں
وہ صورت صورتِ ہستی وہ معنی معنیٔ عرفاں
بشر کی رہنمائی کے لئے خیر البشرؐ آئے!!

وہ آئے باغِ ہستی میں بہار جانفزا ہو کر
کہیں شمس الضحیٰ ہو کر، کہیں بدر الدّجیٰ ہو کر
سلامی کے لئے شاخیں جھکیں شمس و قمر آئے

گزر اک بوریے پر ہے، مگر اندازِ شاہانہ
کبھی خطبے خلیلانہ، کبھی ضربیں کلیمانہ
کہ انساں کو مقامِ آدمیت پھر نظر آئے

ہوا گوہر فشاں رحمت کا بادل شاخساروں پر
تو فیضانِ دعا سے رنگ آیا نو بہاروں پر
سرِ شاخِ تمنّا زیست کے برگ و ثمر آئے

ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے

یاد رہے۔ کہ ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے۔ دلوں کا پھیرنا اسی کے بس کی بات ہے حضرت ابوہریرہ کی ماں کا حال آپ پڑھ آئے، کہ اس گستاخ مشرکہ کے حق میں حضورؐ کے لبوں کو دعا کے لیے جنبش ہوتی۔ تو کفر کا "مردہ" ۔ "زندہ" ہوگیا۔ ابوہریرہؓ کی ماں کے دل سے ہدایت کا چشمہ پھوٹ نکلا۔ رضی اللہ عنہا۔

اور ادھر افتخارِ عظمتِ پیغمبراں، شہریارِ مملکتِ قدسیاں، سرورِ رسولاں صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب نو برس تک حضورؐ کی خدمت میں رہے، یا انہوں نے حضورؐ کو اپنی آغوشِ شفقت میں رکھا۔ ساری تبلیغ ان کے سامنے ہوئی، ان کی برادری کے بہت سے اکابر حلقہ بگوش اسلام ہوئے حضورؐ بھی چاہتے تھے۔ کہ ان کے محسن اور مشفق چچا مسلمان ہو جائیں۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ آخران کی وفات کے وقت مزکیؐ عالمِ ہست و بود حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ ابوجہل وغیرہ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حضورؐ نے بڑے درد و سوز سے کہا۔ چچا۔ قل لآ الٰہ الا اللہ ۔ کہہ دیجئے۔ لا الٰہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ابوجہل وغیرہ کہنے لگے۔ کیا عبدالمطلب کے دین سے پھرنے لگے ہو؟ انہوں نے کہا۔ نہیں۔ میں عبدالمطلب کے دین پر ہی ہوں حضورؐ نے پھر فرمایا۔ قل لآ الٰہ الا اللہ۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں عبدالمطلب کے دین پر ہی ہوں۔ حضورؐ نے تیسری بار فرمایا۔ قل لآ الٰہ الا اللہ۔ انہوں نے اس بار بھی وہی جواب دیا۔ انا علٰے ملت عبد المطلب ۔ پھر وہ فوت ہو گئے (بخاری شریف)

امت کے غمخوار سید المعالمین صلے اللہ علیہ وسلم بہت مغموم ہوئے کہ محسن چچا ایسے ہی چل بسے۔ مسلمان نہیں ہوئے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ۔ (پ۲۰ع۹)

"(اے پیغمبرؐ) تم جس کو چاہو ہدایت نہیں دے سکتے۔ بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے۔ ہدایت دیتا ہے"

ایک اور جگہ فرمایا:-

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ٭ (پ۱۰ع۴)

"اور اگر تم (اے پیغمبرؐ) روئے زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے۔ مگر (وہ تو) اللہ (ہی تھا جس) نے ان لوگوں میں الفت پیدا کردی۔ بے شک وہ زبردست صاحبِ تدبیر ہے"

قربان جاؤ اس ذات واجب الوجود، صمدِ لازوال پر، کہ وہ جس کے لئے چاہے بابِ ھدیٰ وا کر دے، اور جسے چاہے، اپنے در سے دھتکار دے، اپنے پیغمبر کی تبلیغ کی باراں سے "زمین" کو گل و گلزار بنا دے، چاہے تو ایک تنکا نہ اگائے۔ حافظ شیرازیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

حسنؒ از بصرہ، بلالؓ از حبش، صہیبؓ از روم
زخاکِ مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبیست

یعنی حسنؒ بصری، بلالؓ حبشی، اور صہیبؓ رومی، یہ دوسرے ملکوں کے رہنے والے غیر عرب ایمان لاکر جنتی ہوگئے۔ لیکن نہایت تعجب کا مقام ہے کہ مکہ کی مٹی سے ابوجہل پیدا ہوا۔ اور دوزخی مرا۔ یہ تفسیر ہے۔ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ کی۔

اگر ہدایت حضرت امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہوتی، تو

آپ کی برادری کے ستر قریشی بدر کے میدان میں داخل جہنم نہ ہوتے، حضورؐ سب کو مسلمان کر لیتے۔ آپ مخالفوں کا بہت غم کرتے، کہ یہ کیوں اسلام قبول نہیں کر لیتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ ۱۹ ع ۵)

"شاید کہ تو ہلاک کرنے والا ہے جان اپنی کو، اس واسطے کہ نہیں ہوتے (یہ لوگ) ایمان لانے والے"

بعد از خدا بزرگ لیکن جس وجود باجود سے اسلام پھوٹا۔ جو سراپا قرآن اور ناطق فرقان تھے۔ جن کی مساعی کی ضو سے۔ ظلمت کا جہان روشن ہوا۔ جن کی تبلیغ کے سرچشمہ سے سوا لاکھ صحابہؓ سیراب ہو کر جنت کے وارث بن گئے۔ جن کی آمد پر باطل معبود سرنگوں ہو گئے، شیطان کا کاروبار ٹھپ ہو گیا۔ عرب کا اندھیرا ہدایت کے نور میں گھل گیا۔ جن کی خاکِ پا، کے ہر ذرہ سے سو سو طور پیدا ہوئے۔ جن کے اسوۂ حسنہ نے غبار راہ کو۔ وادیٔ سینا کا فروغ بخشا۔ جن کے معجزات کی بہار نے گلستانِ اسلام کو تا ابد نا آشنائے خزاں بنا دیا۔ جن کی رسالت کے آفتابِ سنہرے نے دنیا جہان کی نظروں کو تا قیامت خیرہ کر دیا۔ حضور انورؐ طلعتِ گلشن، شمیمِ خلدِ معطر، فروغِ عالمِ ایجاد، فخرِ دو عالم، جانِ چمن، صبحِ بہاراں، نگار خانۂ ہستی کی آیۂ تکمیل، رسولِ کونین، سید الثقلین، رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم لامثال صفات کے مالک بعد از خدا بزرگ ہیں۔ ؎

جلوے ہیں تیرے انجم و خورشید و ماہ میں
تیرے ہی تذکرے ہیں سپید و سیاہ میں
اے صدرِ کون طغرل و سنجر تیرے غلام

نزار وقارِ طرّۂ تاج و کلاہ ہیں
وہ نازشِ نیاز ہے شایانِ شان بھی
دو چار دن رہا ہو جو تیری نگاہ میں
دنیا بھی اُن کی دین بھی اُن کا ہے اے ثمر
پہنچے جو بارگاہِ رسالت پناہ میں

حضورؐ کے معنوی جمال کے نور سے صدیوں کے اندھیرے شرک اور کفر کے دور ہو گئے۔ اور توحید اس طرح نکھر کر سامنے آ گئی۔ کہ ہر کوئی اس کے روئے زیبا پہ جان دینے لگا۔ عرب کی خاک تجلی گاہ عرفان ہو گئی، لوگوں نے اللہ کو پہچان لیا، اور بلاواسطہ اس سے دعائیں کرنے لگے۔ آپ ہی کی تعلیم کے مطابق ایک مردِ مومن نے خدا تعالیٰ کو یوں پکارا ہے۔ ؎

یہ مرا ایمان ہے

یہ مرا ایمان ہے میرے خدا تیرے سوا
کوئی داتا ہے نہ کوئی دوسرا مشکلکشا
صرف تیری ذات بے ہمتا ہے علام الغیوب
تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے وہ خلا ہو یا ملا
سب ترے بندے ہیں تو معبود او مسجود ہے
سب ترے محتاج ہیں کیا اولیا رکیا انبیا
ذات تیری ماورائے فہم و ادراک و قیاس
سوچنا چاہے تو دم گھٹنے لگے جبریل کا
حکم سے تیرے زمین و آسمان گردش میں ہیں
تابع فرماں ہیں تیرے بحر و بر، آب و ہوا
ماہ و انجم لالہ و گل، تیری قدرت کا ظہور
ہر کمال و حسن و خوبی ہر صفت تیری عطا
ذرہ ذرہ پتہ پتہ تیری صنعت کا گواہ
بلبل و قمری ہیں تیری حمد میں نغمہ سرا
رازق و خلاق، ربِ مشرقین و مغربین
مقتدر قادر قدیر و مالکِ روزِ جزا!
تیری خلاقی کا مظہر، تیری قدرت کی دلیل
عالمِ کون و فساد، از ابتدا تا انتہا

نور و ظلمت، خیر و شر، رنج و خوشی موت و حیات
عزت و ذلت، سرور و غم زوال و ارتقا

خندۂ گل، گریۂ شبنم، خزاں ہو یا بہار
آب و آتش، برق و باراں سب کا خالق ہے خدا

کون ہے تیرے سوا بندہ نواز و دستگیر
تو ہی سنتا ہے شکستِ شیشۂ دل کی صدا

تیری حکمت اور مشیت کتنی رنگا رنگ ہے
زہر بھی پیدا کیا، تریاق بھی پیدا کیا

زیب دیتی ہے تجھی کو سروری و برتری
تو سزاوارِ عبادت، تجھ کو سجدہ ہے روا

تو جو چاہے ریت کے تودوں سے ہوں چشمے رواں
تو نہ چاہے سانس لے سکتی نہیں موجِ صبا

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ، جز وجہِ رب العالمین
ذاتِ حق باقی ہے، اور سب کا مقدر ہے فنا

بزمِ ہستی کیا ہے تیرے حرفِ کُن کی ہے نمود
اک اشارے ہیں ترے قائم ہوئے ارض و سما

ہر صفت ہے بے مثال و بے نظیر و لا شریک
ذات کی کیا ہو صفت لا ابتدا، لا انتہا

ربِّ تشریعی بھی تو، ربِّ تکوینی بھی تو
ہر جگہ، ہر سمت، ہر دم حکم چلتا ہے ترا

ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے اشہد ان لا الٰہ
پتہ پتہ کی زباں ہے، اور حمدِ کبریا

عقل سکتے میں ہے تخئیل و تفکر دم بخود
دخل کیا تنزیہ میں، تشبیہہ، اور تمثیل کا

التفات ایسا کہ آتش بن گئی باغِ خلیل
بے نیازی وہ کہ مقتل ہے زمینِ کربلا

تو نے بخشی ہے زمیں کو قوتِ روئیدگی
حکم سے تیرے ہے برگ و شاخ کی نشو و نما

تو وہ قادر تیری قدرت عرش و کرسی کو محیط
ہے تری فرمانروائی میں ظہورِ استوا

رہنمائی کے لئے مبعوث فرمائے رسول
مدتوں تک یہ مقدس سلسلہ چلتا رہا

ہو گیا اتمامِ نعمت آنے والے آ چکے!
آخری نقطہ پہ یہ دورِ نبوت رک گیا

اور پھر تشریف لے آئے محمد مصطفیٰ
حبذا صلِّ علیٰ اھلاً و سہلاً مرحبا

مطلعِ صبحِ نبوت مقطعِ دورِ رسل
داعیِ حق صاحبِ معراج ختم الانبیاء

ذاتِ اقدس محترم فخرِ عرب، نازِ عجم
رحمۃٌ للعالمین شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ

زیست لاحاصل محمدؐ کی اطاعت کے بغیر یا الٰہی! ہم کو توفیقِ اطاعت ، ہو عطا
قلبِ خاشع ، علم نافع ، رزق واسع چاہیے
موت جب آئے تو پھر ایمان پر ہو خاتمہ
(ماہر القادری)

زمین اس کو قبول نہیں کریگی

روایت ہے انسؓ سے کہا۔ تحقیق ایک شخص لکھتا تھا۔ واسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے (یعنی وحی لکھتا تھا) پس مرتد ہو گیا۔ اور پھر گیا اسلام سے ، اور جا ملا مشرکوں سے (یہ شخص نصرانی تھا مسلمان ہو گیا ۔ اور پھر مرتد ہو کر نصرانی ہو گیا) حضورؐ نے فرمایا۔ بیشک زمین اس کو قبول نہیں کریگی پس ایسا ہی ہوا۔ کہ جب مرا۔ دفن کیا مشرکوں نے ، جب صبح کو دیکھا ، تو زمین نے اس کو (باہر) پھینک دیا۔ مشرکوں نے کہا۔ کہ یہ کیا ہے محمدؐ نے ، اور اس کے اصحابؓ نے۔ کہ قبر کھود باہر ڈال گئے ہیں۔ پس خوب گہری کھودی قبر مشرکوں نے جہاں تک کہ گہری کھود سکے ۔ اور اس کو دفن کیا جب صبح دیکھا۔ تو زمین نے اس کو باہر ڈال دیا تھا حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ کہ خبر دی مجھ کو ابو طلحہؓ نے کہ آئے وہ اس زمین میں کہ مرا تھا وہ شخص اور دفن کیا گیا تھا۔ پایا اس کو ابو طلحہؓ نے باہر قبر کے پڑا ہوا۔ پس پوچھا اس نے کہ کیا ہے حال اس شخص کا کہ قبر سے باہر پڑا ہے۔ پس کہا لوگوں نے دَفَنَّاهُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلْهُ الْأَرْضُ ۔ دفن کیا ہم نے اس کو کئی بار۔ پھر نہ قبول کیا زمین نے اس کو۔ (بخاری مسلم)

یہ بھی معجزہ ہے حضورؐ کا۔ کہ کاتب وحی ہو کر مرتد ہوا۔ تو زمین نے اس کی نعش کو قبول نہ کیا۔

معجزہ نزولِ باراں

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس وقت کہ خطبہ فرماتے تھے حضورؐ دن جمعہ کے ۔ کھڑا ہوا ایک

گنوار۔ اور عرض کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ ھَلَکَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِیَالُ ۔ "ہلاک ہوا مال (باغ، زراعت، جانور وغیرہ ، بہ سبب خشک سالی کے) اور بھوکے ہوئے عیال"۔ پس دعا کیجئے اللہ سے ہمارے لئے (بارش کی) پس اٹھائے حضورؐ نے دونوں ہاتھ اپنے۔ اس حال میں کہ نہ دیکھتے تھے ہم آسمان میں کوئی ٹکڑا بادل کا۔ پس قسم ہے اس ذات کی کہ جان میری اس کے ہاتھ میں ہے۔ نہ رکھے ہاتھ حضورؐ نے (یعنی ابھی دعا مانگ رہے تھے) کہ اٹھا ابر مانند پہاڑوں کے۔ پھر نہ اترے حضورؐ منبر اپنے سے یہاں تک کہ دیکھا میں نے مینہ کو، پڑتا تھا حضورؐ کی داڑھی پر (یعنی منبر سے اترنے سے پہلے اتنا مینہ برسا کہ جل تھل ایک ہو گئے) پھر برستا رہا مینہ اس جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک (ایک ہفتہ)۔ پھر کھڑا ہوا دوسرے جمعہ کو وہی اعرابی۔ اور اس نے کہا (دوران خطبہ) یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تَھَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ ۔ گر پڑے مکان اور ڈوب گیا مال۔ پس دعا کیجئے اللہ سے کہ تھم جائے مینہ۔ پس اٹھائے حضورؐ نے دونوں ہاتھ۔ اور کہا۔ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا ۔ خداوندا۔ برسا گردا گرد ہمارے اور نہ برسا ہم پر۔ پھر ابر کھل گیا۔ اور اطراف مدینہ میں ابر تھا اور نہ تھا ابر مدینہ پر۔ اور بہتا رہا نالہ قناۃ ایک ماہ تک۔ کہا انسؓ نے کھل گیا ابر اور باہر نکلے ہم (مسجد سے) اس حال میں کہ چلتے تھے دھوپ میں۔ (بخاری مسلم)

کتنا ایمان افروز معجزہ ہے یہ کتنے سچے، پاکباز، بابرکت و رحمت رسول ہیں آپ[۵]۔

رحمتِ سرکار کی باتیں کریں ابرِ گوہر بار کی باتیں کریں
پھول برسائیں حریم شوق پر خندۂ گلزار کی باتیں کریں
آمنہ کے لال کا ہو ذکر خیر سیدِ ابرار کی باتیں کریں
نام لیں سرکار کا پڑھ کر درود احمدؐ مختار کی باتیں کریں

---

[۵] ولی۔ سرپرست۔ چنا ہوا۔ پسند کیا گیا۔ (فیروز اللغات)

ذکر چھیڑیں رازدارِ عرش کا　　محرمِ اسرار کی باتیں کریں
پھر منوّر ہو جہانِ آرزو　　مطلعِ انوار کی باتیں کریں
بکریاں جس نے چرائیں دشت میں　　اس گلِ کہسار کی باتیں کریں

رہروانِ راہِ یثرب اے ثمرؔ!
قافلہ سالار کی باتیں کریں

(ثمرؔ)

معجزۂ ستون مسجد

حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھتے تھے۔ تو کھجور کے تنے پر تکیہ کرتے جو ستون تھا مسجد کے ستونوں سے۔ (منبر بننے سے پہلے) پس جب بنایا گیا منبر اور کھڑے ہوئے حضورؐ اس پر۔ تو چلّایا وہ ستون کہ خطبہ پڑھتے تھے حضورؐ اس کے پاس، یہاں تک کہ قریب تھا یہ کہ پھٹ جائے (حضورؐ کے فراق سے)، پس اترے حضورؐ (منبر سے) پکڑا اس ستون کو، اور اپنے گلے سے لگایا (تسلی دی اس کو) پس رونا شروع کیا اس ستون نے مانند رونے لڑکے کے، کہ چپ کرایا جاتا ہے لڑکا تسلی دینے سے لیکن چپ نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ ٹھہرا اور آرام پکڑا اس ستون نے، فرمایا حضورؐ نے (ستون کے رونے کے بارے میں) رویا یہ ستون بہ سبب نہ پانے اس چیز کے کہ سنتا تھا ذکر (خطبہ) سے۔" (بخاری شریف)

حضرت حسن بصریؒ جب یہ حدیث پڑھتے۔ تو بہت روتے۔ اور کہتے۔ کہ خشک لکڑی حضورؐ کے فراق اور شوق میں روتی تھی۔ لوگو! تم لکڑی سے زیادہ سزاوار ہو، کہ حضورؐ کی ملاقات اور زیارت کے مشتاق ہو۔

جو شخص حضورؐ کے فراق میں بے چین ہو۔ محبت اور شوقِ زیارت کے لئے اس کی آنکھیں تر رہیں۔ اس کے لئے لازم ہے، کہ وہ حضورؐ کی اطاعت اور اتباع میں خود کو گم کر دے، شب و روز سنت کے نور میں زندگی گزارے، آپ کے کردار کو

اپنائے، گفتار کے پھولوں کی خوشبو سے ایمان کو مہکائے۔ محبوب کے طور طریقے، چال ڈھال، چلن، عادات، اطوار اور سنت پر جان چھڑکے۔

غور کریں، کہ حضورؐ کھجور کے تنے یعنی لکڑی کے ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ فرماتے تھے۔ جب منبر تیار ہوا۔ تو حضورؐ بر سرِ منبر خطبہ دینے لگے، یک لخت دورانِ خطبہ مسجد سے چیخ چیخ کر رونے کی آواز آنے لگی۔ صحابہؓ حیران رہ گئے۔ کہ یہ آواز کیسی ہے اور کہاں سے آ رہی ہے۔ جب حضورؐ نے منبر سے اتر کر اس ستون کو گلے سے لگایا۔ پیار کیا۔ تسلی دی۔ تو بچوں کی طرح اور زیادہ رونے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کے پیار کرنے سے اس کو سکون ہوا، اور وہ خاموش ہو گیا۔

بیشک یہ معجزہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے لکڑی کے ستون کو حضورِ انورؐ کی جدائی اور فراق میں رُلا دیا۔ اور پیغمبر کے مرتبہ کے تاج میں ایک ہیرے کا اور اضافہ کر دیا۔ لیکن صد افسوس ہے ہمارے حال پر۔ کہ حضورؐ کی محبت کا محض زبانی دعویٰ کرتے ہیں اور عملی زندگی سے بالکل کورے ہیں۔ معصیتِ رسول کے میدان میں دوڑ رہے ہیں۔ اور ایک سے ایک آگے ہے۔ اگر حضورؐ کا فراق اور جدائی ہمیں رلاتی۔ آپ کی محبت آنسو بن کر ہماری آنکھوں میں آتی۔ تو ہم عمل کے لئے بے چین ہوتے۔ اپنی زندگی کے اندھیروں کو سنت کے نور میں گھول دیتے۔

لاکھوں سلام اس رسولؐ پر جس کے فراق میں چوبی ستون روتا تھا۔ ؎

چراغِ خانہ آدم فروغِ طورِ جمال — ازل سے آپ نے پایا پیمبرانہ جلال
سخا وجود و کرم بخشش و عطا و نوال — جہانِ شوق میں جس کی نظیر نہ مثال
ظہورِ احمد مرسل حقیقت کبریٰ — یہ دبدبہ یہ جلال یہ شوکت و اقبال
حرا کے غار میں ہے آگہی و استغراق — حنین و بدر کے غزوات میں خدا کا جلال
کمالِ دُرِّ یتیمی، کمالِ درویشی — نہ تاج و تخت نہ شاہی نہ فکرِ مال و منال

خدا کی یاد میں ڈوبے ہوئے بہر لمحہ!
تمام لفظ و معانی، تمام فکر و خیال (ثمر)
صلے اللہ علیہ وسلم

کھجوروں کا معجزہ

حضرت جابر بن عبداللہ رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ وفات پائی میرے باپ نے اس حال میں کہ ان پر قرض تھا۔ پس پیش کیا میں نے ان کے قرضخواہوں پر یہ کہ لیویں تمام کھجوریں ہماری' بدلے قرض باپ میرے کے پس نہ مانا انہوں نے (یہ سمجھ کر کہ کھجوریں تھوڑی ہیں)، اور تھے وہ (قرض خواہ) یہودی پس آیا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اور عرض کیا۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ میرا باپ شہید ہوگیا ہے روز اُحد ہے، اور چھوڑا ہے قرض بہت، میں چاہتا ہوں کہ دیکھیں آپ کو قرض خواہ (میرے پاس۔ لہذا میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔ شاید آپ کی وجہ سے رعایت کردیں)، فرمایا حضور نے۔ جاؤ اور ڈھیر لگاؤ ہر قسم کی کھجور کے علیحدہ علیحدہ۔ پس کیا میں نے (یعنی ڈھیر لگا دیئے)۔ پھر بلایا میں نے حضور کو (آپ تشریف لائے)، جب قرض خواہوں نے حضور کو دیکھا۔ گویا کہ وہ دلیر کئے گئے ہیں مجھ پر۔ (یعنی تشدد کیا مجھ پر مطالبے میں۔ اور حضور کے آنے کی کوئی پروا نہ کی)، جب حضور نے قرض خواہوں کے طور دیکھے۔ تو حضور پھرے تین بار بڑے ڈھیر کے گرد ان میں سے' پھر بیٹھ گئے اوپر اس کے۔ پھر فرمایا۔ بلاؤ میرے پاس اپنے قرض خواہوں کو۔ وہ حاضر ہو گئے۔ پھر بانٹتے رہے حضور کھجوریں ان (قرض خواہوں) کے لئے۔ یہاں تک کہ ادا کیا اللہ تعالیٰ نے قرض میرے باپ کا۔ میں اس بات پر بھی راضی تھا۔ کہ اللہ میرے باپ کا قرض ادا کردے۔ خواہ ایک کھجور بھی میری بہنوں کے لئے باقی نہ رہے۔ (لیکن خدا کا شکر ہے کہ) سلامت رکھے اللہ تعالےٰ نے سب ڈھیر۔ یہاں تک کہ جس ڈھیر پر حضور بیٹھے تھے۔ (سارا قرض ادا ہو چکنے کے بعد) اس ڈھیر سے ایک کھجور بھی

کم نہ ہوئی۔ (بخاری شریف)

ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی

کیسا ایمان افروز معجزہ ہے۔ کہ یہودی قرضخواہ جابرؓ سے ان کی ساری فصل کھجور کی لے کر بھی راضی نہ تھے وہ چاہتے تھے۔ کہ سارا قرض ابھی لیں گے۔ اور سارے قرض کی ادائیگی کے لئے کھجوریں تھوڑی تھیں۔ حضرت جابرؓ کی بہت سی بہنیں[1] تھیں۔ ان کے لئے بھی سال کا خرچ ہوتا تھا۔ انہوں نے قرضخواہوں سے بہت منت سماجت کی۔ کہ کچھ قرض اب لے لو۔ باقی اگلی فصل پر لے لینا۔ پر وہ نہ مانتے تھے۔ آخر مجبور ہو کر حضرت جابرؓ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل صلے اللہ علیہ وسلم کو لے آئے۔ کہ ان کی سفارش سے قرض خواہ بالاقساط قرض وصول کریں گے۔ حضورؐ کو دیکھ کر یہودی اور تیز ہو گئے۔ او جابرؓ! ابھی تمام قرض لاؤ۔ ہم کسی کی بات ماننے کو تیار نہیں۔ اس پر حضورؐ سب سے بڑے ڈھیر پر بیٹھ گئے۔ اور قرض خواہوں کو ادائیگی شروع کر دی۔ سب قرض ادا ہو گیا۔ اور قرض خواہ مطمئن ہو کر چلے گئے۔ لیکن حضرت جابرؓ کہتے ہیں۔ لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَةٌ وَّاحِدَۃٌ اس بڑے ڈھیر سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی۔ باقی ڈھیر تو بطریق اولیٰ سلامت رہے۔

اس معجزے پر ع

عقل استعجاب میں ہے فلسفہ حیرت میں ہے

جو قرض خواہ کھجوروں کے تمام ڈھیر لینے پر رضامند نہ تھے۔ کہ قرض کے مقابلہ میں تھوڑے تھے۔ وہ قرض خواہ رسولؐ رحمت کے ہاتھ سے سارا قرض وصول کر گئے لیکن ایک کھجور کی کمی نہ ہوئی، یہ خدا کا فعل ہے۔ علیٰ کل شئی قدیر ذات کا کام ہے۔ اور جس وجود مقدس سے یہ اعجاز ظہور پذیر ہوا۔ یقیناً وہ اللہ کے سچے رسولؐ

[1] حضرت جابرؓ کے والد نے احد کے روز جابر کو وصیت کی تھی، کہ میرے بعد اپنی نو بہنوں کا خوب خیال رکھنا۔ چنانچہ احد کی لڑائی میں سب سے پہلے شہید ہی ہوئے۔ رضی اللہ عنہ

ہیں رحمتوں اور برکتوں والے سارے جہان کے سردار ہیں۔

وہی ہیں طاہر وہی مطہر وہی ہیں شافع وہی پیمبرؐ!
وہ سب سے افضل وہ سب سے بالا، وہ سب کے رہبر وہ سب سے برتر
تحیت اُن پر، درود اُن پر، صلوٰۃ اُن پر، سلام اُن پر!

لاکھ آدمیوں نے کھانا کھایا غزوہ تبوک میں لوگ سخت بھوکے ہوئے لوگوں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ کیا ہم اپنے اونٹ ذبح کریں اور کھائیں سالن کر کے تاکہ بھوک کی شدت دور ہو، حضورؐ نے فرمایا۔ کرلو۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ! اونٹ ذبح کریں گے۔ تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ آپ ان لوگوں سے بچا ہوا توشہ منگوا لیجیے، پھر دعا کریں اس پر اللہ سے ساتھ برکت کے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اچھا! پھر حضورؐ نے چمڑے کا دستر خوان بچھایا۔ پھر منگوایا لوگوں کا بچا ہوا توشہ۔ کوئی شخص مٹھی چینے کی لایا۔ کوئی مٹھی کھجور کی، اور کوئی ٹکڑا روٹی کا لایا۔ یہاں تک کہ جمع ہوئی دستر خوان پر تھوڑی سی چیز۔ پھر حضورؐ نے دعا کی برکت اترنے کی اس پر۔ پھر فرمایا حضورؐ نے جتنا چاہو یہاں سے لے کر اپنے برتنوں میں رکھ لو۔ لوگوں نے اپنے برتنوں میں کھانا لیا۔ یہاں تک کہ سارے لشکر میں کوئی برتن ایسا نہ تھا۔ جو بھر نہ گیا ہو۔ کہا ابوہریرہؓ راوی حدیث نے فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَفَضَلَتْ فَضْلَةٌ۔ پس کھایا سارے لشکر نے (جو ایک لاکھ تھے) سیر ہو کر اور باقی رہا بچا ہوا بہت۔ (صحیح مسلم)

سبحان اللہ! چینے اور کھجور کی مٹھی اور روٹی کے چند ٹکڑوں پر حضورؐ نے دعائے برکت کی۔ اللہ نے اس میں اتنی برکت ڈالی۔ کہ لاکھ آدمی پیٹ بھر کر کھا گئے، اور ابھی باقی بچ رہا۔ اُس اللہ پر قربان جاؤ جس کی قدرت نے بڑی تھوڑی سی چیز کو اتنا زیادہ کر دیا۔ کہ سارے لشکر نے پیٹ بھر لیا۔ اور اس رسوؐل پر سورج اور چاند کی کرنوں برابر

درود وسلام ہو۔ ہمارے ماں باپ ان پر قربان ۔ کہ ان کی دعا کو اللہ نے کتنی بزرگی بخشی، اس کا کتنا اعزاز واکرام کیا۔ ؎

مہ منوّر ہیں وہ عرب کے نہ ابر ان پر نہ کوئی ہالا
جہاں کے حق میں سبب طرب کے بہ لطف برتر بہ خُلقِ اعلا
تحیت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام اُن پر

خشک کنواں پانی سے بھر گیا

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے کہ حدیبیہ[1] کے روز ہم چودہ سو آدمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم نے (رفع پیاس کے لئے) اس کنویں سے پانی کھینچا۔ اور نہ چھوڑا اس میں ایک قطرہ۔ (یعنی کنواں خشک ہوگیا۔ اور سب پیاسے تھے) یہ خبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ آپ تشریف لے آئے، پھر آپ نے پانی کا برتن منگایا۔ اور وضو کیا۔ اور تھوڑا سا پانی منہ میں لیا اور دعا کی۔ پھر ڈالا وہ پانی کنویں میں اور فرمایا۔ چھوڑ دو اس کنوئیں کو ایک ساعت (ساعت قلیل مدت کو کہتے ہیں)، پھر (کنواں پانی سے بھر گیا) خوب سیراب کیا لوگوں نے اپنے تئیں۔ اور سیراب کیا اپنے سواری کے جانوروں کو۔ پھر کوچ کیا۔ (بخاری شریف)

کتنی برکت ڈالی اللہ نے اس پانی میں جو آپ نے منہ میں لیا۔ اور دعا کی، پھر وہ پانی کنوئیں میں ڈالنے کی دیر تھی۔ کہ کنوئیں میں پانی ہی پانی ہوگیا۔

؎

صاحبِ تاجِ ختمِ نبوت، صلے اللہ علیہ وسلم
صدر نشینِ بزمِ رسالت، صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے، جو کہ مکرمہ سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں ہی صلح ہوئی تھی۔ جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔

معجزہ مالیدہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے، کہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دولھا یا نکاح کئے ہوئے ساتھ زینبؓ کے۔ میری والدہ ام سلیم نے کھجور، گھی اور اقط کا مالیدہ بنایا۔ اور برتن میں رکھ کر مجھے کہا۔ کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جا۔ اور میرا سلام عرض کرنا۔ اور کہنا۔ اِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تحقیق یہ آپ کے لئے ہے ہماری طرف سے تھوڑا اے اللہ کے رسولؐ!۔ (یعنی یہ حقیر چیز آپ کے لائق نہیں) میں وہ مالیدہ لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور جو کچھ والدہ نے کہا تھا۔ وہ سب عرض کر دیا۔ فرمایا حضورؐ نے۔ رکھ دے یہ یہاں۔ اور جا اور بلا لا میرے پاس فلانے کو، اور فلانے کو اور فلانے کو تین شخصوں کا نام لیا اور جو بھی تجھے ملے، اس کو بھی بلا لا۔ میں ان کو بھی بلا لایا۔ جن کا حضورؐ نے نام لیا تھا۔ اور ان کو بھی کہ جن کو ملا۔ پس لوٹ کر آیا میں۔ تو ناگہاں گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ پوچھا گیا انسؓ سے، کتنے تھے تم؟ کہا انسؓ نے۔ بقدر تین سو کے۔ پس دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہ رکھا ہاتھ مبارک اپنا اس مالیدہ پر اور دعا برکت کی کی۔ پھر حضورؐ نے شروع کیا بلانا دس دس کو۔ (یعنی دس کے بعد دس) درحالیکہ کھاتے وہ اس سے۔ اور فرماتے تھے حضورؐ یاد کرو نام اللہ کا۔ اور ہر شخص کھائے اپنے آگے سے۔ کہا انسؓ نے پس کھایا ان دس نے سیر ہو کر، پس نکلی ایک جماعت (کھا کر) اور داخل ہوئی اور جماعت، یہاں تک کہ کھایا سب (تین سو) نے سیر ہو کر۔ پھر فرمایا حضورؐ نے مجھ کو!۔ اے انسؓ اٹھا (پیالہ)، میں نے اٹھایا۔ پس نہیں جانتا میں کہ جس وقت رکھا تھا پیالہ زیادہ تھا۔ یا جس وقت اٹھایا میں نے۔ (بخاری۔ مسلم)

ایک پیالہ مالیدہ جو والدہ انس نے بھیجا حضورؐ کے ہاتھ رکھنے کی برکت سے اتنا با برکت اور زیادہ ہو گیا۔ کہ اسے تین سو آدمیوں نے سیر ہو کر کھایا۔ اور جب پیالا انسؓ نے اٹھایا۔ تو ہنوز برکت سے بھرا ہوا تھا، اور زیادہ تھا پہلے سے۔ سہ

اللہ اللہ اس کی راتیں، اللہ اللہ اس کے دن
دن کو دعوت دین کی، اور رات بھر محو نماز
سر بسر حسن و لطافت، سر بسر پاکیزگی
پاک طینت پاک دامن پاک باطن پاکباز
دو جہاں میں بے مثال و دو جہاں میں بے نظیر
دو جہاں میں برگزیدہ، دو جہاں میں سرفراز (ذیشان)

کتے کا پلا پیٹ سے نکلا

حضرت ابن عباس رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کے پاس لائی، اور کہا۔ یا رسول اللہ۔ میرے بیٹے کو جنون ہے۔ اور جنون پکڑتا ہے اس کو وقت سامنے آنے طعام صبح و شام کے۔ پس پھیرا حضورؐ نے ہاتھ اس کے سینے پر اور دعا کی۔ پھر قے کی اس لڑکے نے، اور نکلا اس کے پیٹ سے مانند کالے پلّے کتّے کے دوڑتا ہوا۔ (دارمی)

کھجوروں میں بے پناہ برکت آگئی

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے کہ لایا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کتنی ایک کھجوریں (یعنی اکیس) کہا میں نے یا رسولؐ اللہ دعا کیجئے ان میں ساتھ برکت کے۔ (یعنی اللہ برکت دے ان میں) پس لیا حضورؐ نے ان کھجوروں کو ہاتھ میں۔ پھر دعا کی ان میں میرے لئے برکت کی۔ پھر فرمایا۔ لے ان کو اور رکھ ان کو اپنے توشہ دان میں۔ پھر فرمایا۔ جب چاہے تو۔ کہ لیوے اس میں سے کچھ۔ تو داخل کر ہاتھ اپنا توشہ دان میں، پس لے کھجور اس میں سے۔ اور نہ جھاڑ تو توشہ دان۔ کہا ابوہریرہؓ نے۔ پس اٹھائی میں نے ان کھجوروں میں سے اتنی اور اتنی وسق راہِ خدا میں۔ پس میں اور میرے یار کھاتے اور کھلاتے رہے ان میں سے، اور توشہ دان

ہر وقت میری کمر میں رہتا تھا۔ (یعنی میں اس کو جدا نہیں کرتا تھا)۔ یہاں تک کہ ہوا دن شہید ہونے حضرت عثمانؓ کا۔ پس وہ توشہ دان کھل پڑا اور جاتا رہا۔ (ترمذی شریف)

یہ حضورؐ کا بابرکت معجزہ ہے۔ کہ ابوہریرہؓ کے توشہ دان کی کھجوریں ختم نہ ہوتی تھیں۔ سب ان کو کھاتے تھے۔ لیکن حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دن شور اور ہنگامے میں توشہ دان کھل پڑا، اور جاتا رہا۔ ابوہریرہؓ کہتے تھے۔ لوگوں کو ایک غم ہے حضرت عثمانؓ کی شہادت کا۔ اور مجھے دو غم ہیں، ایک حضرت عثمانؓ کا دوسرے تھیلی کا۔

معجزہ شاۃِ ام معبد

روایت ہے حزام بن ہشام سے نقل کی اس نے اپنے باپ ہشام سے۔ اس نے نقل کی حزام کے دادا سے۔ کہ نام اس کا جیش بن خالد ہے۔ اور جیش بھائی ہے ام معبدؓ کا، روایت کرتا ہے جیش یہ کہ جب حکم ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا مکہ سے طرف مدینہ کے، اور حضورؐ کے ساتھ تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور غلام آزاد ابوبکرؓ کا عامر بن فہیرہ اور رہبر حضورؐ اور ابوبکرؓ کا عبداللہ لیثی کہ اس کو ساتھ لیا تھا راہ بتانے کے لئے، یہ چاروں اصحاب راہ مدینہ میں چلے جاتے تھے۔ دوران سفر، یہ گزرے ام معبد کے دو خیموں سے۔ کہ وہ اس جنگل میں رہتی تھی۔ پس طلب کیا۔ گوشت اور خرما۔ تاکہ خریدیں اس سے۔ پس نہ پایا اس کے پاس کچھ اس میں سے اور تھے وہ لوگ بے زاد، بے توشہ، قحط زدہ، حضورؐ نے اس عورت کے خیمہ کے اندر ایک بکری دیکھی۔ فرمایا! کیا حال ہے اس بکری کا اے ام معبد؟ ام معبد نے

لہ نام اس کا عاتکہ بنت خالد خزاعیہ ہے، وہ ایک عورت تھی۔ کہ حضورؐ راہ ہجرت میں اس کے خیمہ میں تشریف لائے، اور وہ اسلام لائی، اور تھی وہ عورت قوی، تکیہ لگا کر بیٹھتی خیمہ کے صحن میں۔ اور کھانا پانی دیتی تھی فقراء اور مساکین کو جنگل میں۔

کہا۔ یہ بکری بڑی دبلی ہو گئی ہے۔ اس لئے کمزوری اور دبلا پن کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ چرنے کے لئے نہیں جا سکتی۔ فرمایا حضورؐ نے۔ کیا ہے اس کے کچھ دودھ؟۔ اس نے کہا۔ بالکل اس کے دودھ نہیں۔ فرمایا حضورؐ نے، کیا اجازت دیتی ہو تم مجھے کہ دودھ دوہوں میں اس کا؟ کہا ام معبد نے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اگر دیکھیں آپ اس میں دودھ تو دوہ لیں۔ (یعنی دودھ اس میں ہے ہی نہیں۔ کیا دوہیں گے؟) آپ نے اس بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا۔ اور بسم اللہ کہی۔ اور دعا کی ام معبد کے لئے بکری کے حق میں۔ بس پاؤں کھولے بکری نے دودھ دوہانے کے لئے سامنے حضرت کے، اور دودھ دیا اور جگالی کرنے لگی، پس منگوایا حضرت نے ایسا باسن کہ سیراب کرے ایک گروہ کو۔ پھر دوہا اس برتن میں دودھ خوب بہتا ہوا۔ یہاں تک کہ اوپر آگئی اس کے جھاگ دودھ کی۔ پھر حضورؐ نے پلایا وہ دودھ ام معبد کو۔ یہاں تک کہ سیراب ہوئی وہ۔ اور پلایا اپنے ساتھیوں کو یہاں تک کہ سیراب ہوئے۔ پھر پیا حضورؐ نے بعد سب کے۔ پھر دوہا اس میں دوسری بار، یہاں تک کہ برتن بھر گیا۔ پھر باقی چھوڑا دودھ ام معبد کے پاس (تاکہ دکھائے وہ اپنے خاوند کو معجزہ حضرت کا۔ اور بیعت لی حضورؐ نے ام معبد سے اسلام پر) پھر کوچ کیا ام معبد کے پاس سے۔ (مشکوٰۃ باب المعجزات)

بدر میں مشرک مردوں کو سنایا

غزوہ بدر میں ستر کافر مارے گئے تھے۔ فَجُعِلُوْا فِيْ بِئْرٍ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ "پس ڈالے گئے وہ کنوئیں (ویران) میں بعضے ان کے بعض پر" یعنی ابوجہل اور اس کے سب ساتھیوں کی نعشوں کو ایک ویران کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيْهِمْ۔ "پھر چلے حضورؐ یہاں تک کہ پہنچے طرف ان کے"

یعنی حضورؐ اس کنوئیں پر تشریف لے گئے جس میں جہنمی اشقیا پڑے ہوئے تھے۔

فَقَالَ يَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ وَيَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ حَقًّا۔ "اے فلانے بیٹے فلانے کے، اور اے فلانے بیٹے فلانے کے (بتاؤ) آیا حق پائی تم نے وہ چیز کہ وعدہ کی تم سے اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے" یعنی مخالفت اور بغاوت پر جس عذاب کا وعدہ تم سے اللہ اور اس کے رسولؐ نے کیا تھا۔ کیا تم نے وہ عذاب پالیا ہے۔ آگ میں جل رہے ہو؟ مزا چکھ لیا۔ خدا رسول کی موعودہ سزا کا؟ ۔ فَإِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِيَ اللّٰهُ حَقًّا۔ "پس بے شک میں نے حق پائی وہ چیز (فتح ونصرت) کہ وعدہ کی مجھ سے میرے اللہ نے" یعنی جس فتح ونصرت، کامیابی اور کامرانی کا وعدہ اللہ نے میرے ساتھ کیا تھا میں نے وہ وعدہ حق حق پالیا ہے۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تُكَلِّمُ أَجْسَادًا لَا أَرْوَاحَ فِيْهَا۔ "اے اللہ کے رسولؐ! کس طرح کلام کرتے ہیں آپ بدنوں سے کہ نہیں ہیں روحیں ان میں" یعنی حضورؐ! آپ اِن مردوں سے باتیں کرتے ہیں۔ کیا یہ سنتے ہیں آپ کی باتیں۔ اور مردے بھی ہیں کافر مشرک جہنمی؟ ۔ حضورؐ نے جواب دیا ۔ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُوْلُ مِنْهُمْ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ أَنْ يَّرُدُّوْا عَلَيَّ شَيْئًا ۔ "نہیں تم زیادہ سننے والے ان سے واسطے اس چیز کے کہ کہتا ہوں میں، ہاں وہ طاقت نہیں رکھتے یہ کہ جواب دیں مجھ کو کچھ" (مشکوٰۃ باب المعجزات)

یعنی اے عمرؓ! یہ مشرک مردے زیادہ سننے والے ہیں تم سے، البتہ میری باتوں کا جواب نہیں دے سکتے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ کے حضورؐ کا کلام ان کو سنوا دیا۔ تاکہ جلتی پر تیل کا کام دے۔ انہیں عذاب کے اندر حسرت اور افسوس آئے کہ ہم نے خدا اور اس کے رسول کے وعدوں کا کچھ پاس نہ کیا۔ مخالفت اور معاندت کرتے رہے۔ آخر عذاب میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ حضورؐ ان کو فرما رہے ہیں کہ بتاؤ عذاب

میں مبتلا ہوتے ہو۔ خدا اور رسول کے دیئے ہوئے وعدے کو برحق پا لیا ہے؟ سزا بھگت رہے ہو نا! ۔ آگ میں جل رہے ہو نا! ۔

یعنی یہ معجزہ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ کہ اللہ نے وقتی طور پر اُن مردوں کو اپنے رسول کی باتیں سنوا دیں۔ اور یہ حدیث محدثین باب المعجزات میں لاتے ہیں۔ تاکہ مردوں کو سنانا آپ کا معجزہ قرار پائے۔

قبروں کی دکان داری

غالی مشرک بدر کے کافر مُردوں کے سننے کو دلیل بنا کر کہتے ہیں۔ کہ عام مردے سنتے ہیں، اولیاء اللہ قبروں میں سنتے ہیں۔ بزرگوں کی قبروں پر جاؤ۔ انہیں اپنے دکھڑے سناؤ۔ وہ سنیں گے اور حاجت روائی کریں گے۔ یا خدا سے کرا دیں گے۔ یہ ہے دین میں دھونس اور دھاندلی۔ کہ رسول اللہ کے معجزے کا لیبل لگا کر قبروں کی دوکان داری چلاتے ہیں، کہ مردے سنتے ہیں۔ ان کو سناؤ۔ اور مرادیں پاؤ۔ سنئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی معجزہ ہے کہ حضورؐ کی انگلیوں سے چشموں کی مانند پانی جاری ہوا۔ کیا غالی بھی اپنی انگلیوں سے پانی جاری کریں گے؟

حضورؐ کا معجزہ شق القمر ہے۔ کیا غالی بھی چاند کی طرف انگلی کے اشارے کریں گے۔ کہ چاند شق ہو؟

پیچھے آپ حضورؐ کا معجزہ پڑھ آئے ہیں۔ کہ ایک پیالہ مالیدہ کا آپ کے معجزے سے تین سو آدمی کھا گئے۔ لیکن پیالہ اسی طرح بھرا رہا۔ کیا غالی بھی حلوے کا پیالہ تین سو آدمیوں کو کھلائیں گے؟

حضورؐ کا معجزہ ہے۔ کہ کھجور کے ڈھیر پر بیٹھ کر جابرؓ کے قرض خواہوں کو ان کا قرض ماپ ماپ کر دیتے گئے۔ سب قرض ادا ہو گیا۔ لیکن ڈھیر سے ایک کھجور کم نہ ہوئی۔ کیا غالی پیر بھی حضورؐ کے معجزے پر عمل کرتے ہوئے اپنے کسی مرید کا پانچ یا دس ہزار روپیہ

قرض اس طرح ادا کرا دے گا۔ کہ ایک ہزار روپیہ کے نوٹوں کی ڈھیری لگا کر اس پر بیٹھ جائے، اور مرید کے قرض خواہ کو بلا کر پانچ یا دس ہزار روپیہ گن کر دیدے، اور ہزار روپیہ کے نوٹوں کی ڈھیری سے ایک روپیہ بھی کم نہ ہو۔ کیا کوئی غالی ایسا کرنے کو تیار ہے؟؟

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے درختوں کو بلایا۔ وہ خدمت میں حاضر ہو گئے۔ جب فرمایا۔ واپس اپنی جگہ پر چلے جاؤ۔ وہ واپس چلے گئے۔ یہ حضورؐ کا معجزہ ہے، کیا تم بھی حضورؐ کے معجزے کی نقل کرتے ہوئے درختوں کو بلاؤ گے؟

الحاصل تم حضورؐ کے کسی معجزے پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہو۔ اور نہ معجزے امت کے عمل کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ لیکن کیا وجہ ہے۔ کہ بدر کے کافر اور مشرک مُردوں کے معجزے کو دلیل بنا کر تم اپنے مُردوں کو سنانے لگے ہو؟

بدر کے مُردوں کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزے کے سنایا۔ یعنی اللہ نے سنوا دیا۔ کیا کسی غیر نبی یعنی کسی صحابی نے بھی کسی مردے کو سنایا، یا کہا کہ مردے سنتے ہیں؟

سچی بات اور سچا عقیدہ یہی ہے۔ کہ مردے نہیں سنتے۔ قرآن کہتا ہے۔

وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ (پ۲۲ ع ۱۵)

"اور نہیں ہے تو سنانے والا ان شخصوں کو کہ بیچ قبروں کے ہیں"

اب قرآن نے فیصلہ کر دیا۔ کہ اہل قبور نہیں سنتے۔ مردے نہیں سنتے۔

معجزہ طعام

حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ وہ طعام طلب کرتا تھا۔

فَاَطْعَمَهٗ شَطْرَ وَسْقَ شَعِيْرٍ۔ حضورؐ نے اس کو آدھا وسق جو کا دیا۔ فَمَا زَالَ الرَّجُلُ يَاْكُلُ مِنْهُ وَامْرَاَتُهٗ وَضَيْفُهُمَا حَتّٰى كَالَهٗ فَفَنِيَ۔ پس وہ شخص

ہمیشہ کھاتا رہا اس میں سے، اور بیوی اس کی، اور مہمان ان کے، یہاں تک کہ ناپا اس شخص نے کہ باقی رہا تھا کھانے سے۔ پس تمام ہو گیا جلدی "

حضورؐ کے عطا کردہ طعام کو میاں بیوی اور ان کے مہمان مدتوں کھاتے رہے۔ وہ ختم نہ ہوتا تھا۔ آخر ایک دن اس طعام کو جو کھانے سے بچ گیا تھا۔ اس شخص نے ناپا کہ دیکھیں سیر ہے یا دو سیر ہے۔ ناپنے کی دیر تھی کہ وہ جلد ہی ختم ہو گیا۔

پھر وہ شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور صورتِ حال عرض کی۔ فرمایا حضور انورؐ نے ۔ لَوْ لَمْ تَكِلْهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ وَلَقَامَ لَكُمْ۔ اگر نہ ناپتا تو اس کو، تو البتہ کھاتے رہتے تم اور تمہاری بیوی اور مہمان تیرے اس میں سے ہمیشہ، اور البتہ باقی رہتا وہ تمہارے لئے۔ (صحیح مسلم)

یعنی اگر وہ شخص نہ ناپتا۔ تو وہ طعام عمروں تک چلتا۔ ختم ہوتا ہی نہ۔

درخت نے کلمہ شہادت پڑھا

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کے ساتھ تھے۔ پس آیا ایک اعرابی (گنوار) آپ کے پاس، جب وہ حضورؐ کے نزدیک ہوا۔ تو آپ نے اس کو فرمایا۔ کیا تو گواہی دیتا ہے اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اکیلا ہے وہ، نہیں کوئی شریک اس کا، اور اس بات کی کہ محمدؐ بندہ اس کا ہے اور رسول اس کا۔ کہا اس گنوار نے کہ کون ہے جو گواہی دے اوپر اس چیز کے کہ کہتے ہو تم (یعنی تمہارے دعوٰے رسالت پر کوئی چیز غیر جنس انسان کے بطور معجزہ کے گواہی دے۔) قَالَ هٰذِهِ السَّلَمَةُ ۔ آپ نے فرمایا، یہ کیکر کا درخت گواہی دے گا۔ پس حضورؐ نے بلایا اس درخت کو، جب کہ آپ نالہ کے کنارے ٹھیرے ہوئے تھے۔ پس آیا۔ وہ درخت زمین کو پھاڑتا ہوا۔ یہاں تک کہ کھڑا ہوا حضورؐ کے روبرو۔ پس گواہی طلب کی حضورؐ نے اس سے تین بار۔ پس گواہی دی

درخت نے تین بار۔ کہ واقع میں اسی طرح ہے جس طرح حضرت نے کہا ہے۔ کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہ درخت لوٹ گیا۔ اپنے اگنے کی جگہ پر یعنی جہاں سے آیا تھا۔

(مشکوٰۃ شریف بحوالہ دارمی)

خوشہ کھجور نے رسالت کی گواہی دی

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ایک اعرابی حضورؐ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کس دلیل سے جانوں میں کہ تم نبی ہو؟ آپ نے فرمایا۔ اس دلیل سے جان کہ بلاؤں میں اس خوشہ کو اس کھجور کے درخت سے اس حال میں کہ گواہی دے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ پس بلایا اس خوشہ کو حضورؐ نے۔ پس اترنے لگا وہ خوشہ کھجور سے۔ یہاں تک کہ گرا وہ زمین پر طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، یعنی اور گواہی دی۔ پھر فرمایا حضرت نے لوٹ جا۔ پس چلا گیا وہ جہاں سے آیا تھا۔ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِیُّ۔ پس وہ اعرابی اسلام لایا۔ (مشکوٰۃ شریف)

غزوہ خندق میں معجزے کا ظہور

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ہم صحابہ روز خندق کے (مراد غزوہ احزاب ہے) کھودتے تھے خندق دگرد مدینہ کے درمیان اپنے اور درمیان دشمن کے) پس نمودار ہوا ایک پتھر سخت، آئے صحابہ حضورؐ کے پاس اور عرض کیا۔ کہ یہ پتھر سخت ظاہر ہوا ہے خندق میں (اور ہم سے نہیں ٹوٹتا) فَقَالَ اَنَا نَازِلٌ — فرمایا آپ نے۔ میں اتروں گا خندق میں (پتھر توڑنے کے لئے) پھر کھڑے ہوئے حضرت اور پیٹ آپکا بندھا ہوا تھا ساتھ پتھر کے (بہ سبب شدت بھوک کے) اور ہم سب صحابہ کا یہ حال تھا کہ تین دن سے کوئی چکھنے والی چیز نہیں چکھی تھی۔ (یعنی تین دن کے بھوکے تھے) پس لیا حضرت نے کدال اور مارا اس پتھر پر پس ہو گیا وہ سخت پتھر ریت پھسلتی۔ جابرؓ کہتے ہیں، کہ میں اپنے گھر گیا۔ اور بیوی (نام اس کا سہیلہ بنت معوذ انصاریؓ تھا)

سے کہا۔ کیا ہے تمہارے پاس کچھ (یعنی کھانے کی چیز) کہ میں نے دیکھا ہے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم پر اثر بھوک شدید کا۔ پس نکالا اس نے ایک تھیلا جس میں ساڑھے
تین سیر کے قریب جو تھے۔ اور ایک بکری کا بچہ تھا پلا ہوا گھر کا۔ میں نے اسے ذبح کیا۔
اور بیوی نے پیسے جو۔ گوشت ہانڈی میں ڈالا (پکنے کے لئے) اور میں پھر آیا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ اور چپکے سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ذبح کیا ہے میں
نے بکری کا بچہ۔ اور ساڑھے تین سیر جو پیسے ہیں میری بیوی نے۔ (یعنی اس قدر کھانا
حاضر ہے) فَقَالَ اَنْتَ وَ نَفَرٌ مَعَكَ ۔عرض ہے، کہ آپ اور کچھ آدمی آپ کے
ساتھ تشریف لے چلیں (کھانے کے لئے)۔ فَصَاحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا صَنَعَ سُوْرًا فَحَيَّ هَلًا بِكُمْ ۔ پس آواز دی۔
حضورؐ نے کہ اے اہل خندق تحقیق تیار کی ہے جابرؓ نے ضیافت۔ پس جلدی چلو تم۔ اور
(جابرؓ کو) فرمایا۔ نہ اتارنا تم ہانڈی اپنی اور نہ پکانا آٹا۔ یہاں تک کہ آؤں میں، پس
تشریف لائے حضورؐ۔ پس نکال لایا میں آپ کے سامنے آٹا گندھا ہوا۔ پس ڈالا
اس میں آب دہن آپ نے (اس آب دہن کی پاکیزگی پر دونوں جہانوں کی پاکیزگی
قربان) اور برکت کی دعا کی اس کے لئے۔ پھر قصد کیا ہماری ہانڈی کی طرف، پس
آب دہن ڈالا اس میں اور برکت کی دعا کی، پھر فرمایا بیوی میری کو۔ کہ بلا روٹی پکانے
والی کو کہ پکا دے وہ ساتھ تیرے۔ پھر (لوگوں کے کھانے کے لئے) نکال گوشت ہانڈی
اپنی سے ساتھ چمچے کے۔ اور نہ اتار ہانڈی کو چولہے پر سے (لوگ کھانا کھانے گئے) کہا
جابرؓ نے یہ اہل خندق ہزار مرد تھے۔ (تین روز کے بھوکے)۔ پس قسم کھاتا ہوں میں
اللہ کی۔ کہ کھایا سب نے (اس کھانے میں سے) اور باقی چھوڑا اس کو اور پھرے
اس حال میں کہ ہانڈی ہماری جوش مارتی تھی۔ جیسے کہ تھی۔ اور آٹا ہمارا پکایا جاتا تھا۔
جیسے کہ تھا۔ (بخاری۔ مسلم)

یہ ہے منبع البرکات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا برکتوں بھرا معجزہ کہ ایک صاع جَو اور بکری کے چھوٹے سے بچہ کا چار پانچ سیر گوشت ایک ہزار آدمی تین دن کے بھوکے کھا گئے، اور ہانڈی کے گوشت اور آٹے گندھے ہوئے میں ذرا کمی نہ آئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ؎

منزل ہے تری غارِ حرا، سدرہ و قوسین
چوکھٹ پہ تری نغمہ سرا عظمتِ دارین (ثمر)

معجزہ شق القمر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارے سے چاند کا دو ٹکڑے ہونا یقیناً واقع ہوا۔ جو روایات متواترہ اور اسانید صحیحہ سے ثابت ہے، اور علمائے امت بالاجماع متفق ہیں۔ کہ معجزۂ شق القمر ضرور ظہور پذیر ہوا۔ اور یہ حضور کے معجزات قاہرہ میں ایک معجزہ تھا۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ (پ ۲۷ ع ۸)

"نزدیک آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند، اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی (معجزہ) منہ پھیر لیویں، اور کہیں یہ جادو ہے چلا آتا۔ اور جھٹلایا انہوں نے (معجزہ) اور چلے اپنی خواہشوں پر اور ہر کام (کا وقت) ٹھیرا ہوا ہے"

قریب آ گئی قیامت اور حالانکہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہونا قرب قیامت کی نشانی ہے، تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ جو ہجرت سے پانچ برس پہلے مکہ والوں کی ــــ

درخواست پر ظہور میں آیا۔

ایام حج میں منیٰ کے مقام میں ابوجہل وغیرہ کفار نے لوگوں کو گمراہ کرنے اور سیدھے راستہ سے روکنے کے لئے کہا۔ کہ اگر یہ چاند دو ٹکڑے ہو جائے۔ تو ہم تمہاری نبوت پر ایمان لے آئیں گے، حضورؐ کی بہت آرزو تھی۔ کہ یہ لوگ ایمان لے آئیں، اور دوزخ سے بچ جائیں۔ اس لئے آپ نے دعا فرمائی۔ اور انگلی سے اشارہ کیا۔ تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور ہر ایک ٹکڑا علیحدہ علیحدہ تھا۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ سنایا۔ اور آفتاب قریب غروب کے ہو گیا۔ کہ اس سے فقط ایک کنارہ باقی رہا تھا۔ پس آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اس پاک اللہ عزوجل کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ (سنو!) دنیا میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے، وہ گزرے ہوئے زمانے سے ایسی ہی نسبت رکھتا ہے، جیسے تمہارے اس دن میں سے یہ حصّہ باقی ہے انسؓ نے کہا۔ کہ ہم لوگ اس وقت آفتاب کو بہت خفیف دیکھتے تھے۔ (ابن کثیر)

مطلب یہ ہے، کہ چاند کا پھٹنا قرب قیامت کی نشانی ہے، چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور قیامت اب اتنی قریب آگئی ہے۔ کہ جیسے سارا دن گزرنے کے بعد سورج غروب کے بالکل قریب ہو جاتا ہے۔ بس یوں سمجھو کہ اب جلد ڈوب جائے گا۔ یعنی زمانے کا اکثر حصّہ گزر چکا ہے۔ عصر کا وقت آگیا ہے۔ لہذا قیامت سر پر سمجھو!

عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے خطبہ سنایا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس طرح خطبہ سنایا تھا۔ کہ پہلے اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا کی۔ پھر فرمایا۔ کہ تم آگاہ ہو۔ کہ دنیا نے اپنے منقطع ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ اور اپنی پیٹھ پھیر لی ہے۔ اور اس میں صرف ایک ٹپہ باقی رہ گیا ہے، جیسے کھانے کے بعد آدمی اپنا برتن پونچھتا ہے، اور تم لوگ اس

دنیا سے ایسے جہان میں منتقل ہونے والے ہو۔ جس کو زوال نہیں ہے، پس جہاں تک تم سے ممکن ہو۔ بہتری لے کر منتقل ہو۔ (ابن کثیر)

ابو عبدالرحمٰن السلمی نے کہا۔ کہ ہم لوگ جہاد میں مدائین میں اترے، اور ہم وہاں سے ایک فرسنخ فاصلہ پر تھے۔ کہ جمعہ کا روز آیا۔ تو میں اپنے والد کے ساتھ جمعہ کی نماز میں مدائین حاضر ہوا۔ وہاں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ہم کو خطبہ سنایا۔ کہ اے لوگو! (سنو) اللہ فرماتا ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ آگاہ ہو کہ قیامت قریب آگئی ہے۔ اور آگاہ ہو کہ چاند دو ٹکڑے ہو چکا۔ اور آگاہ ہو۔ کہ دنیا نے اپنے گزر جانے کا اشتہار دے دیا۔ اور آگاہ ہو۔ کہ آج کوشش کا دن ہے۔ اور کل سبقت کا دن ہے (ابن جریر)

مذکورہ حدیثوں میں دنیا کے جلد گزر جانے کا بیان ہے، کہ دنیا کی عمر اب بالکل تھوڑی رہ گئی ہے۔ وہ بہت بوڑھی ہو گئی ہے۔ اور کچھ وقت کی مہمان ہے، یہ کیسے پتہ چلا؟ شق القمر کے معجزے سے پتہ چلا۔ کہ قیامت قریب ہے۔ اور دنیا ختم ہونے والی ہے۔

چاند دو ٹکڑے ہو گیا

امام احمد، بخاری، مسلم نے بطریق متعددہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کی ہے۔ کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی، کہ ہم کو معجزہ دکھلایئے، پس حضورؐ نے چاند دو ٹکڑے کر کے ان کو دکھلایا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے کوہِ حرا کو دونوں ٹکڑوں کے درمیان میں دیکھا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اقتربت الساعة وانشق القمر۔ (الترمذی وغیرہ)

اس روایت میں صریح ہے۔ کہ چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان اس قدر فاصلہ تھا۔ کہ کوہِ حرا بیچ میں آگیا۔

بخاری۔ مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند دو ٹکڑے ہوا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تم لوگ دیکھ لو۔

ابن مسعودؓ سے دوسری روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے ہم نے مکہ میں چاند کو دو ٹکڑے دیکھا۔ ایک ٹکڑا ابو قبیس پر تھا اور دوسرا سویدا پر تھا۔ اور اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔

ابن جریرؒ نے دوسری اسناد سے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی۔ کہ ہم لوگ مقام منیٰ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پس آپ کے معجزے سے چاند دو ٹکڑے ہوا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم لوگ اس کے مشاہدہ کے گواہ رہو۔ (ابن جریرؒ)

ابوداؤد الطیالسی نے باسناد صحیح روایت کی۔ کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یعنی ہجرت سے قبل جب کہ اسلام ظاہر نہ تھا۔ آپ کے معجزہ سے چاند دو ٹکڑے ہوا۔ پس قریش نے کہنا شروع کیا۔ کہ محمدؐ نے ہم پر سحر کیا۔ پھر بعضے لوگ کہنے لگے۔ کہ جو مسافر آئیں۔ ان کا انتظار کرو۔ کیونکہ محمدؐ میں یہ طاقت نہیں ہے۔ کہ تمام جہاں پر سحر کریں۔ پھر انہوں نے انتظار کیا۔ تو جتنے مسافر آئے۔ انہوں نے یہ عجیب واقع (شق القمر) بیان کیا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضؓ نے مسلمان ہونے کے بعد جب حج کیا۔ تو مقام منیٰ میں، لوگوں سے یہ حدیث بیان کی۔ اور لوگوں کو اشارہ سے بتلایا۔ کہ چاند کا ایک ٹکڑا، اس پہاڑ پر تھا۔ اور دوسرا اس پہاڑ پر تھا۔ (بیہقی)

یعنی شق القمر کے وقت حضرت جبیر بن مطعم رضؓ مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور انہوں نے اس وقت چاند دو ٹکڑے ہوتا دیکھا۔ اب جب مسلمان ہو گئے اور مقام منیٰ میں ہیں۔ تو لوگوں کو بتلاتے ہیں۔ کہ میں نے اس مقام پر چاند کو دو ٹکڑے ہوتا دیکھا تھا۔ یعنی میں اس وقت یہاں موجود تھا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے

اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا تھا۔

الحاصل چاند کا دو ٹکڑے ہونا تواتر سے ثابت چلا آرہا ہے لیکن کفار نے ازراہِ عناد کہا۔ کہ یہ جادو ہے، اور ہماری آنکھوں پر نظر بندی کی گئی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝

" اور اگر دیکھیں کوئی نشانی (یعنی معجزہ) منہ پھیر لیں اور کہیں۔ یہ جادو ہے چلا آتا۔ یعنی سدا سے ہوتا چلا آیا ہے "

وَکَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَھْوَآءَھُمْ وَکُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝

" اور جھٹلایا انہوں نے (معجزہ) اور چلے اپنی خواہشوں پر۔ اور ہر کام (کا وقت) ٹھیرا ہوا ہے۔

یعنی کافروں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس معجزے کو اچھی طرح مشاہدہ کرنے کے باوجود جھٹلایا۔ اور اپنی نفسانی خواہشات جن کو شیطان نے دلوں میں رچایا تھا۔ ان کے پیچھے چلے، اور کہنے لگے، کہ یہ جادو ہے۔ اور ایمان نہ لائے۔ وَکُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر بات کو مقدر فرمایا ہے۔ جن کافروں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان پیدا کرنا مقدر نہیں کیا۔ وہ اس کو ماننے والے نہ تھے۔ بلکہ جو امر شیطان کی جانب سے ان کے دلوں میں رچ گیا۔ اسی کو اختیار کرنے والے ہوئے اس میں اہل سعادت کے واسطے بھی بشارت ہے کہ ان کے دلوں میں یہ معجزہ جم گیا پس ہر امر مستقر ہے۔ یعنی ہر امر کے واسطے جہاں استقرار مقدر فرمایا ہے۔ وہاں مستقر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق اور ایمان نے اہل سعادت کے دل میں استقرار پایا۔ اور اس معجزہ کی تکذیب نے کافروں کے دل میں سیاہی پھیلائی۔ اور ہر امر اپنے اپنے موقع پر ٹھیرا۔

تو معجزہ شق القمر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی رسالت پر برہانِ ناطق اور گواہ صادق ہے، اور حضورؐ کی لامثال بزرگی شان اور مرتبہ کے تاج میں چمکتا ہیرا ہے۔ اور آپ کے جمال کا وہ نور ہے جس سے اہل ایمان کے سینے منور ہیں۔ ؎

رسولِ مجتبےٰ کہیئے، محمدؐ مصطفےٰ کہیئے
خدا کے بعد بس وہ ہیں، پھر اس کے بعد کیا کہیئے

جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش ہو جائے
جب ان کا نام آئے، مرحبا صلّ علےٰ کہیئے

مرے سرکار کے نقشِ قدم شمع ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستا کہیئے

محمدؐ کی نبوت دائرہ ہے نورِ وحدت کا
اسی کو ابتدا کہیئے، اسی کو انتہا کہیئے

مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رکتے
مری آنکھوں کو ماہرؔ چشمۂ آبِ بقا کہیئے

معراجِ مصطفےٰ

صلے اللہ علیہ وسلم

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفےٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں (اقبالؒ)

جس طرح معجزہ شق القمر وہ اعجاز ہے، کہ جس پر نہ صرف انسان ہی محوِ حیرت ہیں، بلکہ جنوں اور فرشتوں کا علم و طاقت بھی اس کے سامنے حیرت فروش ہیں، اور اور جس ہستی اقدس سے خدا کا یہ فعل ظہور میں آیا۔ اس کی رسالت اور نبوت کا مقام و مرتبہ اور ذات اقدس کا با برکت سراپا ہر وقت سلام و صلوٰۃ کا سزاوار ہے۔ کہ ان کے وجود مقدس سے افتخارِ آدمیت ہے۔ ہم اللہ تعالےٰ کا اس کی ازلی ابدی شان کے لائق شکر کرتے ہیں۔ کہ اس نے ہم انسانوں کی جنس میں سے ایک انسان، کامل انسان، کو چن کر اسے عبدہٗ و رسولہٗ بنا کر مراتب علیا کا نورانی لباس پہنا کر ہماری ہدایت کے

لئے مبعوث فرمایا۔ اگر غیر بشر رسول ہوتا۔ تو ہم اس سے خاک بھی فائدہ نہ اٹھاتے نہ دنیا کا نہ دین کا۔ اس معجزوں والے بشر رسول پر بارش کے قطروں برابر درود وسلام ہو۔ سہ

بشارت دی مسیحا نے کلیم اللہ نے تیری
ہُوا آمد سے پہلے شور تیری آمد آمد کا

واقعہ معراج کے سامنے عقلیں عاجز ہیں۔

عروج کے معنے ہیں اوپر چڑھنا۔ اور معراج اوپر چڑھنے کا آلہ۔ یعنی سیڑھی۔ یعنی معراج حضور انور کے لئے سیڑھی ہے، جس پر سے آسمانوں پر چڑھے۔ اور معراج کے متعلق مشہور یہ ہے۔ کہ بارھویں سال نبوت کے ستائیسویں رجب کو ہوئی تھی۔

واضح ہو۔ کہ مسجد الحرام سے مسجد اقصےٰ تک اسرا ٔ ہے، اور مسجد اقصےٰ سے آسمانوں تک معراج ہے، یہ اسراء اور معراج قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ منکر اس کا کافر، گمراہ اور بدعتی ہے۔ اور معراج جاگتے میں جسم مبارک کے ساتھ ہوئی تھی معراج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ جو کسی پیغمبر کو نہیں دیا گیا۔

اگر کوئی کہے، کہ عقل نہیں مانتی۔ کہ چند لمحوں میں مکہ سے مسجد اقصٰی، اور مسجد اقصٰی سے ساتویں آسمانوں سے بہت بہت آگے۔ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی بہت اوپر چلے جانا، اور پھر اللہ سے باتیں کرنا جنت کی سیر، اور دوزخ کو ملاحظہ کر کے واپس آجانا، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جواب یہ ہے۔ کہ یہ محیر العقول واقعہ معراج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے از خود سرانجام نہیں دیا۔ بلکہ یہ کام اللہ تعالٰے نے خود آپ کیلئے ارشاد ہوتا ہے:۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ﴿پ۱۵ ع ۱﴾

" وہ اللہ (عجز اور درماندگی سے) پاک ہے۔ جو اپنے بندے (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کو راتوں رات مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا جس کے گردا گرد ہم نے (دنیا اور دین کی) برکتیں دے رکھی ہیں۔ تاکہ ہم ان کو (اپنی قدرت کے) نمونے دکھائیں، بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔"

تو اَسریٰ کے معنے ہیں۔ اللہ لے گیا۔ یعنی معراج کا سارا واقعہ اللہ نے خود آپ سرانجام دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ اب اس بارے میں نہ تعجب کرنا چاہئے اور نہ عقل کے گھوڑے پرسوار ہو کر اسے گمراہی کے میدان میں دوڑانا چاہیئے، جو بات قرآن اور حدیث سے یعنی خدا اور رسول کی زبان سے ثابت ہو جائے۔ اسے فی الفور مان لیں۔ اور اس پر ایمان اور عقیدہ مضبوط کر لیں۔ اگر عقل مداخلت کرے، تو اسے تنہا چھوڑ کر اللہ اور رسول کی محبت کے دریا میں تیرنے لگ جائیں۔ اقبال مرحوم نے یہی بات سمجھائی ہے۔ ؎

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

یعنی اخبار غیب ہوں، معجزات ہوں، واردات وحی ہوں۔ صدق دل سے ایمان لاؤ۔ اور اگر عقل کہے۔ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو عقل کی پاسبانی سے کنارہ کر کے وحی کے فرمودات سے ہم آغوش ہو جاؤ۔ ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق ❖ عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آتش نمرود میں ڈالنے لگے۔ تو عقل نے کہا کہ آگ میں گرنے کا انجام جل جانا ہے۔ عقل لبِ بام کھڑی یہ سوچ ہی رہی تھی۔ کہ عشق بے خطر آگ میں کود پڑا۔ یعنی ایمان نے اللہ کی محبت کے جوش میں آگ میں چھلانگ لگا دی۔ اور عقل لب بام یہ تماشا دیکھتی رہی۔ تو مطلب یہ ہے، کہ عقل بے شک ایک نور ہے۔ قرآن میں اس کی تعریف آئی ہے۔ لہٰذا تمام دین و دنیا کے کاموں میں عقل سے کام لینا چاہیئے۔ بے عقل لوگ قابلِ مذمت ہیں۔ اور عقلمند قابلِ تعریف ہیں۔ عقل سے گمراہی کی بے شمار گتھیاں سلجھتی ہیں۔ عقلمند تو میں کہکشاں گیر ترقیاں کرتی ہیں۔ سائنس کی لاکھوں ایجادیں عقل کی مرہون منت ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ عقل مخلوق ہے۔ مغیبات خداوندی۔ اسرار الٰہی، وحی کے اعجاز، اور معجزات اس کے تابع نہیں ہیں۔ اور نہ یہ ان کا احاطہ کر سکتی ہے، اس لئے ان پر عقل سے مشورہ کئے بغیر ایمان لانا چاہیئے۔ اگر آپ عقل کے کہنے پر معجزات کا انکار کر دیں گے۔ تو ایمان برباد کریں گے۔ اقبال مرحوم نے کیسے دلکش انداز میں یہ بات بیان کی ہے

شعر

خرد سے راہرو روشن بصر ہے　　　خرد کیا ہے؟ چراغِ رہگذر ہے
درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا　　　چراغِ رہگذر کو کیا خبر ہے

مسافر سفر میں عقل کے باعث روشن بصر ہے۔ عقل ہی راہی کی بصارت کا نور ہے، تو پھر عقل کیا ہے؟ چراغِ رہگذر ہے۔ راستے کا چراغ ہے۔ لیکن اس چراغِ رہگذر کو کیا خبر ہے۔ کہ درونِ خانہ کیا کیا ہنگامے ہیں؟ درونِ خانہ ہنگاموں سے مراد اسرار الٰہی اخبار غیب، وحی کی واردات اور معجزات ہیں۔ عقل کو ان درونِ خانہ ہنگاموں کی کچھ خبر نہیں۔ ان درونِ خانہ ہنگاموں کی خبر وحی سے ملتی ہے، اور وحی قرآن ہے۔ اور حدیث رسولؐ ہے۔ پس جو اخبار غیب، معجزات اور خرق عادت باتیں قرآن

اور حدیث سے ثابت ہوں عقل کی پروا کئے بغیر ان پر ایمان لے آنا چاہیئے ۔ اگر ہنگامہ ہائے درونِ خانہ کو سمجھنے کے لئے آپ عقل سے کام لیں گے۔ تو آپ کو عقل گمراہ کر دے گی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے، کہ عقل کے پتلے ۔ فلسفی سوچ سوچ کر خدا کا ہی انکار کر دیتے ہیں۔ اور دہریہ ہو جاتے ہیں۔ ڈاکو اور چور عقل کو استعمال کر کے ہی حیران کن وارداتیں کرتے ہیں۔ تو ؎

ع عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے

اس لئے ؎

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے (اقبالؒ)

واقعہ معراج کے متعلق ابو جہل نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہا ۔ کہ دیکھو تمہارا محمّد (صلے اللہ علیہ وسلم) کہتا ہے ۔ کہ وہ رات کے چند لمحوں میں ساتوں آسمانوں اور ان سے آگے سے ہو کر آ گیا ہے، یہ عقل سے کوسوں دور بات بھی تم اس کی مان لو گے؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ چونکہ یہ بات محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے کہی ہے ۔ اس لئے میں اس پر زبردست یقین کے ساتھ ایمان لاتا ہوں ۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ کو صدیقیت کا تمغہ جنت عطا ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ۔

تو عقل کے ساتھ محبت، عشق اور جنون بھی لازم ہے۔ اخبار وحی میں جہاں عقل متردّد ہوتی ہے۔ وہاں محبت اور عشق ہی کام آتے ہیں۔ محبت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ محبوب کی ہر ادا پر جان قربان کرے ۔ اس کے ہر حکم پر بغیر مشورے کے قربان ہو جا یہی مطلب ہے اس ارشاد خداوندی کا :۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط (پ۲ ع ۴)

"اور جو ایمان والے ہیں۔ ان کو سب سے بڑھ کر اللہ کی محبت ہوتی ہے"۔

یعنی مومن موحد اللہ کی محبت میں سب کچھ کر گزرتا ہے۔ خواہ دو جہان اس کے راستے میں روک بن جائیں۔ جب محبوب کی محبت انتہا کو پہنچ جائے۔ تو پھر عشق شروع ہوتا ہے، جب عشق کی انتہا ہوتی ہے۔ تو پھر جنوں کی ابتدا ہوتی ہے، جب مرد مومن صاحب جنوں ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ اشد حبا للّٰہ کی مے اپنے پیارے رسول کے ہاتھوں پی کر عقل عیار سے بے نیاز ہو کر صرف محبوب کا ہی ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ مولا کے حکموں فرمانوں، اشاروں، اور اداؤں پر مرنا مٹنا ہی جانتا ہے۔ اور سب کچھ بھول جاتا ہے یہی مضمون علامہ اقبالؒ نے ادا کیا ہے۔ سہ

عقل کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

تو اس مادی دورِ الحاد میں مسلمان کو صاحب جنوں بن کر اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسولؐ (جو خدا کی وحی سے بولنے والے ہیں) کی باتوں پر ایمان لانا چاہیئے۔ اب معجزۂ معراج صاحبِ معراج حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنیں اور کیف ایمان پائیں۔

معجزہ معراج بزبان صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس بن مالک، مالک بن صعصعہ، سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے سامنے شب اسرا (معراج) کا واقعہ اس طرح بیان کیا۔ فرمایا۔ کہ میں حطیم میں تھا۔ کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا۔ پس اس نے (میرا سینہ) یہاں سے یہاں تک چاک کر ڈالا۔ (یعنی حلقوم سے زیر ناف تک) تو اس نے میرا قلب نکالا۔ پھر ایمان سے بریز ایک سونے کا طشت میرے پاس لایا گیا۔ پس میرا دل دھویا گیا۔ پھر (وہیں) رکھ دیا گیا۔ پھر میرے پاس خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا ایک جانور لایا گیا۔ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا۔ وہ براق تھا؟ تو انس نے کہا۔

ہاں! ۔ وہ اپنے منتہائے قدم پر نظر رکھتا تھا۔ (فرمایا حضورؐ نے) مجھے اس پر سوار کیا گیا۔ اور وہ مجھے لے اڑا۔ حتیٰ کہ آسمان دنیا پر آیا۔ جبریلؑ نے دروازہ کھلوانا چاہا کہا گیا (یعنی آسمان کے دربانوں نے پوچھا) کون ہے یہ؟ کہا جبریل نے۔ میں جبریل ہوں کہا گیا۔ اور کون ہے ساتھ تیرے؟ کہا جبریل نے۔ ساتھ میرے محمدؐ ہیں! کہا گیا، کوئی بھیجا گیا ہے طرف ان کے؟ (یعنی محمدؐ بلائے ہوئے آئے ہیں۔ یا آپ سے؟)۔ کہا جبرائیل نے، ہاں بلائے ہوئے آئے ہیں! کہا فرشتوں نے۔ مرحبا محمدؐ کو۔ آپ کی تشریف آوری کتنی مبارک ہے، پس کھولا گیا دروازہ۔ جب میں اندر پہنچا۔ تو وہاں حضرت آدمؑ کو دیکھا۔ جبریل نے کہا۔ یہ آپ کے والد آدم ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اور کہا اے نبی صالح اور پسر صالح خوش آمدید۔

پھر جبریل اوپر کو چلے۔ حتیٰ کہ دوسرے آسمان پر پہنچے۔ اور دروازہ کھلوانا چاہا۔ کہا گیا۔ کون ہے یہ؟ کہا جبریل نے۔ میں جبریل ہوں۔ پوچھا۔ تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا جبریل نے محمدؐ ہیں! کہا گیا۔ انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا جبریلؑ نے۔ ہاں! فرشتوں نے کہا۔ خوش آمدید۔ آپ کی تشریف آوری کتنی مبارک ہے! پس دروازہ کھولا گیا جب میں اندر پہنچا۔ وہاں یحییٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو دیکھا۔ اور وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبریلؑ نے کہا۔ یہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ تو انہوں نے جواب دے کر کہا۔ برادر صالح اور نبی صالح خوش آمدید۔

پھر جبریلؑ مجھے تیسرے آسمان پر لے کر چڑھے۔ اور دروازہ کھلوانا چاہا۔ پوچھا گیا۔ کون ہے؟ کہا۔ میں جبریل ہوں۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے۔ کہا جبریلؑ نے، محمدؐ ہیں۔ پوچھا گیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا۔ ہاں! ۔ کہا فرشتوں نے مرحبا۔ آپ کی تشریف آوری کتنی مبارک ہے۔ اور دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں اندر پہنچا۔ تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا۔ جبریل نے کہا۔ یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ ان کو

سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کہا۔ انہوں نے جواب دے کر کہا۔ اے برادر صالح اور نبی صالح۔ خوش آمدید۔

پھر جبریلؑ مجھے لے کر اوپر چڑھے۔ یہاں تک کہ چوتھے آسمان پر پہنچے۔ اور دروازہ کھلوانا چاہا۔ پوچھا گیا۔ کون ہے؟ جبریلؑ نے کہا۔ میں جبریل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا۔ محمدؐ ہیں! پوچھا گیا۔ انہیں بلایا گیا ہے۔ کہا۔ ہاں! فرشتوں نے کہا۔ مرحبا۔ کتنی اچھی تشریف آوری ہے آپ کی۔ پھر دروازہ کھولا گیا، جب میں اندر پہنچا۔ تو وہاں ادریس علیہ السلام تھے۔ جبریلؑ نے کہا یہ ادریسؑ ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دے کر کہا اے برادر صالح، نبی صالح۔ خوش آمدید۔

پھر جبریلؑ مجھے لے کر اوپر چڑھے۔ حتیٰ کہ پانچویں آسمان پر پہنچے، اور دروازہ کھلوانا چاہا۔ پوچھا گیا۔ کون ہے؟ کہا۔ جبریلؑ! پوچھا گیا۔ تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا۔ محمدؐ ہیں۔ پوچھا گیا۔ انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا جبریلؑ نے ہاں! کہا گیا مرحبا! آپ کی تشریف آوری کتنی اچھی ہے۔ جب میں اندر پہنچا۔ تو ہارون علیہ السلام ملے۔ جبریلؑ نے کہا۔ یہ ہارون ہیں۔ انہیں سلام کیجئے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دے کر کہا۔ خوش آمدید۔ برادر صالح۔ نبی صالح۔

پھر جبریلؑ مجھے لے کر اوپر چڑھے۔ حتیٰ کہ چھٹے آسمان پر پہنچے، دروازہ کھلوانا چاہا۔ پوچھا گیا۔ کون ہے؟ کہا میں جبریل ہوں۔ کہا گیا۔ تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا۔ محمدؐ ہیں! کہا گیا۔ مرحبا۔ آپ کا آنا مبارک ہے۔ جب میں اندر پہنچا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ملے، جبریلؑ نے کہا۔ یہ موسیٰؑ ہیں۔ انہیں سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دے کر کہا۔ مرحبا۔ برادر صالح اور نبی صالح۔

پھر جبریلؑ مجھے ساتویں آسمان پر لے گئے۔ دروازہ کھلوانا چاہا۔ پوچھا گیا۔

کون ہے؟ کہا۔ جبرئیلؑ! پوچھا گیا۔ تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کہا محمدؐ ہیں۔ پوچھا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا۔ ہاں۔ کہا گیا۔ خوش آمدید۔ آپ کی تشریف آوری کتنی مبارک ہے۔ جب میں اندر پہنچا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے۔ جبرئیلؑ نے کہا۔ یہ آپ کے باپ ہیں۔ انہیں سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دے کر کہا پسر صالح اور نبی صالح مرحبا۔

پھر میرے سامنے سدرۃ المنتہیٰ ظاہر کیا گیا۔ تو اس کے پھل (مقام) ہجر کے مٹکوں کی طرح اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح (بڑے) تھے۔ میں نے وہاں چار نہریں دیکھیں۔ پھر میرے سامنے بیت المعمور پیش کیا گیا۔ پھر شراب، دودھ، اور شہد کا ایک ایک پیالہ مجھے پیش کیا گیا۔ میں نے دودھ لے لیا۔ جبرئیلؑ نے کہا۔ یہی فطرت ہے جس پر آپ ہیں۔ اور اسی پر آپ کی امت رہے گی۔

پھر مجھ پر پچاس نمازیں یومیہ فرض کی گئیں۔ میں واپس ہوا۔ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ کو کیا ملا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ یومیہ پچاس نمازوں کا حکم ملا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ آپ کی امت یومیہ پچاس نمازیں ادا نہیں کر سکتی۔ بخدا میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر لیا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ سخت برتاؤ کیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنے پروردگار کے پاس جائیے، اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ میں واپس گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے (پہلے پانچ پھر دوسری مرتبہ پانچ یعنی کل) دس نمازیں معاف کر دیں۔ پھر میں موسےٰؑ کے پاس آیا۔ تو انہوں نے ویسا ہی کہا۔ پھر میں واپس گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے (دو مرتبہ میں) دس نمازیں معاف کر دیں پھر میں موسےٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا۔ تو انہوں نے ویسا ہی کہا۔ پھر میں گیا درگاہِ ربّ میں۔ پس اللہ نے (دو مرتبہ میں) دس نمازیں معاف کر دیں۔ پھر موسےٰ کے پاس آیا انہوں نے ویسا ہی کہا۔ پھر میں گیا اللہ کے پاس۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ساتھ دس نمازوں

کے ہر روز۔ پس آیا میں موسیٰ کے پاس۔ تو انہوں نے ویسا ہی کہا۔ پھر گیا میں اللہ کے پاس تو حکم ہوا مجھ کو یومیہ پانچ نمازوں کا حضرت موسیٰ نے پھر کہا۔ کہ اللہ سے مزید تخفیف کی درخواست کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے اللہ سے اتنی (زیادہ) درخواست کی ہے۔ کہ اب مجھے (مزید درخواست کرتے) شرم آتی ہے۔ لہذا اب میں راضی ہوں۔ اور تسلیم کرتا ہوں۔ جب میں آگے بڑھا۔ تو ایک منادی نے آواز دی۔ اَمْضَیْتُ فَرِیْضَتِیْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِیْ۔ میں (اللہ تعالیٰ) نے اپنا فریضہ جاری کر دیا۔ اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ (بخاری شریف)

معجزہ بیت المقدس

عَنْ جَابِرٍ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمَّا کَذَّبَنِیْ قُرَیْشٌ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَجَلَّی اللّٰہُ لِیْ بَیْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُھُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ ط (بخاری۔ مسلم)

"روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہ انہوں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے (حضورؐ) جب کہ جھٹلایا مجھ کو قریش نے۔ (بیچ مقدمہ اسریٰ کے۔ اور پوچھیں مجھ سے نشانیاں اس مکان کی)۔ کھڑا ہوا میں حجر (کے مقام) میں، پس ظاہر کیا اور دکھلایا مجھ کو اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس۔ پس شروع کیا میں نے کہ خبر دیتا تھا۔ قریش کو بیت المقدس کی نشانیوں سے، حالانکہ میں دیکھتا تھا طرف اس کی۔"

اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں حجر یعنی حطیم میں کھڑا تھا۔ کہ جماعت قریش کی پوچھتی تھی مجھ سے احوال شب اسرے کا۔ پس پوچھیں مجھ سے نشانیاں اور چیزیں بیت المقدس کی، کہ یاد نہیں رکھتا تھا میں ان کو۔ پس میں غمگین ہوا ایسا کہ ہرگز نہ غمگین ہوا تھا میں مانند اس کے (کبھی) فَرَفَعَہُ اللّٰہُ لِیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ مَا یَسْأَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَنْبَأْتُھُمْ

"پس بلند کیا اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس کو میرے لئے اس حال میں کہ دیکھتا تھا میں اس کو۔ (یعنی بلند اور نزدیک کیا اس کو، اور اٹھایا پردہ درمیان سے تا دیکھوں اس کو اور بتاؤں لوگوں کو جو پوچھیں) جیسے کہ فرماتے ہیں۔ نہیں پوچھتے تھے قریش مجھ سے کچھ مگر کہ خبر دیتا تھا میں ان کو"

(صحیح مسلم)

یعنی کفار قریش امتحاناً آپ سے پوچھنے لگے۔ کہ اگر تم رات کو بیت المقدس گئے ہو تو اس مقام کی نشانیاں بتاؤ۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ لَمْ اُثْبِتْهَا۔ کہ یاد نہیں رکھتا تھا میں اُن نشانیوں کو۔ اس لئے مجھے ازحد غم ہوا۔ کہ میں نشانیاں نہیں بتا سکوں گا۔ اتنے میں اللہ تعالےٰ نے بیت المقدس مجھ پر منکشف کر دیا۔ اٹھا کر میرے سامنے لا کھڑا کیا۔ پھر میں ان کو خوب بتانا گیا۔ جو کچھ وہ پوچھتے تھے۔

معراج کا سارا واقع حضورؐ کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے، اور یہ معجزہ آپ کے لامثال درجات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پھر قریش کے پوچھنے پر بیت المقدس اٹھا کر آپ کے پاس لایا گیا۔ اور آپ نے سب نشانیاں دیکھ کر قریش کو بتائیں۔ کیا شان اور کیا مقام ہے رسول رب العالمین کا۔ ؎

یہ کس جھکے ہوئے رنگین گل کا تذکرہ نکلا
کہ عطر و مشک و عنبر سے بھرا گنج دہن میرا
چراغِ قسمتِ عالم ہے روشن جس کے جلووں سے
وہی نقشِ کفِ پا ہے چراغ انجمن میرا
فلک بولا۔ ازل سے یہ شفیع حشر میرا ہے
زمیں کہنے لگی، ہے یہ شہنشاہِ زمن میرا
کہا شب نے، کہ اس ماہِ حقیقت کی میں ہی ہوں

سحر بولی۔ ہے یہ رحمت کے پھولوں کا چمن میرا
قمر بولا۔ میرے سینے میں داغِ عشق ہے اس کا
کہا سورج نے، ہے یہ پیکرِ جلوہ فگن میرا
ہوا بولی ۔ کہ اس کے گیسوؤں کی مجھ میں خوشبو ہے
فضا بولی۔ کہ نکھرا ہے اسی سے پیرہن میرا
کہا بادل نے میں اس بارشِ رحمت کا چھینٹا ہوں
کہا دریا نے۔ اس سے دل بنا ہے موجزن میرا
کہا پھولوں نے، رنگت ہم میں ہے اس کے تبسم کی
کہا گلشن نے، ہے ماحول اس سے خندہ زن میرا
کہا پستی نے یہ دے گا عروجِ آسماں مجھ کو
بلندی نے کہا۔ یہ ہے وقارِ انجمن میرا
کہا غربت نے یہ تسکین کی دولت مجھے دے گا
کہا دولت نے۔ یہ ہے پردہ دارِ حسنِ ظن میرا
کہا انسانیت نے۔ یہ میرے چہرہ کی رونق ہے
کہا تہذیب نے۔ یہ ہے عروجِ علم و فن میرا
تمدن نے کہا۔ یہ زندگی ہے زندگی میری
مشیت بول اٹھی۔ یہ ہے نقشِ جان و تن میرا
عبادت نے کہا۔ اس سے بڑھی ہے آبرو میری
سیاست نے کہا۔ یہ ہے نظامِ انجمن میرا
مشیت نے صدا دی ۔ رحمت للعالمین ہے یہ
کہا حق نے، یہی تو ہے حبیبِ خوش سخن میرا

یہی محبوبِ فطرت ہے یہی مقصودِ قسمت ہے
صبا ہے آج محفل میں جو موضوعِ سخن میرا

ختمِ نبوت کے تاج میں معراج کا ہیرا چمکتا ہے۔ جس کی روشنی کے سامنے شمس و قمر کی نظریں خیرہ ہیں۔ ؎

ترے محتاج شاہانِ جہاں بھی — ترے زیرِ قدم ہیں آسماں بھی
عرب کے چاند تیری چاندنی سے — تجلّی ریز بھی جلوہ فشاں بھی
تری راہوں میں روشن ہیں ستارے — منوّر ہے غبارِ کہکشاں بھی
مدینے کی زمین اللہ اکبر — کہ جھکتا ہے یہاں خود آسماں بھی
ترے دریوزہ گر ہیں کج کلاہاں — ترے چاکر سلاطینِ جہاں بھی

تری توصیف میں رطب اللساں ہیں
بشر بھی، اور گروہِ قدسیاں بھی (ثمر)

بے شک ؎

ترا وجود مقدس کمال پاکیزہ — ترا جمال منزّہ جلال پاکیزہ
رخِ جمیل پہ تاباں جلال ملکوتی — لبوں پہ موجِ تبسّم مقال پاکیزہ
تو ہی ہے رحمتِ عالم تو ہی نذیر و بشیر — مزاج و مسلک و مشرب کمال پاکیزہ
تری نگاہ کی عفت ہے رحمتوں کا نزول — ہے تیرا ذکر مقدس خیال پاکیزہ
ضیائے نور کی تقدیس ہے ترا پیکر — یہ چاندنی بھی ہے عکسِ جمال پاکیزہ
تو لاشریک ہے صورت میں اور سیرت میں — تری صفات حمیدہ، خصال پاکیزہ

نوا و نکہتِ گل ہے چمن بدوش ثمرؔ
شگفتِ گل سے معطر نہال پاکیزہ (ثمر)

براق کے سوار نے جب شبِ اسریٰ میں عروج فرمایا۔ تو ؎

ہر شے تھی ایک حسن نرالا لئے ہوئے	تارے تھے زرنگار دوشالا لئے ہوئے
تاریکیاں، سحر کا اجالا لئے ہوئے	خود کہکشاں تھی نور کی مالا لئے ہوئے
صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ اور رسولؐ میں فرق

پیچھے آپ پڑھ آئے ہیں۔ کہ قریش نے حضورؐ سے۔ بیت المقدس کی نشانیاں پوچھیں، تو آپ بہت غمگین ہوئے، کیونکہ آپ کو وہ نشانیاں یاد نہیں رہی تھیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ حضورؐ (فداہ امی وابی) نہ حاضر ناظر تھے، نہ غیب جاننے والے۔ اگر حضورؐ حاضر ناظر ہوتے تو غمگین نہ ہوتے۔ بلکہ فوراً بیت المقدس کی نشانیاں ان کو بتا دیتے، اور غیب جاننے والے ہوتے۔ تو آپ پر کوئی چیز اور کوئی نشانی پوشیدہ نہ ہوتی۔ آپ کے علم میں سب کچھ ہوتا۔ پھر جب رونق بزم دو دہ عالم کو غم اور گھبراہٹ ہوئی۔ کہ اب میں کیا کروں قریش مجھ سے نشانیاں وغیرہ پوچھتے ہیں۔ تو حاضر ناظر، عالم الغیب ذات نے سارے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ پھر بڑے اطمینان اور تسلی سے نگار خانہ ہستی کی آیۂ تکمیل نے ایک ایک نشانی بتا دی۔ اور جو کچھ قریش نے پوچھا۔ آپ نے سب ان پر آئینہ کر دیا۔

کیا شان ہے حضورؐ فخر دو عالم شاہ زمن کی۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ان کی گھبراہٹ کو چشم زدن میں دور کر دیا۔ ؎

ہر شام نور بیز و نوا ریز و نے نواز
ہر صبح گل فروش و ضیا پوش و مشک بو

اتباع رسولؐ سے کرامت

اوپر آپ سرور رسولاں صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی خواندگی سے ایمان کے چراغ کو روشن سے روشن تر کر چکے ہیں۔ یاد رکھیں۔ کہ حافظ ناموس آدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا اسوہ، سیرت، اور سنت، وہ نور ہے۔ کہ جو کوئی بھی اس نور میں عملی زندگی گزارتا ہے۔ اوامر کے آبِ حیات کے چشمہ سے پیتا اور نواہی کے خارزار سے بچتا ہے۔ شب و روز اتباعِ رسول میں بسر کرتا ہے، تو ایسے مومن موحد کو اللہ صاحبِ کرامت بھی کر دیتا ہے۔ اسؓ کی زندگی کے چراغ سے برکت اور بزرگی کی شعاعیں پھوٹتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم آپ سے حضورؐ کے دو صحابہؓ کی کرامت بیان کرتے ہیں۔ اسے پڑھ کر محبتِ رسولؐ کے چراغ میں عمل کا روغن ڈالیں۔

لاٹھیاں چراغ بن گئیں

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دو (جلیل القدر) صحابیؓ حضرت اسید بن حضیرؓ اور عباد بن بشرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی حاجت کے سلسلہ میں حاضر ہوئے، یہاں تک کہ رات کا بہت طویل حصّہ باتوں میں گزر گیا۔ (پھر فارغ ہو کر) وہ دونوں باہر نکلے حضورؐ کے پاس سے۔ اپنے گھروں کو جانے کے لئے۔ رات سخت اندھیری تھی۔ اور ان کے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں۔ (اچانک) ان میں سے ایک کی لاٹھی روشن ہو گئی۔ اس لاٹھی کی روشنی میں دونوں چلے، جب جدا ہوئی راہ دونوں کی۔ (یعنی ایسی جگہ پہنچے۔ کہ وہاں سے ہر ایک کے گھر کو جدا راہ جاتی تھی)۔ روشن ہوئی لاٹھی دوسرے کی بھی۔

فَمَشٰی کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا فِیْ ضَوْءِ عَصَاهُ حَتّٰی بَلَغَ اَهْلَهٗ۔

"پس چلا ہر ایک اپنی لاٹھی کی روشنی میں، یہاں تک کہ پہنچا ہر ایک اپنے اہل میں۔" (مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری)

یہ صحابہ حضورؐ کی سیرت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ حضورؐ کی صحبت سے

لہ ایسا شخص پیری مریدی کا پیشہ اختیار نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ ید عُلیا رکھتا ہے۔ ید سُفلیٰ نہیں۔ اکلِ حلال اور صدقِ مقال کا پابند ہوتا ہے۔

اٹھ کر اندھیری رات میں باہر نکلے۔ اللہ نے ان کی لاٹھیوں کو مشعلیں بنا دیا، یہ کرامت ہے ان کی، حاصل ہوئی یہ کرامت حضورؐ کے قدموں کی روشنی میں چلنے سے، اور کرامتیں اولیائے ربانی کی معجزے کے چراغ کی شعاعیں ہوتی ہیں۔ مومن موحد ان کو حق تسلیم کرتے ہیں۔ اور معتزلی گمراہ ان کا انکار کرتے ہیں۔

ہاں مشرک اور بدعتی "درویشوں" کی کرامتیں شیطان کی کارستانیاں ہوتی ہیں۔ اس استدراج سے اہل ایمان کو دھوکے میں نہیں آنا چاہیئے۔

حضرت انسؓ کی کرامات

حضرت ابی خلدہؒ (تابعی) نے کہا۔ کہ میں نے ابی العالیہ (جلیل القدر تابعی) سے عرض کیا۔ کیا سنی ہیں حدیثیں انسؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے (یعنی بلا واسطہ کہ کثرت سے روایت کرتا ہے، کیا یہ ٹھیک ہے؟) کہا ابو العالیہؒ نے خدمت کی انسؓ نے حضورؐ کی دس برس۔ اور حضورؐ نے اس کے لئے (خیر و برکت کی) دعا کی۔ اور انسؓ کا ایک باغ تھا۔ جو سال میں دو بار پھل لاتا تھا۔ اور اس کے باغ کے پھول سے کستوری کی خوشبو آتی تھی"۔ (ترمذی)

حضرت ابو العالیہؒ سے سوال یہ کیا گیا تھا۔ کہ حضرت انسؓ سے کثرت سے حدیثیں مروی ہیں۔ کیا انہوں نے واقعی حضورؐ سے سنی ہیں۔ حضرت کی وفات کے بعد بعضے لوگوں نے ان کے حق میں تردد کیا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا۔ کہ جس کو اتنی مدت حضورؐ کی صحبت نصیب ہو۔ اور وہ زمانہ دراز تک شب و روز آپ کی ملازمت میں رہے وہ کیونکر نہ سنے گا حدیثیں اور نہ روایت کرے گا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت انسؓ کی عمر ایک سو تین برس کی ہوئی، اور ان کی اولاد کی تعداد ایک سو تہتر تھی۔ اور برکت اموال کی یہ تھی۔ کہ باغ سال میں دو بار پھلتا۔ اور کثرت سے آمدن ہوتی۔ اور باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ یہ سب کرامتیں ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی۔

حضرت عمرؓ کی کرامت

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے کہ حضرت عمرؓ نے (نہاوند کی طرف) ایک لشکر بھیجا۔ اور اس کا امیر ساریہ کو مقرر کیا۔ (ایک جمعہ) حضرت عمرؓ (مدینہ کی مسجد میں) خطبہ پڑھ رہے تھے۔ (جہاں حضرت عثمان، حضرت علی اور دوسرے اکابر صحابہ موجود تھے) شروع کیا چلانا۔ یَا سَارِیَ الْجَبَلَ۔ اے ساریہ لازم کر پہاڑ کو، یعنی پناہ پکڑ ساتھ اس کے (تعجب کیا لوگوں نے۔ کہ حضرت عمرؓ نے دوران خطبہ یہ کیا کہا ہے) پس جب قاصد آیا لشکر سے۔ تو اس نے کہا۔ اے امیر المؤمنین۔ ملے ہم سے دشمن ہمارے۔ پس شکست دی ہم کو، پس ناگہاں ایک چلانے والا کہتا تھا۔ یَا سَارِیَ الْجَبَلَ۔ اے ساریہ لازم کر پہاڑ کو۔ پس لگائیں ہم نے پیٹھیں اپنی طرف پہاڑ کے۔ پس شکست دی اللہ نے ان کو۔ (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ)

مُلاحظہ:۔ حضرت عمرؓ کی کئی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ جناب عمرؓ کو نظر آنا۔ اس معرکے کا مدینہ منورہ سے۔ پھر آپ کی آواز کا میدان کارزار میں پہنچنا۔ اور سننا سب لشکر کا۔ پھر اس آواز کی برکت سے فتحیاب ہونا۔

یاد رہے، کہ جس طرح معجزہ پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ کہ جب چاہے، اپنی مرضی سے دکھا دے۔ بلکہ اللہ کے بس میں ہوتا ہے۔ وہ جب چاہے پیغمبر سے اس کا ظہور کرا دے، اسی طرح کرامت بھی ولی کے بس کی چیز نہیں ہوتی۔ کہ جب چاہے۔ ظاہر کر دے۔ یہ بھی خدا کی دین اور بخشش ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی مرضی ہو۔ ولی کو اس کا مظہر بنا دے۔

اور خرق عادت کرامت سے بڑی کرامت یہ ہے، کہ ولی سے کوئی کام سنت کے خلاف نہ ہو، بلکہ اس کے چوبیس گھنٹے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت میں گزریں برس گزر جائیں کسی امر کا خلاف نہ ہو۔ اور کسی نہی کا ارتکاب نہ ہو۔ اس سے کوئی فرض و

سنت ترک نہ ہو۔ اس کے تمام اعضا اور جوارح پر اللہ کا حکم مسلط ہو، وہ پورا پورا کتاب و سنت کا پابند ہو۔ کوئی مشکوک لقمہ اس کے اندر نہ جائے۔ اور شرک اور بدعت کو مٹانا اور توحید و سنت کو پھیلانا اس کا کام ہو۔ یعنی وہ سو فیصد خدا تعالیٰ کے قبضے، اور تصرف میں ہو۔ اس پر اللہ کی مرضی چلے، اس کی مرضی ناپید ہے، یہ ہے سب سے بڑی کرامت، اور اگر اللہ گا ہے گا ہے اس سے خرق عادت ظاہر کر دے، تو الحمدللہ ان معنوں میں تمام صحابہؓ سب سے بڑے اولیاء اللہ تھے، اور سب سے بڑے صاحب کرامت تھے۔ وہ چوبیس گھنٹہ خدا کے مطیع رہتے تھے۔ اور سنت پر مر مٹنے والے تھے۔ انہیں ولایتِ ابدی اور کرامت دائمی حاصل تھی۔

کرامت بھی چونکہ جمالِ مصطفےٰ کا پرتو ہی ہے۔ اس لئے معجزات کے ساتھ اس کا ذکر آ گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات معنوی اور کمالات صوری کما ینبغی بیان نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ حضورؐ صورت اور سیرت میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ صحابہؓ کا امت پر بڑا احسان ہے، کہ انہوں نے حضورؐ کے خُلق اور خَلق کے متعلق کوئی بات نہیں چھوڑی، جسے بیان نہ کر دیا ہو۔ کیونکہ وہ پروانے ہر وقت شمع کو گھیرے رکھتے تھے انہوں نے محبوب کے سراپا کا نور بڑی محبت، عقیدت، احتیاط اور دریا دلی سے امت کے آگے بکھیرا ہے، گفتار کے موتیوں اور اداؤں کے پھولوں کا ڈھیر لگا دیا ہے تاکہ امت ان کے حسن لازوال کی گرویدہ ہو۔ ان کی محبت میں دنیا و ما فیہا کو تج دے، ان کے رنگ میں رنگی جائے۔ اور ان کی پیروی اور اتباع کی دولت سے مالا مال ہو۔

انسؓ بن مالکؓ حلیہ مبارک بیان کرتے ہیں

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں :-

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبْعَةً وَلَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ حَسَنَ الْجِسْمِ وَكَانَ شَعْرُهٗ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَلَا سَبْطٍ اَسْمَرَ اللَّوْنِ اِذَا مَشٰى يَتَكَفَّاءُ۔ (شمائل ترمذی)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے۔ نہ زیادہ طویل نہ کچھ ٹھنگنے۔ نہایت خوب صورت معتدل بدن والے حضورؐ کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے، نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی، اور گھنگریالہ پن رکھتے تھے) نیز آپ گندمی رنگ (سفیدی مائل) تھے جب آپ راستہ چلتے۔ تو آگے کو جھکتے ہوئے چلتے۔"

حضرت انسؓ کی ایک روایت میں ہے۔ وَلَا بِالْاَبْيَضِ الْاَمْهَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ ۔ "نہ حضورؐ رنگ کے اعتبار سے بالکل سفید چونے کی طرح تھے۔ نہ بالکل گندم گوں، کہ سانولہ پن آجائے"۔ (بلکہ چودہویں رات کے چاند سے زیادہ روشن پر نور ملاحت لئے ہوئے تھے)۔

حضورؐ کی رفتار نہ بہت تیز تھی۔ کہ دوڑتے نظر آئیں، نہ بالکل مدھم تھی يَتَكَفَّاءُ کے معنے ہیں۔ ذرا آگے کو جھک کر چلنا۔ نیز کچھ جلدی چلنا۔ نیز قوت سے قدم اٹھانا پس حضورؐ ذرا جلدی چلتے تھے۔ اور قدم قوت سے اٹھاتے تھے۔ اور عادت جھک کر چلنے کی تھی۔ یعنی متکبرانہ رفتار سے سینہ نکال کر نہیں چلتے تھے۔ اور نہ پاؤں زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلتے تھے۔

براء ابن عازبؓ حلیہ مبارک بیان کرتے ہیں

حضرت براء ابن عازبؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں،

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ عَظِيْمَ الْجُمَّةِ إِلٰى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ ؕ (شمائل ترمذی)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد میانہ قد تھے، (قدرے درازی مائل) آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان اوروں سے زیادہ فاصلہ تھا۔ (جس سے سینہ مبارک کا چوڑا ہونا معلوم ہوا)۔ گنجان بالوں والے تھے۔ جو کان کی لو تک آتے تھے، آپ پر ایک سرخ دھاری کی چادر تھی۔ میں نے آپ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی"۔

حضرت براء ابن عازب رضؓ کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے:۔

لَهٗ شَعْرٌ يَّضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ۔ "حضورؐ کے بال مونڈھوں تک آرہے تھے"۔

اوپر کی حدیث میں کانوں کی لو تک ہے، بات یہ ہے، کہ بال ایک حالت پر نہیں رہتے۔ کبھی کم ہوتے ہیں۔ کبھی زیادہ۔ اور قصداً بھی کبھی کم کرئیے جاتے ہیں۔ اور کبھی بڑھا لیے جاتے ہیں۔ جب حضورؐ حجامت کراتے۔ تو بال کانوں کی لو تک کر لیتے۔ اور پھر بڑھتے بڑھتے مونڈھوں تک آجاتے۔ راوی نے جس حالت میں دیکھے، بیان کر دیا۔

حضرت علیؓ حلیہ مبارک بیان کرتے ہیں

حضرت علیؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ضَخْمُ الرَّأْسِ ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ طَوِيْلُ الْمَسْرُبَةِ إِذَا مَشٰى تَكَفَّاءَ تَكَفُّؤًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ أَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ ؕ (شمائل ترمذی)

"نہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لمبے نہ کوتاہ قد ہتھیلیاں

اور دونوں پاؤں گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ (یہ صفات قوت اور بہادری پر دلالت کرتی ہیں)۔ حضورؐ کا سر مبارک بھی بڑا تھا، اعضا کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں۔ سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔ جب حضورؐ چلتے تھے۔ (تو ایسا معلوم ہوتا تھا)، گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے اتر رہے ہیں۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ جیسا (ہمہ صفت موصوف) نہ آپ سے پہلے دیکھا۔ نہ بعد میں دیکھا۔" (شمائل ترمذی)

اللہ تعالیٰ رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو باطنی کمالات کے ساتھ ظاہری حسن و جمال بھی لامثال عطا فرمایا تھا۔ جسم مبارک جن اوصاف جمیلہ کے ساتھ منصف تھا۔ کوئی شخص ان اوصاف میں حضورؐ جیسا نہیں ہوا۔ نہ ہو سکتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بجا فرمایا تھا۔ زلیخا کی سہیلیاں اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو دیکھ لیتیں۔ تو بجائے ہاتھوں کے دل کاٹ لیتیں۔

ابراہیم بن محمدؒ جو حضرت علیؓ کی اولاد سے ہیں۔ (یعنی پوتے ہیں) فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے تو فرماتے تھے:۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے، نہ زیادہ پستہ قد، بلکہ میانہ قد لوگوں میں سے تھے۔ حضورؐ کے بال مبارک نہ بالکل پیچ دار تھے۔ نہ بالکل سیدھے، بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔ (یعنی گھنگھریالے تھے) نہ حضورؐ موٹے بدن کے تھے۔ نہ گول چہرہ کے۔ البتہ تھوڑی سی گولائی آپ کے چہرہ مبارک میں تھی۔ (یعنی چہرہ مبارک نہ بالکل گول تھا، نہ بالکل لمبا۔ بلکہ دونوں کے درمیان تھا)۔ حضورؐ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ آنکھیں مبارک نہایت سیاہ تھیں۔ اور پلکیں دراز۔

بدن کے جوڑوں کے ملنے کی ہڈیاں موٹی تھیں۔ (مثلاً کہنیاں اور گھٹنے) اور ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور گوشت سے بھری ہوئی تھی، آپ کے بدن مبارک پر (معمولی طور سے زائد) بال نہیں تھے۔ (یعنی بعض آدمیوں کے بدن پر بال زیادہ ہوتے ہیں۔ حضورؐ کے بدن مبارک پر سوائے خاص حصوں کے کہیں بال نہ تھے) آپ کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی۔ آپ کے ہاتھ اور قدم مبارک گوشت سے بھرے ہوئے تھے۔ جب آپ چلتے۔ تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں۔ جب آپ کسی طرف توجہ کرتے۔ تو پورے بدن کے ساتھ توجہ کرتے۔ (یعنی صرف گردن پھیر کر متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ سینہ مبارک سمیت توجہ فرماتے) آپ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی، آپ ختم کرنے والے تھے نبیوں کے۔ آپ سب سے زیادہ سخی دل والے تھے، اور سب سے زیادہ سچی زبان والے، سب سے زیادہ نرم دل، اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے۔ آپ کو جو شخص یکایک دیکھتا۔ مرعوب ہوجاتا تھا۔ البتہ جو شخص پہچان کر میل جول کرتا، وہ آپ کے اخلاق کریمانہ کا گھائل ہو کر آپ کو محبوب بنا لیتا۔ آپ کا حلیہ بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے، کہ میں نے حضورؐ جیسا صاحب جمال و کمال نہ آپ سے پہلے دیکھا۔ نہ بعد میں دیکھا۔ (شمائل ترمذی)

ہند بن ابی ہالہ حلیہ مبارک بیان کرتے ہیں

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں، کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضورؐ کا حلیہ مبارک دریافت کیا۔ کیونکہ وہ حضورؐ کا حلیہ بڑی کثرت اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے۔ مجھے یہ خواہش تھی۔ کہ وہ ان اوصاف جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بیان کریں۔ تاکہ میں ان کے بیان کو اپنے لئے سند بناؤں۔ اور ان اوصاف جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ہو سکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں۔

ہند بن ابی ہالہ نے حضورؐ کے متعلق بیان فرمایا۔ کہ حضورؐ خود اپنی ذات والا صفات کے اعتبار سے بھی بڑی شان والے تھے۔ اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبہ والے تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ کا قد مبارک بالکل متوسط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل تھا۔ لیکن زیادہ لمبے قد والے سے پست تھا۔ سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔ بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود بخود مانگ نکل آئی، تو رہنے دیتے۔ ورنہ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ کرتے (بعد میں مانگ نکالنے لگ گئے تھے) جس زمانہ میں حضورؐ کے بال مبارک زیادہ ہوتے تھے۔ تو کان کی لو سے متجاوز ہو جاتے تھے۔ آپ کا رنگ مبارک نہایت چمکدار تھا۔ اور پیشانی مبارک کشادہ۔ آپ کے ابرو خمدار باریک۔ اور گنجان تھے، دونوں ابرو جدا جدا تھے، ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے۔ اور دونوں کے درمیان ایک رگ تھی، جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی، آپ کی ناک مبارک بلندی مائل تھی۔ اور اس پر ایک چمک اور نور تھا۔ ابتدا میں دیکھنے والا آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا تھا۔ لیکن غور سے معلوم ہوتا۔ کہ حسن اور چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ فی نفسہٖ زیادہ بلند نہیں ہے۔ آپ کی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی، آنکھ مبارک کی پتلی نہایت سیاہ تھی۔ رخسار

لہ شمائل ترمذی میں ہی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، کَانَ یُسْدِلُ شَعْرَہٗ۔ پہلے بالوں کو بغیر مانگ نکالے چھوڑ دیتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے۔ اور اہل کتاب نہیں نکالتے تھے حضورؐ شرع میں ان امور میں جن میں کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا۔ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے، بعد میں حضورؐ اہل کتاب کی مخالفت کرنے لگ گئے، ثُمَّ فَرَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأْسَہٗ۔ پھر حضورؐ مانگ نکالنے لگ گئے۔

حضورؐ نے یہ بھی فرمایا ہے، کہ یہودی داڑھیاں سفید رکھتے ہیں۔ تم ان کی مخالفت کرو اور داڑھیوں کو رنگا کرو۔ (مشکوٰۃ) یعنی تم حنا اور وسمہ سے داڑھیاں رنگ لیا کرو۔

مبارک ہموار ہلکے گوشت لیے ہوئے تھے، دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا۔ (یعنی منہ تنگ نہ تھا) دندان مبارک باریک آبدار تھے، اور ان میں سے سامنے کے دو دانتوں میں ذرا ذرا فصل تھا۔ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی آپ کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی۔ جیسا کہ موتی کی گردن تراشی ہوتی ہوتی ہے، اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوب صورت تھی۔ آپ کے تمام اعضا نہایت معتدل اور گوشت سے پُر تھے۔ اور بدن گٹھا ہوا تھا۔ پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا۔ لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔ آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ فاصلہ تھا۔ (یعنی عام آدمیوں کے مقابلہ میں) جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں تھیں۔ (جو قوت اور شجاعت کی نشانی ہوتی ہے) کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ کا بدن مبارک روشن اور چمکدار نظر آتا تھا۔ ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح بالوں کی باریک دھاری تھی۔ اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ مبارک بالوں سے خالی تھا۔ البتہ دونوں بازوؤں اور کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال تھے، آپ کی کلائیاں دراز تھیں، اور ہتھیلیاں فراخ تھیں۔ نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پر گوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ آپ کے تلوے قدرے گہرے تھے۔ اور قدم ہموار تھے۔ کہ پانی ان کے صاف ستھرا اور ملائم ہونے کی وجہ سے ان پر ٹھیرتا نہ تھا۔ فوراً ڈھل جاتا تھا۔ جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے تھے۔ اور آگے کو جھک کر چلتے۔ قدم زمین پر آہستہ پڑتا تھا۔ زور سے نہیں پڑتا تھا۔ آپ کچھ تیز رفتار تھے۔ اور قدم ذرا کشادہ رکھتے۔ چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے جب آپ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا پستی میں اتر رہے ہیں۔ جب کسی کی طرف توجہ فرماتے۔ تو پورے پھر کر توجہ فرماتے۔ آپ کی نظر نیچی رہتی تھی۔ آپ کی عادت عموماً گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی۔ (یعنی غایت شرم وحیا

کی وجہ سے آنکھ بھر کر نہ دیکھتے تھے۔ آپ کی نگاہ بہ نسبت آسمان[1] کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔ چلنے میں صحابہ کو آگے کر دیتے تھے۔ اور آپ پیچھے رہ جاتے تھے۔ جس سے ملتے سلام کرنے میں پہل فرماتے تھے۔" (شمائل ترمذی)

ملاحظہ:۔ صحابہ کو آگے کر دیتے اور آپ پیچھے رہ جاتے تاکہ سفر میں پیچھے رہنے والوں اور کمزوروں کی خبر گیری اور دیکھ بھال کریں۔ نیز اس میں تواضع بھی پائی جاتی ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

حضرت ابو ہریرہؓ ابو ہریرہؓ اور ابو طفیلؓ حلیہ مبارک بیان کرتے ہیں کہتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْيَضَ كَاَنَّمَا صِيْغَ مِنْ فِضَّةٍ رَجِلَ الشَّعْرِ۔ "حضورؐ اس قدر صاف شفاف، حسین، اور گورے خوب صورت تھے۔ گویا کہ چاندی سے آپ کا بدن ڈھالا گیا ہے۔ آپ کے بال قدرے خمدار گھونگریالے تھے۔"

(کروڑوں درود و سلام اس سراپے پر)

ملاحظہ:۔ اس حدیث سے یہ مطلب نہیں ہے، کہ بالکل چاندی کی طرح سفید رنگ کے تھے۔ بلکہ سفید سرخی مائل تھے۔ اور چمک و حسن غالب تھا۔ جب کسی کو سیمیں تن یعنی چاندی کے جسم والا کہا جاتا ہے۔ تو مراد کمال اظہار حسن ہوتا ہے نہ کہ بالکل چاندی کی طرح سفید۔ چنانچہ حضرت ابو طفیلؓ صحابی رسول صلے اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں:۔

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا بَقِيَ عَلٰى وَجْهِ

---

[1] عام طور پر نگاہ مبارک زمین کی طرف نیچی ہی رہتی تھی۔ اور وحی کے انتظار میں گاہ بگاہ آسمان کی طرف بھی جاتی تھی۔ عادت پاک ہمیشہ نیچی نظر رکھنے کی تھی۔

الْاَرْضِ اَحَدٌ رَاٰہُ غَیْرِیْ ۔" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والوں میں اب روئے زمین پر میرے سوا کوئی نہیں رہا۔"

سعید جریری کہتے ہیں۔ میں نے ابوطفیلؓ[1] کو کہا۔ صِفْہُ لِیْ۔ حضورؐ کا کچھ حلیہ بیان فرمایئے؟ قَالَ کَانَ اَبْیَضَ مَلِیْحًا مُّقَصَّدًا۔ انہوں نے کہا۔ حضورؐ سفید رنگ تھے ملاحت کے ساتھ۔ یعنی سرخی مائل سفید رنگ والے تھے، اور معتدل جسم والے تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِیَّتَیْنِ اِذَا تَکَلَّمَ رُأِیَ کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ ثَنَایَاہُ۔ حضورؐ کے اگلے دانت مبارک کچھ کشادہ تھے۔ یعنی ان میں کسی قدر ریخیں تھیں۔ جب حضورؐ کلام کرتے، تو ایک نور سا ظاہر ہوتا۔ جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔"

تاجدارِ رسل اکی چراغ خانہ آدم، مطلع نورِ نبوت، محبوب داور، رسول رب العالمین۔ رحمت للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک مختصر طور پر آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی صورت پاک کو جس احسن تقویم اور شاہکاری انداز میں پیدا فرمایا۔ سراپائے مبارک کو نور کے سانچے میں ڈھال کر حسن کا بدر منیر بنا کر ظلمت ربائے عالم رنگ و بو کیا۔ صدقے اس کی تصویر کشی اور شانِ کریمی پر۔ سبحان ما اعظم شانہ۔ اور جس محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اس لامثال شان کا رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ ان پر تا ابد درود وسلام کی موسلا دھار بارش ہو۔

حضورؐ کے حلیہ اقدس کے حسن کی کہکشاں گیری میں کسی رسول اور پیغمبر کو بھی اس

---

[1] حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ حضورؐ کے آخری صحابی ہیں۔ یعنی انہوں نے صحابہ میں سب سے اخیر وفات پائی ہے۔ آپ ۱۱۰ھ میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

نے شریک نہیں ہونے دیا۔ حالانکہ سب پیغمبر بھی صوری اور معنوی حسن وجمال میں نورٌ علیٰ نور تھے۔ لیکن محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حسن نے ان سب کے حسن سے خراج تحسین وصول کیا ہے۔ اور ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں اور مرسلوں نے حشر کے تپتے میدان میں سربراہِ مرسلاں کے جھنڈے تلے ہی نخلِ طوبیٰ کا سایہ پایا۔ ؎

محمدؐ تاجدارِ ہل اتیٰ بھی — محمدؐ مصطفےٰ شمس الضحےٰ بھی
محمدؐ بزمِ ہستی کی ضیا بھی — محمدؐ پیکرِ صدق و صفا بھی
جلال ایسا کہ شاہی سر بہ سجدہ — کمالِ سادگی فقر و غنا بھی
جہاں کی روشنی روئے محمدؐ — مگر گھر میں نہیں روشن دیا بھی
نگاہِ لطف کے محتاج ہیں سب — یہ رند و پارسا شاہ و گدا بھی
ادھر زیرِ نگیں کون و مکاں ہیں — ادھر گھر میں نہیں ہے بوریا بھی
محمدؐ ابتدا بھی انتہا بھی[1] — شہِ کونین ختم الانبیاء بھی
یتیموں کے لئے پیغامِ رحمت — غریبوں کے لئے دامن کشا بھی
لبوں پر ہے مرے نامِ محمدؐ — زبان پر نغمۂ صلِّ علےٰ بھی (ثمر)

جنت کے وارث صحابہؓ کتنے خوش قسمت تھے۔ جنھوں نے اس رُوئے انور کی زیارت کی۔ بار بار کی۔ اور پروانہ وار کی۔ ہاں دیوانہ وار کی جس پر ایک نظر ڈالنے سے مسلمان کو جنت کی سند ملتی ہے۔ پھر انھوں نے کمال عقیدت اور محبت سے کتابِ رخِ انور کی ہر ہر سطر، ہر سطر کے ہر ہر لفظ، اور ہر لفظ کا ایک ایک حرف اِس خوب صورتی سے جریدہ عالم پر ثبت کیا ہے۔ کہ ان کی روشنی اہلِ ایمان کے سینوں کو ہمیشہ منور کرتی رہے گی۔

اس اللہ پر قربان جائیں جس نے صوری اور معنوی حسن وجمال کا وہ شاہکار

---

[1] یعنی "مقامِ عشق و مستی میں وہی اول و آخر۔"

پیدا کیا جس کی عظمت کو ساری آدم کی اولاد سلام کرتی ہے جس کو ایک نظر دیکھنے کے لئے فرشتے، حوریں، اور جن ترستے ہیں جس کی بشریت جنسِ بشر کے لئے مایۂ صد افتخار ہے، اور عبدیت عباد الرحمٰن کی مقتدا و پیشوا ہے۔ ذرا اس عبدہٗ کے حلیہ مبارک پر ایک بار پھر نظر ڈالیں۔ تو محبت کے گہرے سمندر سے آپ کو درود و سلام کی موجیں اٹھتی دکھائی دیں گی۔ ؎

شفق کے سرخ نظارے سلام کہتے ہیں — فلک کے چاند ستارے سلام کہتے ہیں
گیاہ و خار کے لب پر ہے تہنیت کی نوا — گل و سمن کے اشارے سلام کہتے ہیں
جہاں پہنچ کے کئے تھے حجازیوں نے وضو — وہ آبجو وہ کنارے سلام کہتے ہیں
نوا طراز اذانیں جہاں ہیں شام و سحر — وہ مسجدیں وہ منارے سلام کہتے ہیں
جہاں ہیں تذکرے سیرتؐ کے، اور ذکرِ خدا — وہ محفلیں وہ ادارے سلام کہتے ہیں

حضور سرو و صنوبر ہیں نغمہ خوانِ درود
چنار و گل کے شرارے سلام کہتے ہیں (ثمر)

مُہرِ نبوّت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر دونوں کندھوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کی مانند گوشت کا ابھار تھا۔ غُدّہ حمرا۔ سرخ رنگ کی گوشت کی گرہ اس کو مہر نبوت کہا جاتا تھا۔ بعض صحابہ نے موقع پا کر اس کو چوما بھی ہے۔ یہ چیز آپ کے خاتم النبیین ہونے کی نشانی تھی۔

حضرت جابر بن سمرہ رضؓ کہتے ہیں:۔

رَاَیْتُ الْخَاتَمَ بَیْنَ کَتِفَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غُدَّۃً حَمْرَاءَ مِثْلَ بَیْضَۃِ الْحَمَامَۃِ۔ (شمائل ترمذی)

میں نے مہر نبوت کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان دیکھا۔ سرخ رنگ کی گوشت کی گرہ۔ مقدار میں کبوتر کے انڈے جیسی ؛؛

سلمان فارسیؓ مہر نبوّت کو دیکھ کر مسلمان ہوئے

سلمان فارسیؓ مدینہ میں یہود بنی قریظہ کے غلام تھے۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو حضرت سلمانؓ حضورؐ کی خدمت میں ایک خوان لائے۔ جس میں تازہ کھجوریں تھیں حضورؐ نے پوچھا۔ سلمان! یہ کیسی کھجوریں ہیں؟ انہوں نے کہا۔ کہ آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر صدقہ ہیں۔ مزکیِّ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم ربعنی میں اور میری آل صدقہ نہیں کھاتے، اسے میرے پاس سے اٹھا لو۔ دوسرے دن سلمان پھر کھجوروں کا طباق لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا۔ یہ کیسی کھجوریں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا، آپ کے لئے ہدیہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاتھ بڑھاؤ۔ (آپ نے بھی وہ کھجوریں نوش فرمائیں اور صحابہ نے بھی)۔

حضرت سلمانؓ نے بہت بڑی عمر پائی۔ وہ پرانے زمانے کے علما میں سے تھے تورات اور انجیل پر ان کو بڑا عبور تھا۔ انہوں نے سابقہ کتابوں میں پڑھا ہوا تھا کہ پیغمبر آخر الزمان کی نشانیوں میں سے تین نشانیاں یہ بھی ہیں۔ کہ وہ پیغمبر صدقہ قبول نہیں کرے گا۔ ہدیہ قبول کرے گا۔ اور اس کی پشت پر مہر نبوت ہوگی۔ دو نشانیاں تو سلمان نے حضورؐ میں پالیں۔ اور دل میں کہنے لگے، کہ واقعی اس پیغمبر نے صدقہ قبول نہیں کیا۔ ہدیہ قبول کر لیا ہے۔ اب مہر نبوت کا دیکھنا باقی رہ گیا۔ اس کی زیارت اس طرح ہوگئی۔ کہ حضورؐ بقیع میں تشریف فرما تھے (کسی جنازے کی شرکت کی وجہ سے) سلمان نے حضورؐ کو سلام کیا۔ اور آپ کی پشت مبارک

کی طرف گھومنے لگے۔ حضورؐ سمجھ گئے۔ اور اپنی چادر مبارک پشت سے ہٹا دی۔ سلمان نے مہر نبوت کو دیکھا۔ اور جوش میں آکر اس پر جھک گئے۔ اور فرطِ محبت سے اسے چوم لیا۔ سلمان مہر نبوت کو چوم رہا تھا۔ اور رو رہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا سلمان سامنے آؤ۔ سامنے آئے۔ اور سارا قصہ سنایا۔ کہ میں آپ کو رسول اور آقا ملنے کے لئے تین نشانیاں دیکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ پہلی کتابوں میں یہ نشانیاں لکھی ہوئی ہیں۔ میں نے حضورؐ میں وہ تینوں پالی ہیں۔ پہلی۔ آپ نے صدقہ قبول نہیں کیا۔ دوسری۔ آپ نے ہدیہ قبول کر لیا۔ (رد نہیں کیا) تیسری۔ مہر نبوت۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

سلمان رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔ صحابیِ رسولؐ بن گئے۔

رحمتِ عالمؐ کا حضرت سلمانؓ پر احسان

حضرت سلمانؓ یہود مدینہ کے غلام تھے۔ حضورؐ نے انہیں کہا۔ کہ تم جاکر اپنے آقا سے مکاتبت[۱] کا معاملہ کر لو۔ حضرت سلمان نے معاملہ کر لیا۔ آقا نے دو چیزیں بدل کتابت مقرر کیں۔ ایک یہ کہ چالیس[۲] اوقیہ سونا نقد۔ دوسری یہ کہ تین سو درخت کھجور کے لگائیں۔ حتیٰ کہ پھل دیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سے سونا آیا۔ حضورؐ نے سلمان کو وہ سونا دے کر کہا۔ کہ اسے جاکر اپنی بدل کتابت میں دے دو۔ سلمان نے عرض کیا۔ حضورؐ!۔ کیا یہ کافی ہوگا؟ (بدل کتابت تو چالیس اوقیہ ہے۔ اور یہ تھوڑا ہے)

---

[۱] مکاتبت کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ آقا غلام سے معاملہ کرتا ہے۔ کہ اتنی مقدار یا رقم جو آپس میں طے ہو جائے۔ غلام کما کر اپنے آقا کو دے دے۔ تو پھر غلام آزاد ہوگا۔ [۲] ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ ایک درہم ساڑھے تین ماشہ کا۔ پس چالیس اوقیہ سونے کا وزن ۵ سیر ۱۳ چھٹانک ۱ تولہ اور ۸ ماشہ ہوا۔ اتنا سونا حضرت سلمانؓ نے تول کر اپنے آقا کو دیا۔

ارشاد ہوا۔ عجب نہیں۔ کہ اللہ اسی سے پورا کردے۔ حضرت سلمانؓ آقا کے پاس گئے اور اس میں سے چالیس اوقیہ سونا وزن کرکے دے دیا۔ (سبحان اللہ یہ حضورؐ کا معجزہ ہے) باقی رہے تین سو درخت کھجور کے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ درخت لگائے۔ (سبحان اللہ) وہ درخت اسی سال پھل لے آئے۔ پس یہ تین سو پھلدار درخت بھی بدل کتابت میں دے دیئے۔ اور حضرت سلمانؓ آزاد ہو گئے۔ گویا حضورؐ نے ہی انہیں (معجزانہ طور پر) آزاد کرایا۔

سر کے بالوں میں تیل لگانا اور کنگھی کرنا

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں:۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دُهْنَ رَأْسِهٖ وَ تَسْرِيْحَ لِحْيَتِهٖ ۔ (شمائل ترمذی)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک میں اکثر تیل کا استعمال کرتے تھے۔ اور اپنی داڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے"

چونکہ بالوں میں گرد و غبار پڑتا ہے، اور وہ پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کو دھونا، صاف کرنا، اور ان میں تیل لگانا چاہیئے۔ سر اور داڑھی کے بالوں میں کنگھی بھی کرنا چاہیئے۔ تاکہ صفائی کے ساتھ موزونیت بھی آجائے، پس جو شخص بال رکھے۔ چاہیئے کہ وہ ان کا اکرام بھی کرتا رہے۔ یعنی انہیں صاف ستھرا رکھے، دھوئے، اور تیل لگائے، اور کنگھی سے ان کی پراگندگی دور کرے۔

مشکوٰۃ میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خوشبو (عطر وغیرہ) محبوب تھی۔ آپ اسے استعمال فرماتے تھے۔ سبحان اللہ! کتنے پاک، صاف، ستھرے، اجلے تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم۔ غسل فرماتے، سر اور داڑھی مبارک میں تیل لگاتے اور

خوشبو بھی استعمال فرماتے، اور کپڑے بھی حضورؐ کے صاف ستھرے اور اجلے ہوتے رات کو سوتے وقت تین سلائی سرمہ آنکھوں میں ڈالتے تھے۔

مسلمانوں کو چاہیئے، کہ وہ اپنے پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر چیز کو اپنائیں ان کی طرح چہرے پر داڑھی رکھیں۔ مونچھوں کا صفایا کریں، اور صاف ستھرے رہیں۔

نوجوانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ یورپ کے فیشن کو اپنانے کی بجائے، آفتابِ نہ سپہر، پیغمبر بحر و بر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طور طریقوں کو سینے سے لگائیں۔ اگر انہوں نے سر کے بال رکھنے ہیں۔ تو رحمت عالمؐ کی مانند بال رکھیں، اور چہرے کو حضور انورؐ کی داڑھی مبارک کے ساتھ سجائیں۔ ہپی فیشن کی نقل کر کے سر پر عورتوں کی مانند لمبے لمبے بال رکھنا، مونچھیں بڑھانا، اور کن پٹیوں تک بالوں کی بے تحاشا نمود کتنی بری لگتی ہے۔ اچھا بھلا خوب صورت نوجوان کارٹون بنا پھرتا ہے۔ پھر کیوں نہیں یہ نوجوان اس شمس الضحٰے بدر الدجے حضرت محمدؐ مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی مانند سر پر بال رکھتے۔ اور ان کی سی داڑھی کے نور سے چہرے کو سنوارتے کہ یہ وہ ہستی ہے۔ کہ اس پر اللہ کی رحمت کی گھٹا برستی ہے۔ اور اس کا درود و سلام اترتا ہے، ؎

محمدؐ ہیں فروغِ آفرینش، رحمتِ عالم! محمدؐ مخزنِ حکمت، محمدؐ خلق کے پیکر
محمدؐ ہی تو ہیں روح رواں عالم امکان محمدؐ ہی کے دم سے نور ہے رشئے دو عالم پر
محمدؐ ہی نے انساں کو مجالِ ارتقا بخشی
محمدؐ کی نظر عرشِ حیاتِ جاودانی پر (رثمر)

سفید بال

جتنی حضورؐ کی زندگی اور آپ کے لیل و نہار محفوظ ہیں۔ کسی نبیؑ، ولیؒ بزرگ کی زندگی کے حالات اتنے محفوظ نہیں ہیں۔ غور کریں، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۶۳ سال ہے۔ ایک سال کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن ہوتے ہیں۔ اور ۶۳ سال کے بائیس ہزار چھ سو اسی (۲۲۶۸۰) دن ہوئے — رہبر

خیلِ رسولاں کے ایک ایک دن کے حالات کتب احادیث و سیر میں جلوہ ریز ہیں۔ قبل نبوت کا مرورِ حیات بھی روشن و تاباں ہے۔ اور نبوت کا ایک ایک دن بھی مع اپنے لمحات کے ضو ریز ہے۔

صحابہؓ نے علاوہ فرائض و نوافل کے حضورؐ کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، سونا، جاگنا، سفر اور حضر کی ہر ہر بات، صورت، سیرت، خَلق، خُلق۔ عادات و اطوار، حلیہ پاک، یہاں تک کہ سفید بال تک شمار کئے ہیں۔ کتنے عظیم الشان انسان اور پیغمبر ہیں آپ۔ اور کتنی برکتوں بھری نعمت عظمےٰ ہیں حضورؐ! — بس بعد از خدا بزرگ ہیں رسول۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

خضاب کرنا بالوں کو

حضرت قتادہ رضؓ نے حضرت انسؓ سے پوچھا۔ هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کیا حضورؐ نے خضاب کیا؟ — انہوں نے جواب دیا:۔

لَمْ يَبْلُغْ ذَالِكَ اِنَّمَا كَانَ شَيْبًا فِيْ صُدْغَيْهِ وَلٰكِنْ اَبُوْبَكْرٍ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ — "حضورؐ کے بالوں کی سفیدی اس مقدار ہی کو نہ پہنچی تھی۔ کہ خضاب کی نوبت آتی۔ سفیدی حضورؐ کی، دونوں کنپٹیوں میں تھوڑی سی تھی۔ البتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہندی اور وسمہ سے خضاب کرتے تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا گیا۔

هَلْ خَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ۔

"کیا حضورؐ نے خضاب کیا؟ — انہوں نے کہا۔ ہاں!

حضرت جہذمہ جو بشیر بن خصاصہ کی بیوی ہیں۔ فرماتی ہیں:۔

اَنَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهٖ

یَنْفُضُ رَأْسَہٗ وَ قَدِ اغْتَسَلَ وَ بِرَأْسِہٖ رِدْعٌ اَوْ قَالَ رِدْعٌ مِنْ حِنَّاءٍ ۔" میں نے حضورؐ کو اپنے گھر سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا کہ حضورؐ نے غسل کیا ہے۔ اس لئے سر مبارک کو جھاڑ رہے تھے اور سر مبارک پر حنا کا اثر تھا۔

ابو رمثہ کہتے ہیں۔ رَاَیْتُ الشَّیْبَ اَحْمَرَ۔ میں نے حضورؐ کے بالوں کو سرخ دیکھا۔ (یعنی حنا کے خضاب سے)

حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ رَاَیْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَخْضُوْبًا ۔ میں نے حضورؐ کے بالوں کو خضاب شدہ دیکھا۔

ملاحظہ:۔ اس سے پہلے حضرت انس کی روایت گزر چکی ہے جس میں حضرت انس نے کہا۔ کہ "حضورؐ کے بالوں کی سفیدی اس مقدار کو نہیں پہنچی تھی۔ کہ خضاب کی نوبت آتی"۔ بظاہر حضرت انسؓ کی دونوں حدیثوں میں تضاد نظر آتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ دونوں روایتیں مختلف اوقات پر محمول ہو سکتی ہیں۔ اس وقت حضورؐ خضاب نہ فرماتے ہوں گے۔ جب انسؓ نے خضاب کی نفی کی۔ بعد ازاں خضاب فرمایا ہوگا۔ کہ انسؓ نے اثبات فرمایا۔

پس معلوم ہوا۔ کہ حضورؐ نے حنا سے خضاب فرمایا۔

اگر کوئی کہے، کہ حضورؐ کے سفید بال تو تھوڑے ہی تھے۔ زیادہ سے زیادہ بیس تک تھے۔ تو پھر حنا سے خضاب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ جواب یہ ہے کہ رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حنا سے خضاب کر کے امت کے لئے خضاب کرنا سنت بنا دیا۔ تاکہ امت کو خضاب کرنے سے ثواب ملے۔ چنانچہ جناب ابوبکر صدیقؓ حنا اور وسمہ سے خضاب فرماتے تھے۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔

سفید بالوں کے متعلق حضرت انسؓ کہتے ہیں:۔ مَاعَدَدْتُ فِیْ رَأْسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلِحْیَتِہٖ اِلَّا اَرْبَعَ عَشْرَۃَ شَعْرَۃً بَیْضَاءَ ۔" میں نے حضورؐ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں چودہ سے زیادہ بال نہیں گنے"۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ اِنَّمَا کَانَ شَیْبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِّنْ عِشْرِیْنَ شَعْرَۃً بَیْضَاءَ ۔

"حضورؐ کے سفید بال تقریباً بیس تھے"۔

بعض روایتوں میں بالوں کی تعداد سترہ اور اٹھارہ بھی آئی ہے۔

دراصل یہ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ کسی راوی نے کسی وقت بال گنے کسی نے کسی اور وقت گنے۔ اور پھر گننے میں بھی فرق پڑ سکتا ہے۔

داد اس بات کی دیجئے۔ کہ صحابہؓ کس قدر حضورؐ کے فدائی تھے۔ کہ انہوں نے آپ کی کوئی چھوٹی موٹی بات نہیں چھوڑی۔ جسے نوٹ نہ کیا ہو۔ یاد نہ کیا ہو۔ اس کی تبلیغ نہ کی ہو۔ یوں سمجھیے کہ جس طرح قرآن کا حافظ ہوتا ہے، اسی طرح وہ حضورؐ کی ذات کے حافظ تھے۔ آپ کی ساری زندگی ان کو ازبر تھی۔ سہ

حضورؐ آیۂ رحمت ہیں اور فیض آثار
حضورؐ کشتِ تمنا پہ مثلِ ابرِ بہار

رحمتِ عالم پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے تھے

مَاشَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ قَطُّ وَلَا لَحْمٍ اِلَّا عَلٰی ضَفَفٍ ۔"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی روٹی اور گوشت سے شکم سیر نہیں ہوتے، سوائے حالت ضففَ کے"۔

یعنی پیغمبر بحر و بر، سرور دوکون، رحمت عالمیاں، ختم پیغمبراں نے کسی وقت بھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ سوائے حالت ضَفَف کے۔ ضَفَف کے معنے ہیں اجتماعی حالت۔ لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا۔ تو مطلب یہ ہُوا۔ کہ اگر آپ کے ہاں مہمان ہوتے اور آپ میزبان۔ یا کسی اور مجمع میں شریک ہوتے۔ تو کھانے میں اس وقت تک لوگوں کا ساتھ دیتے، جب تک وہ کھانے سے فارغ نہ ہو جاتے۔ تو ایسی حالت میں شکم سیر ہوتے ورنہ کبھی پیٹ بھر کر نہ کھایا۔ اور حضورؐ کے شکم سیر ہونے کے معنے ہیں۔ دو تہائی پیٹ بھر کر کھانا۔ نہ ہماری طرح پیٹ بھر کر کھانا۔ کہ ایک لقمہ کی گنجائش باقی نہیں چھوڑتے اور گھنٹہ آدھ گھنٹہ تک ڈکاریں مارتے رہتے ہیں۔ بہتر ہے۔ کہ کھانا اس وقت کھائیں جب خوب بھوک لگی ہو۔ اور ابھی کچھ بھوک باقی ہو۔ تو چھوڑ دیں۔ اس اصول پر عمل کرنے سے بہت سی بیماریوں سے انسان محفوظ رہتا ہے۔

صحابہؓ پر عسرت کا وقت

حضرت ابن سیرینؒ (جلیل القدر تابعی) فرماتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس تھے۔ ان پر ایک لنگی اور ایک چادر کتانؔ کی تھیں۔ ابو ہریرہؓ نے ان میں سے ایک سے ناک صاف کیا۔ اور کہنے لگے۔ اللہ اللہ! آج ابو ہریرہؓ کتان کے کپڑوں سے ناک صاف کرتا ہے۔ اور ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ منبر نبویؐ اور حجرۂ عائشہؓ کے درمیان شدت بھوک کی وجہ سے بے ہوش پڑا ہوتا تھا۔ تو لوگ مجھے مجنون سمجھ کر میری گردن پاؤں سے دباتے تھے۔ دراصل مجھے جنون وغیرہ کچھ نہیں تھا۔ بلکہ شدت بھوک کی وجہ سے میری یہ حالت ہوتی تھی۔

یہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں نے حضرت عمرؓ سے ایک

لہ کتان السی کو کہتے ہیں۔ السی سے جو کپڑا بنتا تھا۔ وہ بڑا نرم اور خوب صورت ہوتا ہے۔ ریشمی کپڑے کی مانند ہی کہہ لیجئے۔

آیت کے متعلق کچھ پوچھا۔ وہ بتا رہے تھے۔ اور میں ان کے ساتھ چل رہا تھا۔ (شدت بھوک کے مارے) میں ان کے ساتھ چل نہ سکا۔ اور گر کر بے ہوش ہو گیا۔ (شمائل ترمذی)

اللہ اکبر! اس قدر غربت، افلاس اور فاقہ، پھر بھی وہ لوگ اللہ، اور رسولؐ کی محبت میں سرشار اور احکام الٰہی کے سخت پابند تھے۔ وہ دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو ترجیح دیتے تھے۔ جس حال میں اللہ نے ان کو رکھا۔ وہ اس میں راضی اور مطمئن تھے۔ انہوں نے عسر بھی دیکھا اور یُسر کا مُن بھی ان پر برسا۔ ہر حالت میں وہ راضی بہ رضا رہے۔

سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے گزر اوقات

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری زندگی میں فقر اور تنگی کو اختیار کیا شاہانہ ٹھاٹھ باٹ اور اموال و ارزاق کی ریل پیل سے حضورؐ متنفر ہی رہے۔ جس دن ذرا پیٹ بھر کے کھایا۔ تو اللہ کا شکر کیا۔ اور اگر فقر و فاقہ سے دوچار ہوئے تو اللہ کے حضورؐ عاجزی بڑھی۔ خیبر اور حنین کی غنیمتوں کی فراوانی کے باوجود اپنا وہی حال رکھا۔ اور اسی حال کو آپ نے پسند فرمایا۔

سرورِ کائنات (کروڑوں درود و سلام) کی وفات ہوئی۔ تو حضرت عائشہؓ صدیقہ نے ایک پیوند کی ہوئی چادر اور ایک تہ بند موٹا نکال کر دکھلایا۔ اور کہا۔ قُبِضَ رُوحُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَيْنِ۔ " (لوگو) ان دو کپڑوں میں حضورؐ کی روح قبض کی گئی " یعنی نزع کے وقت سید ولد آدم پر پیوند والی چادر اور موٹا تہ بند تھا۔ (بخاری شریف)

پس جو کچھ آیا۔ غربا میں تقسیم کر دیا۔ اور آپ فقیری میں خوش رہے۔

قدموں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہُوا
اور تین دن سے پیٹ پہ پتھر بندھا ہُوا
ہیں دوسروں کے واسطے سیم و زر و گہر
اپنا یہ حال ہے کہ ہے چولھا بجھا ہُوا
کسریٰ کا تاج روندنے کو پاؤں کے تلے
اور بوریا کھجور کا گھر میں بچھا ہُوا

کھجوروں اور پانی پر گزارا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :-

اِنْ کُنَّا اٰلُ مُحَمَّدٍ نَمْکُثُ شَھْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ اِنْ ھُوَ اِلَّا التَّمْرَۃُ وَ الْمَاءُ ط ـ "ہم لوگ (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل و عیال) ایک ایک ماہ تک ہمارے یہاں آگ نہیں جلتی تھی۔ صرف کھجور اور پانی پر گزارا تھا"

ملاحظہ :- آگ نہ جلنے کا مطلب یہ ہے، کہ پکانے والی کوئی چیز ہوتی نہ تھی۔ کہ آگ جلانے کی نوبت آتی۔ صرف کھجور کھا کر اور پانی پی کر وقت گزارتے تھے۔ مہینوں یہی حال رہتا تھا۔

نوفل بن ایاس کہتے ہیں۔ کہ عبد الرحمٰن بن عوف (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں)، ہمارے ہمنشین تھے۔ وَنِعْمَ الْجَلِیْسُ ـ اور بہترین ہمنشین تھے، ایک مرتبہ ہم ان کے ساتھ کسی جگہ سے واپس آتے۔ اور واپسی میں ان کے ساتھ ان کے مکان پر چلے گئے۔ انہوں نے گھر جا کر غسل کیا۔ جب غسل سے فارغ ہوئے، تو ایک برتن میں روٹی اور گوشت لایا گیا۔ (ہم سب کے کھانے کے لئے) عبد الرحمٰن یہ (دستر خوان) دیکھ کر رونے لگے۔ کہنے لگے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وفات تک کبھی بھی اس کی نوبت نہیں آئی۔ کہ آپ نے اور آپ کے گھر والوں نے جَو کی روٹی ہی سے شکم سیری فرمائی ہو۔ اب حضورؐ کے بعد جہاں تک میرا خیال ہے، ہم لوگوں کی

یہ ثروت کی حالت کسی بہتری کے لئے نہیں ہے "

عبدالرحمٰن بن عوف رضہ کے گھر میں خوشحالی ہو گئی تھی۔ اور وہ گوشت اور روٹی کھاتے تھے۔ ان کے ساتھیوں کے پاس جب گوشت روٹی کھانے کے لئے لائی گئی۔ تو یہ دیکھ کر عبدالرحمٰن رو دیئے۔ کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دیکھا ہوا تھا۔ کہ حضور کے گھر میں مہینوں آگ نہ جلتی تھی۔ اور نہ حضور نے شکم سیر ہو کر کبھی کھایا تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنی خوشحالی اور ثروت کو بہتر نہ سمجھا۔

ابوہریرہ رضہ نے بھنی ہوئی بکری نہ کھائی

سعید مقبری سے روایت ہے۔ کہ نقل کی ابوہریرہ رضہ سے یہ کہ گزرے وہ (ابوہریرہ رضہ) ایک قوم پر، کہ آگے ان کے رکھی ہوئی تھی بکری بھنی ہوئی پس بلایا ان لوگوں نے حضرت ابوہریرہ رضہ کو (کھانے کے لئے) پس انکار کیا ابوہریرہ رضہ نے اس کے کھانے سے۔ اور (از راہ عذر) کہا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور نہیں پیٹ بھرا جَو کی روٹی سے۔ (بخاری شریف)

مطلب یہ ہے، کہ حضرت ابوہریرہ رضہ پر بھنی ہوئی بکری کا کھانا گراں گزرا، اس لئے کہ حضور انور صہ کا حال سامنے آ گیا۔ کہ آپ نے تا وفات جَو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا تھا۔ یعنی سیر ہو کر نانِ شعیر نہیں کھائی تھی۔

رحمتِ عالم صہ اور کھجور کا بوریا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ داخل ہوا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر، اور حضور لیٹے ہوئے تھے کھجور کے بوریئے پر۔ لَیْسَ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَهٗ فِرَاشٌ ۔ نہ تھا درمیان حضرت کے اور درمیان بوریئے کے بچھونا۔ قَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِہٖ ۔ تحقیق نشان ڈال دیئے تھے بوریئے نے آپ کے پہلو میں "

اس حال میں کہ آپ سرہانے تکیہ رکھے ہوئے تھے چمڑے کا۔ کہ بھرا تو اس کا پوست خرما کا تھا۔ میں نے کہا۔ یَا رَسُوْلَ اللہِ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ فراخی کرے آپ کی امت پر۔ پس فراخی کی گئی ہے فارس اور روم پر۔ حالانکہ وہ عبادت نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی۔ فرمایا حضورؐ نے۔ کیا کہنا ہے تو یہ۔ اور تو اب تک اسی مقام میں ہے ــــ اے خطاب کے بیٹے! (سنو! فارس اور روم اور تمام کفار ایک گروہ ہیں۔ کہ جلدی کی گئی ہیں ان کے لئے خوبیاں اور لذتیں ان کی زندگانی دنیا میں (اور آخرت میں فقیر، خوار، اور عذاب میں ہوں گے) اور ایک روایت میں ہے ــ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ لَھُمُ الدُّنْیَا وَ لَنَا الْاٰخِرَۃُ ــ "کیا نہیں ہے تو راضی کہ ہووے ان کے لئے دنیا اور ہمارے لئے آخرت" (بخاری مسلم)

حضورؐ کو تین چیزیں خوش آئیں

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ:-

یُعْجِبُہٗ مِنَ الدُّنْیَا ثَلٰثَۃٌ۔ اَلطَّعَامُ وَالنِّسَآءُ وَالطِّیْبُ ـ

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خوش آئیں دنیا میں تین چیزیں ایک تو کھانا، دوسرے عورتیں، تیسرے خوشبو!ــ (مشکوٰۃ شریف)

حضورؐ نے طعام کو اس لئے اچھا سمجھا۔ کہ اس کے کھانے سے زندگی رواں دواں رہتی ہے۔ بدن کی حفاظت ہوتی۔ اور دین کے کاموں میں مدد ملتی ہے۔

عورتوں کو اچھا اس لئے سمجھا۔ کہ ان سے نفس بُرے خطرات اور ناجائز خواہشات سے بچتا ہے۔ آدمی کے ایمان کی حفاظت ہوتی ہے۔ نیز دنیا کی بھولی بسری گردن زدنی ذلیل عورت کے سر پر عزت اور وقار کا تاج رکھا۔

ؔ اور ایک روایت میں قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ آیا ہے۔ اور گردانی گئی خوش دلی میری نماز میں یعنی نماز میں مجھے سب عبادتوں سے بڑھ کر سرور حاصل ہوتا ہے۔

اور خوشبو سے دماغ کو تقویت اور تفریح حاصل ہوتی ہے۔ جو عقل کا مقام ہے۔ مذکورہ حدیث میں آگے ارشاد ہوتا ہے "کہ ان تین چیزوں میں دو چیزیں آپ نے (بکثرت) پائیں۔ عورتیں! (کہ نو تھیں) اور پائی خوشبو خالص سے۔ (حالانکہ آپ کا عرق تمام خوشبوئیوں سے زیادہ خوشبودار تھا)۔ وَلَمْ يُصِبِ الطَّعَامَ۔ اور نہ پایا طعام۔ (یعنی طعام کی قلت رہی)۔ ؏

ترے وجود کی نکہت معطر و جاوید

حضرت علی رض سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص راضی ہو اللہ تعالیٰ سے تھوڑے رزق سے (یعنی قناعت کرتا ہے تھوڑے رزق پر) راضی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ساتھ تھوڑے سے عمل کے۔

(مشکوٰۃ شریف)

مطلب یہ ہے، کہ جس قدر زیادہ رزق اور انواع و اقسام کے کھانے کھائے گا اتنی ہی زیادہ عبادت اور شکر سے اللہ راضی ہو گا۔ اور اگر تھوڑے رزق پر قناعت کرے گا۔ تو تھوڑے عمل اور شکر سے اللہ خوش ہو جائے گا۔

پس جو لوگ ارزاق و اموال کی فراوانی پاتے ہیں۔ دونوں وقت نفیس قسم کے کھانوں سے پیٹ بھرتے ہیں۔ دن میں کئی کئی بار کھانے پینے کی چیزوں اور اثمار و فواکہ سے کام و دہن کی تواضع کرتے ہیں۔ ان کو بہت بہت اللہ کی عبادت، اور شکر بجا لانا چاہیئے۔ پانچوں نمازیں پڑھیں۔ تہجد، اشراق تسبیح، پڑھیں۔ ہر روز قران مجید کے دو تین، چار یا پانچ چھ پاروں کی تلاوت کریں۔ استغفار، آیت کریمہ درود شریف، اور دوسرے اوراد، و وظائف کی کثرت کریں۔ فرضی روزوں کے علاوہ، شوال کے روزے، ہر ماہ ایام بیض کے روزے، عرفہ کا روزہ رکھا کریں۔ مال کو باد و باراں کی طرح اللہ کے نام پر خرچ کریں۔ صدقات و خیرات کے بادل برساتے رہیں۔

تاخدا کی نعمتوں کا کچھ شکر ادا ہو۔

تن آسانی سے بچو

معاذ ابن جبل رض کو حضور نے یمن کی طرف (قاضی بنا کر) بھیجا۔ اور فرمایا:-

اِیَّاکَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللهِ لَیْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ ؕ

"دور رکھ تو اپنے تئیں (اے معاذ) استراحت اور تن آسانی سے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے آرام اور استراحت میں نہیں ہوتے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حیّ لایزال پہاڑوں کو سونا کر دیتا

اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چاہتے۔ اور اللہ سے دعا کرتے، تو لگا دیتا دنیا جہان کی دولت کے انبار۔ اور حیّ لایزال ان کے لئے پہاڑوں کو سونا کر دیتا۔ لیکن آپ نے دعا کی تو یہ کی:-

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ۔ (ترمذی)

"یا الٰہی زندہ رکھ مجھ کو مسکین، اور مار مجھ کو مسکین، اور حشر کر میرا مسکینوں کے گروہ میں"

دنیا آپ کی نظر میں ہمیشہ حقیر، بے قدر، اور ذلیل رہی۔ دنیوی جاہ و جلال مال و منال، اعلےٰ درجہ کے ماکولات، مشروبات، ملبوسات اور فانی لذآیذ سے آپ بے رغبت رہے۔ جتنی دیر رحمت للعالمین دنیا میں بقید حیات رہے درویشی، فقیری، اور مسکینی کے فردوس میں شاداں و فرحاں رہے۔ دنیا سے کبھی آپ نے دل نہ لگایا۔ بلکہ فرمایا:-

اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَّمَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللهِ۔

دنیا راندی ہوئی ہے۔ اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون اور راندہ ہوا ہے۔ سوائے اللہ کے ذکر کے" (مشکوٰۃ شریف)

پس تمام اوامر الٰہی کا امتثال اللہ کا ذکر ہے۔ اوامر کا پابند شخص دنیا کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کرے گا۔ تو اس صورت میں دنیا اس کے لئے دین ہی بن جائے گی۔ اور اوامر خداوندی سے غافل اور بے خبر آدمی خود بھی ملعون اور دنیا وما فیہا بھی اس کے لئے ملعون ہے۔ آخرت سے آنکھ موند کر دنیا کو نرگس کی آنکھ سے دیکھنا، ناظر کو راندۂ درگاہِ ایزدی بنا دیتا ہے۔ یہی ملعون دنیا ہے جس کا نقشہ "جوشؔ" نے پیش کیا ہے:۔

ے

دنیا ہے دنی خاک ہے دنیا کا زر و مال — تذلیل کی بنیاد ہیں یہ حشمت و اجلال
ادبار کوئی چیز ہے دراصل نہ اقبال — وہ سر بھی کوئی سر ہے جو ہونے کو ہے پامال

بیدار ہیں دل جن کے وہ دنیا سے خفا ہیں!
جو پھول کے طالب ہیں وہ کانٹوں سے جدا ہیں

تکلیف کے اسباب کو راحت نہیں کہتے — جو چند نفس ہو اسے "لذت" نہیں کہتے
دیباچۂ ماتم کو "مسرت" نہیں کہتے — جس شے کو فنا ہو اسے نعمت نہیں کہتے

آرام کی خواہش نہ کرو قوتِ زر سے
لبریز کرو روح کو اللہ کے ڈر سے

غدار "زمانے" کی لگاوٹ سے خبردار — آگاہ ہو، آگاہ ہو، ہشیار ہو ہشیار
جھوٹی یہ امیدیں ہیں پریشاں ہیں یہ افکار — کس نشے میں بدمست ہیں دنیا کے طلبگار

یہ شاخ ہے وہ، جو نہ پھولی نہ پھلی ہے
دنیا تجھے نادان! کدھر لے کے چلی ہے

کھینچے لئے جاتا ہے کہاں تجھ کو زمانہ سننے کے سزاوار نہیں ہے یہ فسانہ
دولت ہی کوئی اصل میں شے ہے نہ خزانہ دھوکا ہے یہ دھوکا ہے بہانہ ہے بہانہ
واللہ کہ تو حرص کے سانچے میں ڈھلا ہے
حق چھوڑ کے باطل کی پرستش کو چلا ہے

دنیا جسے کہتے ہیں کثافت کا ہے انبار خنزیر کی ہڈی سے بھی کچھ بڑھ کے ہے مردار
ناپاک ہے بد اصل ہے کم ظرف ہے بدکار مردار شکم اس کا، تو پشت اسکی ہے بیمار
مبروص کے داغوں سے عفونت میں سوا ہے
ذلت کا یہ لقمہ ہے سگوں کی یہ غذا ہے

تو فخر سے کہتا ہے جسے عیش و تنعم وہ خواب کی جنت ہے، وہ فردوس توہم
نالے ہی کی روداد ہیں نغمہ کہ ترنم ہے مہر فغاں روشنیٔ ماہ تبسم
تو جس کو سمجھتا ہے، کہ فردوس بریں ہے
دھندلی سی مسرت کا وہ سایہ بھی نہیں ہے

جا گور غریباں پہ نظر ڈال بہ عبرت کھل جائے گی تجھ پر تری دنیا کی حقیقت
عبرت کے لئے ڈھونڈ کسی شاہ کی تربت اور پوچھ کدھر ہے وہ تری شانِ حکومت
کل تجھ میں بھرا تھا جو غرور، آج کہاں ہے
اے کاسۂ سر! بول ترا تاج کہاں ہے

حضورؐ راہب نہ تھے

حضورؐ کی دنیا وما فیہا سے بے رغبتی کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ آپ راہب یا تارک دنیا تھے۔ بلکہ آپ کی تعلیم یہ ہے۔ کہ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے تارک دنیا ہونا جائز نہیں۔ رحمت عالمؐ خدا کی مرضی کے مطابق سب سے بڑے دنیادار تھے۔ بیویاں، بچے، کنبہ، قبیلہ، اہل وعیال، برادری، رشتہ داریاں رکھتے۔ اور ان

سب کے حقوق پورے کرتے تھے۔ تمدنی، معیشی، معاشرتی، اقتصادی، اخلاقی، سیاسی روحانی، مادی، شعبہ ہائے حیات میں نمونہ عمل تھے۔ گرہست یعنی دنیا داری کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں، جسے آپ نے عمل کے ساتھ بتایا نہ ہو۔ آپ رسول ہیں۔ نبی ہیں۔ خطیب ہیں، مبلغ ہیں۔ مجاہد ہیں۔ غازی ہیں، قاضی ہیں۔ جج ہیں اور جس بات کی بھی اہل دنیا کو ضرورت ہے۔ آپ ان کے لئے سب کچھ ہیں۔ اور آپ کی دین داری کا یہ عالم ہے۔ کہ شب معراج میں ساتوں آسمانوں سے بہت بہت آگے سدرہ سے بھی پرے، اللہ کے حضور پہنچ کر رب المشرقین و رب المغربین سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ نہ اللہ نے آپ جیسا دنیا دار پیشوا پیدا کیا۔ نہ ایسا بعد از خدا بزرگ، دین دار، سربراہِ مرسلاں مبعوث فرمایا۔

پس حضورؐ کے گزر اوقات کے سلسلہ میں جس فقر و فاقہ کا ذکر ہے اس پر آپ بہ ہزار خوشی مطمئن تھے۔ فتح مکہ کے بعد اللہ نے آپ کو بادشاہ بھی بنا دیا۔ لیکن پھر بھی آپ نے شاہی میں فقیری کی۔ سہ

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے درد سا اکثر رہتا ہے
جو اہلِ صفا ہیں ان کے دل میں نور کا چشمہ بہتا ہے

رحمتِ عالمؐ کے موزے نعلین شریف اور انگوٹھی

حضرت بریدہ رضؓ سے روایت ہے۔

اَنَّ النَّجَاشِیَّ اَھْدٰی لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُفَّیْنِ اَسْوَدَیْنِ سَاذَجَیْنِ فَلَبِسَھُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَ مَسَحَ عَلَیْھِمَا۔

"نجاشی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سیاہ رنگ کے دو سادے موزے ہدیہ کے طور پر بھیجے تھے۔ حضورؐ نے ان کو پہنا۔ اور

وضو کرکے ان پر مسح فرمایا۔"

نجاشی حبشہ کے بادشاہ کا لقب تھا۔ نام اس کا اصحمہ تھا۔ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ حضورؐ نے ان کا ہدیہ قبول فرمایا۔ پہنا اور وضو کے بعد ان موزوں پر مسح فرمایا۔

موزے استعمال کرنے کے آداب میں ہے۔ کہ پہلے دایاں موزہ پہنے۔ پھر بایاں اور ان کو جھاڑ کر پہننا چاہیئے۔ طبرانی نے معجزات میں ایک روایت حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے۔ کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ جنگل میں ایک موزہ پہنا۔ اور دوسرا پہننے کا ارادہ فرما رہے تھے۔ کہ ایک کوّا آکر دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا۔ اور اوپر جاکر اس کو پھینک دیا۔ اس میں ایک سانپ گھسا ہوا تھا۔ جو گرنے کے سبب باہر نکلا۔ حضورؐ نے اللہ کا شکر کیا۔ اور موزہ پہننے کے آداب میں فرمایا۔ کہ موزے پہننے کے وقت ان کو جھاڑ لیا کریں۔

مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں۔ کہ دحیہ کلبی نے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو دو موزے ہدیتہً پیش کئے۔ ایک روایت میں موزوں کے ساتھ جبّہ کا ذکر بھی ہے حضورؐ نے انہیں پہنا۔ حتیٰ کہ وہ پھٹ گئے۔" (شمائل ترمذی)

مشکوٰۃ میں ہے۔ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْجَوْرَبَيْنِ۔ حضورؐ نے موزوں، اور جرابوں پر مسح کیا۔ معلوم ہوا۔ کہ آپ نے جرابیں بھی پہنی ہیں۔

نعلین شریف

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نعلین شریف یعنی جوتہ استعمال فرمایا ہے۔ حدیثوں میں اس کی شکل و صورت، اور ہیئت بیان کی گئی ہے۔ اور پہننے اور اتارنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔ صحابہؓ پر اللہ کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں۔ انہوں نے حضورؐ کی ہر چیز کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ ان کو جناب رحمت للعالمینؐ سے بے حد محبت تھی۔ حدیثیں ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ قَتَادَةَ قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُولِ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَھُمَا قِبَالَانِ ۔ (مشکوٰۃ شریف)

قتادہؓ نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کیسے تھے؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہر ایک جوتہ میں دو دو تسمے تھے۔"

ہمارے ملک کے جوتہ کی طرح عرب کا جوتا نہیں ہوتا۔ وہ جوتا اس طرح کا ہوتا ہے۔ کہ چمڑے کی چپٹی رسول (SOAL) پر دو تسمے لگے ہوتے ہیں۔ حضورؐ کے جوتہ شریف کی بھی یہی شکل تھی۔ کہ چمڑے کے تلے پر دو تسمے لگے ہوتے تھے۔ جسے سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم پاؤں میں پہنتے تھے۔

عیسٰے بن طہمان کہتے ہیں۔ کہ حضرت انسؓ نے ہمیں دو جوتے نکال کر دکھلائے ان پر بال نہیں تھے۔ بعد ازاں ثابت نے بتایا۔ کہ وہ دونوں حضورؐ کے نعلین شریف تھے۔

حضرت ابی ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ جب کوئی شخص تم میں سے جوتہ پہنے۔ تو دائیں طرف سے ابتدا کرنی چاہیئے۔ اور جب نکالے، تو بائیں طرف سے پہلے نکالے۔ (مشکوٰۃ شریف)

رحمتِ عالمؐ کی انگوٹھی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شروع میں انگوٹھی نہیں بنوائی تھی۔ لیکن بعد ازاں معلوم ہوا۔ کہ شاہانِ عجم بغیر مُہر کے خطوط کی پروا نہیں کرتے تھے۔ پھر آپ نے ۶ھ میں مہر بنوائی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اہلِ عجم کو تبلیغی خطوط لکھنے کا ارادہ کیا۔ تو لوگوں نے عرض کیا۔ کہ عجم والے بلا مہر خط کو قبول نہیں کرتے۔ اس لئے حضورؐ نے انگوٹھی بنوائی۔ جس کی سفیدی گویا اب میری نظروں میں پھر رہی ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ حضورؐ نے کسریٰ اور قیصر اور نجاشی کو تبلیغی

خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ تو آپ سے لوگوں نے عرض کیا:۔

اِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُوْنَ كِتَابًا اِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَةُ فِضَّةٍ وَنُقِشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ یہ لوگ بغیر مُہر کے خط قبول نہیں کرتے، پھر حضورؐ نے ایک مُہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا۔ اس میں محمدؐ رسول اللہ منقوش تھا۔ (بخاری شریف)

نوٹ:۔ کسریٰ ملک فارس کے بادشاہ کا لقب ہے۔ اور قیصر روم کے، اور نجاشی ملک حبشہ کے بادشاہ کا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط

نوشیرواں کے پوتے پرویز کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
من محمد رسول اللہ

الیٰ کسریٰ عظیم فارس سلام علےٰ من اتبع الھدیٰ وامن باللہ ورسولہ وشھد ان لآ الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک وان محمد اعبدہٗ و رسولہ ادعوک بدعایۃ اللہ فانی انا رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکٰفرین اسلم تسلم فان تولیت فان علیک اثم المجوس۔ (بخاری شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے رسول محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے کسریٰ کے نام جو فارس کا بڑا سردار ہے۔ سلامتی اس شخص کے لئے ہے جو ہدایت اختیار کیے۔ اور اللہ پر

اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ اور اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تجھ کو اللہ کی پکار (یعنی کلمہ) کی دعوت دیتا ہوں۔ اس لئے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو تمام جہان کی طرف اس لئے بھیجا گیا ہے۔ کہ ان لوگوں کو ڈرائے۔ جن کے دل زندہ ہیں (یعنی زندہ ضمیر والے ہیں) اور تاکہ اللہ کی حجت کافروں پر پوری ہو جائے۔ (کہ کل قیامت کو یہ نہ کہیں۔ کہ ہمیں علم نہ ہوا) تو اسلام لے آ۔ تاکہ سلامتی سے رہے۔ ورنہ تیرے اتباع مجوس کا وبال تجھ پر ہو گا۔"

یہ خط عبداللہ بن حذافہ کو دے کر روانہ کیا گیا۔ انہوں نے بحرین کے رئیس کی وساطت سے کسریٰ کو پہنچا دیا۔ کسریٰ نے جب یہ خط سنا۔ تو غصہ سے لال پیلا ہو گیا۔ اور خط مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب یہ خبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ تو آپ نے فرمایا۔ خدا اس کے ملک کو ٹکڑے کرے۔ اس کے بعد ایسا ہی ہوا۔ کہ کسریٰ اپنے بیٹے کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اور اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تاریخ کی کتابوں میں یہ سارا واقع موجود ہے۔

روم کے بادشاہ ہرقل کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی ھرقل عظیم الروم۔ سلام علےٰ من اتبع الھدیٰ۔ اما بعد — فانی ادعوك بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یوتك اللہ اجرك مرتین۔ فان تولیت فان علیك اثم الاریسیین ویآاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرك بہ شیئًا وَّ لا یتخذ بعضنا بعضا اربابًا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔ (بخاری شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہرقل کی جانب جو روم کا عظیم (سردار) ہے۔ سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے، اما بعد!۔ میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے۔ اور اللہ تعالےٰ تم کو دوہرا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے روگردانی کی۔ تو تمہاری جاہل رعایا کا گناہ تم پر ہو گا۔ اور اے اہلِ کتاب[1] تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

حضرت دحیہ کلبی یہ خط لے کر قیصر روم کے پاس گئے۔ انہوں نے یہ خط امیر بصریٰ کو دیا۔ اور اس نے ہرقل کے آگے پیش کیا۔ اتفاق سے ان دنوں مکہ مکرمہ کا ایک تجارتی قافلہ وہاں گیا ہوا تھا۔ ہرقل نے دریافت کیا۔ کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے کیا اس کی قوم کا کوئی آدمی یہاں ہے؟ لوگوں نے کہا۔ ہاں۔ پھر یہ قافلہ والے ہرقل کے سامنے پیش ہوئے۔ ہرقل نے کہا۔ کہ مدعی نبوت کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان (جو قافلہ میں موجود تھا) نے کہا۔ کہ میں ہوں!۔ پس ابوسفیان کو (جو ابھی مسلمان نہ ہوا تھا) ہرقل کے سامنے بٹھایا گیا۔ اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے۔ پھر ہرقل نے

---

[1] اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلّم ہونے میں) برابر ہے۔ (وہ یہ) کہ سوائے اللہ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی کسی کو رب قرار نہ دے اللہ تعالےٰ کے سوا۔ پھر اگر وہ لوگ (حق سے) اعراض کریں۔ تو تم لوگ کہہ دو۔ کہ تم (ہمارے اقرار کے) گواہ رہو۔ کہ ہم تو ماننے والے ہیں۔ (پ ۳ ع ۱۵)

(ترجمان کے ذریعہ) کہا۔ کہ مدعی نبوت کے بارے میں ہم کچھ اِن سے پوچھنا چاہتے ہیں اگر یہ ہم سے کوئی بات غلط کہیں۔ تو تم لوگ ظاہر کر دینا۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ اگر ہم کو جھوٹ ظاہر ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تو ضرور اس روز ہم بہت سی غلط باتیں کہہ دیتے۔ ابوسفیان اور ہرقل کے درمیان یوں مکالمہ ہوا:۔

ہرقل:۔ یہ مدعی نبوت نسب کے لحاظ سے تم میں کیسے سمجھے جاتے ہیں ؟

ابوسفیان:۔ ہم میں بڑے عالی نسب ہیں !

ہرقل:۔ ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے ؟

ابوسفیان:۔ کوئی نہیں ہوا !

ہرقل:۔ دعویٰ نبوت سے پہلے تم لوگ کبھی ان کو جھوٹ بولنے کا الزام دیتے تھے ؟ ۔ ابوسفیان:۔ کبھی نہیں !

ہرقل:۔ ان کے پیراؤ قوم کے شرفا ہیں۔ یا معمولی درجہ کے آدمی ہیں ؟

ابوسفیان:۔ معمولی درجہ کے لوگ ہیں !

ہرقل:۔ ان کے پیراؤں کا گروہ بڑھتا جا رہا ہے، یا کم ہوتا جاتا ہے ؟

ابوسفیان:۔ بڑھتا جاتا ہے۔

ہرقل:۔ ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد لوگ اس سے بددل ہو کر دین سے پھر بھی جاتے ہیں۔ یا نہیں ؟

ابوسفیان:۔ نہیں !

ہرقل:۔ تمہاری ان کے ساتھ کبھی جنگ ہوئی ہے۔ یا نہیں ؟

ابوسفیان:۔ ہوئی ہے !

ہرقل:۔ جنگ کا کیا حال رہا ؟

ابوسفیان:۔ کبھی وہ غالب ہو جاتے ہیں۔ کبھی ہم !

ہرقل :۔ وہ کبھی بدعہدی کرتے ہیں ؟

ابوسفیان :۔ نہیں ! لیکن آج کل ہمارا اور ان کا ایک معاہدہ ہوا ہے۔ (مراد صلح حدیبیہ) دیکھیں پورا کرتے ہیں۔ یا نہیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں۔ کہ اس ایک کلمہ کے سوا کسی چیز میں بھی مجھے موقع نہ ملا کہ کچھ اپنی طرف سے ملا دوں۔

ہرقل :۔ اس سے پہلے کسی نے نبوت کا دعوےٰ کیا ؟

ابوسفیان :۔ نہیں۔

پھر ہرقل نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ (ابوسفیان سنو!) میں نے تم سے ان کے نسب کے بارہ میں سوال کیا۔ تم نے عالی نسب بتایا۔ انبیار اپنی قوم کے شریف خاندان ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے۔ تم نے کہا نہیں مجھے یہ خیال ہوا تھا۔ کہ شاید اس بہانہ سے اس بادشاہت کو واپس لینا چاہتے ہیں

میں نے ان کے متبعین کے بارے میں سوال کیا۔ کہ شرفا ہیں یا کمزور لوگ ؟ تم نے جواب دیا کمزور لوگ۔ ہمیشہ سے انبیار کا اتباع کرنے والے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں۔ (شرفا کو نخوت اور کبر دوسروں کی اطاعت سے روکتے ہیں)۔

میں نے سوال کیا تھا۔ کہ اس دعوے سے قبل تم ان پر دروغ گوئی کا الزام لگاتے تھے یا نہیں۔ تم نے کہا۔ نہیں! میں نے یہ سمجھا تھا۔ کہ شاید لوگوں کے متعلق جھوٹ بولتے بولتے اللہ پر بھی جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہو۔

میں نے سوال کیا تھا۔ کہ اس کے دین میں داخل ہو کر اس سے ناراض ہو کر کوئی مرتد ہوتا ہے ؟ تم نے انکار کیا۔ بے شک انبیار کے متبعین راسخ العقیدہ ہوتے ہیں۔

میں نے پوچھا تھا۔ کہ وہ لوگ بڑھتے ہیں۔ یا کم ہوتے ہیں۔ تم نے کہا۔ بڑھتے ہیں۔ ایمان کا یہی خاصہ ہے۔ یہاں تک کہ دین کی تکمیل ہو جائے!

میں نے ان سے جنگ کے بارے میں سوال کیا تھا۔ تم نے کہا۔ کبھی وہ غالب کبھی ہم غالب۔ انبیاء کے ساتھ ہمیشہ یہی برتاؤ رہا ہے۔ لیکن بہتر انجام انبیاء کا ہی ہوتا ہے!

میں نے بدعہدی کے متعلق سوال کیا۔ تم نے کہا۔ وہ بدعہدی نہیں کرتے انبیاء کی یہی صفت ہوتی ہے۔ کہ وہ بدعہدی نہیں کرتے۔

میں نے پوچھا۔ کہ ان سے قبل کسی نے نبوت کا دعوے کیا تھا۔ تم نے کہا۔ نہیں ـــ میں نے خیال کیا تھا۔ کہ اگر ان سے قبل کسی نے یہ دعوے کیا ہوگا تو میں سمجھوں گا۔ کہ یہ اسی بات کی تقلید کرتے ہیں۔ جو ان سے پہلے کہا جا چکا ہے۔

اس کے بعد ہرقل نے ان سے پوچھا۔ کہ ان کی تعلیمات کیا ہیں؟ ان لوگوں نے کہا۔ نماز پڑھنے، صدقہ کرنے، صلہ رحمی کرنے کا، عفت اور پاک دامنی کا حکم کرتے ہیں ـــ ہرقل نے کہا۔ اگر یہ سب امور سچ ہیں۔ جو تم نے بیان کئے ہیں۔ تو وہ بے شبہ نبی ہیں۔

مجھے تو یہ یقین تھا۔ کہ وہ عنقریب پیدا ہونے والے ہیں۔ مگر یہ یقین نہ تھا۔ کہ وہ تم میں سے ہوں گے۔ اگر مجھے یقین ہوتا۔ کہ میں ان تک پہنچ سکتا ہوں تو ان کے ملنے کی خواہش کرتا۔ (مگر اپنے قتل اور سلطنت کے زوال کے خوف سے جا نہیں سکتا) اور میں ان کے پاس ہوتا۔ تو ان کے پاؤں دھوتا۔ بلاشبہ ان کی سلطنت اس جگہ تک پہنچنے والی ہے۔ جہاں میں ہوں۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ اس نے حضورؐ کے خط کو نہایت احتیاط سے صندوق میں سونے کی نلکی میں محفوظ رکھا جو نسلاً بعد نسلاً اسی طرح اس کی اولاد میں منتقل ہوتا چلا آیا۔

مسند امام احمد حنبل میں ہے۔ کہ ہرقل نے حضورؐ کو خط لکھا۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ کاذب جھوٹ کہتا ہے۔ وہ تو اپنی نصرانیت پر قائم ہے۔ چنانچہ غزوہ موتہ میں اس نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔

ہرقل کیوں مسلمان نہ ہوا

اعلام السائلین میں ہے۔ کہ حضرت دحیہؓ کلبی جب حضورؐ کا والا نامہ لے کر گئے۔ اور ہرقل کے سامنے پڑھا گیا۔ تو اس کا بھتیجا بھی وہاں موجود تھا۔ وہ نہایت غصہ میں بھر گیا اور کہنے لگا۔ کہ یہ خط مجھے دو۔ چچا یعنی ہرقل نے کہا۔ تو یہ خط لے کر کیا کرے گا۔ اس نے کہا۔ یہ خط پڑھنے کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں آپ کے نام سے ابتدا نہیں کی ہے۔ پھر آپ کو بادشاہ کے بجائے روم کا بڑا آدمی لکھا ہے۔ ہرقل نے کہا۔ تو بے وقوف ہے۔ کیا تو چاہتا ہے۔ کہ میں ایسے شخص کے خط کو پھینک دوں۔ جس کے پاس ناموس اکبر (حضرت جبرئیل) آتے ہیں۔ (سنو) اگر وہ نبی ہیں۔ تو ان کو اپنے ہی لکھنا چاہیئے۔ اس کے بعد اس نے حضرت دحیہ کلبی کو بڑے اعزاز واکرام سے ٹھیرایا۔

پھر اس نے اپنے ارکان و امرار سلطنت کو جمع کیا۔ اور انہیں کہا۔ کہ میں تم کو ایک ایسی بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ جو سراسر خیر و فلاح ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے تمہارے ملک کے بقا کا ذریعہ ہے۔ (سنو) جن کا یہ خط آیا ہے، بے شک وہ نبی ہیں۔ ان کا اتباع کر لو۔ اور ان کی بیعت اختیار کر کے مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے ایک بڑے وسیع مکان میں جہاں سب طرف کے کواڑ بند کرا دیئے تھے۔ اس مضمون پر ایک لمبی تقریر کی۔ وہ لوگ یہ تقریر سن کر اس قدر متوحش ہوئے کہ ایک دم شور و شغب کا طوفان امڈ آیا۔ لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے (کہ کیوں خط پڑھا گیا۔ اور اس نبی کی طرف رغبت دلائی گئی ہے)۔ یہاں تک کہ ہرقل کو

جان کا خطرہ پڑگیا۔ پھر اس نے لوگوں کو بڑی کوشش سے خاموش کرایا۔ اور کہا کہ میں دراصل تمہارا امتحان لینا چاہتا تھا۔ کہ تم اپنے دین پر کس قدر پختہ ہو۔ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ تم اپنے دین پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہو۔ پھر وہ لوگ اپنی عادت کے مطابق اس کے آگے سجدے میں گر گئے۔ پھر ہرقل نے انہیں شاباش دے کر رخصت کر دیا

پھر اس نے پوپ کو بلایا۔ اور اس سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا۔ بے شک یہ نبی آخر الزمان ہیں۔ جن کی شہادتیں ہماری کتاب میں موجود ہیں۔ ہرقل نے کہا۔ کہ مجھے بھی ان کا یقین ہے۔ مگر مشکل تو یہ ہے۔ کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں۔ تو یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے۔ اور سلطنت جاتی رہے گی۔ پس اس وجہ سے ہرقل مسلمان نہ ہوا۔

نجاشی شاہِ حبشہ کے نام

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

من محمّد رسول اللہ الی النّجاشی ملك حبشة اسلم انت فانی احمد الیك اللہ الذی لاالٰہ الاھو الملك القدوس السلام المؤمن المھیمن واشھد ان عیسٰی بن مریم البتول الطیبة الحصینة فحملت بعیسٰی فخلقه اللہ من روحه ونفخه کما خلق اٰدم بیدہٖ و انّی ادعوك وجنودك الی اللہ عزّ و جلّ وبلغت ونصحت فاقبلوا النصیحتی والسلام علٰی من اتبع الھدٰی۔ (شمائل ترمذی)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف ــــ

اسلام قبول کرو۔ میں تمہاری طرف خدا تعالیٰ کی حمد بھیجتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بادشاہ ہے۔ پاک ہے سارے عیبوں سے۔ سالم ہے ہر نقص سے۔ اپنے بندوں کو قیامت کے میدان میں

امن دینے والا ہے۔ ان کا نگہبان ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسےٰ بن مریم خدا تعالےٰ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے مریم بتول پاک محصنہ کی طرف بھیجا۔ پس وہ حاملہ ہوگئیں تو اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسےٰ کو اپنی روح اور نفخ سے پیدا کیا۔ جس طرح آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اور میں تم کو اور تمہارے جیش کو خدائے عزّ و جلّ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے خدا تعالیٰ کا حکم پہنچا دیا۔ اور نصیحت کردی۔ تم میری نصیحت کو قبول کرو۔ اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے"

نجاشی بادشاہِ حبشہ مسلمان ہوگیا۔ اور اس کی وفات کی خبر جبریل علیہ السلام نے حضورؐ کو مدینہ منورہ میں دی۔ آپ نے منادی کراکر مسلمانوں کو جمع کیا۔ اور نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ یہ ۹ھ کا واقعہ ہے۔

امّ حبیبہ بنت ابوسفیان حبشہ میں تھیں۔ حضورؐ کے ارشاد پر نجاشی نے وہیں آپ کا نکاح امّ حبیبہ سے کردیا۔ اور چار سو مثقال سونا مہر خود ادا کردیا۔ اور ام حبیبہؓ کو بعد احترام حضورؐ کے پاس مدینہ منورہ بھیج دیا۔

مقوقس بادشاہ مصر کے نام

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم
من محمد عبد اللّٰہ و رسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد۔ فانی ادعوك بدعایة الاسلام اسلم تسلم واسلم یؤتك اللّٰہ اجرك مرتین فان تولیت فعلیك اثم اھل القبط یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِكَ بِہٖ شَیْئًا وَّ لَا

يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمدؐ کی جانب سے جو خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ مقوقس کی جانب جو قبط کا عظیم ہے۔ سلام اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔ اما بعد! میں تم کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اسلام قبول کرو۔ سلامت رہو گے۔ اسلام قبول کرو۔ خدا تعالیٰ تم کو دوہرا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے روگردانی کی۔ تو سارے اہل قبط کا گناہ تم پر ہو گا۔ اور اے اہل کتاب! آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے تمہارے درمیان متفق علیہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں۔ خدا کے ساتھ کسی شریک نہ کریں۔ ہم میں سے بعض، بعض کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پھر اگر وہ لوگ (حق سے) اعراض کریں۔ تو تم لوگ کہہ دو۔ کہ تم (ہمارے اقرار کے) گواہ رہو۔ کہ ہم تو ماننے والے ہیں۔"

حاتم بن ابی بلتعہؓ یہ خط لے کر مقوقس کے پاس پہنچے۔ اور کہا۔ کہ تم سے پہلے ایک شخص تھا۔ جو خدائی کا دعوے کرتا تھا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آچکا۔ تم کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

مقوقس نے کہا۔ کہ میں نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے متعلق غور کیا ہے وہ کسی بری بات کا حکم نہیں دیتے۔ اور کسی اچھی بات سے منع نہیں کرتے۔ نہ وہ گمراہ ساحر ہیں۔ نہ جھوٹے کاہن۔ اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ ان میں نبوت کی علامتیں بھی پائی جاتی ہیں۔

[illegible]

يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمدؐ کی جانب سے جو خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ مقوقس کی جانب جو قبط کا عظیم ہے۔ سلام اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔ اما بعد! ۔ میں تم کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اسلام قبول کرو۔ سلامت رہو گے۔ اسلام قبول کرو۔ خدا تعالےٰ تم کو دوہرا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے روگردانی کی۔ تو سارے اہل قبط کا گناہ تم پر ہوگا۔ اور اے اہل کتاب! آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے تمہارے درمیان متفق علیہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں۔ خدا کے ساتھ کسی شریک نہ کریں۔ ہم میں سے بعض، بعض کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پھر اگر ۔ وہ لوگ (حق سے) اعراض کریں۔ تو تم لوگ کہہ دو۔ کہ تم (ہمارے اقرار کے) گواہ رہو۔ کہ ہم تو ماننے والے ہیں"

حاطب بن ابی بلتعہؓ یہ خط لے کر مقوقس کے پاس پہنچے۔ اور کہا۔ کہ تم سے پہلے ایک شخص تھا۔ جو خدائی کا دعوےٰ کرتا تھا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آچکا۔ تم کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

مقوقس نے کہا۔ کہ میں نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے متعلق غور کیا ہے وہ کسی بُری بات کا حکم نہیں دیتے۔ اور کسی اچھی بات سے منع نہیں کرتے۔ نہ وہ گمراہ ساحر ہیں۔ نہ جھوٹے کاہن۔ اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ ان میں نبوت کی علامتیں بھی پائی جاتی ہیں۔

مقوقس نے حضورؐ کے خط کو بہت عزت و اکرام سے لیا۔ اور ایک ہاتھی دانت کے ڈبہ میں حفاظت سے رکھ لیا۔ پھر ایک کاتب کو بلاکر عربی میں حضورؐ کے خط کا جواب لکھوایا۔ جو درج ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لمحمد بن عبد اللہ من المقوقس عظیم القبط سلام علیک اما بعد۔ فقد قرأت کتابک وفهمت ما ذکرت فیه وما تدعوا الیه وقد علمت ان نبیا بقی وکنت اظن انه یخرج بالشام وقد اکرمت رسولک وبعثت الیک بجاریتین لهما مکان فی القبط عظیم وبکسوة اهدیت الیک وبغلة لترکبها و السلام علیک۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمدؐ بن عبداللہ کی جانب، مقوقس عظیم قبط کی طرف سے سلام ہو آپ پر۔ اما بعد۔ میں نے آپ کا خط پڑھا۔ اور اس میں جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے۔ اور جس بات کی طرف آپ نے بلایا ہے۔ اس کو سمجھا ہے، مجھ کو یہ معلوم ہے۔ کہ ایک نبی باقی ہے۔ مگر میرا گمان تھا۔ کہ ان کا خروج شام میں ہوگا۔ میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی ہے۔ اور آپ کے لئے دو لونڈیاں بھیجی ہیں جن کا قبط میں بڑا درجہ ہے۔ اور کپڑے بھی آپ کے لئے ہدیہ کئے ہیں۔ اور ایک بغلہ (دلدل) بھیجا ہے۔ تاکہ آپ اس پر سواری کریں۔ اور سلام ہو آپ پر۔"

(زاد المعاد۔ روضۃ الاحباب)

مقوقس نے اپنا اسلام لانا ظاہر نہیں کیا۔ اس لئے اسے مسلمان نہیں کہہ سکتے دو لونڈیاں جو بھیجیں۔ ایک ماریہ قبطیہ تھیں۔ دوسری سیرین۔ اور بغلہ دلدل تھا۔ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہا۔

حضورؐ کے قاصد حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس نے ایک سو مثقال سونا دیا۔ اور لباس پہنایا۔ بڑی عزت اور تکریم سے رخصت کیا۔

ہوذہ بن علی صاحب یمامہ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
من محمد رسول اللہ

الی ہوذہ بن علی سلام علٰی من اتبع الھدی واعلم ان دینی سیظھر الی منتھی الخف[1] والحافر فاسلم تسلم واجعل لک ما تحت یدیک۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"محمد رسول اللہ کی طرف سے ہوذہ بن علی کے نام۔ سلام ہو اس پر۔ جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اور جان لو کہ میرا دین (اسلام) وہاں تک پھیلے گا۔ جہاں تک چوپائے اور گھوڑے جا سکتے ہیں۔ تو اسلام قبول کرو۔ سلامت رہو گے۔ اور جو کچھ تمہارے اختیار میں ہے اس کا مالک تمہی کو بنا دیں گے۔"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ مہر شدہ خط سلیط بن عمرو عامریؓ لے کر علی بن ہوذہ کے پاس گئے۔ تو اس نے حضورؐ کے قاصد کو بڑی عزت و احترام کے ساتھ اتارا۔ خط سنا۔ اور پھر اس کا جواب لکھا۔ جو یہ ہے:۔

ما احسن ما تدعوا الیہ واجملہ والعرب تھاب مکانی فاجعل الی بعض الامر اتبعک ؕ

"کیسی اچھی اور کیسی بہتر بات ہے۔ جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں

---

[1] الخف اونٹ بکری کے کھُر یا پیر کو کہتے ہیں، اور حافر چوپائے کے سُم کو کہتے ہیں، خاص کر گھوڑے کا سُم۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں تک اونٹ اور گھوڑے کے پیر جا سکتے ہیں۔

(حضورؐ!) عرب میرے رتبہ کی عزت کرتے ہیں۔ آپ بعض اختیارات میری سپرد کیجئے ہم آپ کا اتباع کریں گے۔"

ہوذہ بن علی نے سلیط بن عمرو کے ساتھ بہت نیک سلوک کیا۔ اور ہجر کا بنا ہوا کپڑا انہیں پہنایا۔ اور اپنا خط دے کر رخصت کیا۔

جب وہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ اور سب حال عرض کیا۔ اور ہوذہ کا خط بھی پیش کیا۔ جب آپ نے خط سنا۔ تو فرمایا۔ اگر وہ ایک انگل زمین یا ایک کھجور برابر زمین مانگے۔ تو میں نہ دوں گا۔

جب حضورؐ فتح مکہ کے بعد لوٹے۔ تو جبریل علیہ السلام نے آپ کو اطلاع دی۔ کہ ہوذہ مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ عنقریب یمامہ میں ایک کذاب کا ظہور ہوگا۔ جو میرے بعد مارا جائے گا۔ کسی نے پوچھا۔ حضورؐ! کون اسے قتل کرے گا۔ ارشاد فرمایا۔ تم اور تمہارے ساتھی۔ (یہ مسیلمہ کذاب کے متعلق پیش گوئی تھی۔ جو حرف بہ حرف پوری ہوئی)

خواجۂ بدر و حنین کی تلوار، زرہ، اور خود

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غازی اور مجاہد بھی تھے۔ بلکہ غازیوں کے سردار، اور مجاہدوں کے امام تھے۔ آپ جرأت، ہمت، شہامت، مردانگی، شجاعت اور بہادری کی علامت تھے۔ عیسائی مذہب کی طرح آپ کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ جو ایک گال پر طمانچہ مارے۔ دوسرا گال بھی اس کے آگے کر دو۔ آپ نے جارحانہ قدم کبھی نہ اٹھایا۔ لیکن مدافعانہ جنگ اس شدت سے لڑتے تھے۔ کہ دشمن دین کا صفایا کر دیتے تھے۔ راہ حق میں بڑے جری، نڈر اور بیباک تھے۔

عام طور پر لیڈروں اور رہبروں کا یہ حال ہے۔ کہ تحریکوں میں ان کے ورکر (کارکن) اور پیروں کے مرید کام آتے ہیں۔ لاٹھیاں ان پر پڑتی ہیں۔ گیس کے شیلوں کا مینہ ان پر

برستا ہے۔ گولیاں انہی کے سینوں میں پیوست ہوتی ہیں۔ اور لیڈروں کا کام بیان دینا ہوتا ہے۔ اور پیرانِ عظام حجروں میں بیٹھ کر مریدوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔

لیکن اقلیمِ غزا کے فرماں روا، میدانِ وغا کی روح رواں، فخر مرسلاںؑ سرخیلِ قدسیاں، سید العرب والعجم، سیدِ ولدِ آدم، تاجدارِ احزاب و تبوک، خواجہ بدر و حنین صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ کے ساتھ میدانِ جنگ میں ہوتے تھے۔ تو خود (لوہے کی ٹوپی) اور زرہ پہنتے۔ اور تلوار پکڑ کر کفار کے ساتھ قتال کرتے۔ تیروں کی بارش میں بھی پیچھے نہ ہٹتے۔ قدم آگے ہی اٹھتا۔ ع

اک گوہر نایاب جو انمول رہا ہے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس چند تلواریں تھیں۔ ایک کا نام ماثور تھا۔ یہ آپ کے والد کی تلوار تھی۔ دوسری کا نام قضیب تھا۔ تیسری کا قلعی چوتھی کا تبار۔ اور پانچویں تلوار ذوالفقار تھی۔ فتح مکہ کے روز حضورؐ کے ہاتھ میں ذوالفقار ہی تھی۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کَانَ قَبِیْعَۃُ سَیْفِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّۃٍ۔ حضورؐ کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی۔ چاندی کی تھی۔

ابن سیرینؒ کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی تلوار سمرہ کی تلوار کے مطابق بنوائی۔ اور سمرہؓ کہتے ہیں۔ کہ ان کی تلوار حضورؐ کی تلوار کے موافق بنوائی گئی تھی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سات زرہیں تھیں۔

۱۔ ذات الفضول۔ ۲۔ ذات الحواشی۔

۳۔ ذات الوشاح۔ ۴۔ فضہ

۵۔ سعدیہ۔ ۶۔ تبراء۔ ۷۔ خرنق۔

ذات الفضول آپ کی مشہور زرہ تھی۔ اور یہی وہ زرہ تھی جو ابو الشحم یہودی کے پاس آپ نے رہن رکھی تھی۔

حضرت زبیر ابن العوام کہتے ہیں۔ کہ احد کی لڑائی میں حضورؐ کے بدن مبارک پر دو زرہ تھیں۔ (ذات الفضول۔ فضہ) حضورؐ نے ایک چٹان کے اوپر چڑھنے کا ارادہ کیا۔ مگر اس پر نہ چڑھ سکے۔ (کیونکہ دو زرہ کا وزن کافی تھا۔ اور احد میں آپ کو سخت تکلیفیں بھی پہنچی تھیں۔ سر اور پیشانی میں زخم آئے۔ اور چہرہ مبارک لہولہان ہو گیا تھا) حضورؐ طلحہ کو نیچے بٹھا کر ان کے ذریعہ چٹان پر چڑھے۔ زبیرؓ کہتے ہیں، کہ میں نے حضورؐ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ اَوْجَبَ طَلْحَۃُ۔ "طلحہ نے (جنت) واجب کر لی"۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ مِغْفَرٌ فَقِيْلَ لَهٗ هٰذَا ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ ۔ (شمائل ترمذی)

"فتح مکہ کے روز جب حضورؐ شہر میں داخل ہوئے۔ تو آپ کے سر مبارک پر خود تھی۔ (جب خود اتار چکے، اور اطمینان ہو گیا: تو) کسی نے آکر عرض کیا۔ حضورؐ! یہ ابن خطل کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس کو قتل کر دو"۔

نوٹ:- جب حضورؐ فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ تو اہل مکہ پر دہشت اور سخت گھبراہٹ چھا گئی۔ آپ نے ازراہِ شفقت عام معافی کا اعلان کر دیا۔ لیکن چند عورتوں اور مردوں کو اس معافی سے مستثنے کیا۔ اور حکم دیا۔ جہاں یہ ملیں۔ ان کو قتل کر دیا جائے۔ گو وہ استار کعبہ سے لپٹے ہوئے ہوں۔ علامہ ابن قیم نے ان کی تعداد نو لکھی ہے۔ ان میں بعض قتل کئے گئے۔ بعضوں نے اسلام قبول کیا۔ اور ان کو معاف کر دیا گیا۔

جن کو قتل کیا گیا۔ ان میں ایک عبدالعزیٰ ابن خطل تھا۔ فتح مکہ سے پہلے یہ مسلمان ہوگیا تھا۔ اسے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ اور خدمت کے لئے ایک مسلمان اس کے ساتھ کردیا گیا۔ اس نے کھانا پکانے میں ذرا دیر کردی۔ تو ابن خطل نے اس کو قتل کردیا۔ پھر قصاص کے خوف سے صدقات کے جانوروں کو لے کر مکہ بھاگ گیا۔ وہاں پہنچ کر وہ حضورؐ کی ہجو کرنے لگا۔ اس نے دو باندیاں گانے والی خریدیں۔ جو حضورؐ کے ہجو کے اشعار گا گا کر اس کو خوش کرتی تھیں۔ جب مکہ فتح ہوا۔ تو یہ بدترین دشمنِ دین و رسول، کعبہ کے پردہ سے چمٹ گیا۔ حضورؐ نے اس کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ سعید بن حریث مخزومی اور ابو برزہ اسلمی، دونوں نے ابن خطل کو قتل کردیا۔

سرورِ رسولاںؐ کا عمامہ اور تہبند

عمرو بن حریث کہتے ہیں:۔

رَأَیْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِمَامَۃً سَوْدَاءَ۔

"میں نے حضورؐ کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا۔" (شمائل ترمذی)

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَہٗ بَیْنَ کَتِفَیْہِ قَالَ نَافِعٌ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ وَرَأَیْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَ سَالِمًا یَفْعَلَانِ ذٰلِکَ۔ (شمائل ترمذی)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے۔ تو اس کے شملہ کو اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان (یعنی پچھلی جانب) ڈال لیتے

تھے۔ نافع کہتے ہیں۔ کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو ایسے ہی کرتے دیکھا عبیداللہ (نافع کے شاگرد) کہتے ہیں۔ میں نے قاسم بن محمدؒ (حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے) کو اور سالم (حضرت عمرؓ کے پوتے) کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔"

حضورؐ کی لنگی شریف

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اکثر معمول لنگی (تہ بند) باندھنے اور چادر اوڑھنے کا تھا۔ پاجامہ بھی حضورؐ نے خریدا تھا۔ لیکن پہننا حدیث سے صحت کو نہیں پہنچا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے :۔

قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کِسَاءً مُّلَبَّدًا وَ اِزَارًا غَلِیْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ھٰذَیْنِ ۔ (شمائل ترمذی)

"حضرت ابوبردہؓ نے کہا۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور موٹا تہ بند دکھلایا۔ اور فرمایا۔ حضورؐ کی روح (پاک) ان دو کپڑوں میں قبض کی گئی تھی"

معلوم ہوا۔ کہ حضورؐ کا عام لباس چادر اور تہ بند تھا۔ آپ کی وفات کے وقت مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہو چکی تھی۔ فتح مکہ کے بعد تو اموال وارزاق کی بہت فراوانی تھی۔ لیکن حضورؐ کے پاس جو کچھ آیا۔ وہ آپ نے دوسروں میں تقسیم کر دیا۔ اور خود تواضع اور انکسار میں ہی رہے۔ کہ موٹا کپڑا پہننے سے عاجزی اور فروتنی پیدا ہوتی ہے۔ اور باریک کپڑوں سے عجب اور خود بینی کا اندیشہ ہوتا ہے۔

عبید بن خالدؓ کہتے ہیں :۔

بَیْنَمَا اَنَا اَمْشِیْ بِالْمَدِیْنَۃِ ۔ میں ایک مرتبہ مدینہ (کے بازار) میں جا رہا تھا۔

اِذَا اِنْسَانٌ خَلْفِیْ یَقُوْلُ اِرْفَعْ اِزَارَكَ ۔ کہ میں نے اپنے پیچھے سے ایک شخص کو یہ کہتے سنا۔ کہ تہ بند اوپر کو اٹھاؤ۔

فَاِنَّهٗ اَتْقٰی وَاَبْقٰی ۔ کیونکہ تہ بند کو ٹخنوں سے اونچا رکھنے سے رنجاست ظاہری اور نجاست باطنی سے) بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ اور ایسا کرنے سے تہ بند دیرپا رہتا ہے۔

مطلب یہ ہے۔ کہ چلتے وقت جب تہ بند زمین پر گھسٹتا ہے۔ تو نجاست ظاہری یعنی پلیدی وغیرہ سے آلودہ ہو سکتا ہے۔ اور ٹخنوں سے نیچے ہونے سے نجاست باطنی یعنی تکبر پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے حضورؐ نے فرمایا۔ کہ تہ بند کو ٹخنوں سے اونچا کر لو مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا۔ جو (بحالت نماز) تہ بند (پاجامہ یا شلوار) کو ٹخنوں سے نیچے کرتا ہے۔ حاصل کلام عام حالت میں بھی تہ بند وغیرہ ٹخنوں سے اونچا رکھنا چاہیئے۔ اور بحالتِ نماز نیچے گرانے سے تو نماز قبول نہیں ہو گی۔ مسبلِ اِزار کے بارے میں حدیث میں اور بھی وعیدیں آئی ہیں۔

جب حضورؐ نے عبید بن خالد کو فرمایا۔ کہ تہ بند اوپر کو اٹھاؤ۔ تو انہوں نے کہنے والے کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا (کہ پیچھے سے کس نے آواز دی ہے) فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔ تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔

عبید بن خالد کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا هِیَ بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ ۔ حضور! یہ ایک معمولی سی چادر ہے۔ (نہ اس کی حفاظت کی ضرورت ہے۔ نہ اس میں تکبر ہو سکتا ہے)۔ آپؐ نے فرمایا۔ اَمَا لَكَ فِیَّ اُسْوَةٌ ۔ کیا تیرے لئے میرا نمونہ ضروری نہیں ہے؟ ۔ (یعنی تجھے میرا اتباع کرنا چاہیئے)

عبید بن خالد کہتے ہیں۔ کہ میں نے جب (حضورؐ کے تہ بند کو) دیکھا۔ فَاِذَا اِزَارُهٗ اِلٰی نِصْفِ سَاقَیْهِ ۔ تو آپ کا تہ بند نصف پنڈلی تک تھا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی یا اپنی پنڈلی کے گوشت کا حصہ پکڑ کر فرمایا۔ ھٰذَا مَوْضِعُ الْاِزَارِ۔ یہ جگہ ہے تہ بند کی۔ فَاِنْ اَبَیْتَ۔ اگر تجھے اس پر قناعت نہ ہو۔ فَاَسْفَلَ۔ تو اس سے کچھ نیچی کرلو۔ فَاِنْ اَبَیْتَ۔ اگر اس پر قناعت نہ ہو۔ فَلَا حَقَّ لِلْاِزَارِ فِی الْکَعْبَیْنِ تو تہ بند کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں۔ (یعنی ٹخنوں سے ضرور اوپر رہے)۔

رسُولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لباس کا بیان

لباس انسانی جسم کے لئے لابدی ہے۔ ستر عورت کے علاوہ، انسان کے حسن و جمال کو چار چاند لگاتا اور معزز شہری بناتا ہے، ارشاد خداوندی ہے:۔

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا

"اے اولاد آدم! تحقیق ہم نے اتارا اوپر تمہارے لباس کہ ڈھانکتا ہے شرمگاہ تمہاری کو اور اتارا لباس زینت کا" (پ ۸ ع ۹)

آدمی کا لباس واجب بھی ہوتا ہے مستحب بھی، حرام بھی، مکروہ بھی۔ مباح بھی۔

واجب وہ مقدار لباس ہے جس سے ستر عورت کیا جائے۔ یعنی جس سے شرمگاہ کو ڈھانکا جائے، اور ناف سے لے کر گھٹنوں تک شرمگاہ ہے، اور مندوب وہ لباس ہے جس کے پہننے کی شریعت نے ترغیب دی ہو۔ جیسے عیدین کو عمدہ کپڑا پہننا اور جمعہ کو۔ مکروہ وہ لباس ہے جس کے نہ پہننے کی ترغیب آئی ہو۔ جیسے غنی کے لئے ہمیشہ پھٹے پرانے کپڑے پہننا۔ اور حرام وہ لباس ہے جس کے پہننے کی شریعت میں ممانعت آئی ہو۔ جیسے مرد کے لئے ریشمی کپڑا پہننا۔ کہ حرام ہے۔

کرتے کو زیادہ پسند کرتے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں:۔

كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيْصَ،
"حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سب کپڑوں میں کرتے کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔"

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّسْغِ۔ حضور اقدسؐ کے کرتہ کی آستین پہونچے تک ہوتی تھی۔ (مشکوٰۃ)

رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا کرتہ ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔ نصف پنڈلی تک۔ اور آستین پہونچوں تک ہوتی تھی۔

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں۔ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ۔ "حضور اقدس نے ایک رومی جبہ پہن رکھا تھا جس کی آستین تنگ تھی۔ (مشکوٰۃ)

سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلْبِسُوا الْبَيَاضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ۔
"سفید کپڑے پہنا کرو۔ کیونکہ وہ زیادہ پاک صاف رہتا ہے۔ اور اسی میں (یعنی سفید کپڑوں میں) اپنے مُردوں کو کفنایا کرو۔" (مشکوٰۃ)

سفید لباس پہنا کرو

سفید لباس اس لئے زیادہ پاک صاف رہتا ہے کہ اس پر ذرا سا دھبہ بھی پڑ جائے، تو صاف نظر آتا ہے۔ اور سفید لباس جلد میلا بھی ہوتا ہے۔ پھر دھونا پڑتا ہے۔ جب جلد جلد دھونا پڑے گا۔ تو پاک صاف رہے گا۔ بخاری شریف میں ہے۔ کہ حضورؐ سفید لباس زیب تن فرماتے تھے۔

سیاہ بالوں کی چادر

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں:۔

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاۃٍ وَ عَلَیْہِ مِرْطٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ۔ "حضورؐ اقدس ایک مرتبہ صبح کو گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ تو آپ کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔"

بچھونا چمڑے کا تھا

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے۔ کَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ الَّذِیْ یَنَامُ عَلَیْہِ اَدَمًا حَشْوُہٗ لِیْفٌ۔ (بخاری شریف)

"تھا بچھونا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ سوتے تھے اس پر چمڑے کا، بھرا ہوا اس کے اندر پوست کھجور کا (یعنی روئی کی جگہ)"۔

حضرت عائشہ رضؓ ہی سے روایت ہے۔ کَانَ وِسَادُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ یَتَّکِئُ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُہٗ لِیْفٌ۔

"تھا تکیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہ تکیہ کرتے اوپر اس کے چمڑے کا، بھراؤ اس کا پوست خرما کا تھا۔" (صحیح مسلم)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا بچھونا اور تکیہ دونوں چمڑے کے تھے۔ جن میں کھجور کا چھلکا بھرا ہوا تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ حضورؐ زہد کرنے تھے دنیا میں۔ اور اعراض کرتے تھے متاع اور لذات دنیا سے۔ اور لباس بھی موٹا پہنتے تھے اور جیسا بھی لباس میسر آتا۔ پہن لیتے۔ اور تکلف نہ کرتے۔ اور کبھی جواز کے لئے کپڑا نفیس اور قیمتی بھی زیب تن فرماتے۔ لیکن جلد ہی کسی کو عطا فرما دیتے۔

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے اپنے گھر میں دوپہر کی گرمی میں۔ تو ایک کہنے والے نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا۔ ھٰذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا مُتَقَنِّعًا۔ "یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے ڈھانکے ہوئے سر اپنا چادر کے کونے سے"۔ (بخاری شریف)

شدت کی گرمی میں حضورؐ نے سر کو چادر سے ڈھانکا ہُوا تھا۔

پاجامہ ٹخنوں سے اُونچا رہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے، نہیں دیکھے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف (نظر رحمت سے) کہ دراز کرے (یعنی ٹخنے سے نیچے کرے) تہ بند اپنا از راہ تکبر کے۔" (بخاری شریف)

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مَآ اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ۔ "جو چیز نیچی ہو ٹخنوں سے از قسم ازار کے وہ آگ ہے۔"

یعنی ٹخنے سے نیچے جتنے حصہ پر ازار (تہ بند، شلوار، پاجامہ، پینٹ) از راہِ تکبر لٹکتی ہوگی۔ وہ حصّہ دوزخ میں جلے گا۔

ٹخنوں سے نیچے ازار وغیرہ لٹکانے کے بارے میں وعید شدید آئی ہے، یہاں تک کہ "ایک شخص ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانے والا نماز پڑھ رہا تھا۔ حضورؐ نے اس کو حکم دیا۔ کہ پھر وضو کرو۔ اور نماز لوٹاؤ۔" (مشکوٰۃ)

اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ کہ نصف شعبان کی شب میں سب بخشے جاتے ہیں۔ مگر عاق والدین، مدمن الخمرۃ اور مسبل اِزار یعنی ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانے والا نہیں بخشے جاتے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے:۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ - (بخاری شریف)

---

[1] عورت اِس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ وہ لٹکائے اور دراز کرے ازار اپنی۔ یہاں تک کہ ڈھکے رہیں پاؤں اس کے۔ (مشکوٰۃ)

"کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے، سوائے اس کے نہیں کہ پہنتا ہے ریشم دنیا میں وہ شخص کہ نہیں ہے اس کے لئے حصّہ آخرت میں۔" (بخاری شریف)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اُحِلَّ الذَّھَبُ وَالْحَرِیْرُ لِلْاِنَاثِ مِنْ اُمَّتِیْ وَحُرِّمَ عَلٰی ذُکُوْرِھَا۔ "حلال کیا گیا سونا اور ریشم واسطے عورتوں کے میری امت سے۔ اور حرام کیا گیا اوپر مردوں کے میری امت سے۔" (ترمذی شریف)

زیب و زینت کا لباس

روایت ہے سوید بن وہب سے کہ نقل کی ایک شخص سے کہ تھا اولاد اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے، اس نے اپنے باپ سے کہ کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے، مَنْ تَرَکَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلَیْہِ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ تَوَاضُعًا کَسَاہُ اللہُ حُلَّۃَ الْکَرَامَۃِ ۔"جو شخص کہ چھوڑ دے لباس زیب و زینت کا درحالیکہ وہ اس پر قادر ہو۔ اور ایک روایت میں لفظ تَوَاضُعًا کا زیادہ آیا ہے۔ یعنی چھوڑے لباس زیب و زینت بسبب تواضع اور کسر نفسی کے، پہناوے گا اس کو اللہ تعالےٰ جوڑا بزرگی کا۔ یعنی بہشت کا جوڑا کہ باعث رفعت اور بزرگی کا ہوگا۔" (ابوداؤد)

اگرچہ نفیس اور قیمتی لباس پہننا جائز ہے۔ لیکن ایسا شخص فخر، غرور، اور تکبر نہ کرے۔ بلکہ مالدار اور دولت مند آدمی از راہ خست و بخیلی اگر پھٹے پرانے کپڑے پہنے گا۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کا ناشکر گزار بندہ ہوگا۔ اور وہ شرعًا قابلِ ملامت ہوگا۔

ہاں اگر کوئی شخص باوجود قادر ہونے کے زیب و زینت کا قیمتی لباس از راہِ تواضع اور کسر نفسی ترک کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کا لباسِ کرامت پہنائیگا رفعت، عزت، اور بزرگی عطا کرے گا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے از راہِ

تواضع سادہ، موٹا اور پیوندوں والا لباس پہنا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اثر نعمت کا اظہار

روایت ہے عمرو بن شعیب سے، اس نے نقل کی اپنے باپ سے، اس نے نقل کی اپنے دادا سے۔ کہ کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُّرٰی اَثَرُ نِعْمَتِہٖ عَلٰی عَبْدِہٖ۔ "تحقیق اللہ تعالٰی دوست رکھتا ہے یہ کہ دکھلایا جائے اثر اس کی نعمت کا اوپر اس کے بندے کے" (ترمذی)

یعنی جب اللہ تعالٰی بندے کو نعمت (مال وغیرہ) دے۔ تو ظاہر کرے اس کو۔ یعنی کپڑے پہنے لائق حال اپنے کے بغیر مبالغے اور اسراف کے، صرف اظہار نعمت اور اللہ کی شکر گزاری کی نیت سے۔ نہ تکبر اور ریاکاری کے خیال سے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ کی نعمت کو چھپانا روا نہیں۔ کہ چھپانا موجب کفران نعمت ہے۔ حاصل کلام یہ کہ مال دار آدمی کو پھٹے پرانے میلے کچیلے کپڑے پہننے کی عادت نہیں بنانی چاہیے۔ کہ نعمت کی ناشکری ہے۔ اسے چاہیے۔ کہ پاک، صاف ستھرا اچھا لباس زیب تن کرے۔ تاکہ اللہ کی نعمت کا اظہار ہو۔ اور یہ اظہار اللہ تعالٰی کی شکر گزاری ہے۔

کپڑا پہننے کی دعا

حضرت ابی سعید خدریؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نیا کپڑا پہنتے۔ تو اس کا نام لیتے۔ عِمَامَۃً ۔ قَمِیْصًا ۔ رِدَاءً ۔ پگڑی۔ کرتہ یا چادر۔ پھر کہتے:۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ اَسْئَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَاصُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَاصُنِعَ لَہٗ۔ (ترمذی)

"یا الٰہی یہ قمیص جو تو نے مجھ کو پہنائی ہے۔ اس پر تیرے ہی لئے حمد ہے۔ اے اللہ! مانگتا ہوں میں تجھ سے بھلائی اس کپڑے کی۔

(کہ خیریت سے بدن پر رہے۔ اور اسے کوئی آفت نہ پہنچے) اور مانگتا ہوں میں بھلائی اس چیز کی کہ بنایا گیا ہے یہ کپڑا واسطے اس کے (یعنی اس کو پہن کر تیری طاعت کروں)، اور مانگتا ہوں میں ساتھ تیرے برائی اس کی سے، اور برائی اس چیز کی سے کہ بنایا گیا ہے یہ واسطے اس کے (یعنی اس کو پہن کر گناہ نہ کروں۔

دس چیزوں کی ممانعت

روایت ہے ابی ریحانہ سے کہا۔ کہ منع فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔

عَنْ عَشْرٍ ۔ "دس چیزوں سے"

۱۔ عَنِ الْوَشْرِ ۔ "دانتوں کے تیز کرنے سے"

عرب میں عورتیں دانتوں کے سرے تیز کرتی تھیں۔ ان کے خیال میں ایسا کرنے سے دانت خوبصورت دکھائی دیتے تھے، اور یہ رواج تھا۔ حضورؐ نے اس سے منع فرمایا۔

۲۔ وَالْوَشْمِ ۔ "اور منع فرمایا۔ گودنے سے"

عورتیں سوئی سے بدن گود کر سرمہ یا نیل بھرتی تھیں۔ اس بناوٹی خوبصورتی سے حضورؐ نے منع فرمایا۔

۳۔ وَالنَّتْفِ ۔ "اور بال اکھارنے سے منع فرمایا"

یعنی سر اور داڑھی سے سفید بال نہ چنیں، جیسے موچنے سے چنتے ہیں۔

۴۔ وَعَنْ مُكَامَعَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِغَيْرِ شِعَارٍ ۔ "اور منع فرمایا مرد کے مرد کے ساتھ ہم خواب ہونے سے بدوں حائل ہونے کپڑے کے"

یعنی مرد بالکل ننگے اکٹھے ایک کپڑے میں نہ سوئیں۔ اگر کپڑے پہنے ہوں۔ تو دو مرد اکٹھے سو سکتے ہیں۔

۵۔ وَعَنْ مُكَامَعَةِ الْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ بِغَيْرِ شِعَارٍ ۔ "اور منع فرمایا

عورت کے عورت کے ساتھ ہم خواب ہونے سے بدوں حائل ہونے کپڑے کے۔"
یعنی بالکل ننگی عورت، ننگی عورت کے ساتھ نہ سوئے۔ اور اگر کپڑے پہنے ہوں، تو پھر اکٹھا سونے میں مضائقہ نہیں۔ یہ باتیں کمال شرم وحیا پر دلالت کرتی ہیں مرد، مرد کے ساتھ اور عورت، عورت کے ساتھ اگر سوئیں، تو ستر ڈھکے ہوں۔

۶۔ وَاَنْ یَّجْعَلَ الرَّجُلُ فِیْ اَسْفَلِ ثِیَابِہٖ حَرِیْرًا مِثْلَ الْاَعَاجِمِ۔
"اور منع کیا حضورؐ نے کہ لگائے مرد کپڑے کے نیچے ریشم مانند عجمیوں کے۔"
یعنی مردوں کو ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے۔ خواہ ابرہ ریشمی ہو۔ خواہ استر۔

۷۔ اَوْ اَنْ یَّجْعَلَ عَلٰی مَنْکِبَیْہِ حَرِیْرًا مِثْلَ الْاَعَاجِمِ۔
"اور منع فرمایا کہ لگاوے مونڈھوں پر ریشمی کپڑا مانند عجمیوں کے۔"
مراد ڈالنا ریشمی کپڑے کا مونڈھوں پر مانند دوپٹے کے۔ عجمی لوگ ازراہِ تکبر ریشمی کپڑے استعمال کرتے تھے۔ حضورؐ نے لبس حریر ہر صورت میں منع کر دیا۔

۸۔ وَعَنِ النُّھْبٰی ۔ "اور منع کیا لوٹنے سے۔"

۹۔ وَعَنْ رُکُوْبِ النُّمُوْرِ ۔ "اور سوار ہونے سے اوپر زین چیتے کے چمڑے کے۔"
چیتے کے چمڑے پر بیٹھنا، یا سوار ہونا اس پر متکبرین کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ اور چارپایوں اور درندوں کے چمڑے پر بیٹھنے سے وحشت بھی پیدا ہوتی ہے۔ بھلا جس بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع کریں۔ اس میں حکمتیں اور بھلائیاں ہی بھلائیاں ہوتی ہیں۔

۱۰۔ وَلُبُوْسِ الْخَاتَمِ اِلَّا لِذِیْ سُلْطَانٍ ۔ "اور منع فرمایا چھاپ کے پہننے سے۔ مگر واسطے صاحب حکومت کے۔" (ابوداؤد۔ نسائی)
مرد کے لئے چھاپ کا پہننا بغیر احتیاج کے محض زینت کے لئے درست نہیں۔ اور سونا تو مردوں کے لئے حرام ہے۔ چاندی کی چھاپ بھی صرف زینت اور آرائش

کے لئے مردوں کو منع ہے۔ البتہ بادشاہ، قاضی اور والیٔ مملکت پہن سکتے ہیں۔

حضورؐ سرخ رنگ سے پرہیز کرتے

روایت ہے عمران بن حصینؓ سے کہ تحقیق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا أَرْكَبُ الْأُرْجُوَانَ ۔ نہیں سوار ہوتا میں زین پوش سرخ پر"

وَلَا أَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ ۔ اور نہیں پہنتا میں کسنبا۔ (سرخ رنگ)"

وَلَا أَلْبَسُ الْقَمِيصَ الْمُكَفَّفَ بِالْحَرِيْرِ ۔ اور نہیں پہنتا میں پیراہن۔ کہ سنجاف ٹکا ہو ریشمی۔

وَقَالَ أَلَا وَطِيبُ الرِّجَالِ رِيحٌ لَا لَوْنَ لَهُ وَطِيبُ النِّسَآءِ لَوْنٌ لَا رِيحَ لَهُ ۔ اور فرمایا۔ خبردار ہو۔ اور خوشبو مردوں کی وہ ہے۔ کہ خوشبو رکھتی ہو نہ رنگ۔ (مانند عطر گلاب کے) اور خوشبو عورتوں کی وہ ہے۔ کہ رنگ رکھتی ہو۔ نہ بو۔ (مانند زعفران اور حنا کے) یہ حدیث مشکوٰۃ کتاب اللباس میں ہے۔

حضورؐ ارغوانی یعنی سرخ زین پوش پر سوار نہ ہوتے۔ اور نہ سرخ رنگ زیب تن فرماتے۔ اور نہ وہ قمیص پہنتے جس کا سنجاف ریشم کا ہو۔ اور فرمایا۔ مرد وہ خوشبو لگائیں۔ کہ جس میں بو ہو۔ رنگ نہ ہو۔ اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے۔ جس میں بو نہ ہو۔ رنگ ہو۔

عورتوں کے لئے سونا اور سرخ رنگ پہننا جائز ہے۔ اور اگر عورت کو گھر سے باہر جانا پڑے (خواہ جمعہ پڑھنے مسجد میں جانا ہو) تو عطر وغیرہ لگا کر نہ جائے۔ کہ اس سے فتنہ کا احتمال ہے۔ ہاں گھر میں عطر وغیرہ لگا سکتی ہے۔

عبداللہ بن عمروؓ نے سرخ رنگ کا کپڑا جلا دیا

عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ پر سرخ رنگ کا کپڑا تھا۔ وہ حضورؐ کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا۔ مَا هٰذَا ۔ کیا ہے یہ؟ ۔ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں

میں نے پہچانی کراہت حضورؐ کی۔ فَانْطَلَقْتُ فَاَحْرَقْتُہٗ۔ پس میں گیا۔ اور جلا ڈالا اس کپڑے کو (کہ سرخ رنگ کا تھا) حضورؐ نے فرمایا۔ مَاصَنَعْتَ بِثَوْبِکَ۔ کیا کیا تو نے ساتھ کپڑے اپنے کے؟ عرض کیا۔ جلا دیا میں نے اس کپڑے کو! آپ نے فرمایا۔ کیوں نہ پہنایا تو نے اس کپڑے کو اپنی بعض عورتوں کو۔ کیونکہ نہیں مضائقہ ساتھ پہننے اس کپڑے کے عورتوں کو۔ (مشکوٰۃ)

صحابہ حضورؐ کی خوشی اور ناخوشی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ عبداللہ بن عمروؓ پر سرخ کپڑا دیکھ کر آپ نے ناپسند فرمایا۔ مکروہ جانا۔ اس پر عبداللہ نے وہ کپڑا جلا ڈالا کہ جس کپڑے کو حضورؐ نے کراہت کی نظر سے دیکھا ہے۔ اسے کوئی بھی استعمال نہ کرے۔ وہ آنکھوں کے سامنے ہی نہ رہے۔

مرد کو سُرخ کپڑا ممنوع ہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے :-

مَرَّ رَجُلٌ وَّعَلَیْہِ ثَوْبَانِ اَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْہِ۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

"گزرا ایک شخص اس حال میں کہ اس پر تھے دو کپڑے سرخ۔ پس سلام کیا اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر۔ پس نہ جواب دیا حضورؐ نے اس کو۔"

اس سے معلوم ہوا۔ کہ سرخ کپڑا پہننا مرد کے لیے حرام ہے۔ کیونکہ حضورؐ نے اس کو سلام کا جواب نہ دیا۔

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کھانے کا ذکر

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

اِذَا اَکَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَہُ الثَّلٰث ۔ (مشکوٰۃ شریف)

"جب حضورؐ کھانا تناول فرماتے۔ تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔"

مُلاحظہ: حضورؐ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی۔ کہ بالعموم تین انگلیوں سے کھانا نوش فرماتے تھے۔ انگوٹھا۔ مسبحہ۔ اور وسطیٰ سے۔ اور کھانا کھا کر ان تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ برتن بھی صاف کرتے تھے۔

بعض بے وقوف کہتے ہیں۔ کہ انگلیوں کا چاٹنا تہذیب کے خلاف ہے اور اس میں کراہت پائی جاتی ہے۔ یاد رہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی تہذیب اور ادب والا نہیں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو سارے جہان کے لئے علم، حکمت، تہذیب، ادب اور اعلےٰ اخلاق سکھلانے والا بنا کر بھیجا ہے انگلیوں کے چاٹنے میں تواضع اور انکسار پایا جاتا ہے۔ جو تکبر کی ضد ہے۔ حضورؐ تمام دنیا کے انسانوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔ اچھا نمونہ ہیں۔ آپ کی عادتیں، اور طریقے اپنانے اور عمل کرنے کے لائق ہیں۔ اس لئے انگلیوں کا چاٹنا سنت ہے۔ بغیر شرم، اور عار کے انگلیوں کو چاٹ لیا کریں۔

حضرت ابی جُحَیْفَہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَآ اٰکُلُ مُتَّکِئًا۔ میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔ (بخاری شریف)

تکیہ لگا کر کھانا متکبر لوگوں کا طریق ہے۔ حضورؐ نے اس متکبرانہ طریق کو اختیار نہیں کیا بلکہ فروتنی اور تواضع کی روش پر چلے ہیں۔

اسی سلسلہ میں حضورؐ کی یہ حدیث بھی ہے۔ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَۃِ۔ حضورؐ نے حکم دیا ساتھ چاٹنے انگلیوں اور رکابی کے۔" (مسلم شریف)

حضورؐ میز پر نہ کھاتے

وَعَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَآ اَکَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی خِوَانٍ وَلَا فِیْ

سُكُرُّجَةٍ وَلَا خُبِزَ لَهٗ مُرَقَّقٌ قِيْلَ لِقَتَادَةَ عَلٰى مَا يَاكُلُوْنَ قَالَ عَلَى السُّفَرِ۔ (بخاری شریف)

"روایت ہے قتادہ سے کہ نقل کی انسؓ سے کہا نہیں کھایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے میز پر، اور نہ تشتری میں، اور نہ پکائی گئی حضورؐ کے لئے چپاتی، کہا گیا قتادہ سے، کہ کس چیز پر کھاتے تھے کہا دسترخوان پر"

مُلاحظہ: ۔ خِوان میز کو کہتے ہیں۔ متکبر عجمی لوگ میز پر کھانا کھاتے تھے، تاکہ کھانے کے دوران جھکنا نہ پڑے۔ اور سکرجہ تشتری، یا پیالی کو بولتے ہیں۔ جس میں چٹنی اور اچار وغیرہ رکھتے ہیں دسترخوان پر۔ تاکہ کھانے کی طرف رغبت ہو اور خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا جائے۔ اور ہضم ہو جضورؐ نہ میز پر کھانا کھاتے۔ اور نہ آپ کے دسترخواں پر چٹنی کے لئے پیالیاں ہوتیں۔ "قتادہ سے پوچھا گیا۔ پھر کس چیز پر کھانا کھاتے تھے۔ کہا۔ چمڑے کے دسترخوان پر۔ یعنی حضورؐ اور آپ کے صحابہؓ! ۔معلوم ہُوا۔ کہ دسترخوان پر کھانا کھانا سنت ہے۔ اور اسی میں انکسار اور فروتنی پائی جاتی ہے۔

اور نہ پکائی گئی حضورؐ کے لئے چپاتی۔" یعنی خاص طور پر آپ کی ذات کے لئے چپاتی نہیں پکائی گئی۔ اس زمانے میں چپاتی بڑی اعلےٰ امیرانہ خوراک تھی۔ اس لئے حضورؐ کو ایسی خوراک سے رغبت نہ تھی۔ البتہ جب پیش کی جاتی۔ تو تناول فرما لیتے تھے۔

شمائل ترمذی میں ہے۔ کہ حضرت مسروق کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت عائشہؓ صدیقہ کے پاس گیا۔ انہوں نے میرے لئے کھانا منگوایا۔ اور فرمانے لگیں۔ کہ میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتی۔ مگر میرا رونے کو دل چاہتا ہے۔ پس رونے لگتی ہوں مسروق نے پوچھا۔ کہ کیوں رونے کو دل چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اُذْكُرُ الْحَالَ

الَّتِیْ فَارَقَ عَلَیْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدُّنْیَا وَاللّٰہِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَّلَا لَحْمٍ مَرَّتَیْنِ فِیْ یَوْمٍ وَّاحِدٍ۔ "مجھے حضورؐ کی وہ حالت یاد آتی ہے۔ جس پر ہم سے مفارقت فرماتی ہے۔ کہ کبھی ایک دن میں دو مرتبہ گوشت اور روٹی سے پیٹ بھرنے کی نوبت نہیں آتی تھی"۔

حضرت عائشہ رضؓ ہی فرماتی ہیں۔ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ یَوْمَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ حَتّٰی قُبِضَ۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر میں کبھی جو کی روٹی سے دو دن پے درپے پیٹ نہیں بھرا"۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے فقر ہی پسند تھا۔ اتنا ہوتا ہی نہیں تھا۔ کہ سب پیٹ بھر سکیں۔ جو کچھ ہوتا تھا۔ وہ غربا پر تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ حضورؐ کی نظر بہ نسبت دنیا کے آخرت پر ٹکی رہتی تھی۔ جنت کے کھانوں۔ پینوں۔ اور نعمتوں کے خیال نے حضورؐ کو لذائذ دنیا سے بے نیاز کر رکھا تھا۔ طبیعت اِدھر آتی ہی نہیں تھی۔ جو چیز میسر آگئی۔ صرف اتنی کھالی۔ جس سے کمر سیدھی رہے۔ اور فانی زندگی رواں دواں۔ زیادہ کھجوروں پر گزر اوقات تھی۔ کبھی جو کی روٹی کھالی۔ اور کبھی فاقہ کو پسند فرمایا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ نے آپ پر فقر و فاقہ مسلط کر رکھا تھا۔ نہیں۔ بلکہ حضورؐ کی خواہش ہی یہی رہی کہ سادہ اور معمولی خوراک سے ہی زندگی بسر ہو۔ امیرانہ خوراک اور شاہی ٹھاٹھ باٹھ سے آپ نے اعراض ہی فرمایا۔ آپ نہ کھا کر اور دوسروں کو کھلا کر خوش ہوتے تھے۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں۔ گزرتا تھا ہم پر مہینہ کہ نہ جلاتے تھے ہم اس میں آگ۔ (یعنی پکانے کو کچھ نہ ہوتا تھا) اور خوراک ہماری کھجور، اور پانی تھی۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں۔ نہیں پیٹ بھرا حضور کے گھروالوں نے دو دن گیہوں کی روٹی سے مگر کہ ایک ان دونوں میں سے ہوتی تھی کھجور۔ (بخاری مسلم) یعنی دو دن متصل گیہوں کی روٹی نہیں کھاتے تھے۔

سہل بن سعد رض سے کسی نے پوچھا۔ کہ حضور نے کبھی سفید میدہ کی روٹی بھی کھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ حضور کے سامنے اخیر عمر تک کبھی میدہ آیا ہی نہیں تھا۔ پھر ان سے پوچھا گیا۔ کہ حضور کے زمانہ میں تم لوگوں کے یہاں چھلنیاں تھیں؟ انہوں نے کہا۔ نہیں تھیں! پھر پوچھا گیا۔ کَیْفَ کُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِالشَّعِیْرِ۔ پھر جو کی روٹی کیسے پکاتے تھے؟ قَالَ نَنْفُخُهٗ فَیَطِیْرُ مَا طَارَ ثُمَّ نَعْجِنُهٗ۔ کہا۔ جو کے آٹے میں ہم پھونک مار لیا کرتے تھے۔ جو موٹے تنکے ہوتے تھے۔ وہ اڑ جاتے تھے۔ باقی ہم گوندھ لیتے تھے۔ (بخاری شریف)

حضور نے چھلنی نہیں دیکھی

اللہ اکبر! حضور کے دور میں چھلنی تھی ہی نہیں جو پیس لئے۔ اور پھونک مار کر موٹے موٹے تنکے اڑا لئے۔ اور باقی موٹا آٹا گوندھ کر پکا لیا۔ آج ہم وہ گندم خریدتے ہیں۔ جس میں کوئی دانہ جو کا نہ ہو۔ پھر اس کو پیس کر چھلنی سے چھان کر کھاتے ہیں۔ اور پھر اللہ کا شکر نہیں کرتے۔ اس کے احکام و فرائض سے غفلت برتتے ہیں۔ یاد رہے۔ جتنی نعمتیں زیادہ کھائیں گے۔ اتنا ہی زیادہ حساب دینا پڑے گا۔ ذرا کسی ہوٹل کے کھانوں اور پینوں کی فہرست پر نظر ڈالیں۔ تیس چالیس قسم کے ماکولات اور مشروبات آپ کی نظر سے گزریں گے۔ ہم سب یہ کھاجاتے ہیں۔ اور آہ ــ جبینِ نیاز نماز میں نہیں جھکاتے۔ سجدہ ہم پر گراں گزرتا ہے۔ وائے برحالِ ما۔ کیسے مسلمان ہیں ہم؟

حضور ایک درزی کی دعوت پر گئے

حضرت انس رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ایک درزی نے حضور کو کھانے کے لئے

بلایا۔ یعنی دعوت کی۔ میں بھی حضورؐ کے ساتھ گیا۔ اس نے جَو کی روٹی پیش کی، اور شوربا جس میں کدو اور گوشت خشک تھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ حضورؐ پیالے کے کناروں سے کدو تلاش کرتے تھے۔ (یعنی کدو کے ٹکڑے تلاش کر کر کھاتے تھے)۔ اس دن کے بعد میں ہمیشہ کدو کو دوست رکھتا ہوں۔ (بخاری مسلم)

اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضورؐ غریبوں اور اہلِ حرفہ کی دعوت قبول کرتے تھے اور جو کچھ وہ پکا کر آگے رکھتے۔ بڑی خوشی سے تناول فرماتے تھے۔

سرکہ بھی سالن ہے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا۔ انہوں نے کہا۔ کہ نہیں ہے سالن ہمارے ہاں، مگر سرکہ۔ حضورؐ نے سرکہ منگوایا۔ اور اس کے ساتھ روٹی کھانی شروع کی۔ اور فرماتے تھے۔ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ۔ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ۔ اچھا سالن ہے سرکہ۔ اچھا سالن ہے سرکہ۔ (مسلم شریف)

اللہ اکبر! سالن نہیں۔ تو سرکہ سے ہی سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھا لیا۔ اور فرمایا۔ اچھا سالن ہے سرکہ۔ دو بار فرمایا۔ تاکید کے لئے۔ نیز فرمایا۔ بہترین سالن تمہارے کا نمک ہے۔ (مشکوٰۃ)

کھجور اور ککڑی کھائی

عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں۔ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ "میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کھاتے دیکھا تازی کھجور ساتھ ککڑی (پنجابی تر) کے"۔ (بخاری مسلم)

یعنی دونوں کو ملا کر منہ میں رکھتے۔ اور تناول فرماتے تھے۔

حلوا اور شہد

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں:۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ الْحَلْوَاءَ

وَالْعَسَلَ۔ حضورؐ دوست رکھتے تھے حلوا (میٹھی چیز) اور شہد کو" بخاری شریف)

حلوا کا اطلاق اس میٹھی چیز پر ہوتا ہے۔ جو تیار کی جائے شیرینی اور گھی سے جیسے ہمارے ہاں سوجی کا حلوا مشہور ہے۔ اور ویسے ہر میٹھی چیز کو حلوا کہتے ہیں۔ اس صورت میں وَالْعَسَلَ کا ارشاد تخصیص بعد تعمیم ہوگا۔

میٹھا یعنی شیرینی بدن کو قوت دیتی ہے۔ اور کمزوری دور کرتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہے۔ کہ بہت کمزوری کی حالت میں ڈاکٹر مریضوں کو گلوکوز کے انجکشن لگاتے ہیں۔ جو کمزوری کے دور کرنے میں بہت مفید ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کھجوروں سے روزہ افطار کرنا سنت ہے۔ چند کھجوریں کھانے اور ٹھنڈا پانی پینے سے روزہ کی نقاہت دور ہو جاتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ عید الفطر کی نماز پڑھنے جاؤ۔ تو کچھ کھا کر جاؤ۔ حضورؐ سات کھجوریں کھا کر جاتے تھے۔ پس میٹھی چیزوں سے قوت اور انرجی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے حضورؐ کو حلوا اور شہد پسند تھا۔

کھجوریں کھائیں بہ ہیئتِ اقعا حضرت انسؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْعِيًا يَأْكُلُ تَمْرًا۔ دیکھا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے ہوئے ہیئت اقعا پر کھاتے کھجوریں" (مسلم شریف)

ہیئت اقعا یہ ہے۔ کہ کولہے زمین پر رکھیں۔ اور زانو کھڑے۔

کھانے کے برتن کو چاٹنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص کھائے

لہ حضرت سعد کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضورؐ کو فرماتے سنا۔ جو شخص کھائے وقت صبح کے (نہار منہ) سات کھجوریں عجوہ، نہیں ضرر کرتا اس کو اس دن زہر اور نہ جادو" (بخاری شریف) عجوہ مدینہ کی کھجوروں میں سے ایک قسم ہے۔ مائل بسیاہی۔ افضل قسم ہے مدینہ کی کھجوروں سے۔ خدا نے عجوہ میں یہ خاص تاثیر رکھی ہے۔ کہ زہر ضرر نہیں کرتا۔

پیالہ میں بھر چاٹے اس کو استغفار کرتا ہے پیالہ اس کے لیے۔

(ترمذی۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

نوٹ:۔ پیالہ میں اتنا سالن ڈال کر کھانا کھائیں۔ کہ سالن ختم ہو جائے اور باقی نہ بچے۔ یہاں تک کہ پیالہ کو انگلیوں سے چاٹ کر صاف کر دیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرے گا۔ اور پیالہ کو چاٹ کر صاف کرنے سے تواضع پیدا ہوتی ہے، اور نخوت اور تکبر سے برات ملتی ہے۔ بعض لوگ گلاس میں شربت وغیرہ پی کر تھوڑا سا ضرور چھوڑ دیتے ہیں۔ تاکہ پتہ چلے۔ کہ یہ سپوت سیر شدہ گھرانے کا چشم و چراغ ہے۔ تف ایسی تہذیب پر۔ اور وائے ایسی سیری پر۔

نئے پھل حضورؐ کی خدمت میں لائے جاتے

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ لوگ جب نئے پھل کو دیکھتے تو اس کو حضورؐ کی خدمت میں لا کر پیش کرتے۔ اور آپ یہ دعا فرماتے:۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ ثِمَارِنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَ فِیْ مُدِّنَا۔ "اے اللہ تو ہمارے پھلوں میں برکت دے۔ اور ہمارے شہر میں برکت دے اور ہمارے صاع[1] اور مد میں برکت دے۔"

اَللّٰھُمَّ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ عَبْدُكَ وَخَلِیْلُكَ وَنَبِیُّكَ وَ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَنَبِیُّكَ وَاِنَّهٗ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ

---

[1] صاع اور مد مدینہ منورہ کے دو پیمانے تھے۔ جن سے کھجوریں، اور جو وغیرہ ناپ کر فروخت کئے جاتے تھے، جیسے ہمارے ہاں ٹوپا اور پڑوپی ہیں۔ صاع مدنی کا وزن پونے تین سیر ہے، صدقۃ الفطر کے لئے بھی یہی صاع ہے۔ یعنی فی کس ایک صاع۔ صاع اور مد میں برکت دے، کا یہ مطلب ہے کہ جو چیزیں ان سے ناپی جاتی ہیں۔ ان میں برکت دے۔

لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهٖ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهٖ مَعَهٗ ۔

"اے اللہ! بیشک حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور تیرے دوست، اور تیرے نبی تھے۔ اور بیشک میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں انہوں نے دعا (خیر و برکت کی)، شہر مکہ کے لئے کی تھی۔ وہی دعا ـ اس سے دوچند مقدار میں۔ میں مدینہ کے لئے کرتا ہوں"

حضرت ابی ہریرہؓ راوی حدیث کہتے ہیں۔ کہ (خیر و برکت کی دعا مانگنے کے بعد) حضورؐ جس چھوٹے بچے کو دیکھتے۔ وہ پھل اس کو دے دیتے۔ (شمائل ترمذی)

پانی تین سانس میں پیو

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْاِنَاءِ ثَلَاثًا اِذَا شَرِبَ وَيَقُوْلُ هُوَ اَمْرَءُ وَاَرْوٰى ۔ "حضور اقدسؐ پانی پینے میں تین سانس لیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ اس طریقے سے (یعنی تین سانس میں پینا) زیادہ خوش گوار ہے۔ اور خوب سیراب کرنے والا ہے" (شمائل ترمذی)

ایک روایت میں دو سانس میں پانی پینا بھی آیا ہے۔ بس تین سانس میں۔ یا کم از کم دو سانس میں پانی پینا چاہیے۔ ایک سانس میں پانی پی جانا نہایت برا ہے۔ خلاف سنت ہے۔ اسی طرح کھانا کھاتے وقت ضرور بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کرنا چاہیئے۔ بغیر بسم اللہ کہے کھانا شروع کرنا شیطان کو کھانے میں شریک کرنا ہے، مسلمانو! کھانے اور پینے کے آداب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھو۔ اور ان پر عمل کرو۔ بسم اللہ کہہ کر کھاؤ پیو اور آخر میں الحمد للہ کہو۔ تاکہ حیوان مطلق، اور حیوان ناطق میں تمیز ہو۔ گدھے اور انسان کا فرق ظاہر ہو۔

ایسے ہی کھانا کھاتے وقت جوتیاں اتار کر کھانا کھانا چاہیئے۔ کہ حضورؐ نے

جوتیاں اتارنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف۔

پانی بھی ہمیشہ بیٹھ کر پینا چاہیئے۔ ہاں عذر یا مجبوری کی حالت میں کھڑے ہو کر پی سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نیکیوں کا نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور امت کو حکم دیا ہے۔ وہ زندگی اس نمونہ کے بالکل مطابق گزاریں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خوشبو

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے خوشبو آتی تھی۔ آپ کا پسینہ اتنا خوشبودار تھا۔ کہ ہر طرح کا عطر اس کے سامنے مات تھا۔ حضرت انس رض کی والدہ ام سلیم (جو حضور کے محرموں میں سے تھیں) آپ کا پسینہ اکٹھا کرتیں، آپ نے پوچھا۔ اے ام سلیم۔ کیا کرے گی تو اس پسینے کو؟ انہوں نے کہا۔ آپ کا پسینہ ہم اپنی خوشبویوں میں ملاتے ہیں۔ کیونکہ آپ کا پسینہ خوشبو ترین خوشبویوں سے ہے۔

حضورؐ جس راستے سے گزرتے۔ وہ راستہ خوشبو سے مہک جاتا۔ اور پیچھے آنے والا پہچان لیتا۔ کہ اس راستے سے رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم گزرے ہیں۔

ایک شخص نے آپ سے مصافحہ کیا۔ اس کا ہاتھ خوشبو سے اتنا مہک گیا، کہ اس نے کہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرا ہاتھ عطر کے ڈبہ میں ڈوب کر نکلا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جو سراپا خوشبو تھے۔ کسی عطر اور خوشبو کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن پھر بھی آپ خارجی خوشبو ضرور استعمال فرماتے تھے۔ تاکہ امت خوشبو استعمال کرے، اور اسے معلوم ہو جائے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پیاری تھی۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین چیزیں رد نہیں کرنی چاہئیں۔ اَلْوَسَائِدُ۔ وَالدُّهْنُ۔ وَالطِّيْبُ۔ وَاللَّبَنُ۔

تکیہ۔ اور تیل خوشبو۔ اور دودھ۔ (شمائل ترمذی)

جریر بن عبداللہ کا حُسن

جریر بن عبداللہ بجلی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں (معاینہ کے لیے) پیش کیے گئے۔ فَاَلْقٰی جَرِیْرٌ رِدَاءَہٗ وَمَشٰی فِیْ اِزَارٍ۔ انہوں نے چادر اتار کر صرف تہ بند میں چل کر اپنا معاینہ کرایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

چادر لے لو (معائنہ ہو چکا) پھر قوم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

مَارَاَیْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ صُوْرَۃً مِنْ جَرِیْرٍ اِلَّا مَا بَلَغَنَا مِنْ صُوْرَۃِ یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ میں نے جریر سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت کے جیسا کہ ہم تک پہنچا۔" (شمائل ترمذی)

نوٹ:۔ جہاد کے موقع پر حضرت عمرؓ نے لشکر کا معائنہ فرمایا۔ ہر ایک کا امتحان لیا۔ جریر بن عبداللہ بھی ان میں تھے۔ معائنہ کے بعد حضرت عمرؓ نے جریر بن عبداللہ کے متعلق یہ ریمارک دیا۔ کہ میں نے ان سے زیادہ کوئی خوب صورت نہیں دیکھا۔ البتہ حضرت یوسف علیہ السلام ان سے زیادہ خوبصورت ہوں گے۔ جیسا کہ ان کے حسن کے بارے میں حالات ہم تک پہنچے ہیں۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ شمائل ترمذی میں یہ باب تعطر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اس باب سے جریر بن عبداللہ کا حسن بیان کرنا کیا تعلق رکھتا ہے؟

یاد رہے۔ کہ حسن بذاتہٖ ایک خوشبو ہے۔ یا حسن کو خوشبو لازم ہے، مرمر ین بدناں کا مرور کوچہ و بازار کو خوشبو سے مہکا دیتا ہے۔ جریر بن عبداللہ کو بھی، تو اجمل الخلق اور بدر البدور حضرت سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل سے

کچھ حصہ ملا تھا۔ اور علیٰ قدرحسن انہیں بھی تعطر میسر تھا۔

بھی جریر بن عبداللہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے مسلمان ہونے کے بعد کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا۔ اور جب بھی مجھے حضورؐ دیکھتے۔ تو تبسّم فرماتے تھے۔ (شمائل ترمذی) پھر جس شخص کو خوشبو کے سمندر کی پیراکی کا شرف حاصل ہو۔ اس سیمیں تن سے کیوں خوشبو نہ آئے۔

رحمتِ عالمؐ کا تبسّم اور مزاح

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دورِ نبوت تئیس سال ہے۔ مکی زندگی میں تکالیف و مصائب کا سامنا رہا۔ اور مدنی زندگی جہاد و قتال میں گزری شمائل ترمذی میں ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلُ الْاَحْزَانِ دَائِمُ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ لَهٗ رَاحَةٌ طَوِيْلُ السَّكْتِ لَا يَتَكَلَّمُ فِيْ غَيْرِ حَاجَةٍ " حضورؐ غموں حزنوں میں متواتر مشغول رہتے۔ سارا وقت سوچ بچار میں گزارتے کسی وقت آپ کو بے فکری اور راحت نہیں ہوتی تھی۔ اکثر اوقات آپ خاموش رہتے۔ اور بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ (اور یہ سب کچھ غمِ آخرت اور تبلیغ دین کے سلسلہ میں پیش آتا تھا)"

با ایں ہمہ پھر بھی حضورؐ اخلاق و مروت کے تقاضے پورے کرتے ہوئے سب سے بڑی خوش اخلاقی، مروت اور خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے ملتے تھے۔ اور کبھی کبھی خوش طبعی اور مزاح کے پھول بھی بکھیرتے تھے۔

عبداللہ بن حارثؓ کہتے ہیں۔ مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِّنْ رَّسُوْلِ

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "میں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنے والا نہیں دیکھا"

عبداللہ بن حارث رض یہ بھی کہتے ہیں۔ مَا کَانَ ضِحِکُ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا تَبَسُّمًا۔ سرورِ عالم کا ہنسنا تبسم سے زیادہ نہیں ہوتا تھا"

مزاح اور دل لگی حد سے زیادہ اچھی نہیں ہوتی۔ کثرتِ مزاح قساوت قلب کا باعث ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات دوسروں کی ایذا اور تکلیف کا موجب بن جاتا ہے۔ اور وقار اور ہیبت گرا دیتا ہے۔اس لئے ہنسی مذاق ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔ البتہ ہلکا پھلکا مزاح، اور پر لطف شیریں دل لگی جو صداقت اور حقیقت پر مبنی ہو معاشرے کی عبوسی فضا دور کرتی اور ہر دل عزیزی پیدا کرتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دوسروں کی دلداری کے لئے پاکیزہ مزاح کے نافے بکھیرتے رہتے تھے۔

دو کان والے

حضرت انس بن مالک رض کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے انہیں از راہِ مزاح یَا ذَا الْاُذُنَیْنِ۔ (اے دو کان والے) فرمایا۔

انس بن مالک رض کے کان کچھ بڑے تھے۔ اور قوت سماعت بہت تیز تھی اس پر حضورؐ کو مزاح سوجھی۔ اور فرمایا۔ اے دو کان والے۔ کان تو سب کے دو ہی ہوتے ہیں۔ اور انس رض کے بھی دو ہی تھے۔ لیکن ان کی خصوصیت کے باعث دو کان والے کہنے سے مزاح پیدا ہو گیا۔

کیا ہوا نغیر

حضرت انس رض کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ میل جول رکھتے۔ یہاں تک کہ آپ مزاح فرماتے تھے۔

چنانچہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا۔ حضورؐ اس سے فرماتے۔

یَا اَبَا عُمَیْرُ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ۔ اے ابوعمیر کیا ہوا وہ نغیر۔ (مشکوٰۃ)

نُغَیر ایک جانور ہے۔ لال۔ چھوٹا سا خوش آواز پرندہ۔ اور نغیر کے معنے

ــــ صاحب حیوٰۃ الحیوان نے بلبل لکھے ہیں۔ غرض نغیر پرندہ حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی نے پال رکھا تھا۔ وہ اس سے کھیلتا تھا۔ وہ مرگیا۔ جس کی وجہ سے اسے بہت رنج ہوا۔ وہ مغموم بیٹھا تھا۔ توحضورؐ نے اس کا غم غلط کرنے کے لئے مزاحًا فرمایا اے ابا عمیر۔ کیا ہوا وہ نغیر۔ حالانکہ حضورؐ کو علم تھا۔ کہ وہ چڑیا مرگئی ہے۔ پھر بھی آپ نے کہا۔ او لڑکے! تمہاری چڑیا کدھر گئی۔ یہ سن کر وہ مسکرا دیا۔ مطلب یہ کہ حضورؐ نے اس بچے کے ساتھ خوش طبعی کی۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں صحابہ نے حضورؐ سے کہا۔ اے اللہ کے رسول! آپ ہم سے مزاح فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں ہاں۔ لیکن میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔" یعنی میرا مزاح بھی سچ ہوتا ہے۔ اور اس سے بھی بہت مسائل نکلتے ہیں۔

اونٹنی کا بچہ

حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ کہ کسی شخص نے حضورؐ سے درخواست کی۔ کہ کوئی سواری کا جانور مجھے عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اِنِّیْ حَامِلُكَ عَلٰی وَلَدِ نَاقَةٍ۔ ہم تجھے ایک اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ اس نے کہا۔ حضورؐ! میں بچہ کو لے کے کیا کروں گا۔ (مجھے تو سواری کے لئے چاہیئے)۔ ارشاد ہوا۔ وَھَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلَّا النُّوْقُ۔ ہر ایک اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

نوٹ:۔ سائل کا یہ خیال تھا۔ کہ حضورؐ مجھے اونٹنی کا بچہ دیں گے، اور بچہ کو لے کر میں کیا کروں گا۔ بچہ نے سواری کا کام تو دینا نہیں۔ جب حضورؐ نے فرمایا۔ اونٹ (جو سواری کے لائق ہوتا ہے) اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ تب سائل کو سمجھ آئی۔ کہ حضورؐ مجھے سواری کے لئے اونٹ دیں گے۔ اور یہ بھی پتہ چل گیا۔ کہ حضورؐ نے از راہ مزاح فرمایا تھا۔ کہ ہم تجھے اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ نیز اس کو یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ اس کی عقل کا امتحان ہوا ہے۔

سبحان اللہ! یہ کیسا پر لطف مزاح ہے۔ رحمتوں کی نزولِ باراں ہو اس مزاح پر۔

زاہر ہمارا جنگل ہے

حضرت انس رضؓ کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص جنگل کا رہنے والا جس کا نام زاہر بن حرام تھا۔ جب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ تو جنگل کے تحائف سبزی ترکاری وغیرہ پیش کرتا۔ جب وہ مدینہ منورہ سے واپس جانے لگتا۔ تو حضورؐ شہر کا سامان خورد نوش اس کو مرحمت فرماتے ایک دفعہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ زَاھِرًا بَادِیَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْہُ۔ زاہر ہمارا جنگل ہے۔ اور ہم اس کے شہر ہیں۔ اور حضورؐ اقدس کو اس سے خاص محبت تھی۔ اور زاہر بدشکل تھے۔ ایک دفعہ زاہر اپنا کوئی سامان بیچ رہے تھے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور پیچھے سے ان کی کولی اس طرح بھری۔ کہ وہ حضورؐ کو دیکھ نہ سکیں۔ زاہر نے کہا۔ ارے کون ہے مجھے چھوڑ دو۔ لیکن جب کن انکھیوں سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر تو اپنی کمر کو کوشش سے پیچھے کیا۔ تاکہ حضورؐ کے سینہ مبارک سے ملا رہوں۔ (کہ سینہ مبارک سے جتنی دیر زیادہ تلبس رہے گا۔ اتنا ہی زیادہ روحانی نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال ہوں گا) پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ کون شخص ہے جو اس غلام کو خریدے؟۔ زاہر نے عرض کیا۔ حضورؐ! اگر آپ مجھے بیچیں گے۔ تو مجھے کھوٹا اور کم قیمت پائیں گے رحمتِ عالم نے فرمایا:۔

لٰکِنْ عِنْدَ اللّٰہِ لَسْتَ بِکَاسِدٍ اَوْ قَالَ اَنْتَ عِنْدَ اللّٰہِ غَالٍ۔

"لیکن اللہ کے نزدیک تم کھوٹے نہیں ہو۔ یا فرمایا۔ تم اللہ کے نزدیک بیش قیمت ہو" (مشکوٰۃ شریف)

بُوڑھی عورت جنت میں داخل نہ ہو گی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت آئی

اور کہنے لگی۔ اے اللہ کے رسول! دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اِنَّ الْجَنَّۃَ لَا یَدْخُلُھَا عَجُوْزٌ ۔ جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہو سکتی۔ وہ عورت روتی ہوئی واپس ہوئی۔ حضورؐ نے فرمایا اَخْبِرُوْھَا۔ اس کو خبر دو۔ کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہو گی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سب جنتی عورتوں کو نو عمر کنواریاں بنا دیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ (قرآن میں) فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَنْشَاْنٰھُنَّ اِنْشَآءً ۝ فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ۝ "بے شک پیدا کیا ہم نے ان عورتوں کو پیدا کرنا۔ پس کیا ہم نے، ان کو کنواری سہاگ والیاں ہم عمر" (شمائل ترمذی)

رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس مزاح پر قربان جاؤ۔ کہ یہ مزاح بھی ہے اور سچ بھی۔ اور حقیقت بھی۔ بے شک بڑھاپے کی حالت میں کوئی جنت میں نہ جائے گا۔ سب جوانی کی حالت میں داخل جنت ہوں گے۔

سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اور شعر

واضح ہو۔ کہ شعر اس کلام کو بولتے ہیں۔ جو قصداً موزوں اور مقفی بنایا گیا ہو۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی شعر بنانے کا ارادہ نہیں کیا۔ لہذا آپ کا شاعر نہ ہونا قطعی اور مسلّم ہے۔ کفار نے آپ کو شاعر کہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں فرمایا۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۔ "اور ہم نے اس کو شاعری نہیں سکھائی۔ اور نہ شاعری اس کی شان (پیغمبری) کے لائق ہے۔"

چونکہ وہی اشعار قابلِ داد و تحسین ہوتے ہیں۔ جن میں جھوٹ اور مبالغہ ہوتا ہے۔ اور عشق و حسن کے فحش اور مکروہ مناظر پیش کئے جاتے ہیں۔ اخلاق کو بگاڑنے اور خراب کرنے کے مضمون ہوتے ہیں۔ اس لئے اسلام میں شعروں کو کچھ

اچھا نہیں کہا گیا۔ اور دیسے شاعر شراب کے رسیا اور بے عمل لوگ ہوتے ہیں الاماشاء اللہ۔ لہذا شعروشاعری کچھ تحسین کے لائق نہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شعر کے متعلق پوچھا گیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ شعر ایک کلام ہے۔ اگر کلام اچھا ہے۔ تو شعر اچھا ہے۔ اگر کلام بُرا ہے۔ تو شعر بُرا ہے۔ (مشکوٰۃ)

یعنی شعروں کا مضمون اگر جائز ہے۔ اچھا ہے۔ توحید و سنت کا عکاس ہے اسلامی نظریات کا حامل ہے۔ پاکیزہ خیالات پر مشتمل ہے۔ اخلاق فاضلہ کا آئینہ دار ہے۔ تو ایسے شعر ضرور ضرور اچھے ہیں۔ ان کے پڑھنے، سننے، سنانے میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ ثواب ہے۔

اور اگر اشعار گندے اور فحش ہیں۔ تو ان سے حذر واجب ہے۔

حضورؐ اقدس نے فرمایا۔ البتہ پیٹ بھرنا ایک شخص کا پیپ سے بہتر ہے شعر مذموم سے۔ (مشکوٰۃ)

یعنی شعر بد جو مشتمل ہو او پر شرک، بدعت، کفر، اور معانی ناشائستہ کے بہت برا ہے پیپ سے۔

حضورؐ نے فرمایا۔ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً۔ بے شک بعض شعر حکمت ہے۔ (مشکوٰۃ)

یعنی تمام شعر بُرے نہیں ہوتے۔ بعض ان میں فائدے کے بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے بعض شعر حضورؐ نے پسند بھی کئے۔ اور زبان مبارک سے انہیں شرف تکلم بھی بخشا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔

اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ ۔

"بہت سچا کلمہ کہ کہا اس کو شاعر نے کلمہ لبیدؓ کا ہے"۔

لہ: یہ صفحہ ۴۴۳ پر ملاحظہ ہو

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ

"خبردار ہو۔ ہر چیز سوائے اللہ تعالیٰ کے فانی ہے۔" (بخاری شریف)

حضورؐ نے صرف ایک مصرعہ ادا فرمایا۔ لبیدؓ کا پورا شعر یہ ہے۔ ؎

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ
وَ کُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلٌ

"آگاہ ہو۔ ہر چیز سوائے خدا تعالیٰ کے فانی ہے۔ اور ہر نعمت بالضرور مٹ جانے والی ہے۔"

حضرت عائشہ رضؓ سے کسی نے پوچھا۔ کیا حضورؐ کبھی شعر بھی پڑھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہاں کبھی مثال کے طور پر عبداللہ بن رواحہؓ کا کوئی شعر پڑھ لیتے تھے۔ اور کبھی طرفہ[1] شاعر کا یہ مصرعہ پڑھ لیتے تھے۔

وَ یَأْتِیْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ (بخاری شریف)

"اور تیرے پاس کبھی خبریں وہ شخص بھی لے آتا ہے۔ جس کو تو نے کسی قسم کا معاوضہ نہیں دیا۔"

(نوٹ) حضورؐ اقدس سے بڑھ کر بلا معاوضہ اور کون جنت دوزخ اور آخرت کی خبریں لانے والا ہو سکتا ہے؟ صلے اللہ علیہ وسلم۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (۷۔ ہجری کو) عمرۃ القضاء کے لئے مکہ میں داخل ہوئے۔ تو عبداللہ بن رواحہؓ (اپنی گردن میں تلوار لٹکائے

---

[1] طرفہ عرب کا مشہور شاعر ہے۔ عربی ادب کی کتاب سبعہ معلقہ میں دوسرا معلقہ طرفہ ہی کا ہے اس شاعر نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔

(بقیہ نوٹ ۴۴۳ کا) لبیدؓ صحابی تھے۔ جاہلیت اور اسلام میں بڑے معزز رہے۔ ان کی عمر ۱۵۰ برس ہوئی جب مسلمان ہوئے۔ تو شعر کہنا چھوڑ دیا۔ جاہلیت میں مانے ہوئے شاعر تھے۔

ہوئے حضورؐ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے) آگے آگے چل رہے تھے۔ اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:-

خَلُّوْا بَنِیْ الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِہٖ ٭ اَلْیَوْمَ نَضْرِبُکُمْ عَلٰی تَنْزِیْلِہٖ

ضَرْبًا یُّزِیْلُ الْھَامَ عَنْ مَّقِیْلِہٖ ٭ وَیُذْھِلُ الْخَلِیْلَ عَنْ خَلِیْلِہٖ

"اے کافرزادو! ہٹو آپؐ کا راستہ چھوڑ دو۔ آج (اگر تم نے سال گذشتہ کی طرح حضورؐ کو عمرہ سے روکا تو) ہم تمہاری ایسی خبر لیں گے کہ تمہاری کھوپڑیوں کو تن سے جدا کر دیں گے۔ اور دوست کو دوست سے بھلا دیں گے"۔

اس پر حضرت عمرؓ نے عبداللہ[1] بن رواحہ کو روکا۔ کہ حرم کے اندر حضورؐ کے سامنے شعر پڑھتے جا رہے ہو۔ حضورؐ نے فرمایا۔ عمرؓ! اسے روکو مت۔ یہ اشعار کفار پر اثر کرنے میں تیر برسانے سے زیادہ سخت ہیں۔ (شمائل ترمذی)۔

حضرت شریدؓ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضورؐ کے ساتھ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت میں نے حضورؐ کو امیہ[2] بن ابی صلت کے سو شعر سنائے۔ ہر شعر پر حضورؐ فرماتے۔ اور سناؤ! (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ حضورؐ حسان بن ثابتؓ کے لیے مسجد میں منبر رکھا کرتے تھے۔ تاکہ اس پر کھڑے ہو کر حضورؐ کی طرف سے مفاخرہ کریں۔ آپؐ نے

---

[1] عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے، اور حضورؐ کے سامنے غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے۔ لاکھوں رحمتیں ہوں ان پر۔

[2] امیہ بن ابی صلت مشہور شاعر تھا۔ اس کے اشعار حقائق پر مبنی ہوتے تھے۔ وہ قیامت کا قائل تھا۔ اس کے شعروں میں بھی اقرار قیامت، توحید، حقائق و بصائر اور نصائح ہوتے تھے۔ افسوس وہ مسلمان نہ ہوا۔ اگرچہ اس کا اسلام لے آنا بہت قریب تھا۔

فرمایا۔ اللہ تعالےٰ روح القدس سے حسّان بن ثابت کی مدد کرتا ہے۔ جب تک وہ دین کی مدد کرتے ہیں۔" (شمائل ترمذی)۔

رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے سونے کا ذکر

حضرت براء ابن عازب کہتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے (یعنی سونے لگتے) تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسارے کے نیچے رکھتے اور یہ دُعا پڑھتے:۔ رَبِّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ۔ (مشکوٰۃ شریف)

"اے رب میرے بچا مجھ کو اپنے عذاب سے جس دن اٹھائے گا تو اپنے بندوں کو۔"

حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنے بچھونے کی طرف آتے (یعنی سونے لگتے) تو یہ پڑھتے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاٰوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِیَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِیَ۔ (صحیح مسلم)

"سب تعریفیں واسطے اللہ کے ہے۔ ایسا اللہ کہ کھلایا ہم کو اور پلایا ہم کو، اور کفایت کیا (تمام مہمات ہماری کو) اور ٹھکانا دیا ہم کو، پس بہت لوگ ہیں ان میں سے کہ نہیں کفایت کرنے والا واسطے ان کے اور نہ ٹھکانا دینے والا۔"

یعنی بہت لوگ ہیں۔ کہ نہیں کفایت کرتا ان کو اللہ تعالےٰ ہر دن کی برائی سے یعنی نہیں محفوظ رکھا ان کو ہر دن کی ایذا رسانی سے کہ ایذاؤں اور آفتوں میں دبے ہوئے ہیں۔ اور نہ مہیا کیا ان کے لئے ٹھکانا۔ بلکہ چھوڑ دیا ہے ان کو کہ سرگردان رہتے ہیں کوچوں اور بازاروں، اور جنگلوں میں۔ اور ایذا پاتے ہیں شدت کی گرمی۔ اور جاڑوں سے۔

پھر جن لوگوں کو اللہ نے فراغت سے کمانے، پینے اور پہننے کو دیا ہے۔ اور دنیا کی آفتوں، تکلیفوں، غموں، فکروں، اندوہوں، اور مہمات الامور سے بچایا ہوا ہے، اور رہنے سہنے کو صاف ستھرا مکان دے رکھا ہے۔ ان کو اللہ کا شکر کرنا چاہیئے۔ بلکہ وہ جتنا بھی اللہ کا شکر کریں تھوڑا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قربان جائیں۔ کہ انہوں نے مذکورہ دعائیں شکر کرنے کے الفاظ بتا دیئے ہیں۔ اور رات کو سوتے وقت ان الفاظ کے ساتھ شکر کرنے کی تعلیم دی ہے۔ پھر ضرور یہ دعا سوتے وقت پڑھا کریں۔

حضرت ابی سعیدؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اپنے بچھونے پر جاتے وقت (یعنی سوتے وقت) تین بار یہ پڑھے۔ تو بخشتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اگرچہ ہوں مانند کف دریا کے، یا گنتی ریت عالج کے (عالج ایک جنگل کا نام ہے جس میں ریت ہی ریت ہے)، یا گنتی پتوں درخت کے، یا گنتی دنوں دنیا کے۔" (پڑھے یہ)

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ ط (مشکوٰۃ شریف)

حضرت علیؓ کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ سونے کے وقت یہ پڑھتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِیْمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَآ اَنْتَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهٖ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَاْثَمَ۔ اَللّٰهُمَّ لَا یُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا یُخْلَفُ وَعْدُكَ وَ لَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ ؕ (ابوداؤد)

"یا الٰہی تحقیق میں پناہ مانگتا ہوں۔ ساتھ ذات بزرگ تیری کے اور کلمات پورے تیرے کے اس چیز کی برائی سے، کہ تو پکڑنے والا ہے

کوئی اس کا شریک نہیں۔ کوئی معاون اور مشیر نہیں۔

البتہ اگر کوئی ہدیہ یا تحفہ دے، یا جائز سفارش کرے۔ یا مدد اور تعاون کرے۔ یا کسی کام آئے۔ تو اس کو دعا دینی چاہیئے۔ اور اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ جزاک اللہ۔ شکریہ۔ مہربانی۔

حضور نے فرمایا ہے۔ جو (محسن) لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔ وہ اللہ کا شکر گزار نہیں ہے (مشکوٰۃ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال کیا بیان کیا جائے۔ آپ نے جتنی، جس قدر حسین، اور پیاری عبادت کی ہے۔ ساری آدم کی اولاد کی مجموعی عبادت (مع عبادت انبیاء علیہم السلام) اس کے سامنے حقیقت اور ہلکی ہے۔ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں جملہ انبیاء اور ان کی امتوں کے اعمال ڈال دیئے جائیں، اور دوسرے پلڑے میں سید الکونین والثقلین کے اعمال رکھ دیئے جائیں۔ تو پلڑا حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی بھاری ہوگا۔

حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ تو پتہ چلتا ہے۔ کہ حضورؐ کی قولی عبادت کی موسلا دھار بارش نے جل تھل ایک کر رکھے ہیں۔ بدنی عبادت کا سمندر اپنی جگہ ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اور مالی عبادت کا ہرا بھرا باغ آسمانوں اور زمین کی وسعتوں کو شرما رہا ہے۔ سبحان اللہ۔ کیا زندگی ہے۔ تمام جہانوں کی زندگیاں قربان اس زندگی پر۔

فرائض ہیں۔ سنن ہیں۔ نوافل ہیں۔ صبح کی دعائیں۔ شام کی دعائیں۔ رات کی دعائیں۔ جاگنے کی دعائیں۔ سونے کی دعائیں، مختلف اوقات میں متفرق دعائیں سفر کی دعائیں حضر کی دعائیں۔ شدت غم کی دعائیں۔ کھانے پینے کی دعائیں، شکر

کی دعائیں۔ سوار ہونے کی دعائیں۔ منزل پر اترنے کی دعائیں۔ مرغ کی آواز سن کر دعا۔ گدھے کی آواز پر دعا۔ غصہ کے وقت کی دعا۔ بچھو کاٹنے کی دعا۔ نیا چاند دیکھنے پر دعا۔ کسی کو مبتلائے بلا دیکھنے پر دعا۔ بازار میں داخل ہونے کی دعا۔ چھینک پر دعا۔ مجلس سے اٹھنے کی دعا۔ جہاد کے وقت کی دعا۔ ادائے قرض کی دعا۔ نیا کپڑا پہننے کی دعا۔ جمائی کی دعا۔ قربانی کی دعا۔ ہدیہ دینے والے کے لئے دعا۔ وضو کے شروع کی دعا، وضو کے اخیر کی دعا۔ ملاقات کی دعا۔ مسجد میں داخل ہونے کی دعا۔ مسجد سے نکلنے کی دعا۔ معانقہ کی دعا۔ کسی کو رخصت کرنے کی دعا۔ نظر بد کی دعا۔ بُرے ہمسایہ سے پناہ کی دعا۔ مخلوق کے شر سے پناہ کی دعا۔ گھر سے نکلنے کی دعا۔ گھر میں داخل ہونے کی دعا۔ برا خواب دیکھنے کی دعا۔ قرض سے نجات پانے کی دعا۔ دشمن کے مقابلہ کی دعا۔ فتح ونصرت کی دعا۔ دفع غم کی دعا۔ بیت الخلاء میں جانے کی دعا۔ بیت الخلاء سے نکلنے کی دعا۔ دفع عجز وکسل کی دعا۔ نموِ مال کی دعا۔ دین و دنیا کی عافیت کی دعا۔ کانوں آنکھوں اور عافیت بدن کی دعا۔ کفر اور محتاجی سے پناہ کی دعا۔ تمام برائیوں سے بچنے کی دعا۔ زیادتی علم کی دعا۔ حسن خلق کی دعا۔ گناہوں سے پاک ہونے کی دعا۔ نفس کی پرہیزگاری کی دعا۔ قبر اور دوزخ سے پناہ کی دعا۔ زندگی کے فتنوں سے پناہ کی دعا۔ رزق طیب، علم نافع، اور عمل متقبّل کی دعا۔ شرح صدر کی دعا۔ وساوسِ قلب سے بچنے کی دعا۔ کاموں کی پریشانی سے پناہ کی دعا۔ علم نافع اور رزق واسع کی دعا، رزقِ حلال کی طلب کی دعا۔ بلاؤں کی سختی، اور بدبختی سے پناہ کی دعا۔ زوال نعمت اور تحول عافیت سے پناہ کی دعا۔ مکان سے گرنے، جل جانے، ڈوب مرنے، اور نہایت بڑھاپے سے پناہ کی دعا۔ بُری خواہشوں، بدعادتوں، اور بیماریوں سے پناہ کی دعا۔ بُرے دن، بُری رات اور بُری گھڑی سے پناہ کی دعا۔ شکر نعمت اور حسن عبادت کی دعا۔ تالیف القلوب کی دعا۔ آنکھوں اور کانوں کی برکت کی دعا۔ ذلت اور رسوائی

سے بچنے کی دعا۔ محبت الٰہی کی دعا۔ دین پر ثابت قدمی کی دعا۔ بردِ عیش بعد موت کی دعا۔ شماتتِ اعدا سے حفاظت کی دعا۔ دوزخ سے سلامتی کی دعا۔ تحصّنِ فرج کی دعا۔ عورتوں کے فتنے سے پناہ کی دعا۔ فتح اقفالِ قلوب کی دعا۔ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی بخشش کی دعا۔ افاضہ فضل اور اسباغِ رحمت کی دعا۔ ناگہانی موت سے پناہ کی دعا۔ غنا عن الناس کی دعا۔ شرک، کفر اور فقر سے پناہ کی دعا موجب وبال اولاد اور موجب عذاب مال سے پناہ کی دعا۔ طواف کی دعا۔ صفا مروہ کی دعا۔ استلام کی دعا۔ رکن یمانی کی دعا۔ رمی جمار کی دعا۔ عرفات کی سینکڑوں دعائیں۔

الحاصل حضورؐ رات دن میں بے شمار دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اور دعائیں اللہ کی عبادت ہے۔

اور پھر جتنی آپ کی حدیثیں ہیں۔ یہ سب دین ہی ہے۔ اور دین کی اشاعت عبادت ہے۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، موطا امام مالک، دارمی، دارقطنی، بیہقی، رزین، ابن حبان، وغیرہ کتب حدیث کی تمام احادیث کو جمع کریں۔ تو نصف لاکھ سے زیادہ ہونگی جس ذات اقدس کی زبان پاک وحی کے ہیروں اور جواہر کے اتنے انبار لگادے جن کی روشنی سے دین اور دنیا کے راستے تا صور اسرافیل جگ مگ کریں۔ اور بھٹکی ہوئی انسانیت راہ پائے۔ اس سراپائے رحمت رسولؐ سے بڑھ کر اور کون عبادت بجا لاسکتا ہے۔ کہہ دیجئے۔ کہ نبوت کے کے اول روز سے لے کر تا دم آخریں حضورؐ اسلام کے شجرہ طیبہ کو عبادت کے پانی سے سینچتے رہے۔ ایک سانس بھی آپ نے عبادت کے بغیر نہیں لیا۔ مرور حیات کے لیل و نہار کا ہر لمحہ اطاعت خداوندی کا مظہر گزرا ہے۔

باوجودیکہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم معصوم تھے۔ پھر بھی فرائض کے

علاوہ نوافل کے پہاڑوں کی چوٹیاں سر کرتے تھے۔ یعنی کثرت سے نافلہ عبادت ادا فرماتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ حَتّٰى تَرِمَ قَدَمَاهُ قَالَ فَقِيْلَ لَهٗ تَفْعَلُ هٰذَا وَقَدْ جَاءَكَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا ط (شمائل ترمذی)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر نوافل پڑھا کرتے تھے۔ کہ آپ کے پاؤں پر ورم ہو جاتا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں۔ کسی نے عرض کیا۔ کہ آپ پر تو اگلے پچھلے گناہوں کی بخشش کی بشارت نازل ہو چکی ہے۔ پھر آپ اس درجہ مشقت کیوں اٹھاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔"

ذنبِ رسولؐ کا مطلب

یہ جو اوپر کی حدیث میں آیا ہے۔ بلکہ قرآن میں آیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے اور قرآن میں یہ بھی ہے۔ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ۔ "اور بخشش مانگ واسطے گناہ اپنے کے۔"

یہ بات عقیدے کی لوح پر نقش کر لیں۔ کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم گناہ سے پاک اور معصوم تھے۔ یعنی جس بات کو شریعت گناہ بتاتی ہے۔ حضورؐ اس سے پاک۔ منزّہ اور مطہر تھے۔ ساری زندگی آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ نہ گناہ آپ کے نزدیک پھٹکا۔ آپ بالکل معصوم تھے۔ اور ہر نبی معصوم ہوتا ہے۔

یہ جو مذکورہ آیت میں کہا گیا ہے۔ کہ اپنے گناہ کی معافی مانگ۔ اللہ نے تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جتنا کسی کا درجہ

اور مرتبہ بلند ہوتا ہے۔ جتنا قرب الٰہی زیادہ ہوتا ہے۔ اتنا ہی اس کا معیار عبادت اونچا ہوتا ہے۔ انبیاء کا ہر ترک اولیٰ بھی ذنب ہوتا ہے۔ حالانکہ شریعت میں ترکِ اولیٰ گناہ نہیں ہے۔ شیخ سعدیؒ کے اس ارشاد نے یہ مسئلہ حل کر دیا ہے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں۔ نمازی آدمی سے اگر تکبیر اولیٰ رہ جائے۔ تو گناہ نہیں۔ لیکن پیغمبر سے تکبیر اولیٰ کا ترک اللہ برداشت نہیں کرتا۔ غزوہ تبوک میں بہت سے منافقوں نے بہانے تراش کر رخصتیں لے لیں۔ حضورؐ جب غزوہ سے واپس آئے۔ تو اللہ نے فرمایا۔ عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ۔ " اللہ تجھے معاف کرے۔ کیوں پروانگی دی تو نے ان کو" تو کسی کو چھٹی یا رخصت دینا گناہ نہیں ہے۔ لیکن اللہ نے اپنے رسول کو یہ نامناسب کام کرنا معاف کر دیا۔ کہ یہ منافقوں کے امتحان کا وقت تھا۔ کہ دورانِ جنگ وہ خوب پرکھے جاتے ہیں۔ ان کو رخصت نہیں دینی چاہیے تھی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کافر سرداروں کو تذکیر اور تبلیغ فرما رہے تھے۔ اس دوران حضرت عبداللہ بن مکتوم نے جو نابینا صحابی تھے آکر کچھ بات کی۔ حضورؐ نے ان کو کوئی جواب نہ دیا۔ اپنے تبلیغی کام میں لگے رہے۔ حرص تھی کہ شاید یہ لوگ مسلمان ہو جائیں حضرت عبداللہ بن مکتوم کسی کام کے لئے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیتیں لے کر نازل ہوئے۔

عَبَسَ وَ تَوَلّٰٓی ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ○ " تیوڑی چڑھائی اور منہ موڑا اس سے یہ کہ آیا اس کے پاس نابینا (عبداللہ بن مکتوم)"۔

گویا اللہ نے حضورؐ کو تنبیہ فرمائی۔ کہ عبداللہ کو جواب دینا ضروری تھا۔ کیونکہ وہ مسلمان تھا۔ اپنا تھا۔ تابعدار تھا۔ اور کافروں کے متعلق آپ کو کیا معلوم تھا۔ کہ وہ ضرور ایمان لے آئیں گے۔ اور پاک ہو جائیں گے۔ پس عبداللہ کو جواب دینا کافروں

کی تذکیر سے بہتر تھا۔ یہ بہتر کا ترک ایک طرح کا ذنب تھا۔ (حالانکہ شریعت میں ذنب نہیں)، جو رسول اللہ کی شان کے شایاں نہ تھا۔ لہذا عفو چاہو۔

جنگ بدر کے قیدیوں کو نہایت شفقت اور مہربانی سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ کہ شاید یہ مسلمان ہو جائیں۔ یا ان کی نسل سے مسلمان پیدا ہوں۔ اللہ نے اس پر بھی تنبیہہ فرمائی۔ کہ چھوڑنا نہیں چاہئے تھا۔ ان کو فدیہ لے کر چھوڑنا شرعًا گناہ نہیں ہے۔ لیکن پیغمبر کے لئے یہ ترک اولیٰ قابل گرفت ہُوا۔ پس استغفار کرو۔

الحاصل اس قسم کے واقعات ہیں۔ جو حضورؐ کی اونچی شان کے لحاظ سے تقصیر شمار کئے گئے ہیں۔ اور ان سے آپ کے معصوم ہونے پر کوئی حرف نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کو ارشاد فرمایا۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَھَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ط (پ ۲۲ ع ۲۰)

"اے بیبیو نبی کی جو آوے تم میں سے ساتھ بے حیائی ظاہر کے، دوچند کیا جائے گا واسطے اس کے عذاب دو برابر"

یعنی امت کی عورتوں سے تم کو دوگنا عذاب کیا جائے گا۔ کیونکہ تمہارا مرتبہ بہت اونچا ہے۔ تم نبی کی بیبیاں ہو۔ تمہارے گھر میں قرآن اتر رہا ہے۔ تمہارے گھر سے قانون بن کر نکل رہا ہے۔ اس لئے قانون شکنی پر تم کو دوگنی سزا ملے گی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو باوجود معصوم عن الخطا ہونے کے ترکِ اولیٰ پر بھی فہمائش آتی ہے۔ نامناسب بات پر بھی آگاہی اترتی ہے۔ ناموزوں کام پر بھی انتباہ نازل ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ باتیں بھی آپ کے فلک بدوش مرتبہ کو زیب نہیں دیتیں۔ علوِ شان کے شایاں نہیں ہیں۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے۔ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِکَ۔ (اور ان تقصیروں پر بھی جو آپ کی شانِ ارفع کے لائق نہیں ہیں) استغفار کرو۔

کام کے تین درجے ہوتے ہیں - اچھا - بہت اچھا - سب سے اچھا - انگریزی میں GOOD — BETTER — BEST. کہیں گے - جماعت میں جو لڑکا سب سے ہوشیار منتظم اور آگاہ کرنے والا ہو - اسے مانیٹر MONITOR کہا جاتا ہے - مانیٹر کو امتحان میں اگر گڈ GOOD ملے - تو اس کے لئے بے عزتی ہے - استاد اس پر ناراض ہوگا - کہ اس نے مانیٹر ہو کر کیوں گڈ (اچھا) حاصل کیا ہے - اس کی شان BEST (سب سے اچھا) کے لائق ہے - عام لڑکوں کے لئے گڈ GOOD (اچھا) بڑے فخر کی بات ہے لیکن مانیٹر کے لئے گڈ (اچھا) شرمساری ہے -

اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین، سید الکونین - سید الثقلین رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کو زندگی کے ہر شعبے اور زاویے میں BEST (سب سے اچھا) کے فلک بوس پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی کو سر کرنا لازم قرار دیا تھا - اگر حضور اس چوٹی کی بلندی سے چند انچ نیچے رہتے - تو ارشاد ہوتا - استغفار کرو - اگر ایک انچ بھی انتہائی بلندی سے باقی رہ جاتا - تو طلب عفو کا حکم ہوتا - کہ آپ کے عرش رسا مرتبہ کا تقاضا تھا - کہ صاحبِ مرتبہ ہر نیکی اور خوبی کی چوٹی کے سر تک پہنچائے -

بے شک حضورؐ نے خدا کی توفیق سے سب نیکیوں کو BEST (سب سے اچھا) کے جبلِ عالی کی چوٹی پر پہنچایا - لیکن پھر بھی جو ذرہ برابر کسر رہی - اس کے لئے خود ہی استغفار کرتے رہے - جیسا کہ فرمایا :-

وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً - (بخاری شریف)

"قسم ہے اللہ کی البتہ میں استغفار کرتا ہوں اللہ سے اور توبہ کرتا ہوں طرف اس کے دن میں ستر بار سے زیادہ"

ہم لوگوں سے اللہ کا حقِ عبادت ادا کرنے میں میلوں کی کسر رہتی ہے۔ لہذا ہر وقت استغفار کرنا ضروری ہے، نبیوں سے انچوں کی کسر رہتی ہے۔ (وہ بھی رہتے ہیں) اور سردار انبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بقدر دانہ خشخاش کسر رہی۔ اس پر حضورؐ بھی دن میں ستر بار سے زیادہ استغفار کرتے ہیں۔

واہ! اللہ! تیرا کیا مرتبہ ہے۔ تیری کیا شان ہے۔ معبود لازوال تیرا کیا مقام ہے۔ کہ تیری شایانِ شان عبادت کوئی بھی کما حقہٗ نہیں کرسکا۔ کسی سے تیرا حقِ عبادت ادا نہیں ہوا۔

رحمتِ عالمؐ نماز کا سلام پھیر کر بلند آواز سے کہتے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پھر تین بار کہتے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اے اللہ۔ تو اکبر ہے۔ سب سے بڑا ہے۔ یہ نماز جو میں نے پڑھی ہے تیری کبریائی کے لائق نہیں پڑھی گئی ہے۔ تیری شایانِ شان ادا نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں۔ یہ خامی جو نماز میں رہ گئی ہے۔ اس کے لئے معافی مانگتا ہوں۔ اللہ! اس کسر سے درگزر فرما۔

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو بشارت دے دی۔ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی سب تقصیریں معاف کردیں۔ سب کوتاہیوں، اور کسروں کو بخش دیا۔ میرے معصوم رسولؐ! دانہ خشخاس کے برابر بھی جو ترکِ اولیٰ تھے۔ سب کو دامنِ عفو میں چھپا لیا۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ! !
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ

هُوَ اَفْصَحُ بِمَقَالِہٖ　　هُوَ اَكْمَلُ بِنَوَالِہٖ
هُوَ اَعْظَمُ بِجَلَالِہٖ　　هُوَ اَفْقَدُ بِمِثَالِہٖ
بَلَغَ الْعُلٰی بِكَمَالِہٖ

هُوَ حَامِدٌ وَّمُحَمَّدٌ　　هُوَ مَاجِدٌ وَّمُمَجَّدٌ
هُوَ اَمْجَدُ هُوَ اَحْمَدُ　　هُوَ مُرْشِدٌ هُوَ اَرْشَدُ
بَلَغَ الْعُلٰی بِكَمَالِہٖ

وہ بشیر بھی وہ نذیر بھی　　وہی آپ اپنی نظیر بھی
وہ زمیں پہ شاہ و امیر بھی　　وہ فلک پہ عرش مسیر بھی
بَلَغَ الْعُلٰی بِكَمَالِہٖ

وہ قسیم بھی وہ جسیم بھی　　وہ نسیم بھی وہ وسیم بھی
وہ رؤف بھی وہ رحیم بھی　　وہ خلیل بھی وہ کلیم بھی
بَلَغَ الْعُلٰی بِكَمَالِہٖ

وہ رفیع اپنے کمال میں　　وہ حسین اپنے جمال میں
وہ عزیز اپنی خصال میں　　وہ فنا خدا کے وصال میں
بَلَغَ الْعُلٰی بِكَمَالِہٖ

وہ ارفع الدرجات بھی　　وہی اکمل البرکات بھی
وہی جامع الحسنات بھی　　وہ فدا بھی عاشق ذات بھی
بَلَغَ الْعُلٰی بِكَمَالِہٖ

ہے انہیں کا فیض جہان میں　　وہ نماز میں وہ اذان میں
وہ یگانہ آن میں شان میں　　وہ گئے فلک پر اک آن میں
بَلَغَ الْعُلٰی بِكَمَالِہٖ

یہ جو قصر سبز رواق ہے | یہ جو چرخ ہفت طباق ہے
یہ انہیں کے قصر کا طاق ہے | یہ انہیں کے زیرِ براق ہے

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ

وہ ورائے ہفت فلک گئے | کہ جہاں نبی نہ ملک گئے
وہ مقام قرب تلک گئے | جو نہاں تھے نور جھلک گئے

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ

انہیں مولا اپنا خدا ملا | انہیں مرتبہ یہ بڑا ملا
انہیں کیا دیا انہیں کیا ملا | جو دیا دیا، جو ملا ملا

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ (مولانا حامد حسن)

سنن کے فضائل

حضرت ام حبیبہؓ روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو پڑھے دن اور رات میں بارہ رکعتیں (سنتیں) بنایا جاتا ہے واسطے اس کے گھر بہشت میں۔ چار رکعت پہلے ظہر کے۔ دو رکعت پیچھے اس کے۔ دو رکعت پیچھے مغرب کے۔ دو رکعت پیچھے عشا کے۔ اور دو رکعت پہلے نماز فجر کے۔ (ترمذی شریف)

(نوٹ):۔ پانچوں نمازوں کے فرض سترہ۱۷ رکعت ہیں۔ اور پانچوں نمازوں میں فرضوں کے ساتھ سنتیں موکدہ بارہ رکعت ہیں۔

مُلاحظہ:۔ بخاری مسلم میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ نماز پڑھی میں نے ساتھ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الظُّھْرِ

دو رکعتیں ظہر سے پہلے۔ معلوم ہُوا۔ کہ ظہر سے پہلے بجائے چار سنتوں کے، دو سنتیں بھی پڑھ سکتے ہیں۔

عبداللہ بن شقیق روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نفل نمازوں کا حال پوچھا۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ نماز پڑھتے میرے گھر میں حضورؐ چار رکعتیں پہلے ظہر کے۔ پھر نکلتے۔ پس نماز پڑھتے ساتھ لوگوں کے (یعنی فرض ظہر کے) پھر داخل ہوتے (گھر میں) پس نماز پڑھتے دو رکعتیں (بعد ظہر) اور نماز پڑھتے حضورؐ ساتھ لوگوں کے نماز مغرب کی۔ پھر داخل ہوتے (گھر میں) پھر نماز پڑھتے دو رکعتیں۔ پھر نماز پڑھتے ساتھ لوگوں کے عشا کی اور داخل ہوتے (گھر میں) پس نماز پڑھتے دو رکعتیں۔ اور تھے نماز پڑھتے رات کو کبھی نو رکعت ان میں وتر بھی ہوتی۔ اور تھے نماز پڑھتے رات کو دیر تک کھڑے، اور رات کو دیر تک بیٹھے، اور جس وقت پڑھتے کھڑے ہو کر رکوع کرتے اور سجدہ کرتے اس حالت سے کہ کھڑے ہوتے۔ اور جس وقت پڑھتے بیٹھ کر رکوع کرتے اور سجدہ کرتے بیٹھے۔ پھر جس وقت ظاہر ہوتی فجر پڑھتے تھے دو رکعت یعنی فجر کی سنتیں (صحیح مسلم)

اس حدیث سے پتہ چلا۔ کہ فرائض مسجد میں۔ اور سنتیں گھر پڑھنی چاہئیں، اگرچہ سنتیں مسجد میں پڑھنی جائز ہیں۔ لیکن گھر میں ثواب زیادہ ہے۔ اور فرض بالضرور مسجد میں ہی باجماعت پڑھنے چاہئیں، اور یہ بھی معلوم ہُوا۔ کہ پانچوں نمازوں کی مؤکدہ سنتیں بارہ ہیں۔ اور رات کی نماز حضورؐ کی کبھی سات رکعت۔ کبھی گیارہ اور کبھی تیرہ رکعت ہوتی تھی۔ حالات کے مطابق کبھی کتنی پڑھتے۔ کبھی کتنی۔ روایات مختلف آئی ہیں اوپر کی نو رکعت میں آٹھ تہجد کی اور ایک وتر ہوتی۔ اور رکوع اور سجدہ کرتے، اسی حالت سے کہ کھڑے ہوتے یعنی انتقال کرتے رکوع اور سجدہ میں حالت قیام سے، نہ کہ رکوع اور سجود بیٹھ کر کرتے۔ اور جب نماز بیٹھ کر پڑھتے۔ تو رکوع اور سجدہ اسی حالت میں

کرتے۔ اور اس صورت میں رکوع اور سجود کھڑے ہو کر کرنا بھی آیا ہے۔ یعنی قرأت بیٹھ کر کرتے، پھر کھڑے ہوتے اور تھوڑی سی قرأت پڑھتے۔ پھر رکوع اور سجدہ کرتے پس حضورؐ کی نماز تین طرح پرتھی۔ یا تمام کھڑے۔ یا تمام بیٹھے۔ یا قرأت بیٹھ کر پڑھتے۔ بعدازاں کھڑے ہوتے اور رکوع اور سجدہ کرتے، اور اس طرح کبھی نہ کرتے۔ کہ قرأت کھڑے ہو کر پڑھیں۔ اور پھر بیٹھ کر رکوع و سجدہ کریں۔

مغرب سے پہلے دو رکعت

عبداللہ بن مغفل روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز پڑھو پہلے (فرض مغرب کے (دو رکعتیں) اور فرمایا تیسری بار میں۔ جو شخص کہ چاہے واسطے مکروہ جاننے اس بات کے کہ ٹھہراویں لوگ ان کو (موکدہ) سنت" (بخاری شریف)

(نوٹ):۔حضورؐ نے تین بار فرمایا۔ کہ مغرب کے فرضوں سے پہلے دو رکعت پڑھا کرو۔ اور تیسری بار یہ بھی فرمایا۔ کہ جو چاہے پڑھے۔ یہ اس لئے فرمایا۔ کہ لوگ ان دو رکعتوں کو سنت موکدہ نہ ٹھہرالیں۔

تہجد کی نماز

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا:۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً مِنْهَا الْوِتْرُ وَرَكْعَتَا الْفَجْرِ۔ (صحیح مسلم)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے رات کو تیرہ رکعتیں، ان میں وتر بھی ہوتے۔ اور دو رکعتیں فجر کی سنتیں ہوتیں"

(نوٹ) تیرہ رکعت میں تین وتر اور دو سنتیں ہوتیں۔ باقی آٹھ رکعت تہجد ہوتی تھی۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے کہ رات گزاری میں نے (خردسالی میں) نزدیک خالہ اپنی میمونہ کے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تھے (یعنی ان کی نوبت میں)، پس باتیں کیں حضورؐ نے اہل اپنی میمونہ سے تھوڑی دیر۔

پھر سو رہے۔ پھر جب باقی رہی تہائی رات پچھلی۔ یا اس میں سے کچھ کم، اٹھ بیٹھے حضورؐ۔ پس دیکھا آسمان کی طرف۔ پس پڑھی یہ آیت۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ[1]۔ حَتّٰی خَتَمَ السُّوْرَۃَ۔ یہاں تک کہ ختم کی سورت۔ پھر کھڑے ہوئے طرف مشک کے۔ پس کھولا بند اس کا پھر ڈالا پانی پیالہ میں۔ پھر وضو کیا اچھا۔ یعنی نہ بہت پانی بہایا کہ اسراف ہو۔ اور نہ کم ڈالا۔ کہ اعضاء تر نہ ہوں۔ (بلکہ بیچ کے درجے کا اچھا وضو کیا) اور پہنچایا پانی جہاں پہنچانا فرض تھا۔ پھر کھڑے ہوئے۔ پس نماز پڑھی۔ اور کھڑا ہوا میں اور وضو کیا میں نے پھر میں حضورؐ کے بائیں جانب کھڑا ہوا (مقتدی بنا) پس پکڑا حضورؐ نے کان میرا۔ پھرا مجھ کو بائیں طرف سے دائیں طرف اپنے۔ پس پوری ہوئی نماز آپ کی تیرہ رکعت۔ پھر لیٹ رہے اور سوئے یہاں تک کہ خراٹے لئے۔ اور جب حضورؐ سوتے خراٹے لیتے تھے پھر آگاہ کیا حضورؐ کو بلال رضؓ نے ساتھ نماز کے (یعنی نماز فجر کے) پھر نماز پڑھی آپؐ نے (دو سنتیں) اور نہ وضو کیا۔ اور درمیان سنت اور فرض کے پڑھتے حضورؐ یہ الفاظ۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّسَارِیْ نُوْرًا وَّفَوْقِیْ نُوْرًا وَّ تَحْتِیْ نُوْرًا وَّ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّ اجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّ فِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّعَصَبِیْ نُوْرًا وَ لَحْمِیْ وَ دَمِیْ وَ شَعْرِیْ وَ بَشَرِیْ وَ اجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا ۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا ہ

"الٰہی گردان میرے دل میں نور (یعنی نور ایمان و یقین) اور میری آنکھوں

---

[1] ترجمہ:- تحقیق بیچ پیدا کرنے آسمانوں اور زمین کے اور آنے جانے رات اور دن کے (یعنی کبھی اندھیرا کبھی اجالا، کبھی گرمی کبھی جاڑا، کبھی درازی کبھی کوتاہی) البتہ نشانیاں ہیں واسطے عقلمندوں کے۔

میں نور اور میرے کانوں میں نور، اور داہنے میرے نور، اور بائیں میرے نور، اور اوپر میرے نور اور نیچے میرے نور۔ اور آگے میرے نور اور پیچھے میرے نور، اور پیدا کر واسطے میرے نور۔ اور پیدا کر میری زبان میں نور اور گردان پٹھے میرے میں نور، اور پیدا کر گوشت میرے میں نور اور خون میرے میں نور، اور بالوں میرے میں نور، اور جلد میری میں نور، اور جان میری میں نور۔ اور بڑا کر واسطے میرے نور۔ اور دے مجھ کو نور۔"

(نوٹ) اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے :۔

۱۔۔ دو آدمیوں کی جماعت ہو۔ تو مقتدی امام کے دائیں کھڑا ہو۔ ابن عباسؓ بائیں کھڑے ہو گئے۔ تو حضورؐ نے ان کو کان سے پکڑ کر اپنے دائیں کھڑا کر لیا۔

۲ ــــ ابن عباسؓ کو حضورؐ نے بائیں سے پھیر کر دائیں لا کھڑا کیا۔ تو نماز نہ ٹوٹی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ خبردار۔ اگر نماز کے اندر انگوٹھا ہل گیا۔ تو نماز ٹوٹ جائے گی نہ معلوم ان جاہلوں نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا ہے؟

۳ ــــ حضورؐ سوئے اور خراٹے لیئے۔ پھر اٹھ کر وضو کئے بغیر صبح کی سنتیں پڑھیں، یہ حضورؐ کا خاصہ[1] تھا۔ کوئی اور شخص ایسا نہیں کر سکتا۔ باوضو آدمی کی آنکھ لگ گئی۔ جب جاگے۔ تو وضو کرے۔ ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

۴ ــــ یہ بات بھی معلوم ہوئی۔ کہ نافلہ نماز کی جماعت بھی کرائی جا سکتی ہے۔

۵ ــــ یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضورؐ نے جو تیرہ رکعت پڑھیں۔ ان میں وتر بھی تھے، اگر

---

[1] حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضورؐ سے پوچھا۔ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ؟ کیا آپ وتروں سے پہلے سوتے ہیں۔ قَالَ۔ فرمایا حضورؐ نے۔ یَا عَائِشَۃُ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ۔ اے عائشہؓ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل میرا نہیں سوتا۔" (بخاری)۔ معلوم ہوا۔ کہ یہ حضورؐ کا خاصہ تھا۔ کہ ان کا دل جاگتا رہتا تھا۔ اس لیئے وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔

تہجد آٹھ رکعت شمار کریں۔ تو وتر پانچ ہوئے۔ اور اگر وتر تین ہوں، تو تہجد دس رکعت ہوئی۔

شمائل ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا:۔

اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلٰوتَهٗ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ "جب رات کو تہجد کے لئے اٹھو۔ تو شروع میں دو ہلکی رکعتیں پڑھ لو۔"

غالباً یہ دو رکعت تحیۃ الوضو ہیں۔ اگر اوپر کی تیرہ رکعت والی حدیث میں ان دو کو بھی شامل کرلیں۔ تو تین وتر اور دو یہ، پانچ ہوئیں۔ پس تہجد آٹھ رکعت ہوئی۔ دراصل بات یہ ہے۔ کہ مختلف حالات اور کوائف کے پیش نظر حضورؐ کی نمازِ تہجد کی رکعات کم و بیش رہی ہیں۔ تاکہ امت کو بھی آسانی ہو۔ کہ وہ علاوہ وتروں کے آٹھ رکعت، چھ رکعت اور کم از کم چار رکعت ہی تہجد پڑھ لیا کریں۔ اور تہجد کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔ لیکن یاد رہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غالب اور عام معمولِ تہجد گیارہ رکعت ہی رہا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلٰثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ

وَلَا يَنَامُ قَلْبِیْ ط (بخاری شریف)

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے۔ کہ ابوسلمہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق پوچھا۔ کہ رمضان میں آپ کی نماز کیسی تھی۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ رمضان اور غیر رمضان میں رسول اللہ صلے اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ چار رکعت ایسی پڑھتے۔ کہ ان کی اچھائی (حسن) اور درازی (طول) کے متعلق تم پوچھو نہیں۔ (کہ کیسی عمدہ اور طویل رکعتیں ہوتی تھیں) پھر چار رکعتیں پڑھتے۔ ان کے حسن اور طول کے متعلق کچھ پوچھو نہیں۔ پھر تین رکعت نماز (وتر) پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رض کا بیان ہے۔ کہ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ عائشہ میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں۔ اور میرا دل نہیں سوتا۔

ملاحظہ:۔ اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ حضورؐ کا عام معمول تہجد گیارہ رکعت تھا۔ آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر۔ اس لئے تہجد گزاروں کو گیارہ رکعت نماز تہجد ادا کرنی چاہیئے۔ اور یہی عام معمول ہونا چاہئے۔

نماز تراویح بھی گیارہ رکعت تھی

مذکورہ حدیث امام بخاریؒ قیام اللیل یعنی نماز تہجد کے باب میں لاتے ہیں۔ اور بلفظ یہی حدیث قیام رمضان یعنی نماز تراویح کے باب میں بھی لاتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضور رمضان میں قیام رمضان (تراویح) گیارہ رکعت سے کرتے تھے۔ اور غیر رمضان میں قیام اللیل یعنی تہجد بھی گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ رمضان میں آپ نے تہجد نہیں پڑھی۔ تہجد کی وہی گیارہ رکعت قیام رمضان یعنی

تراویح کے نام سے آپ نے ادا کیں۔

اگر کوئی بھائی یہ کہیں۔ کہ حدیث مذکورہ صرف نماز تہجد کے متعلق ہی ہے تراویح سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ حضرت امام بخاریؒ جیسے محدث اعظم نے اس حدیث کو قیام رمضان کے باب میں کیوں بیان کیا ہے؟ اسی لئے بیان کیا ہے۔ کہ حضورؐ کی نماز تراویح یعنی قیام رمضان بھی نماز تہجد کی طرح گیارہ رکعت تھا۔ اگر اب بھی کوئی خلش رہے۔ تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نامور شاگرد حضرت امام محمدؒ کا موطا ملاحظہ فرمالیں۔ انہوں نے موطا میں باب باندھا ہے۔ باب قیام رمضان (رمضان میں تراویح پڑھنے کا باب)۔ اس باب میں انہوں نے صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث لفظ بلفظ نقل کی ہے۔ عربی متن وہی ہے جو اوپر درج ہے۔ ترجمہ ہم موطا سے یہاں لکھ دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

قِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ

رمضان میں تراویح پڑھنے کا بیان

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے حضرت عائشہ رضہ سے سوال کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیسے ہوتی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ ان چار رکعت کی خوبی اور طول کے متعلق نہ پوچھو۔ یعنی یہ چار چار رکعت بہت اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کر ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد تین رکعت پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے عائشہؓ! میری دونوں آنکھیں سو جاتی ہیں

اور دل نہیں سوتا" (موطا امام محمدؒ مترجم مطبع سعیدی کراچی)۔

اب تو حنفی مذہب کی ایک عظیم الشان ہستی امام محمدؒ کا فیصلہ آپ کے سامنے آگیا ہے۔ کہ حدیث مذکورہ نماز تراویح کے متعلق ہے۔ امید ہے آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی۔ کیونکہ حنفی دنیا میں سورج چڑھ آیا ہے۔

رحمتِ عالم اللہ سے نور مانگتے ہیں

اہل بدعت غالیوں نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے یہ مسئلہ گھڑا ہوا ہے کہ حضورؐ نور تھے۔ بشر نہ تھے۔ ان کو بشر کہنا کفر ہے" رونق بزم دو دو عالم حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (ارواحنا لہ الفدا) بیشک نورِ ھدایت تھے لیکن ان کو انسانی جنس سے خارج کر کے کسی نورانی جنس میں لے جانا یقیناً کفر ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے قرآن اور حضورؐ کی زبان کی تکذیب لازم آتی ہے، قرآن کہتا ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۔ (پ۱۱ ع ۵)

"البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسول (حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم) تمہاری جنس (بشر) سے"

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ (پ۱۶ ع ۳)

"کہہ سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر (آدمی) ہوں مانند تمہاری"

اب جو شخص حضورؐ کو بشر نہ مانے۔ اس نے قرآن کی مذکورہ آیتوں کا انکار کر دیا۔ اور انکارِ قرآن کفر ہے۔ پس حضورؐ کو بشر نہ ماننا کفر ہوا۔ (سیّد البشر، سیّد ولد آدم صلے اللہ علیہ وسلم)

مشکوٰۃ میں ہے۔ کہ ایک دن حضورؐ نے ظہر کی نماز تین رکعت پڑھائی اور سلام پھیر دیا۔ صحابہؓ نے کہا۔ حضورؐ! کیا نماز کم ہوگئی ہے؟ آپ نے پوچھا۔ کیسے؟ انہوں نے کہا۔ آپ نے تین رکعت پر سلام پھیر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ (سنو!)

انما ان بشر انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی۔ سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں۔ بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ پس جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔" پھر حضورؐ نے ایک رکعت اور پڑھا کر سجدہ سہو کیا۔"

(سبحان اللہ آپ کے سہو سے امت کے لئے سجدہ سہو کا مسئلہ بن گیا)۔

اس حدیث میں حضورؐ نے اپنی زبان پاک سے فرمایا۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر (انسان) ہوں۔" پس آپ کو بشر نہ ماننے والا مکذب بر لسانِ حضرت خیرالورےٰؐ ہوا۔ اور آپ کی تکذیب کرکے کافر ہوا۔

مشکوٰۃ میں ہے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضورؐ کی سادگی بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے۔ اپنا کپڑا سی لیتے تھے۔ بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے۔ اور گھر کا کام جس طرح تم کرتے ہو۔ آپ کرتے تھے۔ کَانَتْ کَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ۔ فرمایا حضرت عائشہؓ نے وہ تو ایک بشر تھے۔ (سیدالبشر سردارِ اولادِ آدم صلے اللہ علیہ وسلم)

یہ جو غالی کہتے ہیں۔ آپ کو بشر کہنا کفر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا۔ "وہ تو ایک بشر تھے۔" کہئے کیا کفر کا فتویٰ لگاؤ گے حضرت عائشہ صدیقہؓ طاہرہ طیبہ رضی اللہ عنہا پر؟

اگر حضورؐ جنس نور سے ہوتے۔ بشر نہ ہوتے۔ تو ایسا نہ کہتے۔ کہ اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا کر۔ میری آنکھوں میں نور، میرے کانوں میں نور، میرے دائیں بائیں، اوپر نیچے، آگے پیچھے نور پیدا کر۔ میری زبان، میرے پٹھے، میرے گوشت پوست، بالوں، میری جان میں نور پیدا کر۔"

فرشتے نور سے پیدا ہوتے ہیں۔ انہوں نے کبھی خدا سے نور نہیں مانگا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ سے اپنے دل، آنکھوں، کانوں، پٹھوں،

زبان اور سارے جسم کے ہر ہر عضو کے لئے نور مانگا ہے۔ اس نور سے مراد ہدایت کا نور ہے۔ حضورؐ ساری اولادِ آدم سے بڑھ کر ہدایت پر تھے۔ پھر بھی بار بار مزید نورِ ہدایت مانگتے چلے گئے ہیں۔ جس طرح ہر روز ساری عمر نماز میں کہا جاتا ہے۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ اے اللہ! ہدایت کر ہم کو سیدھے راستے کی۔ سیدھے راستے پر چلائے رکھ۔ سیدھا راستہ دکھاتا چلا جا۔ ساری زندگی ہدایت کے نور میں رواں دواں رکھ۔ مسلمان کو ہدایت کی پیاس تا زیست رہتی ہے، ایک لمحہ کے لئے بھی مسلمان طلب ہدایت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ وہ ہر گھڑی زیادہ سے زیادہ نور کا طلب گار ہوتا ہے۔ ہدایت کا خواہاں اور محتاج ہے۔

سچ فرمایا حضورؐ نے۔ وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا۔ اور بڑا کر میرے لئے نور۔ یعنی بہت بڑی ہدایت عطا کر۔ حضورؐ ہدایت کے اربوں کھربوں خزانے رکھنے کے باوجود مزید معرفت الٰہی کے طلب گار ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضورؐ جانِ بہاراں

حضورؐ جانِ بہاراں حضورؐ موجِ ظہور — تمام روحِ معانی تمام پیکرِ نور[1]

حضورؐ مہرِ درخشاں حضورؐ ماہِ تمام — حضورؐ ابرِ کرم ہیں حضورؐ جانِ سرور

فدائے نیم تبسم، متاعِ کون و مکان — نثار زلفِ پریشاں ہزار علم و شعور

حضورؐ نورِ مجسم[2]، حضورؐ خلقِ عظیم

حضورؐ امتِ عاصی پہ ہیں رؤف و رحیم

(ضیا جعفری)

[1] حضورؐ صفاتی نور ہیں، اور نور ہدایت ہے۔ پس آپ پیکرِ نور یا مجسمہ ہدایت ہیں۔

[2] نورِ مجسم یعنی پیکرِ ہدایت۔

حضورؐ رات کی نماز میں دیر تک کھڑے رہتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کو نماز پڑھی۔ تو آپ برابر کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے ایک ناگوار امر کا ارادہ کر لیا۔ ہم نے پوچھا۔ کہ کس چیز کا آپ نے ارادہ کیا۔ انہوں نے کہا۔ هَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ وَ اَذَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ۔ میں نے قصد کیا۔ کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو (کھڑا) چھوڑ دوں اور آپ بیٹھ جاؤں۔ (بخاری شریف)

سبحان اللہ! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو نماز میں اتنا عرصہ کھڑا رہتے۔ کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے تھک کر بیٹھ جانے یا نماز چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاٰیَۃٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اللَّیْلَۃَ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک رات نماز تہجد میں صرف ایک آیت کو ہی تکرار فرماتے رہے۔ (شمائل ترمذی)

نوٹ:۔ وہ آیت یہ ہے۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ (سورۃ مائدہ)

"اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب کرنا چاہے۔ تو یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو بخش دے۔ پس تو غالب حکمت والا ہے۔"

تہجد کی نماز میں حضورؐ کو اپنی امت کا خیال آگیا۔ تو ان کی بخشش کے لئے یہ آیت پڑھتے پڑھتے فجر کر دی۔ یعنی اے اللہ! اگر تو میری امت کے لوگوں کو عذاب کریگا تو دیکھ لے کہ یہ بندے تیرے ہیں۔ یعنی تو ہی ان کا خالق ہے۔ رازق ہے۔ یہ عاجز تیرے تصرف اور ملک میں ہیں۔ بے بس ہیں۔ اور اگر تو ان کو معاف کر دے۔ بخش دے۔ تو تیری شان سے کچھ دور نہیں۔ تو بڑی طاقت اور قدرت والا ہے۔ حکمت

والا ہے۔ کون تجھے بخشش سے روک سکتا ہے۔ یعنی ازراہِ کرم ان کو معاف ہی کر دے رؤف رحیم رسولؐ نے امت کی بخشش اور مغفرت کے خیال سے نماز تہجد، اس ایک آیت کی تکرار سے پوری کی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الْمَبْعُوْثِ مِنْ تِھَامَۃَ

اے اللہ درود بھیج اوپر سردار ہمارے محمدؐ کے جو مبعوث ہوئے ہیں

وَالْاٰمِرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالْاِسْتِقَامَۃِ وَالشَّفِیْعِ لِاَھْلِ

مکہ سے، اور حکم کرنے والے ہیں ساتھ نیکی کے اور ثابت رہنے کے دین پر اور شفاعت

الذُّنُوْبِ فِیْ عَرَصَاتِ الْقِیٰمَۃِ ط

کرنیوالے گنہگاروں کی قیامت کے میدان میں۔

سیدالعرب والعجمؐ کی شب خیزی

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ انہوں نے دیکھا۔ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے۔ حضورؐ نے نماز شروع کرکے یہ دعا پڑھی:۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ (تین بار)۔ ذُو الْمَلَکُوْتِ وَالْجَبَرُوْتِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْعَظَمَۃِ [۱] پھر حضورؐ نے (سورۃ فاتحہ پڑھ کر) سورۃ بقرہ پڑھی۔ پھر رکوع کیا۔ یہ رکوع قیام ہی جیسا تھا۔ اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھتے رہے پھر رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہوئے۔ اور یہ کھڑا ہونا (یعنی قومہ) بھی رکوع جیسا تھا۔ اور (قومہ میں) لِرَبِّیَ الْحَمْدُ پڑھتے رہے۔ پھر سجدہ کیا۔ اور سجدہ بھی قومہ کے برابر ہی تھا۔ اس میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھتے رہے۔ پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے (جلسہ میں) یہ جلسہ بھی سجدہ کی طرح طویل تھا۔ اس میں آپ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ۔

---

[۱] ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے برتر ہے۔ بڑی بادشاہت والی، بڑے غلبہ والی۔ بڑائی اور بزرگی والی ہے۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ پڑھتے رہے۔

پس آپ نے چار رکعت پڑھیں۔ اور ان میں سورۃ بقرہ، سورۃ آل عمران سورۃ نساء اور سورۃ مائدہ پڑھیں۔" (ابوداؤد شریف)

مُلاحظہ :۔ یہ نماز غالباً تہجد ہی تھی۔ جس میں چار رکعتوں کے اندر حضورؐ نے چار سورتیں پڑھیں۔ یعنی چھ سپارے اور چھ رکوع۔ پھر نماز کے ارکان، قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ، سب یکساں طویل ادا کئے۔

کتنا دراز قیام۔ کتنا طویل رکوع، کتنا لمبا قومہ، سجدہ اور جلسہ! اور چار رکعتوں میں تقریباً ساڑھے چھ سپارے، اپنے اللہ کو سنائے، راوی حدیث حضرت حذیفہؓ نے تو یہ پہلی چار رکعت کی کیفیت بیان کی ہے۔ حضورؐ نے جو اگلی چار رکعت پڑھی ہوں گی۔ ان کا حسن وطول اور ارکان اربعہ کی درازی کیا پہلی چار رکعتوں سے کم ہوگی۔ ایک حدیث آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ جس میں ابوسلمہ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا تھا۔ کہ رمضان میں حضورؐ کی نماز کیسی تھی۔ تو حضرت صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ کہ حضورؐ کی نماز رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں تھی۔ حضورؐ چار رکعت پڑھتے۔ پوچھنے والے ان رکعتوں کا حسن اور طول نہ پوچھ (میں بیان نہیں کرسکتی) پھر آپ چار رکعت پڑھتے۔ ان کا حسن وطول بھی نہ پوچھ۔

الحاصل قسیم حوض کوثر صلے اللہ علیہ وسلم کا دن بھی سَبْحًا طَوِيْلًا کی روشنی بکھیرتا تھا۔ اور نَاشِئَةَ الَّيْلِ رات کو دن بنائے رکھتا تھا۔ شب و روز تاجدار مرسلاں اپنے ربّ ودود کی عبادت و محبت کے بحر عمیق میں غواصی کرتے اور اس کے قرب و رضا کے موتی رولتے تھے۔ زائر عرش عُلےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے صوری جمال کا بھی جواب نہیں۔ اور نہ معنوی جمال کی

نظیر مل سکتی ہے۔ ؎

تمام عالمِ امکاں میں آپ ہیں یکتا
تمام عالمِ امکان کے برگ و بار ہیں آپؐ

نفلی روزوں کا ذکر فرض روزوں کے علاوہ حضورؐ نفلی روزے بھی رکھتے تھے فرمایا حضورؐ نے :۔

جو روزے رکھے رمضان کے پھر پیچھے ان کے روزے رکھے چھ دن شوال کے مہینے کے۔ ہوگا مانند روزہ رکھنے ہمیشہ کے۔" (مسلم شریف)

یعنی ان چھ روزوں کا ثواب اتنا ہے۔ گویا کہ اس نے سدا روزہ رکھا۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزہ کا سبب پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اسی دن میں پیدا کیا گیا ہوں میں۔ اور اسی دن میں شروع ہوتی کتاب اتری مجھ پر۔ (مسلم شریف)

گویا یہ دن ایسا ہے، کہ رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم اس دن میں پیدا ہوئے اور یہ ظلمت کدہ بقعہ نور بنا۔ اور اسی دن قرآن کے نور کی ابتدا ہوئی۔ پس شکرانہ میں حضورؐ پیر کا روزہ رکھتے۔

انتباہ :۔ یاد رہے، کہ امت میں سے کسی کو یہ حق حاصل نہیں۔ کہ وہ اپنی مرضی سے کسی دن کو متبرک قرار دے کر اس کا روزہ شروع کر دے۔ ایسا کرنے کو بدعت کہتے ہیں، جیسے معراج کا روزہ بعض اہل بدعت نے شروع کرا دیا ہے۔ یا آخری چہار شنبہ کا روزہ، یا ختم نکال لیا ہے۔ پناہ بخدا، یہ براہمنیت بھی شکم پُری کے لئے کیسے کیسے پاپڑ بیلتی ہے!۔ خبردار! دین مکمل ہو چکا ہے۔ جس نے ایجاد بندہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔

حضورؐ نے فرمایا۔ اے ابوذرؓ! جب روزہ رکھنا چاہے، تو مہینے سے تین دن

تو روزہ رکھ تیرھویں، چودھویں، اور پندرھویں کا" (ترمذی۔ نسائی)

ان کو ایام بیض کے روزے کہتے ہیں۔

رحمت عالمؐ نے فرمایا۔ جو شخص روزہ رکھے ایک دن راہ خدا میں۔ دور کرے گا اللہ مند اس کا آگ سے مقدار مسافت ستر برس کے" (بخاری مسلم)

یعنی جو خالصۃً للہ ایک دن روزہ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ سے دور رکھے گا۔ بہت بہت دور!

ترمذی اور نسائی میں ہے۔ کہ حضورؐ روزہ رکھتے پیر اور جمعرات کو"

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں، کہ نہیں دیکھا میں نے حضرت کو کسی مہینہ میں کہ بہت روزے رکھتے ہوں بہ نسبت شعبان کے۔ یعنی شعبان میں اتنے روزے رکھتے کہ اور مہینہ میں اتنے نہ رکھتے سوائے رمضان کے۔ (بخاری شریف)

وصال فی الصوم

حضرت ابی ہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہا انہوں نے کہ:۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَيُّكُمْ مِثْلِيْ إِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ۔

"منع کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے طے کا روزہ رکھنے سے۔ پس ایک شخص نے کہا۔ (حضورؐ!) آپ طے کا روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ کون ہے تم میں مانند میرے تحقیق میں رات گزارتا ہوں کہ کھلاتا ہے مجھ کو رب میرا۔ اور پلاتا ہے مجھ کو" (بخاری مسلم)

ملاحظہ:۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصالی روزہ (یعنی طے کا روزہ) رکھتے تھے۔ روزہ طے وہ ہوتا ہے کہ دو یا دو سے زیادہ روزے اس طرح رکھیں، کہ درمیان میں افطار نہ کیا جائے۔ سرتاج خیل رسلؑ کئی کئی دن بغیر افطار کے روزہ رکھتے

لیکن صحابہؓ کو ایسے روزہ سے منع فرمایا۔ کسی نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! آپ طے کا روزہ رکھتے ہیں۔ (اور ہمیں منع کرتے ہیں) اس پر مزّمل و مدّثر ذات نے فرمایا۔ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ۔ کون ہے تم میں میرے مانند؟ یعنی رتبے، مقام اور درجے میں کون ہے تم میں میری مثل؟ میرا پروردگار مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔" مراد روحانی غذا ہے۔ جو صرف لذت مناجات اور حظِ عبادات سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے غذائے جسمانی اور مادی سے حضورؐ بے نیاز ہو جاتے تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ بعض اوقات مجازی محبت اور حسّی مسرت سے بھوک نہیں رہتی۔ چہ جائیکہ حقیقی محبت اور معنوی مسرت۔

یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام تھا۔ کہ محبت الٰہی اور لذت رازونیاز میں آپ مادی کھانے پینے سے بے نیاز ہو جاتے تھے۔ دو دو تین تین دن تک بغیر افطار کے روزہ وصالی نباہنا خاصّہ خاصانِ رسل ہی کا کام تھا۔ کوئی امتی اس دشوار گزار راہ کو طے نہیں کر سکتا۔ اس لئے حضورؐ نے امت کو وصالی روزے سے منع کر دیا۔

قرآن میں آتا ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ "کہہ دے سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں مانند تمہارے" اور مذکورہ حدیث میں ہے، کہ کون ہے تم میں مانند میرے۔ یعنی تم میں کوئی بھی میرے مانند نہیں ہے۔ آیت میں تطبیق یوں ہے، کہ آیت میں بشریت کی مماثلت مراد ہے۔ یعنی بشر ہونے کے لحاظ سے حضورؐ انسانوں کی مانند ہیں۔ شکل و صورت میں۔ سب کی طرح کھاتے، پیتے، چلتے پھرتے، اور حوائج ضروریہ رکھتے ہیں۔ ماں، باپ، خویش و اقارب، اور کنبہ قبیلہ، برادری والے ہیں یعنی انسانی جنس سے ہیں۔ بشر ہیں۔ سیّد البشر صلے اللہ علیہ وسلم۔ ہاں فرق عام انسانوں اور حضورؐ میں درجے اور مرتبے کا ہے۔ ہماری بھی دو آنکھیں۔ اور حضورؐ کی بھی دو آنکھیں پر ہماری آنکھیں گنہگار اور حضورؐ کی آنکھیں پاک اور معصوم۔ ہمارے ہاتھ پاؤں اور سب اعضا۔ حضورؐ کے ہاتھوں، پاؤں اور اعضا کی مثل ہیں۔ لیکن یہ سب کے سب آلودہ

معاصی اور وہ سب کے سب پاک معصوم نورٌ علیٰ نور۔ قرآن نے فرق بتادیا۔ کہ ہیں تو حضورؐ مثلکم مانند تمہارے۔ پر یُوحیٰ اِلَیَّ۔ ان پر وحی آتی ہے جس پر وحی آئے، وہ نبی اور رسول ہوتا ہے۔ جب حضورؐ نبی اور رسول ہوئے۔ تو عام انسانوں میں اور حضورؐ میں درجے کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہو گیا۔ ہم ظلمت اور وہ صفاتی نور۔ لیکن بایں ہمہ بقول قرآن ہیں بشرٌ مثلکم ہی!!

اور حدیث میں جو کہا گیا۔ کہ کون ہے تم میں مانند میرے، یہ درجے اور مرتبے اور روحانیت کی مماثلت کی نفی ہے۔ تمام اولاد آدم آپ کے مقام کے تقدس کو چھو نہیں سکتی۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ س

اللہ ہے کیا؟ جس نے بتایا وہ محمدؐ   پیغام سا پیغام جو لایا، وہ محمدؐ
آیات میں پیوست جو آیا وہ محمدؐ   جس نے بشریت کو سجایا، وہ محمدؐ

معیار بنا بارگہِ عزّ و جل میں
آہنگِ محمدؐ، صفتِ قول و عمل میں

محبوبِ خدا لطف و محبت کا علمدار   اخلاقِ ہمہ گیر کی وسعت کا علمدار
انسان سے انسان کی ملت کا علمدار   اللہ کے رشتے سے اخوت کا علمدار

وہ پرچم احساں جو زمانے پہ کھلا ہو
رحمت کا وہ بادل جو برسنے پہ تلا ہو   (سید آل رضا لکھنوی)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قرآن پڑھنے کا بیان

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں:۔ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یُقَطِّعُ قِرَاءَ تَہٗ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ثُمَّ یَقِفُ ثُمَّ یَقُوْلُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ثُمَّ یَقِفُ وَکَانَ یَقْرَءُ مٰلِكِ یَوْمِ

الدِّیْنِ ۔" حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تلاوت میں ہر آیت کو جدا جدا کر کے علیحدہ علیحدہ اس طرح پڑھتے تھے ۔ پڑھتے حضورؐ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ پھر ٹھیرتے، پھر پڑھتے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پھر ٹھیرتے، پھر پڑھتے مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ پھر ٹھیرتے (شمائل ترمذی)

یعنی ہر آیت جدا جدا نہایت اطمینان اور ترتیل سے پڑھتے تھے افسوس! آج یہ حال ہے ۔کہ ایک ہی سانس میں امام سورۃ فاتحہ ختم کر دیتا ہے ۔تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ سوائے اہل حدیث کے دوسرے حضرات اس طرح قرات نہیں کرتے سب کو چاہیئے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھ کر رک جائیں ۔ پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھیں ۔پھر ٹھیر جائیں ۔ پھر پڑھیں مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ پھر رک جائیں ۔پھر پڑھیں ۔اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۔ پھر ٹھیر جائیں ۔اسی طرح ٹھیر ٹھیر اور رک رک کر ساری سورۃ ختم کریں ۔ایسے ہی قرآن کی تلاوت کیا کریں ۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں ۔کہ میں نے حضرت انس رضؓ سے حضورؐ کی قرات کی کیفیت پوچھی ۔ قَالَ مَدًّا ۔ تو انہوں نے فرمایا ۔حضورؐ (مد والے حرف کو) مد کے ساتھ کھینچ کر پڑھتے تھے ۔ (شمائل ترمذی)

یعنی جو حروف مد والے ہیں ۔ ان کو مد کے ساتھ یعنی کھینچ کر پڑھتے تھے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے ۔کہ قاری ٹھیر ٹھیر کر اطمینان سے تلاوت کرے ،جلدی جلدی کترا کرنے سے مد کے ساتھ نہیں پڑھا جا سکتا معلوم ہوا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ٹھیر ٹھیر کر مدوں کی رعایت سے تلاوت کرتے تھے ۔

حضرت عبداللہ بن قیس رضؓ کہتے ہیں ۔کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا ۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن آہستہ پڑھتے تھے ۔یا پکار کر؟ انہوں نے فرمایا ۔ دونوں طرح معمول تھا ۔میں نے کہا ۔ الحمد للہ! اللہ کا شکر ہے جس نے سہولت عطا

فرمائی۔ (شمائل ترمذی)

ملاحظہ :۔ یہ سوال حضرت عائشہ صدیقہؓ سے تہجد کے بارے میں تھا۔ جس کا جواب انہوں نے یہ دیا۔ کہ آپ کا معمول دونوں طرح تھا۔ یعنی کبھی آواز سے پڑھتے تھے۔ کبھی آہستہ پڑھتے! ۔ پس آپ وقت کی مناسبت سے کبھی آواز سے پڑھ لیں، اور کبھی آہستہ۔ جیسے طبیعت حاضر ہو۔ بعض دفعہ آہستہ پڑھنے سے دل کو نشاط ملتی ہے۔ اور کبھی جہر سے سرور حاصل ہوتا ہے۔

اگر اونچی پڑھنے سے دوسروں کی تکلیف کا احتمال ہو۔ یا ریا کا شائبہ ہو۔ تو پھر آہستہ پڑھنا بہتر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ تہجد میں قرآن آہستہ پڑھتے تھے۔ اور حضرت عمرؓ بلند آواز سے تلاوت کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضورؐ کا دونوں پر گزر ہوا۔ دونوں کا حال دیکھا۔ صبح جب دونوں حاضر ہوئے۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ! میں تمہارے پاس سے گزرا۔ تو تم بہت آہستہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا جس ذات سے میں باتیں کر رہا تھا۔ وہ سن ہی رہا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا۔ تم بہت بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ غفلت سے سونے والوں کو جگا رہا تھا۔ اور شیطان کو بھگا رہا تھا۔ آپ نے دونوں کے قرآن پڑھنے کی تصویب فرمائی۔ اور کہا۔ اے ابوبکرؓ! تم تھوڑا سا اپنی آواز کو بڑھا دیا کرو۔ اور اے عمرؓ! تم ذرا سا آہستہ کر لو۔

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو حسین صورت اور جمیل آواز والا مبعوث فرمایا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حسین صورت اور جمیل آواز والے تھے۔ اور حضورؐ قرآن شریف (گانے والوں کی طرح) آواز بنا کر نہیں پڑھتے تھے۔ (شمائل ترمذی)۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رونے کا ذکر

رونے کی کئی وجوہ ہوتی ہیں۔ کبھی رحمت اور مہربانی کے باعث رونا آتا ہے کبھی خوف کی وجہ سے، کبھی محبت کی وجہ سے، کبھی غلبہ خوشی سے۔ کبھی درد سے کبھی شوق سے۔ کبھی جدائی سے۔ کبھی رنج سے۔ کبھی ظلم سے، کبھی توبہ سے رونا آتا ہے۔ ایک نفاق کا رونا ہوتا ہے۔ جو دوسروں کے دکھلانے کے لئے نماز میں خضوع وخشوع ظاہر کرکے رویا جاتا ہے۔ کبھی ریاکارانہ دراز دعا مانگ کر روتے اور دوسروں کو رلاتے ہیں۔ اجیر ذاکر مرثیئے پڑھ پڑھ کر رونی صورت بناتے اور سننے والوں کو رلاتے ہیں۔ یہودی دیوارِ گریہ کے پاس جمع ہو کر روتے رلاتے ہیں۔

ایک مانگے کا رونا ہوتا ہے، جو مُردے پر روتے ہیں، ایک مزدوری کا رونا ہوتا ہے۔ جیسے پیسے دے کر ماتم حسینؓ کرایا جاتا ہے، ایک گریہ موافقت ہے جو دوسروں کو روتے دیکھ کر رونا آجاتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا رونا مختلف انواع کا تھا۔ آپ کے رونے میں تصنع، بناوٹ، ریا، اور مکروہ انواعِ بُکا کا شائبہ تک نہ تھا۔ آپ خوف خدا سے روتے، خضوع وخشوع کے باعث روتے۔ اللہ کی محبت میں روتے، رحم دلی سے روتے، دوسروں کی تکلیفیں اور مصیبتیں آپ کو رلاتیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت عبداللہ بن شخیر کہتے ہیں۔ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُصَلِّیْ وَلِجَوْفِہٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُکَاءِ ــ "میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ سے ایسی آواز نکل رہی تھی۔ جیسے ہنڈیا کا جوش ہوتا ہے۔"

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ اِقْرَءْ عَلَیَّ۔ مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے عرض کیا میں آپ کو سناؤں حالانکہ قرآن آپ ہی پر نازل ہوا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میرا دل چاہتا ہے، کہ دوسرے سے سنوں۔ پھر میں نے (امتثالِ حکم میں) سورۂ نساء پڑھنی شروع کی جب میں اس آیت پر پہنچا۔ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ط (پس کیونکر ہوگا جس وقت لائیں گے ہم ہر امت سے ایک گواہی دینے والا۔ اور لائیں گے ہم تجھ کو اوپر ان کے گواہ)۔ فَرَءَيْتُ عَيْنَيْ رَسُولِ اللّٰهِ تَهْمِلَانِ۔ پس دیکھا میں نے حضورؐ کی آنکھوں کو کہ دونوں آنسوؤں سے بہ رہی ہیں۔

یہ قرآن کی شان ہے، کہ اس سے پڑھنے سے اہل دل کو رونا آتا ہے، اور بعض وقت مضمون ہی ایسا آجاتا ہے۔ یا کوئی ایسا منظر یا واقعہ سامنے آجاتا ہے۔ جو رلا دیتا ہے، قرآن ہی میں آتا ہے۔ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا۔ (جب پڑھی جاتی ہیں اوپر ان کے آیتیں رحمٰن کی گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے)۔ (پ ۱۶ ع ۷)

إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ٥ بے شک وہ لوگ جو دیئے گئے ہیں علم پہلے اس سے جب پڑھا جاتا ہے اوپر ان کے (قرآن) گر پڑتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدہ کرتے ہوئے۔"

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ٥ (سوائے اس کے نہیں کہ ایمان والے وہ لوگ ہیں۔ کہ جب یاد کیا جائے اللہ،

ڈر جاتے ہیں دل ان کے اور جب پڑھی جاتی ہیں اوپر ان کے آیتیں اس کی زیادہ کرتی ہیں ان کو ایمان اور اپنے پروردگار پر وہ توکل کرتے ہیں۔ (پ ۹ ع ۱۵)

پس قرآن مجید پڑھ کر یا سن کر جو ٹس سے مس نہ ہو۔ جس کے کان پر جوں تک نہ رینگے۔ ذرہ بھر بھی متاثر نہ ہو۔ وہ تو پتھر کا مجسمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مومنوں مسلمانوں کی پہچان بتاتا ہے۔ کہ اللہ کا ذکر سن کر ان کے دل کانپ جاتے ہیں۔ اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے۔ تو ان کے ایمان بڑھ جاتے ہیں۔ اور ایسے مومن بھی ہیں۔ کہ قرآن سن کر روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات جن پر قرآن نازل ہوا، قرآن سننے پر ان کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن سن کر آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ گئیں۔ جس آیت پر آپ رونے لگے۔ وہ بھی قیامت کا منظر پیش کرتی ہے۔ یعنی قیامت کو ہر نبی اپنی اپنی امت کو لے کر اللہ کے حضور پیش ہوگا۔ اور گواہی دے گا۔ اور تجھ کو ان سب پر ہم گواہ بنا کر لائیں گے۔"

اس منظر نے شافع روز جزا م کی آنکھوں کو تر کر دیا۔ کہ وہ بڑا سخت دن ہوگا۔ اور ہر شخص نفسی نفسی پکارے گا۔ اور اپنے گواہ ہونے کا خیال بھی آیا۔ کہ اس سخت کٹھن گھڑی میں مجھے بھی گواہی دینی پڑے گی۔ اور گواہی اللہ کے روبرو ہوگی! کیا حال ہوگا!!

عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گہن ہوا۔ حضورؐ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور نماز (نماز کسوف) شروع کر کے اتنی دیر کھڑے رہے۔ گویا کہ رکوع کرنے کا ارادہ ہی نہیں۔ پھر بہت دیر تک قیام کر کے، رکوع کیا۔ رکوع اتنا طویل کیا۔ کہ گویا رکوع سے اٹھنے کا

ارادہ ہی نہیں۔ پھر بہت ہی لمبا رکوع کر کے) سر اٹھایا۔ اور قومہ میں اتنی دیر تک کھڑے رہے۔ کہ گویا سجدہ کرنا ہی نہیں۔ پھر سجدہ کیا۔ اور اتنی دیر تک سجدے میں رہے۔ کہ گویا سر اٹھانا ہی نہیں۔ پھر سر اٹھایا۔ اور جلسہ میں پھر دوسرے سجدہ میں ہر ہر رکن اس قدر طویل تھا۔ کہ گویا یہی رکن اخیر تک رہے گا۔ دوسرا رکن ہے ہی نہیں (اسی طرح دوسری رکعت بھی طویل طویل پڑھی۔ اور دوسری رکعت کے اخیر سجدہ میں) شدت غم اور جوش کے سبب سانس لیتے رہے۔ اور روتے رہے۔ اور بارگاہِ رب العزت میں یہ عرض کرتے تھے:-

رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِیْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَ اَنَا فِیْهِمْ رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِیْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَ نَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ۔ "اے میرے پروردگار کیا تونے یہ وعدہ نہ کیا تھا۔ کہ جب تک میں ان میں ہوں تو ان کو عذاب نہ کرے گا اے میرے پروردگار کیا تونے یہ وعدہ نہ کیا تھا۔ کہ جب تک یہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے۔ تو ان کو عذاب نہ کرے گا اب ہم سب کے سب استغفار کرتے ہیں"

جب آپ دو رکعت نماز سے فارغ ہوئے۔ تو آفتاب نکل چکا تھا۔ (گہن دور ہو چکا تھا) پھر حضورؐ نے وعظ فرمایا۔ جس میں اللہ کی حمد و ثنا کی۔ اور فرمایا: (لوگو سنو!) شمس و قمر کسی کی موت اور پیدائش پر نہیں گہناتے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں۔ (جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا اور عبرت دلاتا ہے) جب یہ گہن ہو جایا کریں۔ تو اللہ کی طرف متوجہ ہو جایا کرو" یعنی استغفار اور نماز شروع کر دیا کرو۔

ملاحظہ:- یہ جو حضورؐ نے فرمایا۔ شمس و قمر کسی کی موت اور پیدائش پر

نہیں گہناتے۔ آپ نے یہ اس لئے فرمایا۔ کہ دورِ جاہلیت میں یہ بات عام تھی۔ کہ چاند و سورج کا گہن کسی بڑے شخص کی موت یا پیدائش کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اتفاق سے جب حضورؐ کے زمانہ میں گہن ہوا۔ تو اسی روز حضورؐ کے صاحبزادہ ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوئی تھی۔ اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا۔ کہ یہ سورج گہن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے۔ اس پر آپ نے تردید کی۔ کہ سورج گہن کا تعلق کسی کی موت و پیدائش سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ کسوف و خسوف اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ کہ وہ ذات جلال و جبروت اتنے بڑے روشنی کے کرّوں کو۔ بے نور کر دیتی ہے۔ اس لئے چاہیے۔ کہ اللہ کے ڈر سے کانپتے ہوئے دورانِ کسوف نماز میں مشغول ہوں۔ اور کثرت سے استغفار کریں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ درحالیکہ وہ میت تھے۔ اس وقت حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ (شمائل ترمذی)

ملاحظہ: ۔حضرت عثمان بن مظعونؓ حضورؐ کے رضاعی بھائی تھے۔ ابتدائے اسلام میں تیرہ آدمیوں کے بعد مسلمان ہوئے۔ پہلے حبشہ کو ہجرت کی۔ پھر مہاجر مدینہ ہوئے۔ بڑے عابد اور جلیل القدر صحابی تھے۔ شراب پینا جب منع نہ تھا۔ انہوں نے اس وقت بھی اسے منہ نہ لگایا تھا۔ مہاجرین میں سب سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔ شعبان ۳ھ میں۔ اور بقیع میں دفن ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ اپنی صاحبزادی (ام کلثوم) کی قبر پر تشریف فرما تھے۔ اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ قبر میں وہ اترے۔ جس نے آج رات مجامعت نہ کی ہو۔ ابو طلحہؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ میں ہوں آپ نے فرمایا۔ اَنْزِلْ اتر قبر میں فَنَزَلَ فِیْ قَبْرِهَا۔ پھر وہ قبر میں اترے۔" (شمائل ترمذی)

رحمت للعالمینؐ کا عجز و انکسار

عجز تکبر کی ضد ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہایت منکسر المزاج اور متواضع شخصیت تھے۔ باوجود علوشان اور لامثال مقام رکھنے کے عجز و انکسار کی دولت رکھتے تھے۔ جب آپ نے فرمایا۔ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ۔ میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا۔ وَلَا فَخْرَ۔ اور فخر نہیں۔ یعنی میں فخراً و غرور سے نہیں کہتا۔ بلکہ ایک حقیقت بیان کرتا ہوں۔ مسئلہ بتاتا ہوں۔ کہ اللہ نے مجھے وُلدِ آدم کی سیادت کا شرف بخشا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُ الْمَرِیْضَ وَ یَشْھَدُ الْجَنَازَۃَ وَ یَرْکَبُ الْحِمَارَ وَ یُجِیْبُ دَعْوَۃَ الْعَبْدِ وَ کَانَ یَوْمَ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ عَلٰی حِمَارٍ مَخْطُوْمٍ بِحَبْلٍ مِنْ لِیْفٍ عَلَیْہِ اِکَافٌ مِّنْ لِیْفٍ۔ (شمائل ترمذی)

"سرورِ رسولاں صلے اللہ علیہ وسلم مریضوں کی عیادت کرتے، جنازوں میں شرکت کرتے۔ گدھے پر سوار ہو جاتے، اور غلاموں کی دعوت قبول فرما لیتے تھے۔ حضورؐ بنی قریظہ کی لڑائی کے روز ایک گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے درخت کی چھال کی تھی۔ اور کاٹھی بھی اسی کی تھی"۔

صدرِ کون، دعائے خلیل، نوید مسیحا، حافظِ ناموسِ آدم، سردارِ دو عالم، ابرِ کرم، بحرِ سخا، گنجِ وفا، سرچشمۂ احساں، سربرآرائے رحمت عالمین صلے اللہ علیہ وسلم کو گدھے کی سواری سے استنکاف نہ تھا۔ یعنی گدھے پر سوار ہونے کو باعثِ

ننگ و عیب نہ سمجھتے تھے۔

مریضوں کی عیادت بھی کرتے۔ خواہ کوئی معمولی درجہ کا بیمار ہوتا۔ غیر مسلموں تک کی بھی بیمار پرسی کرتے۔ ایک یہودی لڑکا بیمار تھا۔ اس کی عیادت کے لئے بھی آفتاب نبوت جلوہ فرما تھا۔ لڑکے کا آخری وقت تھا۔ وہ حضورؐ کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور چل بسا۔ اس کی تجہیز و تکفین مسلمانوں نے کی۔ راس المنافقین عبداللہ بن ابی کی عیادت کے لئے بھی تشریف لے گئے۔ اسی طرح معمولی معمولی لوگوں کے جنازوں میں بھی شرکت فرماتے تھے۔

(نوٹ):۔ مشرکوں، بدعتیوں، تقدیر کے منکروں، اور تبرائیوں کے جنازوں سے اجتناب چاہیئے۔ اور یہ بغض للہ ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں:۔

حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى رَحْلٍ رَثٍّ عَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ لَا تُسَاوِيْ اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا لَا رِيَاءَ فِيْهِ وَ لَا سُمْعَةَ ۔ (شمائل ترمذی)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر حج کیا۔ اس پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا۔ جو چار درہم کا بھی نہ تھا۔ اور آپ یہ دعا مانگ رہے تھے۔ اے اللہ! اس کو ایسا حج فرمائیو۔ جس میں ریا اور شہرت نہ ہو"

رحمتِ عالم کی فروتنی اللہ کے حضور چراغِ غارِ حرا حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے عجز و انکسار کا یہ عالم تھا۔ کہ حج کے لئے اونٹ پر سوار ہوئے۔ تو رحلِ رثّ یعنی پرانے پالان پر جلوہ ریز ہوتے۔ جس پر اتنا معمولی کپڑا تھا۔ جس کی قیمت ایک روپیہ بھی نہ تھی۔ پھر بھی رب عرش عظیم سے دعا

کرتے ہیں۔ کہ اے اللہ! یہ حج ریا اور شہرت کا حج نہ ہو۔ دراصل یہ تعلیم امت کے لئے کہا۔ ورنہ نمود و ریا کا وہاں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حاجی اور نوٹوں کے ہار

آج کل حاجیوں کا جلوس نکلتا ہے۔ بعض حاجیوں کے جلوس میں بینڈ باجہ بھی بجتا ہے، روپیہ پیسہ نچھاور کیا جاتا ہے۔ گری میوہ کے ہاروں سے حاجی کو لاد دیتے ہیں۔ بعضوں کی گردن نوٹوں کے ہاروں سے بھر جاتی ہے۔ ایک عورت حج کو چلی۔ تو اس کی گردن میں اتنے ہار ڈالے گئے۔ کہ عازمہ حج کے منہ تک آ گئے۔ اور سو سوا سو عورتیں اونچی آواز سے کلمہ کا ورد کرتی، اسے بازاروں میں گھماتی ہوئی ریلوے اسٹیشن تک لے گئیں۔ ایک حاجی حج کو چلا۔ تو اس کے آگے آگے نعت خواں نعتیں پڑھتے جا رہے تھے۔ اور پیچھے پیچھے نوٹوں کے ہاروں سے لدا پھندا "دولہا" جا رہا تھا۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ یہ مسلمانوں کے حج کا حال ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پرانے پالان پر جس پر چار درہم سے بھی کم قیمت کا کپڑا پڑا ہوا تھا۔ حج کیا۔ اور کہا۔ اے اللہ! اس حج کو ایسا کرنا۔ جس میں ریا اور شہرت نہ ہو۔

کیا مسلمانوں کے یہ حج نمود، ریا، اور شہرت کے آئینہ دار نہیں ہیں؟ یہ دکھاوا نمود اور سمعہ نہیں؟؟

مسلمان بھائیو! اللہ آپ کو زیادہ سے زیادہ حج کی توفیق دے۔ دوسرے اوامر پر بھی کاربند کرے۔ اور سمعہ اور ریا سے بچائے۔ کہ اسلام کا بل ڈوزر ریائی عمل کی فلک بوس عمارت کو دھڑام سے گرا دیتا ہے۔ سہ

میں جو سر بہ سجدہ ہوا کبھی تو حرم سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:۔

لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَّتِهٖ لِذٰلِكَ ۔ (شمائل ترمذی)

"صحابہؓ کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا۔ اس کے باوجود پھر بھی وہ حضورؐ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ کیونکہ حضورؐ کو یہ بات ناپسند تھی"

مشکوٰۃ کتاب الآداب میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ جس شخص کو یہ بات خوش کرے۔ کہ کھڑے رہیں لوگ اس کے آگے۔ پس چاہیئے کہ تیار کرے وہ شخص اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ میں"

معلوم ہوا۔ کہ قیام کرنا کسی کی آمد پر حرام ہے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا۔ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ۔ "قیام کرو واسطے اللہ کے فرماں بردار ہوکر" پس قیام اللہ کے لئے ہی ہے۔ جو عبادت ہے۔

البتہ بزرگوں، عالموں، پیشواؤں، کا استقبال جائز ہے۔ بلکہ ضروری ہے۔ قیام میں اور استقبال میں یہ فرق ہے۔ کہ قیام اپنی جگہ پر ہی کیا جاتا ہے اپنے پاؤں پر کھڑے رہتے ہیں۔ اور استقبال میں آگے بڑھتے ہیں۔ کسی بزرگ کے آنے پر ریلوے اسٹیشن پر جانا، یا گھر سے باہر جانا، یا وہ صاحب اندر آجائیں تو آگے دروازے تک بڑھ کر ان کو لینا۔ یہ سب صورتیں استقبال کی ہیں۔ یہ ادب ہے۔ اور بزرگوں کا ادب ازحد ضروری ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا:۔

لَوْ اُهْدِيَ اِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ وَلَوْ دُعِيْتُ عَلَيْهِ لَاَجَبْتُ

"اگر مجھے بکری کا ایک پاؤں بھی ہدیہ دیا جائے۔ تو میں قبول کروں۔

اور اگر اس کی دعوت کی جائے۔ تو میں ضرور جاؤں" (شمائل ترمذی)

سبحان اللہ! کتنی تواضع ہے۔ رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہ اگر بکری کے ایک پاؤں کو پکا کر کوئی میری دعوت کرے۔ تو میں ضرور چل کر جاؤں۔ اور کھاؤں۔ دوسروں کی دلداری مطلوب ہے۔ جس میں انکسارِ ضیائے بزم ہستی جھلکتا ہے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں۔ جَاءَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَیْسَ بِرَاکِبِ بَغْلٍ وَّلَا بِرْذَوْنٍ۔

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (میری عیادت کے لئے) تشریف لائے حضورؐ نہ خچر پر سوار تھے۔ اور نہ برذوان یعنی ترکی گھوڑے پر"

امراء اور سلاطین کی طرح حضورؐ سواری کے عادی نہ تھے۔ عام طور پر پیدل چلتے تھے۔ یوسف بن عبداللہ کہتے ہیں۔ سَمَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یُوْسُفَ وَ اَقْعَدَنِیْ فِیْ حِجْرِہٖ وَمَسَحَ عَلٰی رَأْسِیْ۔ (شمائل ترمذی)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف رکھا تھا، اور مجھے اپنی گود میں بٹھلایا تھا۔ اور میرے سر پر دست مبارک پھیرا تھا"

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ بِیَدِہٖ شَیْئًا قَطُّ اِلَّآ اَنْ یُّجَاھِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا ضَرَبَ خَادِمًا وَّلَا امْرَءَۃً۔ (شمائل ترمذی)

"حضورؐ نے سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے کبھی کسی کو نہیں مارا۔ نہ کبھی کسی خادم کو، نہ کسی عورت کو"

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعِیْدُ الْکَلِمَۃَ ثَلٰثًا لِتُعْقَلَ عَنْہُ۔ "حضورؐ کلام کو

(حسب ضرورت) تین تین مرتبہ دہراتے تاکہ سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ حضور م نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی کے ظلم کا بدلہ لیا ہو۔ البتہ اللہ کی حرمتوں میں سے کسی حرمت کی ہتک ہوتی۔ (یعنی کوئی حرام فعل کا ارتکاب کرتا) تو (پھر) حضور م سے زیادہ غصے والا کوئی شخص نہ ہوتا تھا۔"

حضرت جابر رض کہتے ہیں۔ مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَطُّ۔ فَقَالَ لَا۔ حضور م نے کبھی کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر لا (نہ) نہیں فرمایا۔" اخلاق اور سیرت کا آئینہ کتنا شفاف اور روشن ہے۔

فرزوق نے کہا ہے۔ ؎

ماقال لا قط الا فی تشہدہ ٭ لولا التشہد کانت لاؤہ نعم

"نہیں فرمایا آپ نے لا کبھی مگر اپنی تشہد میں۔ اگر نہ ہوتا تشہد ہوتا لا ان کا نعم۔"

فرزوق کے شعر کا فارسی میں کیا خوب ترجمہ ہے۔ ؎

نہ رفت کلمہ لا بر زبانِ او ہرگز ٭ مگر بہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

کنواری لڑکی سے زیادہ صاحب حیا

حدیث میں ہے کہ حیا ایمان کی شاخ ہے۔ اور یہ بھی حدیث ہے، کہ جب تجھ سے حیا جاتی رہے۔ تو پھر جو چاہے کر۔ یعنی بے حیا باش ہرچہ خواہی کن۔

معلوم ہوا۔ کہ حیا انسان کو فحاشی، عیاشی، بدمعاشی اور ہر امر قبیح سے باز رکھتی ہے۔ حیا کی تعریف ہے۔ انقباضِ نفس از قبیح۔

حیا کی چند اقسام ہیں۔ ایک حیائے کرم کہلاتی ہے۔ حضور م نے حضرت زینب رض کا ولیمہ کیا۔ تو کھانے سے فارغ ہو کر چند لوگ بیٹھے رہے۔ اور باتیں کرنے میں مشغول ہو گئے

ان کا بیٹھنا حضورؐ پر گراں گزرا۔ اس لئے کبھی آپ باہر جاتے۔ کبھی اندر آتے، مگر حیا کے سبب انہیں اٹھنے کا حکم نہ فرماتے۔ بالآخر اللہ کو کہنا پڑا (سورہ احزاب میں)، جب تم (دعوتِ طعام پر آؤ اور) کھانا کھا چکو۔ تو منتشر ہو جاؤ۔ اور مت بیٹھے رہو جی لگا کر باتوں میں۔ یہ کام ایذا دیتا ہے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کو پس شرماتا ہے وہ تم سے۔ اور اللہ نہیں شرماتا حق بات سے۔"

ایک شرم کلام ہے۔ کہ محبوب سے شرم آتی ہے، کہ بات کرنی دشوار ہوتی ہے

ایک شرم بندگی ہے۔ کہ اپنے آقا کی بندگی میں کوتاہی پاکر شرمسار ہوتا ہے قصور پر نادم ہوتا ہے۔

ایک شرم ذاتی ہے۔ کہ آدمی کسی کام میں ناکام ہو جاتے۔ تو اپنے آپ سے شرماتا ہے۔ جیسے امتحان میں فیل ہو جانے کے باعث شرم آتی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر خوبی اور نیکی کے منتہی تھے۔ یعنی نیکی اور اچھائی آپ کے وجود اطہر سے صادر ہو کر درجہ کمال کو پہنچ جاتی تھی۔ ہر بھلائی کو آپ کی ذات اقدس سے حسن تمام ملتا تھا۔ تو حیا میں بھی حضورؐ خاتم حیا تھے۔ یعنی حیا آپ پر ختم تھی۔

حضرت ابو سعید خدری رض کہتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَيَآءً مِنَ الْعَذْرَآءِ فِيْ خِدْرِهَا فَاِذَا رَاٰى شَيْئاً يَّكْرَهُهٗ عَرَفْنَاهُ فِيْ وَجْهِهٖ ۔

"حضورؐ شرم وحیا میں کنواری لڑکی سے جو اپنے پردہ میں ہو کہیں زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ پس جب حضورؐ کسی چیز کو دیکھ کر ناخوش ہوتے تھے اس کو، پہچان لیتے ہم اس کو حضورؐ کے چہرے مبارک میں۔" یعنی غایت شرم کی وجہ سے زبان سے اظہار نہ فرماتے۔

فلک پیما حیا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی فرماتی ہیں مَا نَظَرْتُ اِلٰی فَرْجِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَطُّ۔

(رحمتِ عالم ﷺ کے کمالِ حیا کی وجہ سے) میں نے آپ کے محلِ شرم کو کبھی نہیں دیکھا۔" (مشکوٰۃ شریف)

سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ ؎

ہاتھ آئے اگر خاک ترے نقشِ قدم کی — سر پر کبھی رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں

نظارہ فروزی کی عجب شان ہے پیدا — یہ شکل و شمائل یہ عبائیں یہ قبائیں

پھر آنے لگیں شہرِ محبت کی ہوائیں

پھر پیشِ نظر ہو گئیں جنت کی فضائیں (حسرت)

منبعِ غیرت اور سرچشمۂ حیا ہیں جمالِ جہاں آرا حضرت رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم۔ ؎

عالم کے شہریار بنائے گئے ہیں آپ — کونین کا وقار بنائے گئے ہیں آپ

کیونکر نہ اٹھے سب کی نظر آپکی طرف — ہر قلب کے قرار بنائے گئے ہیں آپ

وہ شرع کا چمن ہو کہ گلشن ہو خضر کا

ہر رنگ کی بہار بنائے گئے ہیں آپ (بہزاد لکھنوی)

سیرت کی سفید چادر

حضورؐ کی عادات، اخلاق اور سیرت کی شمع چالیس برس تک جلتی رہی۔ یہ شمع نہ بجھی، نہ اس کی روشنی مدہم ہوئی یہاں تک کہ یہ شمع مبدّل بہ آفتاب نبوت ہو گئی۔ رحمت عالم اب باطل الٰہوں کا ابطال کرنے لگے، اور توحید کا علم لہرانے لگے۔ اس پر بزرگوں کے بتوں کو پوجنے والے سیخ پا ہو کر حضورؐ کی مخالفت پر اتر آئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:-

اِنَّ اَبَا جَھْلٍ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نُکَذِّبُکَ وَلٰکِنْ نُکَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِہٖ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْھِمْ لَا یُکَذِّبُوْنَکَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ ہ (ترمذی شریف)

"تحقیق ابوجہل نے کہا واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ہم (جماعت قریش کی) نہیں دروغ گو جانتے تجھ کو (کہ تم قدیم سے سچے اور امین چلے آرہے ہو) ولیکن جھٹلاتے ہیں ہم اس چیز کو کہ لایا ہے تو اس کو پس اتاری اللہ تعالیٰ نے ابوجہل وغیرہ کافروں کے حق میں یہ آیت تحقیق وہ نہیں جھٹلاتے ہیں تجھ کو ولیکن یہ ظالم خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں"

سبحان اللہ! رسول اللہ علیہ وسلم کی جان کے دشمن آپ کے اخلاق، کردار، اور سیرت کی سفید چادر پر کوئی داغ دھبہ نہیں دکھا سکے۔ یعنی آپ کو راست باز صادق اور امین مانتے ہیں۔ دشمنی، عداوت اور اختلاف ہے تو اس بات پر کہ ایسی آیتیں کیوں سناتے ہیں۔ جن میں لات وعزیٰ کو چھوڑ دینے کا حکم ہے ۔۔ ود یعوق، یغوث، سواع اور لات وغیرہ بزرگوں کو حاجت روا مشکل کشا۔ دافع بلا۔ متصرف الامور ماننا شرک کہا گیا ہے۔ اس لئے ہم اس قرآن کو جھوٹا اور تجھ کو سچا سمجھتے ہیں۔

ان بدبختوں، نابکاروں نے یہ نہ سوچا۔ کہ جو شخص چالیس سال سے راست باز اور امین چلا آرہا ہے۔ جس نے دنیا کے کاموں میں لوگوں سے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کسی کو دھوکا نہیں دیا۔ وہ خدا پر کس طرح جھوٹ بول سکتا ہے۔ دراصل ان میں حسد بغض اور غرور تھا۔ وہ جلتے تھے۔ کہ اس کو یہ رتبہ اور مرتبہ کیوں ملا ہے۔ لیکن یہ کہنا پڑا ؎

ع کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امین ہے

اُمت پر کمال شفقت

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ چکتے تو اہل مدینہ کے خادم برتنوں میں پانی ڈال کر حضورؐ کے پاس لاتے۔ (تاکہ حضورؐ ان میں اپنا دست مبارک ڈالیں۔ اور برکت ہو) پس اکثر آپ نے حضورؐ کے پاس صبح سرد کے وقت۔ اور آپ ان برتنوں میں اپنا دست مبارک ڈال دیتے۔" (صحیح مسلم)

اس میں کمال شفقت اور مہربانی ہے امت پر کہ ان کی خوشی خاطر کے لئے دست مبارک پانی میں ڈبو دیتے۔ وہ لوگ اس پانی کو لے جاکر عافیت اور شفا کے لئے بیماروں کو پلاتے۔ کیا کہنے ہیں حضورؐ کے ہاتھوں کے۔ جو طیب، طاہر، گناہ سے پاک اور معصوم تھے۔ ساری زندگی آپ کے ہاتھوں سے کوئی کام خدا کی مرضی کے خلاف نہیں ہوا۔

ایک دفعہ نومسلم عورتوں سے آپ نے چند باتوں کا اقرار لیا۔ وہ عورتیں کہنے لگیں۔ حضورؐ! اپنا ہاتھ آگے کریں۔ تاکہ ہم بیعت کریں۔ آپ نے فرمایا۔ اِنِّیْ لَا اُصَافِحُ النِّسَآءَ۔ "میں (غیر محرم) عورتوں سے ہاتھ نہیں ملایا کرتا ہوں" (مشکوٰۃ)

تو پھر کیوں نہ یہ ہاتھ برکتوں، رحمتوں والے ہوں۔ اور کیوں نہ ان ہاتھوں والا پانی باذن اللہ موجب شفائے امراض ہو۔

آج اگر پیر لوگ مریدوں کے پانی کے برتنوں میں ہاتھ ڈبونے شروع کریں۔ تو پہلے وہ گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لیں۔ کہ ان ہاتھوں کی کیا حیثیت ہے۔ اور یہ ہاتھ کیا کیا حرکتیں کرنے والے ہیں۔ جب آئینہ فکر میں ہاتھوں کے کرتوت نظر آئیں تو بجائے پانی میں ڈبونے کے انہیں اللہ کے آگے پھیلا کر خوف خدا سے اتنا روئیں کہ آنکھوں سے جوئے آب رواں ہو۔ جس میں دستِ انابت ڈوب جائے۔

حضورؐ نبیًا عبدًا تھے

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہوئی کہتی ہیں۔ فرمایا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ اے عائشہؓ! اگر چاہوں میں (یعنی درخواست کروں میں اللہ تعالیٰ سے مال و منال کی) تو البتہ چلیں ساتھ میرے پہاڑ سونے کے (سنو!) آیا میرے پاس ایک فرشتہ تحقیق کمر اس کی برابر کعبہ کے تھی۔ (یعنی دراز قد تھا) پس کہا اس نے تحقیق تمہارا پروردگار تم پر سلام فرماتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ اگر چاہے تو ہو پیغمبر بندہ (یعنی موصوف ساتھ بندگی اور فقر کے) اور اگر چاہے تو ہو پیغمبر بادشاہ (یعنی اللہ نے اختیار دیا ہے پس اختیار کرو دونوں باتوں میں سے جو چاہو)۔ پس دیکھا میں نے جبرائیل کی طرف (بطور مشورہ چاہنے کے) پس اشارہ کیا جبرائیل نے طرف میرے کہ پست کرو نفس اپنا (یعنی بندہ رہو اور فقیر، نہ بادشاہ اور غنی) پس کہا میں نے کہ ہوں گا میں پیغمبر بندہ (نہ کہ پیغمبر بادشاہ) کہا حضرت عائشہؓ نے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھانا نہ کھاتے تکیہ لگا کر، اور فرماتے کھاتا ہوں میں، جیسے کھاتا ہے غلام اور بیٹھتا ہوں میں جیسے بیٹھتا ہے غلام "

(مشکوٰۃ شریف باب شمائل)

معلوم ہوا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ سے نَبِیًّا عَبْدًا ہونے کی درخواست کی۔ اور نَبِیًّا مَلِکًا نہ ہونا چاہا۔ پیغمبر عبد ہو کر خوش ہوئے۔ یعنی فقر اور بندگی جو باعث ہے تواضع کا اختیار کی۔ اور بادشاہت اور غنا نہ چاہی۔ اگر چاہتے تو پہاڑ سونے کے ہو کر آپ کے ساتھ چلتے۔ ؎

کوثر چکد از بسم بہ ایں تشنہ لبی ✿ خاک ہ مد از شبنم بہ ایں تیرہ شبی

اے دوست ادب کہ در حریم دلِ ماست ✿ سیّدِ کونین م رسول عربی

(گرامی)

یَا رَبِّ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

راہ نوردِ جادۂ اسریٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی

وفات

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ (پ ۲۳ ع ۱۷)

"بے شک تو بھی مرنے والا ہے اور بیشک وہ بھی مرنے والے ہیں۔"

ہر دو گیتی گردِ خاکِ پائے تست
در گلیمے خفتۂ چہ جائے تست (عطّار)

رحمتِ عالم کی عمر شریف

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلٰثَ عَشَرَةَ سَنَةً يُوْحٰى اِلَيْهِ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرًا وَّ تُوُفِّيَ وَ هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّ سِتِّيْنَ ۝ "حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے۔ اس دوران حضورؐ پر وحی نازل ہوتی رہی۔ اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ اور تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے بھی مروی ہے:۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّ سِتِّيْنَ سَنَةً۔

"حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔"

ترجمہ:۔ دونوں جہان تیرے قدموں کی خاک کا غبار ہیں۔ اے کمبل میں سوئے ہوئے تیری کیا شان ہے۔

سرتاجِ مرسلاںؐ کی دارالبقا کو روانگی

تیرے قدم پہ جبہ سا روم و عجم کی نخوتیں!
تیرے حضور سجدہ ریز چین و عرب کی خودسری

چراغِ خانہ آدم۔ نورِ بزمِ حیات۔ گوہرِ خاتمِ رسالت، انتخابِ کون ومکان ماہِ عرب۔ مہرِ عجم۔ روح و روانِ اسلام۔ بہارِ چمنِ ایمان۔ منزلِ اسرارِ خدا۔ سرتاجِ انبیا۔ ابرِ کرم۔ زینتِ حرم۔ سید الکونین۔ سید الثقلین۔ سید المرسلین رحمت للعالمین، خاتم النبیین۔ اشرفِ انبیا۔ شافعِ روزِ جزا حضرت محمد مصطفےٰ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ کا مژدۂ جانفزا سنایا۔ اور آج سے اکانوے دن کے بعد رفیقِ اعلےٰ سے جا ملے۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

جن کا حریم ارض و سما میں نہیں جواب۔ ان رسول معصوم صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتدار سر کے درد سے ہوئی۔ اور آپ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رونق افروز تھے۔ پھر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے دولتکدہ میں تشریف لے گئے۔ درد نے شدت اختیار کر لی۔ اسی حالت میں باری باری سب ازواج مطہرات کے گھروں میں آتے جاتے رہے۔

اب درد سر کے ساتھ بخار بھی شروع ہو گیا۔ اور مرض دن بدن بڑھتا گیا جب بیماری میں بہت شدت آگئی۔ تو تمام بیبیوں نے حضرت عائشہ رضؓ کے گھر بیماری کے ایام گزارنے کا حضورؐ کو اختیار دے دیا۔ اب رحمت عالمؐ ہیں حضرت عائشہؓ کا حجرہ پرانوار ہے۔ اور تیمارداری کے لئے امت کی تقدس مآب مائیں ہیں، چودہ روز بیماری کے ایام حضورؐ نے یہاں ہی گزارے۔ اور اسی رشک فردوس حجرۂ عائشہؓ

میں دوشنبہ (سوموار) کے روز چاشت کے وقت آپ دنیا کو خیرباد کہہ کر ملا اعلےٰ کو تشریف لے گئے۔ تنویر کائنات ﷺ کی وفات ہو گئی صلے اللہ علیہ وسلم۔

حضورؐ کے سامنے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا

قَالَتْ فَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَابًا بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ النَّاسِ اَوْ کَشَفَ سِتْرًا۔ فَاِذَا النَّاسُ یُصَلُّوْنَ وَرَآءَ اَبُوْبَکْرٍ فَحَمِدَ اللّٰہَ عَلٰی مَا رَاٰی مِنْ حُسْنِ حَالِھِمْ وَرَجَاءَ اَنْ یُّخَلِّفَ اللّٰہُ فِیْھِمْ بِالَّذِیْ رَاٰھُمْ فَقَالَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَیُّمَا اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ اَوْ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اُصِیْبَ بِمُصِیْبَۃٍ فَلْیَتَعَزَّ بِمُصِیْبَتِہٖ بِیْ مِنَ الْمُصِیْبَۃِ الَّتِیْ تُصِیْبُہٗ لِغَیْرِیْ فَاِنَّ اَحَدًا مِّنْ اُمَّتِیْ لَنْ یُّصَابَ بِمُصِیْبَۃٍ بَعْدِیْ اَشَدَّ عَلَیْہِ مِنْ مُّصِیْبَتِیْ۔ (ابن ماجہ)

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں ایک دن اپنے حجرے کا دروازہ کھولا جو مسجد میں پڑتا تھا۔ پردہ اٹھایا۔ اس وقت لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اقتدا میں نماز فرض پڑھ رہے تھے۔ ان کے اچھے حال کو دیکھ کر اور اس امید پر کہ اللہ تعالےٰ ان میں اسی کو خلیفہ کرے جسے آپ نے اس وقت امام دیکھا ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر فرمایا۔ اے لوگو! جسے کوئی مصیبت پہنچائی جائے۔ وہ میری اس مصیبت سے تسکین حاصل کر کے اپنی اس مصیبت کو ہلکی سمجھ لیا کرے۔ (سنو) میری امت میں سے کسی کو میرے بعد میری مصیبت

سے سخت مصیبت نہیں پہنچائی جائے گی"۔

(نوٹ) :- حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضورؐ کے حکم سے آپ کے سامنے ۱۷ نمازیں پڑھائیں جمعرات کو عشاء کی نماز ایک۔ جمعہ کو پانچ۔ ہفتہ کو پانچ۔ اتوار کو پانچ اور سوموار کو صبح کی ایک۔ یہ کل سترہ نمازیں ہوئیں۔ اور سوموار کو بوقت چاشت رحمت عالمؐ رفیق اعلےٰ سے جا ملے۔

چنانچہ سالم بن عبید صحابی رضؓ کہتے ہیں :-

اُغْمِیَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِہٖ فَاَفَاقَ فَقَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْیُؤَذِّنْ وَمُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ ۔ مرض الموت میں حضورؐ پر غشی ہوتی تھی۔ جب افاقہ ہوتا۔ تو فرماتے نماز کا وقت ہوگیا ہے؟ لوگ کہتے حضورؐ ہوگیا ہے۔ پھر فرماتے بلال کو کہو اذان دے۔ اور ابوبکرؓ کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ثُمَّ اُغْمِیَ عَلَیْہِ۔ پھر حضورؐ پر غشی ہوتی۔ (کیونکہ ٹائی فائڈ فیور۔ یعنی تپ محرقہ نہایت شدید، اور درد سر از حد تھا) فَاَفَاقَ فَقَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْیُؤَذِّنْ وَمُرُوْا اَبَابَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ۔ جب افاقہ ہوتا تو فرماتے بلالؓ کو کہو کہ اذان دے۔ ابوبکرؓ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اس پر حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا۔ (حضورؐ!) میرے والد ابوبکر صدیق رقیق القلب ہیں۔ جب آپ کی جگہ پر نماز پڑھائیں گے، تو رونے لگیں گے۔ اور نماز پڑھانے کی طاقت نہیں رکھیں گے، اس لئے کسی اور کو فرما دیجئے۔ کہ نماز پڑھائے۔ ثُمَّ اُغْمِیَ عَلَیْہِ

فَاَفَاقَ فَقَالَ مُرُوْا بِلَالًا فَلْیُؤَذِّنْ وَمُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ۔ حضورؐ کو پھر غشی آگئی۔ پھر جب افاقہ ہوا۔ تو فرمایا۔ کہ بلال کو کہو کہ اذان دے۔ اور ابوبکرؓ کو کہو۔ کہ لوگوں کو نماز پڑھائے قَالَ فَاُمِرَ بِلَالٌ فَاَذَّنَ وَاُمِرَ اَبُوْبَکْرٍ فَصَلّٰی بِالنَّاسِ۔ راوی حدیث کہتے ہیں۔ کہ امتثالِ امر پر بلالؓ نے اذان کہی۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ (شمائل ترمذی)۔

پیر (سوموار) کی صبح کو حضورؐ کو کچھ افاقہ ہوا۔ تو حضرت فضلؓ بن عباس، اور حضرت ثوبانؓ کے کندھوں پر سہارا لگا کر آپ مسجد میں آئے۔ ابوبکر صدیقؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب حضورؐ قریب پہنچے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا۔ حضورؐ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا۔ اور آپ (ان کی اقتدا میں) بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے نماز پوری کر دی۔" (طبقات ابن سعد)

ایک اور روایت میں ہے۔ کہ اسی مرض میں حضورؐ مسجد میں آئے۔ اور نماز ہو رہی تھی۔ آپ ابوبکرؓ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ اور ان کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ پھر

لوگوں کو فرمایا:۔

لَمْ یُقْبَضْ نَبِیٌّ قَطُّ حَتّٰی یَؤُمَّہٗ رَجُلٌ مِّنْ اُمَّتِہٖ۔ نبی قبض نہیں کیا جاتا۔ جب تک اس کی امت میں کوئی اس کی امامت نہ کرلے۔ (طبقات ابن سعد)

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ نبی جس کے پیچھے نماز پڑھے گا۔ وہ نبی اس کا خلیفہ ہوگا گویا پیغمبر کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا ہی اس کی خلافت کا اعلان ہے۔

حضرت عطا بن یسار کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے (آخری بیماری میں) فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰہِ عَلٰی قَوْمٍ نِ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِھِمْ مَسٰجِدَ۔

"الٰہی میری قبر کو بت نہ بنانا۔ کہ اس کی عبادت کی جائے۔ ان لوگوں پر اللہ کا سخت ترین غضب نازل ہوا جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں، عبادت گاہیں بنایا۔ (مالکؒ نے مرسلاً روایت کیا)۔

(نوٹ):- از بسکہ قبر بت بن سکتی ہے۔ اسی لئے حضورؐ نے فرمایا۔ کہ الٰہی میری قبر کو بت نہ بنانا۔ کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اور قبر بت اس طرح بنتی ہے۔ کہ جو کام عبادت کے مساجد میں کئے جاتے ہیں۔ وہ قبر پر کرنے لگ جائیں۔ مثلاً رکوع۔ سجدہ، طواف، دعا مانگنا۔ حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے اللہ کے آگے رونا۔ نذر نیاز وغیرہ۔ یہ کام عبادت کے ہیں۔ اگر بزرگوں کی قبروں پر یہ کام کئے جائیں۔ وہاں نذریں نیازیں چڑھاوے چڑھائے جائیں۔ سجدے کئے جائیں۔ ان سے حاجتیں مرادیں مانگی جائیں۔ قبروں کے گرد چکر لگائیں۔ یعنی طواف کریں۔ تو ایسا کرنے سے قبر بت بنتی ہے۔ اور ایسا کرنے والے قبر پرست مشرک۔

ملعونوں کے کام

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض میں کہ جس سے جانبر نہ ہوسکے۔ ارشاد فرمایا۔ یہودیوں پر خدا کی لعنت ہو۔ کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں (عبادت گاہیں) بنا لیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو حضورؐ اپنی قبر عام گزرگاہ پر ظاہر طور پر بنواتے۔ لیکن آپ کو قبر کے سجدہ گاہ بن جانے کا ڈر تھا۔ اس لئے حجرۂ عائشہ میں قبر پاک بنائی گئی۔" (بخاری شریف)

ایک دن بیماری میں ارشاد فرمایا:-

اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِهِمْ وَصَالِحِیْهِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْهَاکُمْ عَنْ ذٰلِكَ ط (مسلم شریف)

"خبردار! ہوشیار ہو کر سنو۔ کہ تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں۔ ولیوں بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا کرتے تھے۔ خبردار! دھیان سے سنو! تم قبروں کو عبادت گاہ نہ بنانا۔ میں بڑی سختی سے تم کو اس سے روکتا ہوں"

(نوٹ):۔ افسوس! جس بات سے حضورؐ نے بہ سختی تمام منع کیا تھا۔ کہ قبروں کو عبادت گاہیں نہ بنانا۔ یعنی قبروں پر میلے نہ لگانا۔ عرس نہ کرنا۔ وہاں نذریں نیازیں اور چڑھاوے نہ چڑھانا۔ اہل قبور سے مدد یں نہ مانگنا۔ وہاں سجدے نہ کرنا۔ طواف نہ کرنا۔ ان سے حاجتیں نہ چاہنا۔ قبروں کو چومنا چاٹنا نہیں۔ انہیں دھو دھو کر نہ پینا ان پر غلاف اور چادریں نہ چڑھانا۔ صد افسوس! مسلمان دھڑلے سے یہ سب کام کر رہے ہیں۔ بزرگوں کی قبروں کو دکانیں بنا کر خوب سجا رکھا ہے۔ مال و دولت کی نذروں نیازوں کی شکل میں خوب ریل پیل ہے۔ چاول کی دیگیں۔ بتاشے۔ مکھانے، مٹھائی۔ مکھن۔ دودھ۔ کپڑے۔ حلوے۔ کھیر۔ نقدی کے ڈھیر۔ بکرے۔ چھترے۔ مرغیاں، انڈے وغیرہ نذریں نیازیں۔ منتیں آ رہی ہیں۔ وہاں سجدے بھی ہو رہے ہیں۔ طواف بھی کیے جاتے ہیں۔ رو رو کر مرادیں حاجتیں بھی مانگی جا رہی ہیں۔ پس اس طرح قبریں عبادت گاہیں بنی ہوئی ہیں۔

مسلمانو! اللہ سے ڈرو۔ اور قبروں کے اس کاروبار سے توبہ کرو۔ سوچو! کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی حالت میں، بار بار غشی کے دوران تمہیں قبروں پر یہ عبادت کے کام کرنے سے منع کیا ہے۔ لیکن تم ہو کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ نہیں رکتے۔ نہیں باز آتے۔ یہ مولوی۔ پیر۔ مجاور، گدی، اور سجادہ نشین قبروں کے تاجر تم کو لے ڈوبیں گے۔ حضرت شافع روز جزا صلے اللہ علیہ وسلم کی سنو۔ مانو۔ ان کی اطاعت کرو۔ آپ نے بیماری کی سخت تکلیف میں فرمایا۔ اِنِّیْ اَنْھَاکُمْ

عَنْ ذٰلِكَ میں بہ سختی تمام تم کو قبروں پر عبادت کے کاموں سے منع کرتا ہوں۔

اسی سلسلہ میں حضورؐ کا ایک اور ارشاد سنو۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہوئی کہتی ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ لَمْ یَقُمْ مِنْہُ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِھِمْ مَسَاجِدَ ط (بخاری مسلم)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُس مرض میں ارشاد فرمایا جس سے آپ جانبر نہ ہوئے۔ یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو۔ کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔ یعنے سجدہ گاہیں اور عبادت گاہیں بنایا۔"

حوض کوثر دیکھ رہا ہوں

حضرت ابی سعید خدریؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ مرض الموت میں سر کو ایک پٹی سے باندھے ہوئے ہمارے پاس (مسجد میں) تشریف لائے۔ ہم سب اس وقت مسجد میں تھے۔ آپ سیدھے منبر کی طرف چلے۔ اور اس پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ ہم نے منبر کو گھیر لیا اور آپ نے خطبہ شروع کر دیا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَی الْحَوْضِ مِنْ مَقَامِیْ ھٰذَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَبْدًا عُرِضَتْ عَلَیْہِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتُھَا فَاخْتَارَ الْاٰخِرَۃَ۔ قَالَ فَلَمْ یُفْطِنْ لَّھَا اَحَدٌ غَیْرُ اَبِیْ بَکْرٍ فَذَرَفَتْ عَیْنَاہُ فَبَکٰی۔ ثُمَّ قَالَ بَلْ نَفْدِیْکَ بِاٰبَآئِنَا وَاُمَّھَاتِنَا وَاَنْفُسِنَا وَاَمْوَالِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ قَالَ ثُمَّ ھَبَطَ فَمَا قَامَ عَلَیْہِ حَتَّی السَّاعَۃِ۔ (داری شریف)

"فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں ٹھیک اپنے اس مقام سے حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ (سنو!) ایک بندے پر دنیا اور اس کی زینت اور آخرت پیش کی گئی لیکن اس بندے (محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) نے آخرت کو اختیار کیا۔ اس ارشاد کی تہ تک کسی کی رسائی نہ ہوئی۔ سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے۔ ان کی آنکھیں مینہ برسانے لگ گئیں۔ اور آپ بہت روئے (کہ حضورؐ آپ ہم سے رخصت ہو جائیں گے) کہنے لگے، نہیں نہیں! ہم آپ پر اپنے باپوں، اپنی ماؤں، اپنی جانوں کو اور اپنے مالوں کو قربان کردیں گے۔ پھر حضورؐ منبر سے اتر آئے۔ آہ! اس وقت سے لے کر آخری دم تک پھر آپ منبر پر کھڑے نہیں ہوئے۔"

اللہ اللہ! حضورؐ کے دنیا سے رخصت ہونے کا صحابہؓ کو از حد غم اور صدمہ تھا۔ کسی عزیز کی وفات ماہیِ بے آب کی طرح تڑپا دیتی ہے۔ لیکن حضورؐ تو متاعِ دنیا و آخرت تھے۔ ان کی موت تو جنوں، انسانوں اور فرشتوں کو نعل در آتش کر دینے والی تھی۔ سہ

چراغِ قسمتِ عالم ہے روشن جس کے جلووں سے
وہی نقشِ کفِ پا ہے چراغِ انجمن میرا

مدینے کی ہر چیز تاریک ہوگئی

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:۔

لَمَّا كَانَ يَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ اَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ اَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَمَا نَفَضْنَا اَيْدِيَنَا عَنِ التُّرَابِ وَاِنَّا لَفِي دَفْنِهٖ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا ط (شمائل ترمذی)

"جس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ مدینہ کی ہر چیز منور اور روشن ہو گئی تھی۔ (یہ روحانی پاکیزہ روشنی تھی) اور جس روز حضورؐ کی وفات ہوئی۔ تو مدینہ کی ہر چیز تاریک ہو گئی تھی۔ ہم لوگ حضورؐ کی وفات کے بعد مٹی سے ہاتھ بھی جھاڑنے نہ پائے تھے۔ کہ ہم نے اپنے دلوں میں تغیر پایا تھا۔"

یعنی وہ ایمانی کیفیت، روحانی لذت اور حلاوت، جو حضورؐ کی زندگی میں حاصل تھی۔ تدفین کے بعد اس میں فرق آ گیا تھا۔ ؎

فضا زمانے کی تھی مکدّر ظہورِ خیر البشرؐ سے پہلے
جہاں میں تھا مستقل اندھیرا نمودِ نورِ سحر سے پہلے

کمالِ علم و عمل کا پیکر، کرم مجسّم، تمام رحمت
جہاں میں ان خوبیوں کا انساں نہ آیا خیر البشرؐ سے پہلے

حرا سے اک چاند لے کے ابھرا تقاضے دیں کے نئے تقاضے
بہ ایں عزائم نہ کوئی گزرا عمل کی اس راہ گزر سے پہلے

جہاں کو درسِ حیات دے کر وقارِ انسانیت بڑھایا
بشر کو اپنے مقام کی کچھ خبر نہ تھی اس خبر سے پہلے

خدا نے خود عرش پر بلا کر عطا کیا ہے یہ خاص منصب
کسے یہ حاصل ہوئی ہے عظمت جہاں میں خیر البشرؐ سے پہلے

خود اپنے دامن میں بڑھ کے لے گی گنہگاروں کو شانِ رحمت
ندامتوں کے ڈھلیں تو آنسو، بہ پیشِ حق چشمِ تر سے پہلے

(عبرت صدیقی)

اُمّت خدا کے حوالے

مرض الموت میں ارشاد ہوتا ہے، یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اے مسلمانو! اَنْتُمْ فِیْ وِدَاعِ اللّٰہِ وَ کَنَفِہٖ۔ میں تمہیں خدا کی پناہ میں دے رہا ہوں۔ وَاللّٰہُ خَلِیْفَتِیْ۔ میں اپنے اللہ کو تم پر اپنا خلیفہ کر چلا ہوں۔ عَلَیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَ حِفْظِ طَاعَتِہٖ۔ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس کی فرماں برداری کرتے رہنا۔ فَاِنِّیْ مُفَارِقُ الدُّنْیَا۔ دسنو) اب میں دنیا سے جدا ہونے والا ہوں۔ (ماثبت بالسنۃ)

اے اللہ! رحمت عالم، شفیع اسود و احمر صلے اللہ علیہ وسلم پر لاکھوں درود وسلام نازل فرما۔ تمام زندگی بنی نوع انسان کی دین و دنیا کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں رہے۔ دنیا سے بدی کے اندھیروں کو مٹایا۔ اور نیکی کے نور کو پھیلایا۔ اور جب دنیا سے جانے لگے۔ تو امت کو نیکی پر قائم رہنے اور خدا سے ڈرتے رہنے کی وصیت فرمائی۔ اور اسے خدا کی سپرد کیا۔ اور اس پر اللہ کو خلیفہ کیا۔ سہ

صبح دم جب بزم گل میں چہچہاتے ہیں طیور!
پَو پھٹے جب جھلملاتا ہے فضائے شب میں نور
روشنی جب پردہ ظلمت سے کرتی ہے ظہور
تب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کیا ہوں گے حضورؐ

اک ہوائے سرخوشی میں جھومتے ہیں جب نہال
جب اذاں بن کر چمک اٹھتی ہے آوازِ بلالؓ
دِل پہ جب اسم محمدؐ سے برستا ہے سرور
تب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کیا ہوں گے حضورؐ

عرش سے تا فرش جب آتی ہے آوازِ درود
ہر طرف ہوتا ہے جب پاکیزہ کرنوں کا ورود

جب نظر آتا ہے ہر ذرّہ مثالِ کوہِ طور
تب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کیا ہوں گے حضورؐ

ضَو بداماں صوت میں جب گونجتی ہے برملا
اَلْمُزَّمِّلِ، اَلْمُدَّثِّرِ، اَلْمُبَشِّرِ، کی صدا
اور جب قرآن کی آیات سے اٹھتا ہے نور
تب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کیا ہوں گے حضورؐ

دل کی ہر دھڑکن سے آتی ہے صدائے اَلرَّسُوْل
جب مرے سینے میں کھلتے ہیں ولائے حق کے پھول
جب میری سانسوں کی خوشبو پھیلتی ہے دور دور
تب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کیا ہوں گے حضورؐ

(صہبا اختر)

بیٹی اور پھوپھی کو وصیت

یَا فَاطِمَۃُ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ یَا صَفِیَّۃُ عَمَّۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِعْمَلَا لِمَا عِنْدَ اللّٰہِ اِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔ (طبقات ابن سعد)

"اے رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ۔ اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہؓ خدا کے ہاں کام آنے والے عمل کر لو۔ میں تمہیں خدا کے ہاں بچا نہیں سکتا"

ملاحظہ:۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خون کے رشتوں فاطمہؓ و صفیہؓ کو متنبہ کر دیا۔ کہ وہ صالح اعمال کا ذخیرہ لے کر قیامت کو آئیں۔ اور یہ خیال مت کریں۔ کہ فاطمہؓ کا والد اور صفیہؓ کا بھتیجا۔ اللہ کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم انہیں خدا کی گرفت سے چھڑا لے گا۔ اس انتباہ سے ساری امت کو لرز جانا چاہیئے۔

اور خوف آخرت کے پیش نظر اوامر کے امتثال اور نواہی کے اجتناب پر کاربند ہونا چاہئے۔ ؎

بمنزل کوش مانندِ مہِ نو ۔۔۔ دریں نیلی فضا ہر دم فزوں شو
مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر ۔۔۔ بحق دلبند و راہِ مصطفےٰ رو

(اقبال ؒ)

سات مشکیں پانی بہاؤ! حضورؐ کی طبیعت بہت کمزور اور نڈھال ہوگئی بخار نہایت تیز اور درد سر نہایت سخت تھا۔ درد اور کرب بے حد بڑھ گیا۔ اور حضورؐ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ ہی کے گھر میں تھے۔ بیماری کی حالت میں آپ نے بہت وصیتیں فرمائیں، اور متعدد خطبے دیئے۔

آپ کو ٹائی فائڈ فیور یعنی تپ محرقہ تھا۔ اور شدید درد سر۔ اس بخار میں درجہ حرارت بہت بڑھ جاتا ہے۔ ایک سو چار پانچ تک چلا جاتا ہے، ڈاکٹر حضرات درجہ حرارت کو کم اور ہلکا کرنے کے لئے مریض کے سر پر برف رکھواتے، یا اس کی ٹکور کراتے ہیں۔ تاکہ مریض کو سرسام نہ ہو جائے۔ مشکوٰۃ میں ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے بخار تم سے دوگنا ہوتا ہے۔ تو مطلب یہ ہُوا کہ ٹائی فائڈ فیور میں اگر دوسروں کو ایک سو چار یا پانچ درجہ تک بخار پہنچ جاتا ہے۔ تو حضورؐ کو ضرور ایک سو آٹھ یا دس تک بخار ہوتا ہوگا۔ جسے صرف آپ ہی برداشت کر سکتے تھے۔ اگر کسی اور مریض کو بخار اس درجہ تک پہنچے۔ تو وہ فی الفور مر جائے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خطاب کرنا چاہتے ہیں۔ اور بخار کی شدت کے باعث اٹھ نہیں سکتے۔ بخار کو ہلکا کرنے کی غرض سے ارشاد فرماتے ہیں

هَرِيقُوا عَلَىَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحَلَّلْ أَوْكِيَتُهُنَّ لَعَلِّيٓ أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ۔ "(میری بیبیو!) مجھ پر سات مشکیں پانی

کی بہاؤ۔ جن کے منہ نہ کھلے ہوں۔ تاکہ میں لوگوں کو خطاب کروں۔
ازواج مطہرات فرماتی ہیں۔ ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَیْهِ مِنْ تِلْكَ الْقِرَبِ حَتّٰی طَفِقَ یُشِیْرُ اِلَیْنَا بِیَدِهٖ اَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ۔ پھر ہم نے آپ کے جسم پر اُن مشکوں سے پانی بہانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے ہاتھ مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا۔ اب بس کرو۔ تم میرا حکم بجا لائیں۔"

ثُمَّ خَرَجَ اِلَی النَّاسِ فَصَلّٰی بِهِمْ وَخَطَبَهُمْ۔" پھر آپ گھر سے نکل کر مسجد میں گئے۔ اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اور خطبہ دیا" اور اس میں یہ بھی فرمایا۔ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ اُمَّتِیْ خَلِیْلًا لَّاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ وَّلٰكِنْ اَخِیْ وَصَاحِبِیْ۔" اگر میں کسی کو دوست بنانے والا ہوتا۔ تو اپنی امت سے صرف ابوبکر صدیق رضؓ کو بناتا۔ لیکن (علاوہ اس کے) ابوبکر رضؓ میرے بھائی۔ صحابی اور ساتھی ہیں۔"

اس سے معلوم ہُوا۔ کہ جناب صدیق اکبر رضؓ کا حضورؐ سے بہت گہرا تعلق تھا۔ اسی لئے تو آپ نے اپنی زندگی میں ہی ان کو امام بنا کر ان کے پیچھے نماز بھی ادا فرمائی اور یہ بات ان کی خلافت پر بھی دلالت کرتی ہے۔

قبر پرستی کی لعنت

اور یہ بات بھی یاد رکھیں کہ حضورؐ نے بیماری کی اتنی شدت کی حالت میں یہ بھی بار بار فرمایا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

لَمَّا نَزَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ یَطْرَحُ خَمِیْصَةً لَّهٗ عَلٰی وَجْهِهٖ فَاِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَّجْهِهٖ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ یَقُوْلُ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا

قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا۔ (بخاری شریف)

"جب حضورؐ پر بیماری نازل ہوئی۔ تو آپ نے اپنی سیاہ چادر اپنے چہرے پر ڈالنی شروع کی جب سانس گھٹنے لگتا۔ تو منہ کھول دیتے اسی حالت میں آپ نے فرمایا۔ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں (عبادت گاہیں) بنا لیا اس بیان سے آپ کا مقصود اپنی امت کو اس لعنتی فعل سے خبردار کرنا اور روکنا تھا۔"

قبروں کا کاروبار

مسلمانو! کچھ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا پاس کرو۔ ٹائی فائڈ قبور میں ڈاکٹر کہتے ہیں۔ کہ مریض چارپائی سے نہ اٹھے۔ وہ کروٹ بھی نہ بدلے۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پانی کی مشکیں اپنے بدن مبارک پر ڈلوا کر بخار کو ہلکا کر کے تمہیں وصیتیں کرتے ہیں۔ خطبے سناتے ہیں اور یہ بھی بار بار فرماتے ہیں" قبروں کو مسجدیں یعنی عبادت گاہیں نہ بناؤ"

لیکن تم اتنے سنگ دل بے رحم اور لاپروا ہو۔ کہ حضورؐ کے ارشاد کی طرف کان نہیں دھرتے ہو۔ اور حضورؐ کی مرض الموت کی وصیت کی پروا نہ کرتے ہوئے اور اسے ٹھکراتے ہوئے زور شور سے قبروں کے کاروبار میں لگے ہوئے ہو۔ اور ہر وہ کام قبروں پر کر رہے ہو۔ جس سے حضورؐ نے بہ سختی تمام منع کیا تھا۔ جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں

دیکھو! حضورؐ کی قبر پاک پر (جس پر تمام نبیوں، ولیوں، شہیدوں، کی قبریں قربان ہوں)۔ اول روز سے لے کر آج تک نہ عرس ہوا۔ نہ نذریں نیازیں چڑھیں نہ طواف ہوا۔ نہ سجدہ ہوا۔ نہ روپیہ پیسہ، روٹی، کپڑا، بکرا، چھترا، مرغ، دودھ، انڈے حلوہ، پلاؤ، کی نذر نیاز آئی۔ اور نہ قبر اطہر پر کسی نے رو رو کر حاجت روائی اور مشکل کشائی مانگی۔ لیکن تمہیں ان بزرگوں کی قبروں پر (جو حضورؐ کی قبر اطہر کے

مقابلہ میں لاشے ہیں) دکانداری کرتے ہوئے میلے لگا کر نذروں نیازوں کے ڈھیر اور مال و دولت کے انبار اکٹھے کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ افسوس! ؎

نہ سلیقہ مجھ میں کلیمؑ کا نہ قرینہ تجھ میں خلیلؑ کا
میں ہلاکِ جادوئے سامری تو قتیلِ شیوۂ آذری
میں نوائے سوختہ در گلو تو پریدہ رنگ رمیدہ بو
میں حکایتِ غمِ آرزو تو حدیثِ ماتمِ دلبری (اقبالؔ)

مدینے کے تاجور کا حکم مانو رسولوں کے سردار، مدینے کے تاجور جو حرم کی تیرہ شبی کے چراغِ خانہ تھے، اس چراغِ خانہ کی روشنی کو اپنی خانقاہوں، مقبروں، اور "عشق رسول" کی چار دیواری میں کیوں داخل نہیں ہونے دیتے۔ اس کا پرتو تک کیوں نہیں پڑنے دیتے۔ وہ پیشوائے پیغمبراں، جن کے در کی خاک پر ہفت اقلیم کے بادشاہوں کا غرور جبہ سائی کرے۔ قیصرِ روم کا افتخار جن کی بارگاہ کا گدا ہو۔ جن کے مکتوب گرامی کو ٹھکرانے پر کسریٰ کی بادشاہی کے پرزے اڑ گئے ہوں۔ وہ شہِ بطحا تمہیں حکم دیں۔ لَا یُجَصَّصُ الْقَبْرُ۔ مولویو! پیرو! گدی نشینو! قبروں کو پختہ نہ بناؤ۔ لیکن تم لاکھوں روپے مریدوں سے اکٹھے کرکے آپ کی مخالفت کرتے ہوئے ضرور قبریں پختہ بناتے ہو۔ اتنی پختہ کہ سنگِ مرمر تک لگاتے ہو۔

مسجد نبوی میں جن کے قدموں سے گھر اور منبر کے درمیان کا حصّہ روضۃ من ریاض الجنۃ بن گیا۔ اس بہارِ باغِ طیبہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حکم دیا۔ وَلَا یُبْنٰی عَلَیْہِ "قبروں پر عمارت نہ بناؤ" لیکن سپہرِ دیں کے مہرمبیں کے ارشاد کی روشنی سے آنکھیں چرا کر ان کے حکم کے خلاف تم قبروں پر قبّے بناتے۔ اور اونچے اونچے مینار تعمیر کرتے ہو۔ ذرا سوچو تو۔ کہ صاحبِ مَا زَاغَ الْبَصَرُ کی نافرمانی کرنے

پر تمہارا کیا انجام ہوگا۔ صاحبِ قابَ قوسَین نے اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ عِیْدًا[1] فرما کر تمہیں قبروں پر میلے لگانے اور عرس کرنے سے منع کیا۔ لیکن تم نے سیّدِ مکّی مدنی العربی کے حکم کی پرِکاہ کے برابر پروا نہ کی۔ سلطانِ بطحا کے فرمان کو ٹال کر بڑے زور شور سے قبروں پر عرس کر رہے ہو۔ ؎

فیضِ فطرت نے تجھے دیدۂ شاہیں بخشا!
جس میں رکھ دی ہے غلامی نے نگاہِ خفاش (اقبالؒ)

سرخیلِ قدسیاں کے حکم سے دانستہ نافرمانی

رسولِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں[2] پر لعنت ہو"۔ لیکن آپ کے عرسوں کی رونق اور چہل پہل ہی عورتوں سے ہے۔ افسوس!۔ سرورِ رسولاں کی مخالفت!

حضرت سالارِ فرزندانِ آدم ارشاد فرمائیں۔ قبروں پر سجدے کرنے والوں پر لعنت "۔ لیکن قبروں پر بے شمار مرد اور عورتیں سجدے کرتے ہیں۔ اور آپ اس ملعون فعل کو دیکھتے ہیں۔ سیّد السّادات کے فرمان کا کچھ پاس نہیں؟

سریرِ اوجِ رسالت پر جلوہ گر ذات فرماتے۔ قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت"۔ لیکن آپ نے قبروں کے پختہ ایوانوں میں جھاڑ، فانوس، بجلی کے قمقمے، ٹیوبیں اور شمعیں روشن کر رکھی ہیں۔ سرخیلِ قدسیاں کے حکم سے دانستہ ابا؟ آخر ؎

---

[1] اے اللہ میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔ (مشکوٰۃ)

[2] لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ۔ حضورؐ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی اور قبروں کو مسجد (سجدہ گاہیں) بنانے والوں اور قبروں پر چراغ جلانے والوں کو بھی لعنت کی"۔ (مشکوٰۃ)

زباں بن کر شہیدوں کا لہو اک دن پکارے گا
رہے گی شاخِ آہو پر براتِ عاشقاں کب تک

ہم نے قبروں کے کاروباری اداروں سے متعلق یہ گفتگو ذرا تفصیل سے اس لئے کی ہے، کہ وہ سوچیں۔ اور غور کریں، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی شدت بلکہ غشی کی حالت میں بار بار فرمایا۔ کہ میں اس کام سے تم کو بسختی تمام منع کرتا ہوں۔" پھر قبروں پر میلے لگانے والے اور قبروں کی کمائی کھانے والے اللہ سے ڈریں اور رسولِ رحمت کی وصیت کو اہمیت دیں۔ ؎

نافۂ آہوئے یثرب عطر بیزی می کند
در جہاں بشکست قدر و قیمتِ مُشکِ ختن

تیرے باپ پر اٹل چیز آئی ہے

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں لَمَّا وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ کَرْبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ فَقَالَتْ فَاطِمَۃُ وَاکَرْبَاہُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا کَرْبَ عَلٰی اَبِیْکِ بَعْدَ الْیَوْمِ اِنَّہٗ قَدْ حَضَرَ مِنْ اَبِیْکِ مَا لَیْسَ بِتَارِکٍ مِّنْہُ اَحَدًا الْوَفَاۃُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ط (شمائل ترمذی)

"مرض وفات میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سخت تکلیف برداشت کر رہے تھے۔ تو حضرت فاطمہؓ نے کہا۔ وَاکَرْبَاہُ۔ ہائے ابا کی تکلیف! حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ (فاطمہ!) آج کے دن کے بعد تیرے باپ پر کوئی تکلیف نہیں رہے گی۔ یقیناً تیرے باپ پر آج وہ اٹل چیز اتری ہے (یعنی موت) جو قیامت تک کبھی کسی سے ٹلنے والی نہیں ہے۔"

ملاحظہ:۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:۔

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً وَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝۔ (پ ۱۷ ع ۳)۔

"اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کے لئے ہمیشگی نہیں رکھی۔ ہر ایک جاندار (ایک نہ ایک دن) موت (کا مزا) چکھنے والا ہے اور (لوگو!) ہم تو تم کو بری اور بھلی حالتوں میں (رکھ کر) آزماتے ہیں۔ اور (آخر کار) تم (سب) کو ہماری طرف لوٹ آنا ہے:

بے شک کسی بشر کے لئے دوام اور ہمیشگی نہیں۔ جو پیدا ہوا۔ ناچار اسے تلخابہ اجل پینا پڑا۔ فانی دنیا سے کوچ کرنا پڑا۔ غالبؔ مرحوم نے کیسے اچھوتے انداز میں انسان کے موت کی آغوش میں جانے کا منظر پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ؎

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

انسان ایک نقش ہے۔ صورت ہے تصویر ہے۔ اگرچہ یہ نقش اور تصویر بہت ہی خوب صورت ہے۔ تقویم احسن ہے۔ لیکن اس کے نقاش اور مصور نے اسے شوخی بے باکی اور لاپرواہی سے تخلیق کیا ہے۔ پس شوخیٔ تحریر پر یہ نقش فریاد کرتا ہے اور وہ شوخیٔ تحریر یہ ہے۔ کہ بنا کے اسے پری پیکر، لباس اس کو کاغذی پہنایا ہے۔ فانی جسم دے کر دارِ فنا میں بھیج دیا ہے۔ جہاں یہ مصروفِ آہ و بکا ہے۔ اپنی بے ثباتی پر فریاد کرتا ہے۔ حضرت غالبؔ ہی فرماتے ہیں۔ ؎

تھا زندگی میں موت کا کھٹکا لگا ہوا
اڑنے سے پیشتر ہی میرا رنگ زرد تھا

یعنی زندگی میں ہر وقت موت کا ڈر، اندیشہ اور خوف لگا رہا۔ کہ وہ آج یا کل آکر

گریبان حیات چاک کردے گی۔ اس لئے اڑنے سے پیشتر یعنی مرنے سے پہلے ہی میرا رنگ زرد تھا۔

غور کریں۔ کہ جب متاع دین و دنیا ساری آدم کی اولاد کے سردار، تمام نبیوں، اور رسولوں کے سرتاج، خلاصہ موجودات۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تلخابہ اجل نوش فرمایا۔ آپ کو بھی موت سے مفر نہ ملا۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ کے فرمانِ الٰہی کے مطابق روح پاک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ خواجہ دو سرا ملا اعلےٰ کو تشریف لے گئے۔ کروڑوں درود و سلام روح پاک پر۔ واصل باللہ ہو گئے۔ تو اور کون موت کے چنگل سے بچ سکتا ہے۔ ؎

زندگی کیا ہے فقط چند نفس کی مستی
جلد ہی خاک کی آغوش میں سوجانا ہے

آپ کو واصل الی الرحمت ہونے کی خبر مل چکی تھی۔ اس لئے دسویں ذی الحجہ بقرہ عید کے دن اپنی راحلہ پر سوار ہو کر جب شیطان کو کنکریاں مار رہے تھے ارشاد فرمایا:۔

لِتَاْخُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَاِنِّیْ لَا اَدْرِیْ لَعَلِّیْ لَا اَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِیْ هٰذِهٖ۔

مسلمانو! مجھ سے دین کے احکام، مسائل حج سیکھ لو۔ مجھے معلوم نہیں۔ شاید میں اپنے اس حج کے بعد اور دوسرا حج نہ کروں۔" (مسلم شریف)

جب آپ مزدلفہ سے صبح کے وقت روانہ ہوئے۔ تو فرمایا عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ۔ آرام اور سکون سے چلو۔ (دوڑو نہ)

وادی محسر میں، گنبد نیلی رواق پر جانے والے رسولؐ نے فرمایا:۔

لَعَلِّیْ لَا اَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا۔ "شاید اس سال کے بعد میں تمہیں نہ دیکھ سکوں۔" (مشکوٰۃ)

وفات سے پانچ روز قبل کی وصیتیں

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عَهِدِي بِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِخَمْسِ لَيَالٍ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ اِلَّا وَلَهُ خَلِيْلٌ مِّنْ اُمَّتِهٖ وَاِنَّ خَلِيْلِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ وَاِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلًا اَلَا وَاِنَّ الْاُمَمَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ وَاِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذَالِكَ۔ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَاُغْمِيَ عَلَيْهِ هُنَيَّةً ثُمَّ قَالَ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اَشْبِعُوْا بُطُوْنَهُمْ وَاكْسُوْا ظُهُوْرَهُمْ وَاَلِيْنُوا الْقَوْلَ لَهُمْ ط (طبرانی شریف)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ وفات سے پانچ روز پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک خطبہ سنایا۔ (جس میں تین وصیتیں فرمائیں فرمایا۔ ہر نبی کے لئے اس کی امت میں ایک خلیل ہوتا تھا، (سنو) میرے خلیل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ابن ابو قحافہ ہیں۔ اور تمہارے ساتھی اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔

دوسری وصیت یہ کہ پہلی امتیں اس لئے ملعون ہو گئیں۔ کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں (عبادت گاہیں) بنا لیا۔ میں بسختی تمام تم کو اس کام۔ (قبر پرستی) سے منع کرتا ہوں۔ (چونکہ آپ کو بذریعہ وحی معلوم ہو چکا تھا۔ کہ اُمت باوجود منع کرنے کے قبر پرستی سے باز نہیں آئے گی۔ اس لئے خدا کے ہاں اپنی برأت کرتے ہوئے کہتے ہیں) الٰہی گواہ رہ! میں انہیں پہنچا چکا۔ الٰہی گواہ رہ! میں ان کو سنا چکا۔ الٰہی گواہ رہ۔ کہ میں نے (انہیں قبر پرستی سے باز رہنے کی) تبلیغ کر دی۔ پھر آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ (جب ہوش آیا۔ تو)۔

تیسری وصیت فرمائی۔ (سنو) میں تم کو تمہارے غلاموں، لونڈیوں نوکروں، چاکروں، ماتحتوں، بیوی بچوں کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ اور اس بات میں اللہ کو بیچ میں ڈال کر تم کو حکم دیتا ہوں۔ کہ ان کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ان پر ظلم نہ کرنا انہیں پیٹ بھر کر کھانے کو دینا۔ تن ڈھانپنے کو کپڑا دینا۔ ان سے بدخلقی اور سختی سے پیش نہ آنا۔ بلکہ نرم کلامی، خوش اخلاقی، اور شیریں سخنی سے برتاؤ کرنا۔

اپنا حق مجھ سے لے لو

حضرت فضل بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (بیماری کی حالت میں) تشریف لائے۔ اور میں آگے بڑھا۔ دیکھا تو بخار چڑھا ہوا ہے۔ اور سر پر (درد سر کی وجہ سے) پٹی بندھی ہوئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ لوگوں میں منادی کر دو۔ کہ تمام آجائیں۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے۔ تو آپ نے اما بعد کہہ کر ارشاد فرمایا:۔

لوگو! میں تمہارے روبرو اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی (قولی۔ بدنی۔ مالی) عبادت کے لائق نہیں ہے۔ (سنو) اجل قریب ہے، ڈر ہے کہ تم میں سے کسی کا کوئی حق میرے ذمہ باقی نہ رہ جائے۔ میں اعلان کرتا ہوں۔ کہ اگر میں نے کسی کو کوئی جسمانی تکلیف پہنچائی ہو۔ تو وہ اٹھ کر مجھ سے جسمانی بدلہ لے لے۔ تم کو معلوم ہے۔ کہ میری طبیعت میں بخل، کینہ، اور دشمنی نہیں ہے، اور نہ یہ باتیں میرے لائق ہیں۔ (پس) کوئی شخص اپنا حق مجھ پر باقی نہ رکھے۔ اور اس بات سے نہ ڈرے۔ کہ (اس کا حق مانگنا) مجھ پر گراں گزرے گا۔ تم میں میرا محبوب وہ ہے جو آج صاف کہہ دے۔ کہ میرا آپ پر یہ حق ہے۔ اور پھر وہ مجھ سے وصول کرلے، یا معاف کر دے۔ تاکہ میں (حقوق العباد کے مسئلہ میں) پاک صاف ہو کر اللہ سے ملوں (ساری

مجلس میں سے کوئی نہ اٹھا)۔ آپ نے فرمایا۔ ایک دو مرتبہ کہنے سے کام نہیں بنے گا۔ مجھے بار بار کہنا پڑے گا۔ پھر آپ منبر سے اترے۔ اور نماز ظہر ادا فرمائی۔

(طبقات ابن سعد)

حضورؐ نماز کے بعد پھر منبر پر جلوہ بار ہوئے۔ اور اپنی بات کا اعادہ فرمایا۔ کہ اگر کسی کا حق میرے ذمہ ہے۔ تو لے لو۔ اس پر ایک شخص کھڑا ہوا۔ کہنے لگا۔ میرے تین درہم آپ پر ہیں۔ (آپ نے مجھ سے ایک سائل کو دلوائے تھے۔ میں نے نہیں مانگے۔ اور شاید آپ کو بھی یاد نہ رہے) حضورؐ نے فرمایا۔ اَعْطِهٖ یَا فَضْلُ۔ فضل اسے تین درہم دے دو۔ فضل نے دے دیئے۔

خیانت شدہ مال ادا کرو

اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا۔ لوگو! جس کے پاس خیانت شدہ مال میں سے کچھ باقی ہو۔ وہ ادا کر دے۔ کہ دنیا کی رسوائی سے آخرت کی رسوائی بری ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ میں نے خدائی مال سے تین درہم خیانت کئے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ لِمَ غَلَلْتَهَا۔ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اس نے عرض کیا۔ میں محتاج تھا۔ میرے پاس کچھ نہ تھا۔ مجبورًا ایسا کیا) آپ نے فرمایا۔ خُذْهَا مِنْهُ یَا فَضْلُ۔ فضل اس سے تین درہم لے لو۔ (طبقات ابن سعد)

دین کی تکمیل کتاب و سنت پر ہوئی

حجۃ الوداع میں آپ نے فرمایا۔ لوگو! مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو۔ شاید میں اس حج کے بعد اور دوسرا حج نہ کر سکوں۔ معلوم ہوا۔ کہ حضورؐ کو وفات کی اطلاع مل چکی تھی۔ اس لئے حجۃ الوداع میں ڈیڑھ لاکھ کے قریب صحابہؓ کو فرمایا۔ (اور قیامت تک کے مسلمانوں کو بھی سنایا۔ مسئلہ بتایا)۔

قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهٗ اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ کِتَابَ

اللّٰہِ وَ اَنْتُمْ تُسْئَلُوْنَ عَنِّیْ فَمَآ اَنْتُمْ قَآئِلُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ وَاَدَّیْتَ وَ نَصَحْتَ فَقَالَ بِاِصْبَعِہِ السَّبَّابَۃِ یَرْفَعُھَا اِلَی السَّمَآءِ وَیَنْکُتُھَا اِلَی النَّاسِ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ ۔ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ ۔

(لوگو!) میں جارہا ہوں ۔ اور تم میں (اپنے قائم مقام) ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں ۔ کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھام رکھو گے ۔ تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے ۔ اور وہ چیز اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے ۔ (قیامت کے روز) تم میرے بارے میں پوچھے جاؤ گے ۔ بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا ۔ کہ ہم گواہی دیتے ہیں ۔ کہ آپ نے دین کی تبلیغ کر دی ۔ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا ۔ آپ نے امت کی پوری پوری خیر خواہی کی ۔ پھر حضورؐ نے تین مرتبہ اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور تین مرتبہ اسے لوگوں کی طرف جھکایا ۔ اور زبان مبارک سے کہا الٰہی گواہ رہ !

مُلاحظہ :۔ یہ جو فرمایا ۔ کہ میں تم میں کتاب اللہ چھوڑے جارہا ہوں ۔ واضح ہو کہ کتاب اللہ کے ساتھ حدیث لازم ملزوم ہے ۔ کیونکہ قرآن مجید پر بغیر حدیث کے عمل نہیں ہو سکتا ۔ حدیث سے ہی قرآن کی عملی راہ متعین ہوتی ہے ۔ تو قرآن کی طرح حدیث بھی وحی ہے ۔ حدیث وحی خفی ہے ۔ اور قرآن وحی جلی ہے ۔ دونوں وحیوں سے دین کی تکمیل ہے ۔ اس جگہ اختصار کے طور پر آپ نے قرآن کا نام لیا ہے، اور حدیث کا ذکر نہیں کیا ۔ کیونکہ وہ پہلے ہی جانی بوجھی چیز ہے ۔ ایک اور جگہ آپ نے دونوں کا ذکر کیا ہے ۔ ملاحظہ ہو :۔

عَنْ مَالِکِ ابْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ ط (موطا امام مالک)

فرمایا حضورؐ نے۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ جب تک تم ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب۔ دوسری اس کے رسول کی سنت"

پس دین اسلام عبارت ہے کتاب و سنت سے تیسری کوئی چیز دین نہیں ہے حجت نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ائمہ کے بلادلیل قیاسوں، رایوں، اور قولوں کو داخل دین کرتا ہے۔ اور حجت سمجھتا ہے۔ تو وہ رسول اللہ کے چھوڑے ہوئے دین کو ناقص بتاتا ہے۔ کامل نہیں سمجھتا۔

مقلد بھائیوں کی خدمت میں ہم بڑی خیرخواہی اور ہمدردی سے عرض کرتے ہیں کہ اصول فقہ کی کتابوں میں تقلید کی تعریف ہے۔ اَخْذُ قَوْلِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ مَعْرِفَةِ دَلِيلِهِ۔ غیر نبی کے قول کو بغیر دلیل جانے (دین) قبول کرنا"

یہ تو ظاہر ہے۔ کہ پیغمبرؐ کی طرح ائمہ معصوم نہیں ہیں۔ جب معصوم نہیں ان کو وحی کنٹرول نہیں کرتی۔ تو خطا کا ضرور امکان ہوا۔

جب خطا کا امکان ہے۔ تو پھر ان کے بلادلیل قولوں اور قیاسوں کو اس شرط پر ماننا چاہیئے کہ وہ حدیث کے مطابق ہوں۔ اگر حدیث کے مطابق ہونے کی شرط کے بغیر مانیں گے۔ تو آپ ان ائمہ کو رسالت محمدیہ میں شریک کریں گے۔ خطا کا امکان رکھنے والی غیر معصوم ہستیوں کی باتوں کو کتاب و سنت کی روشنی میں قبول کرنا چاہیئے۔ اگر حدیث کے نور میں وہ قائم ہو کر ثابت ہوں۔ تو سر آنکھوں پر۔ اور اگر حدیث کی شوٹنگ لائٹ میں مٹ جائیں۔ تو زبان پر ان کا نام نہ لائیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔

اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔ بھائیو! کیا آپ ان دو چیزوں کو کافی نہیں سمجھتے؟ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ۔ اِن سلف صالحین کے پاس صرف یہ دو چیزیں ہی تھیں، وہ صرف ان دو چیزوں پر عمل کر کے نجات پا گئے، اور امت نے ان کو سلف صالحین کہا۔ پھر آپ کیوں ان دو چیزوں کے سوا تیسری چیز کے لئے سخت پیاسے ہیں۔ کیا کتاب و سنت کے چشمۂ ھدیٰ سے آپ کی پیاس نہیں بجھی؟۔ قرآن اور حدیث کے کوثر کا آبِ حیات پینے کے بعد کسی اور پانی کی طلب؟؟

یاد رکھو۔ وہ صرف ایک ہی زبان ہے جس سے وحی نکلتی ہے۔ اور وہ ہے زبان محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ ؎

بھٹک سکتا نہیں کوئی تمہاری پیروی کر کے
کہ جو نقشِ قدم ہے وہ چراغِ راہِ ایماں ہے

کیا شان ہے صاحب اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحیٰ ۔ کی ؎

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا
اس کی دولت ہے فقط نقشِ کفِ پا تیرا
کچھ نہیں سوجھتا جب پیاس کی شدت سے مجھے
چھلک اٹھتا ہے مری روح میں مینا تیرا
تہ بہ تہ تیرگیاں ذہن پہ جب ٹوٹتی ہیں
نور ہو جاتا ہے کچھ اور ہویدا تیرا
تو بشر بھی ہے، مگر فخرِ بشر بھی تو ہے!
مجھ کو تو یاد ہے بس اتنا سراپا تیرا
وہ اندھیروں سے بھی دّرانہ گزر جاتے ہیں
جن کے ماتھے پہ چمکتا ہے ستارا تیرا

ندیاں بن کے پہاڑوں میں تو سب گھومتے ہیں
ریگزاروں میں بھی بہتا رہا دریا تیرا
شرق اور غرب میں بکھرے ہوئے گلزاروں کو
نکہتیں بانٹتا ہے آج بھی صحرا تیرا
تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا (احمد ندیم قاسمی)
صلے اللہ علیہ وسلم

میں آخری نبی ہوں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن (مرض الموت میں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری مجلس میں تشریف لائے۔ لیکن ایسے کہ جیسے کوئی رخصت کرنے والا ہوتا ہے۔ فرمایا۔ میں نبی امّی ہوں۔ میں نبی امّی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی ہے ہی نہیں۔ مجھے اللہ نے کلموں کے ابتدائی حصے۔ آخری حصے، اور جامع حصے عطا فرمائے ہیں۔ جن کے الفاظ کم اور معنے زیادہ سے زیادہ ہوں۔ اللہ نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ دوزخ کے داروغے کتنے ہیں۔ اور حاملین عرش کتنے ہیں مجھ سے میری امت پہچوائی گئی۔ اور میں نے اسے پہچان لیا۔ (یاد رکھو)۔ جب تک میں تم میں موجود ہوں۔ میری باتیں سنو۔ اور ان پر عمل کرو۔ جب میں یہاں سے کوچ کر جاؤں۔ تو کتاب اللہ کو مضبوط تھامے رہنا۔ (کتاب اللہ کے مفہوم میں حضورؐ کا عمل بالکتاب یعنی سنت شامل ہے) اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھنا۔ (مسند احمد)

معلوم ہوا۔ حرام حلال، جائز ناجائز۔ امر۔ نہی۔ امور ثواب دارین سب کچھ کتاب وسنت میں آگیا ہے۔ امت میں سے کسی کو حق نہیں۔ کہ وہ اپنی مرضی

سے ثواب دارین کے کام وضع کرے۔ اور لوگوں کو ان کی طرف بلائے، کتاب و سنت سے دین کی تکمیل ہو چکی ہے۔ اور اس تکمیل نے تمام امت کے منہ پر مہر لگا دی ہے۔ اور مہر بلب امت پر مسئلہ سازی حرام ہے۔

پیالہ میں بار بار ہاتھ ڈالنے

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں۔ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَہٗ قَدَحٌ فِیْہِ مَاءٌ وَھُوَ یُدْخِلُ یَدَہٗ فِی الْقَدَحِ ثُمَّ یَمْسَحُ وَجْھَہٗ بِالْمَاءِ ثُمَّ یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ۔ (شمائل ترمذی)

"وفات کے وقت حضورؐ کے قریب ایک پیالہ رکھا ہوا تھا۔ جس میں پانی تھا۔ آپ اس میں بار بار ہاتھ ڈالتے اور چہرے مبارک پر پھیرتے تھے اور (شدت گھبراہٹ کے وقت) کہتے۔ اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما!"

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں۔ کُنْتُ مُسْنِدَۃَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی صَدْرِیْ۔ وفات کے وقت حضورؐ میرے سینے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اسی اثنا میں پیشاب کے لیے طشت منگوایا۔ ثُمَّ بَالَ پھر پیشاب سے فارغ ہوئے۔ فَمَاتَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ پھر (میرے سینے کے ساتھ لگے لگے ہی) آپ کا وصال ہوگیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف کہتے ہیں۔

تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَ دُفِنَ یَوْمَ الثُّلٰثَاءِ۔ (شمائل ترمذی)

"حضورؐ کی وفات سوموار کو ہوئی۔ اور منگل کو دفن کئے گئے"

یعنی منگل بدھ کی درمیانی رات میں سرورِ رسولاں صلے اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:-

اَنَّ اَبَابَکْرٍ دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ بَعْدَ وَفَاتِہٖ فَوَضَعَ فَمَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَ وَضَعَ یَدَیْہِ عَلٰی سَاعِدَیْہِ وَ قَالَ وَا نَبِیَّاہُ وَاصَفِیَّاہُ وَاخَلِیْلَاہُ۔ (شمائل ترمذی)

"حضورؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تشریف لائے۔ آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور آپ کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ہائے نبیؐ! ہائے صفیؐ۔ ہائے خلیلؐ۔

نوٹ:- ہائے کا لفظ نوحہ نہیں۔ عرب میں یہ لفظ افسوس کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

تاجدارِ مُرسلاں کے آخری الفاظ

بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ کہ حضورؐ کے روبرو ایک باسن تھا۔ کہ اس میں پانی تھا۔ آپ اس میں دونوں ہاتھ داخل کرتے۔ اور ان کو چہرہ مبارک پر پھیرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٌ ـ لا الٰہ الا اللہ۔ تحقیق واسطے موت کے سختیاں ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ثُمَّ نَصَبَ یَدَہٗ فَجَعَلَ یَقُوْلُ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی پھر اٹھایا حضورؐ نے ہاتھ اپنا (طرف آسمان کے اشارہ کرتے ہوئے) پھر شروع کیا کہتے تھے۔ شامل کر مجھ کو رفیق اعلیٰ میں۔ حَتّٰی قُبِضَ وَ مَالَتْ یَدُہٗ۔ یہاں تک کہ روح پاک قبض کی گئی۔ اور جھک گیا نیچے گر پڑا ہاتھ آپ کا۔"

مُلاحظہ:- رفیق اعلیٰ سے مراد انبیاء ہیں۔ جو اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں۔ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا۔" اور اچھے ہیں یہ رفیق" رفیق اسم جنس ہے ایک پر

بھی اور بہت پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یا مراد ملا ر اعلےٰ اور آسمان کے فرشتے مراد ہیں۔ اور رفیق اعلےٰ سے حضرت رب العزت بھی مراد ہو سکتی ہے۔ کیونکہ رفیق اعلےٰ کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی آیا ہے۔ مشکوٰۃ باب وفات النبی میں ہے۔ کہ مرض الموت میں جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے اور اختیار دیتا ہے۔ آپ کو دنیا میں رہنے کا اور آخرت میں آنے کا۔ آپ نے فرمایا۔ اِخْتَرْتُ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی۔ میں نے رفیق اعلیٰ کو اختیار کیا۔

یہی بات حضورؐ نے دم آخری فرمائی۔ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔ رفیق اعلیٰ کے پاس آنا چاہتا ہوں۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

ملک الموت نے اجازت مانگی

دلائل النبوت للبیہقی میں ہے۔ کہ مرض الموت میں جبریل علیہ السلام آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا۔ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ نے بھیجا ہے مجھے آپ کی طرف واسطے آپ کی تکریم اور تعظیم کے۔ خَاصَۃً لَّکَ۔ درحالیکہ یہ تعظیم و تکریم مخصوص آپ کے لئے ہی ہے۔ پوچھتا ہے اللہ تعالیٰ آپ سے وہ چیز جسے وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے۔ کیونکہ وہ قریب تر ہے حبل ورید سے۔ فرماتا ہے اللہ۔ کَیْفَ تَجِدُکَ۔ کس طرح پاتے ہیں آپ اپنے تئیں؟ آپ نے فرمایا۔ اَجِدُنِیْ یَاجِبْرِیْلُ مَغْمُوْمًا وَاَجِدُنِیْ یَاجِبْرِیْلُ مَکْرُوْبًا۔ اے جبریل پاتا ہوں میں اپنے تئیں غمگین۔ اے جبریل پاتا ہوں میں اپنے تئیں اندوہگین۔ (یہ غم اور کرب حضورؐ کو اپنی امت کا تھا۔ کہ میرے بعد شاید اس کا کیا حال ہوگا)۔

پھر آئے جبریلؑ حضورؐ کے پاس دوسرے دن۔ اور وہی کہا۔ جو پہلے دن کہا تھا۔ حضورؐ نے وہی جواب دیا۔ جو پہلے دن دیا تھا۔ پھر آئے جبریلؑ حضورؐ کے پاس تیسرے دن۔ اور وہی کہا۔ جو پہلے دن کہا تھا۔ حضورؐ نے وہی جواب دیا۔ جو پہلے دن دیا تھا

اور آیا جبرئیلؑ کے ساتھ ایک فرشتہ کہ کہا جاتا ہے اس کو اسماعیل جو حاکم ہے۔ لاکھ فرشتوں پر۔ اور ہر فرشتہ ان میں سے امیر ہے لاکھ لاکھ فرشتوں پر (یعنی تینوں دن جبرئیل اور اسماعیل حضورؐ کی عیادت کو آئے) پھر آیا جبرئیل (چوتھے دن) مع ایک فرشتہ کے، اور کہنے لگا۔ حضورؐ! یہ ملک الموت ہے۔ اجازت مانگتا ہے آپ کے پاس آنے کی۔ نہیں اجازت مانگی اس نے کسی آدمی سے پہلے آپ کے، اور نہ اجازت مانگے گا کسی آدمی سے بعد آپ کے۔ (یہ شرافت اور کرامت صرف آپ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ کہ آپ سے اجازت مانگتا ہے۔ ورنہ ہر شخص کے پاس بے تحاشہ آجاتا ہے۔ اور جان قبض کر لیتا ہے)

حضورؐ نے فرمایا۔ اذن دو اس کو آنے کا۔ جبرئیل نے اذن دیا۔ پس آیا ملک الموت اور سلام کیا حضورؐ کو۔ (آپ نے جواب دیا)۔ پھر کہا ملک الموت نے۔ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مجھے اللہ تعالے نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو آپ کی روح قبض کروں۔ اور اگر فرمائیں مجھ کو کہ چھوڑ دوں میں روح آپ کی۔ تو چھوڑ دوں (یعنی قبض نہ کروں)، آپ نے فرمایا۔ کیا کرے گا تو جو کچھ حکم کروں میں تجھ کو؟ — ملک الموت نے کہا۔ ہاں۔ (جو کچھ آپ کہیں وہی کروں گا) اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کی اطاعت کروں۔

پھر حضورؐ نے جبرئیلؑ کی طرف دیکھا۔ (مشورہ چاہنے کے لئے) کہا جبرئیلؑ نے اے محمدؐ! اِنَّ اللّٰہَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ۔ اللہ تعالیٰ آپ سے ملنے کا مشتاق ہے۔ پھر حضورؐ نے ملک الموت سے فرمایا۔ بجا لا تو اس چیز کو کہ حکم کیا گیا ہے تو ساتھ اس کے فَقَبَضَ رُوْحَهٗ۔ پس قبض کی روح ملک الموت نے حضورؐ کی۔ صَلَّے اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی)

خلافت ابوبکرؓ برحق ہے

حضرت عائشہ صدیقہؓ کو شدید درد سر تھا۔

انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس (بیٹھے ہوئے) کہا۔ وَارَاْسَاہُ ہائے میرا سر دکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ذَالِكِ لَوْ كَانَ وَاَنَا حَیٌّ۔ وہ یعنی موت تیری اگر واقع ہو اس حال میں۔ کہ میں زندہ ہوں۔ (یعنی درد سر تیرا اگر شدت اختیار کرلے۔ اور بالفرض اگر تو میری زندگی میں مرجائے) تو (میں تجھے غسل دوں تجھے کفناؤں تجھ پر نماز جنازہ پڑھوں۔ اور تجھے دفن کروں) پس بخشش مانگوں میں تیرے لئے۔ اور دعا کروں میں واسطے تیرے۔ پس کہا حضرت عائشہ رضؓ نے سخت ہے مصیبت میرے لئے۔ قسم ہے خدا کی میں گمان کرتی ہوں تم کو کہ چاہتے ہو تم مرنا میرا (یہ حضرت عائشہ رضؓ نے از راہِ ناز کہا) پس اگر واقع ہو مرنا میرا۔ البتہ ہوگے تم آخر اسی دن میں صحبت کرنے والے ساتھ کسی کے اپنی بیویوں میں سے۔ (یعنی اگر میں مرجاؤں گی اور تم زندہ رہو گے۔ تو مجھے بھول جاؤ گے۔ اور دوسری بیویوں کے ساتھ مشغول ہوجاؤ گے)۔ پس فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ چھوڑ اے عائشہؓ۔ ذکر اپنے درد سر کا اور اپنی موت کے یاد کرنے کا۔ اور مشغول ہو میرے درد سر میں اور میری موت کے ذکر میں (کہ میں اس جہان سے جاتا ہوں اور تو میرے بعد بہت عرصہ زندہ رہے گی)۔

پھر حضورؐ نے اپنی موت کے ذکر کے ضمن میں خلافت ابوبکرؓ کا خیال کیا اور فرمایا البتہ قصد کیا تھا میں نے (اے عائشہؓ) کہ بھیجوں میں کسی کو ابوبکر اور اس کے بیٹے کی طرف اور وصیت کروں ابوبکر کو (یعنی اپنی خلافت کی اور ولیعہد اپنا کروں اس کو) تاکہ نہ کہیں کہنے والے۔ (کہ وصیت نہ کی حضورؐ نے ابوبکرؓ کی خلافت کی) یا آرزو کریں آرزو کرنے والے (غیر ابوبکر کی خلافت کی) ثُمَّ قُلْتُ يَاْبَى اللّٰهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (حضورؐ فرماتے ہیں) پھر کہا میں نے۔ انکار کرے گا اللہ تعالے غیر ابوبکرؓ کی خلافت کا اور دفع کریں گے مسلمان غیر خلافت ابوبکرؓ کو۔ (بخاری شریف)

سلہ مشکوٰۃ باب وفات النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ:- حضورؐ نے ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰنؓ کو بلا کر خلافت کی وصیت کرنا ضروری نہ جانا۔ کیونکہ حضورؐ کی زندگی میں حضرت ابوبکرؓ کا امام بن کر لوگوں کو نمازیں پڑھانا صریح دلیل ہے ان کی خلافت کی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ غیر ابوبکرؓ کی خلافت کا انکار کرے گا۔ ابوبکرؓ کے سوا کسی کو خلیفہ نہ بنائے گا۔ اور سب مسلمان بھی ابوبکرؓ کی خلافت کے سوا کسی اور کی خلافت کو مسترد اور دفع کر دیں گے۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت سو فیصد حق ہے۔ اور ان کی خلافت کا منکر کافر ہے۔ کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مقرر کردہ خلافت کا انکار کرتا ہے۔ نیز وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یعنی اَلْمُؤْمِنِیْنَ (صحابہؓ) کے خلاف اور راہ (انکار خلافت ابوبکرؓ) اختیار کرتا ہے۔ وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ ط وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ہ

سرخیل مرسلاں، تاجدار نبیاں، مخدوم سرشیاں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے امت کو آخری حکم یہ دیا۔ اَلصَّلٰوۃَ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ــــ نمازوں کی حفاظت کرنا۔ اور اپنے ماتحتوں (عورتوں، نوکروں، غلاموں) کا خاص خیال رکھنا۔ اور سب سے آخری کلمہ یہ تھا۔ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی ط (طبقات ابن سعد)

لہ حضرت عبداللہ بن زمعہ بن الاسود رضؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں حضورؐ کی آخری بیماری میں عیادت کے لئے حاضر ہوا۔ بلالؓ نے آکر حضورؐ کو نماز کے وقت کی اطلاع دی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ جاؤ لوگوں سے کہدو کہ نماز پڑھ لیں۔ میں نے مسجد میں دیکھا تو ابوبکرؓ نظر نہ آئے۔ حضرت عمرؓ موجود تھے۔ میں نے ان کو نماز پڑھانے کو کہا۔ میری آواز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سن لی۔ حجرے سے سر باہر نکال کر فرمایا۔ اَیْنَ ابْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ اَیْنَ ابْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ۔ لَا۔ لَا۔ لَا لِیُصَلِّ بِھِمْ ابْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ۔ نہیں۔ یوں نہیں۔ اس طرح نہیں۔ لوگوں کو نماز ابوبکر بن ابو قحافہ ہی پڑھائیں۔ (طبقات ابن سعد)

نوٹ:- خلافت ابوبکرؓ کا برحق اور واضح ہونا دوپہر کے سورج کی طرح روشن ہوا۔

نمازِ جنازہ کے متعلق ارشادات

کُل سرسبدِ دودۂ بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ تپ محرقہ اور دردِ سر نے رحمت عالم ؐ کو سخت بے چین اور بے کل کر دیا۔ ام المؤمنین حضرت صدیقہ طیبہ طاہرہ کا گھر شمع نبوت کے پروانوں سے بھر گیا۔ صحابہ کی آنکھوں سے خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ رنج و الم اور اندوہ و ملال کی کالی گھٹائیں مدینے پر چھا گئیں سارا شہر تاریکی میں ڈوب گیا۔ اور مسلمانوں پر ہمّ و غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ سب سمجھ رہے تھے۔ کہ سرورِ کون و مکاں، تاجدارِ مرسلاں، ختم نبیاں، رحمتِ عالمیاں صلے اللہ علیہ وسلم اب ہم سے جلد رخصت ہونے والے ہیں۔

حضورؐ کی تجہیز، تکفین اور تدفین کے متعلق بعض باتیں ایسی تھیں جن کا دریافت کرنا ضروری تھا۔ اور وہ باتیں حضورؐ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا تھا۔ اس لئے دل کڑا کر کے صحابہؓ نے دریافت کیا۔

حضورؐ کیا اب آپ ہم سے رخصت ہو جائیں گے ؟

آپ نے فرمایا:- دَنَا الْفِرَاقُ ط وَ الْمُنْقَلَبُ اِلَی اللّٰہِ ط وَ اِلٰی جَنَّۃِ الْمَاْوٰی ط

"جدائی کا وقت نزدیک آ گیا۔ اور لوٹنا ہے اللہ کی طرف۔ اور جنت الماویٰ کی طرف!"

صحابہؓ:- حضورؐ آپ کو غسل کون دے ؟

رحمت عالمؐ:- رِجَالٌ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ۔ اَلْاَدْنٰی۔ فَالْاَدْنٰی۔

"میرے گھر والے۔ قریبی۔ پھر قریبی!"

صحابہؓ:- آپ کو کفن میں کیا دیا جائے ؟

رحمت عالمؐ:- فِیْ ثِیَابِیْ هٰذِهٖ وَاِنْ شِئْتُمْ فِیْ ثِیَابِ مِصْرَ اَوْ حُلَّةٍ یَمَنِیَّةٍ ــ "میرے ان ہی کپڑوں میں۔ اور اگر تم چاہو۔ تو مصری یا یمنی حلہ میں۔

صحابہؓ:- آپ پر نماز کون پڑھائے؟

رحمت عالمؐ:- اِذَا اَنْتُمْ غَسَلْتُمُوْنِیْ وَكَفَّنْتُمُوْنِیْ فَضَعُوْنِیْ عَلٰی سَرِیْرِیْ هٰذَا عَلٰی شَفِیْرِ قَبْرِیْ ثُمَّ اخْرُجُوْا عَنِّیْ سَاعَةً ط فَاِنَّ اَوَّلَ مَنْ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ جِبْرِیْلُ ثُمَّ مِیْكَائِیْلُ ثُمَّ اِسْرَافِیْلُ ثُمَّ مَلَكُ الْمَوْتِ وَمَعَهٗ جُنُوْدٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ ط ثُمَّ ادْخُلُوْا عَلَیَّ اَفْوَاجًا اَفْوَاجًا ط فَصَلُّوْا عَلَیَّ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ط وَلْیَبْدَاْ بِالصَّلٰوةِ عَلَیَّ رِجَالٌ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِیْ ثُمَّ نِسَآؤُهُمْ ثُمَّ اَنْتُمْ ط

"جب تم مجھے غسل دے کر کفن پہنا لو۔ پھر مجھے میری اسی چارپائی پر رکھ، چارپائی کو قبر کے کنارے رکھ کر، کچھ دیر کے لئے سب باہر نکل جانا۔ سب سے پہلے حضرت جبریل علیہ السلام مجھ پر نماز پڑھیں گے۔ پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر ملک الموت، اور ان کے ساتھ فرشتوں کے لشکر نماز پڑھیں گے۔ پھر میرے اہل بیت کے مرد آئیں۔ پھر عورتیں، پھر تم آنا۔ اور درود و سلام پڑھتا رہی حضورؐ کی نماز جنازہ تھی بغیر امام کے)۔

صحابہؓ:- حضورؐ! آپ کو قبر میں کون اتارے؟

رحمت عالمؐ:- اَهْلِیْ مَعَ مَلٰٓئِكَةٍ كَثِیْرِیْنَ یَرَوْنَكُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ــ میرے اہل بیت مجھے غسل دیں۔ اور

ان کے ساتھ خدا کی رحمت کے بے شمار فرشتے ہوں گے جو تمہیں دیکھتے ہوں گے۔ لیکن تم انہیں نہ دیکھ سکو گے۔

رحمت عالم نے اُمت کو سلام پہنچایا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری بیماری میں جہاں اور بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ لازوال خطبے دیئے، زبان اقدس نے نورانی موتی بکھیرے وہاں جناب رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں قیامت تک کے تابعداروں مومنوں موحدوں کو سلام فرمایا۔ درود شریف پڑھ کر آپ کے الفاظ ذیل پڑھیں:-

اِقْرَؤُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ غَابَ مِنْ اَصْحَابِیْ وَمَنْ تَبِعَنِیْ عَلٰی دِیْنِیْ مِنْ یَّوْمِیْ هٰذَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ط

"اے میرے صحابہ! میرے جو صحابہ اِس وقت یہاں موجود نہیں ہیں میرا آخری سلام انہیں پہنچا دینا۔ اور انہیں بھی میرا سلام کہہ دینا۔ جو میری امت کے لوگ میرے بعد آئیں گے۔ اور میری تابعداری کریں گے، آج سے لے کر قیامت تک" (طبقات ابن سعد طبرانی، سیرت نبویہ احمد زینی)۔

اے اللہ! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام پہنچایا ہے، ہماری طرف سے حضورؐ کی روح پاک پر بارش کے قطروں، درختوں کے پتوں، سورج اور چاند کی کرنوں آسمان کے تاروں، ریت کے ذرّوں، کی تعداد کے برابر درود و سلام نازل کر۔ آمین۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ط

اَللّٰهُمَّ اَبْلِغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِّنَّا تَحِيَّةً وَّ سَلَامًا o

"اے اللہ ہماری طرف سے روح محمدؐ کو (ڈھیروں) تحیت و سلام پہنچا دے۔"

سرورِ کونینؐ کا غسل

دلائل النبوۃ میں امام بیہقی لکھتے ہیں کہ حضورؐ کی وفات کے بعد صحابہ کو اس بات کا فکر ہوا۔ کہ حضورؐ کو غسل کپڑے اتار کر دیا جائے۔ یا انہیں کپڑوں میں جو آپ کے وجود مبارک پر تھے سب کی رائیں مختلف تھیں۔ اسی اثنا میں ان پر نیند غالب آگئی، اور اونگھ کی حالت میں انہوں نے آواز سنی۔ کہ حضورؐ کو کپڑوں سمیت غسل دیا جائے۔ پس قمیص کے ساتھ ہی آپ کو غسل دیا گیا۔ ابو داؤد میں بھی یہ موجود ہے۔

حضرت علیؓ سے ابن ماجہ میں ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا تھا۔ کہ مجھے بئرِ غرس (قبا میں ایک کنواں ہے) کے سات مشک پانی سے غسل دینا۔ پس آپ کو پہلے خالص پانی سے، دوسری مرتبہ بیری کے پتوں والے پانی سے، تیسری مرتبہ کافور ڈال کر غسل دیا گیا۔ اس طرح بئرِ غرس کا سات مشک پانی ختم کیا گیا۔

حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے غسل دیا۔ فضل بن عباسؓ کروٹ بدلتے تھے قثم ابن عباسؓ۔ اسامہ بن زیدؓ اور شقرانؓ مولیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پانی دیتے جاتے تھے۔

رحمتِ عالمؐ کا کفن

تمام روایتوں میں صحیح ترین روایت یہ ہے۔ کہ حضورؐ کو تین سفید کپڑوں کا کفن دیا گیا۔

سرورِ کائناتؐ کی نمازِ جنازہ

حجرۂ عائشہؓ کے اندر ہی حضورؐ کا جنازہ رکھا گیا۔ ایک جماعت اندر جاتی۔ اور تکبیر اور درود شریف پڑھتی۔ پھر اور جماعت جاتی۔ اور بادیدۂ تر درود و سلام پڑھ کر باہر آجاتی۔ اسی طرح [illegible] بیت نے نماز پڑھی۔ پھر اور لوگوں نے، پھر عورتوں نے اندر جاکر درود و سلام سے دعا کی۔ اور ان کا کوئی امام نہ تھا۔ یہ تھی حضورِ پُر نورؐ کی نمازِ جنازہ۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

سید الکونینؐ کی تدفین

تدفین کے بارے میں اختلاف ہوا۔ کسی نے کہا۔ کہ منبر کے پاس دفن کرو۔ بعض نے بقیع کی رائے دی بعض نے مکہ مکرمہ لے جانے کو کہا۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ نبی کا جہاں انتقال ہو۔ اسے وہیں دفن کیا جائے حضرت علیؓ نے کہا۔ میں نے بھی حضورؐ سے یہی سنا ہے۔ چنانچہ متفقہ طور پر حجرہ عائشہؓ میں دفن کرنے پر اتفاق ہو گیا۔

ابو طلحہ زید بن سہل الانصاری نے حجرہ کے اندر لحد کھودی اور منگل اور بدھ کی درمیانی شب میں متاعِ دارین کو آنسوؤں کی بارش میں قبر کے اندر اتارا گیا عباس بن عبد المطلب اور علی بن ابی طالب، اور قثم ابن عباس قبر میں اترے اور دو جہان کے سردار حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لحد میں رکھ کر باہر آ گئے۔ پھر سب نے حسب دستور قبر اطہر پر مٹی ڈالی۔ اور حضرت بلالؓ نے قبر پر مشک سے پانی چھڑکا۔ سر کی جانب سے شروع کیا۔

بخاری شریف میں ہے۔ کہ دفن کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت انسؓ سے کہا۔ اے انسؓ! تم لوگوں کے دل نے اس کو کیونکر گوارا کیا کہ مٹی ڈالو تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر؟ یعنی جب تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈال رہے تھے۔ تو تمہارے دل پر کیا گزر رہی تھی؟

میری جان قربان

رُوْحِی الْفِدَآءُ لِرَوْضَةٍ قُدْسِيَّةٍ ✻ مَمْلُوْءَةٍ بِلَطَافَةٍ وَّصَفَآءٍ

میری جان اس روضۂ اقدس پر قربان۔ جو لطافت اور پاکیزگی سے مالا مال ہے

مَآ اَحْسَنَ الْقَبْرَ الَّذِیْ فِیْ حُجْرِہٖ ✻ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ سَیِّدُ الْبَطْحَآءِ

کیا اچھی آرام گاہ ہے جس کی آغوش میں۔ بہترین خلائق اور سردار بطحا آرام فرما ہیں۔

مَاذَا يُقَرِّبُ فِي ثَنَائِكَ وَاصِفٌ ۞ اَثْنیٰ عَلَيْكَ اللّٰهُ حَقَّ ثَنَاءٍ

آپ کی تعریف و ثنا میں کوئی شخص کیا پیش کر سکتا ہے۔ آپ کی بھرپور تعریف اور ثنا اللہ نے کی ہے

صَلّٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ رَبُّ الْوَرٰى

مخلوق کے پروردگار نے ان پر اور انکی آل پر درود و سلام بھیجا ہے

وَعَلٰى مَعَاشِرِ صَحْبِهِ الرُّحَمَاءِ (آزاد بلگرامی)

اور ان سب صحابہ پر بھی جو آپس میں شیر و شکر ہیں

روح و روانِ عالمِ امکاں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بڑی مشکل یہ ہے، جب لب پہ تیرا ذکر آتا ہے

دماغ و دل میں اک خوابیدہ محشر جاگ اٹھتا ہے

ابل پڑتے ہیں سوتے بیکراں جذبِ محبت کے

ابھر آتے ہیں خاکے تیری صورت، تیری سیرتؐ کے

کبھی جی چاہتا ہے تیری معصومی کے گن گاؤں

کبھی جی چاہتا ہے، سادگی کا ذکر کر ڈالوں

کبھی کہتا ہے دل، زہد و ورع سے ابتدا کر لوں

کبھی کہتا ہے دل، دریا دلی کا تذکرہ کر لوں

کبھی قصہ سنانا چاہتا ہوں تیرے بچپن کا

بہت سادہ، بہت معصوم سنجیدہ لڑکپن کا

کبھی حیرت فزا غزوات پھر جاتے ہیں آنکھوں میں

حنین و بدر کے دن رات پھر جاتے ہیں آنکھوں میں

کبھی تیری صداقت ولولہ انگیز ہوتی ہے
کبھی تیری رواداری تحیّر خیز ہوتی ہے
کبھی تیرے کمالِ صبر پر دل وجد کرتا ہے
تخیل میں ترے اوصاف کا پرچم ابھرتا ہے
کبھی تیری جفا کوشی پہ آنکھیں ڈبڈباتی ہیں!
تصور سے ترے فاقوں کے نبضیں چھوٹ جاتی ہیں
کبھی جلوے ابھرتے ہیں تری مہماں نوازی کے
یتیموں، بے سہاروں، بیکسوں کی چارہ سازی کے
مسلسل کشمکش ہوتی ہے الفاظ و معانی میں!
میں بہ جاتا ہوں اک خاموش طوفاں کی روانی میں
کہوں کیا، کس طرح، یہ فیصلہ مجھ سے نہیں ہوتا
خود اپنی الجھنوں کا تجزیہ مجھ سے نہیں ہوتا

صلے اللہ علیہ وسلم (عامر عثمانی)

خوشبوئے دو عالم

خوشبو ہے دو عالم میں تری اے گل چیدہ
کس منہ سے بیاں ہوں ترے اوصافِ حمیدہ
تجھ سا کوئی آیا ہے نہ آئے گا جہاں میں
دیتا ہے گواہی یہی عالم کا جریدہ
اے ہادیِ برحق تری ہر بات ہے سچی
دیدہ سے بھی بڑھ کر ہے ترے لب سے شنیدہ

اے رحمتِ عالم! تری یادوں کی بدولت
کس درجہ سکوں میں ہے، مرا قلبِ تپیدہ
تو روحِ زمن، روحِ چمن، روحِ بہاراں
تو جانِ بیاں، جانِ غزل، جانِ قصیدہ
صلے اللہ علیہ وسلم (حفیظ تائب)

وفات کے حادثہ عظیمہ کا اثر

حضرت جانِ جہاں، جانِ بہاراں، رشکِ ارم، آبشارِ ضیا، خلد بداماں، ختم نبیاں، صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثہ عظیمہ رنج والم اور مصیبت وغم کے ہفت آسمان بن کر اہلِ مدینہ پر ٹوٹ پڑا۔ طیبہ کے ہر فرد بشر کو قیامتِ صغریٰ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اور سب ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگے، صحابہؓ کو بے نردبان و سُلّم معراج پر جانے والے، سرخیلِ قدسیاں، اور شفیعِ عاصیاں، اپنے پیارے اور محبوب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔ وہ حضورؐ کی ایک ایک ادا پر جان قربان کرتے اور ایک حدیث کے مقابلہ میں جہانِ ہست و بود کی آرار کو گرد راہ جانتے تھے۔ وفات خیر الورٰیؐ نے ان کے حواس کھو دیئے، مارے غم کے ان کی عقلیں جواب دے گئیں۔ ان کی آوازیں بند ہو گئیں، حضرت عثمانؓ میں چلنے پھرنے کی قوت نہ رہی۔ حضرت علیؓ پر سکتے کی سی حالت طاری ہو گئی۔ حضرت عمرؓ کی عقل چھپ گئی۔ اور وہ تلوار پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔ لَآ اَسْمَعُ اَحَدًا یَذْکُرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُبِضَ اِلَّا ضَرَبْتُہٗ بِسَیْفِیْ ھٰذَا۔ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں اس تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضرت عمرؓ کے یہ کلمات سن کر سب لوگ حیران پریشان اور خاموش ہو گئے۔

صحابہؓ نے سالم ابن عبید الاشجعی کو کہا۔ اے سالم! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو بکرؓ کو تلاش[1] کرو۔ وہ آئیں اور بتائیں۔ کہ اس وقت کیا کیا جائے۔ حضرت سالم جناب ابو بکرؓ کو بلانے ان کے گھر گئے۔ جو مسجد نبوی سے ایک میل کے فاصلے پر عالیہ میں تھا۔

بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے مکن سے جو سُنح میں تھا۔ گھوڑے پر چڑھ کر آئے۔ اور اتر کر مسجد میں اترے۔ اور حجرے میں داخل ہوئے۔ حضورؐ کو دیکھا۔ جو دھبرہ[2] کی چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے چہرے مبارک سے کپڑا ہٹایا۔ اور آپ پر جھکے۔ اور حضورؐ پُر نور کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ شمائل ترمذی میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے (بوسہ دے کر) یہ آیت پڑھی۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝

"بیشک آپ بھی مرنے والے ہیں اور یہ سب لوگ بھی مرنے والے ہیں۔"

پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ حجرہ عائشہؓ سے باہر آئے۔ اور حضرت عمرؓ تلوار لئے وہی کچھ کہہ رہے تھے۔ جناب صدیقؓ نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا۔

اَمَّا بَعْدُ۔ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّهٗ قَدْ مَاتَ۔

وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ ۔

"جو تم میں سے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا (وہ

---

[1] سوموار کو صبح کے وقت حضورؐ کو کچھ افاقہ ہوا۔ تو حضرت ابو بکرؓ ان سے اجازت لے کر اپنے گھر سنح میں (جو ایک میل دور تھا) چلے گئے تھے۔ آپ کے جانے کے بعد چاشت کے وقت (دس بجے) حضورؐ رحلت فرما گئے۔ پھر حضرت سالمؓ نے ان کے گھر جا کر حضورؐ کی وفات کی اطلاع دی۔ تو حضرت ابو بکرؓ مسجد نبوی میں آگئے۔ [2] ایک یمنی خط دار سبز کپڑا۔

جان لے)، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں، اور جو تم میں سے اللہ کی عبادت کرتا تھا۔ (وہ جان لے) کہ اللہ زندہ ہے۔ کبھی نہیں مرے گا"

اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیتیں پڑھیں:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَاۗىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔـا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (پ ۴ع ۶)

"اور نہیں محمد مگر ایک رسول۔ ان سے پہلے (اور) بھی رسول ہو گزرے ہیں۔ پس اگر (محمدؐ اپنی موت سے) مرجائیں۔ یا مارے جائیں۔ تو کیا تم اپنے الٹے پیروں (کفر کی طرف) پھر لوٹ جاؤ گے۔ اور جو اپنے الٹے پیروں (کفر کی طرف) لوٹ جائے گا۔ وہ خدا کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا۔ اور جو لوگ (اسلام کی نعمت کا) شکر کرتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ عنقریب جزائے (خیر) دے گا"

ایسا خطبہ خلافت کبریٰ کا بارگراں اٹھانے والی ذات ہی بیان کر سکتی تھی۔ ورنہ تمام صحابہؓ حیران، پریشان اور دم بخود تھے۔ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کی حالت دگرگوں تھی۔ تمام اہل مدینہ ورطۂ حیرت میں تھے مبہوت اور مضطرب تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کے الفاظ ایمان کے استحکام اور عقیدے کی صحت کے لئے تا ابد روشنی کا مینار ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو تم سے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا۔ وہ جان لے۔ فَاِنَّهٗ قَدْ مَاتَ۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی موت ہو گئی ہے۔ انہوں نے موت کا لفظ اس لئے فرمایا۔ کہ ہر شخص یقین کر لے۔ کہ جسد پاک سے روح کا انفکاک ہو چکا ہے۔ جان پاک نکل گئی ہے۔ اور دنیوی زندگی ختم ہو گئی ہے، اور یہ کہ

کوئی یہ نہ کہے۔ کہ نبی مرتے نہیں ہیں جگہ بدل لیتے ہیں۔ انتقال مکانی کرتے ہیں ــ کئی زندیقوں نے ایک حدیث بھی گھڑ رکھی ہے۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ۔

"خبردار! اولیاء اللہ نہیں مرتے، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔"

غیر معبود کے لئے موت لازم ہے اور لوگوں کو حضورؐ کی موت کا حتمی یقین دلانے کے لئے فرمایا۔ جو کوئی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا۔ وہ جان لے کہ ان کی موت ہو گئی ہے' ظاہر ہے کہ کوئی حضور کی عبادت نہ کرتا تھا۔ کیونکہ آپ معبود نہ تھے۔ بلکہ رسول تھے پھر جو معبود نہ ہو۔ وہ مرتا ہے۔ اس کے لئے موت ہے۔ اور جس کی عبادت کی جائے وہ معبود ہوتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ اس کے لئے موت نہیں ہے۔

چنانچہ جب حضرت ابوبکرؓ حجرہ عائشہؓ سے باہر نکلے: تو لوگوں نے کہا۔

یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ قَالَ نَعَمْ۔ "اے رفیقِ رسول اللہ! کیا حضورؐ کی وفات ہو گئی ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ ہاں۔ وفات ہو گئی ہے۔ (شمائل ترمذی)

اور پھر قرآن کی آیتیں پڑھیں۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تو بس ایک رسول ہیں (خدا نہیں۔ کہ نہ مریں) قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ "ان سے پہلے جو رسول تھے وہ گزر گئے"

یعنی جس طرح پہلے رسول گزر گئے۔ ویسے ہی یہ رسول بھی چل بسے ہیں (کروڑوں درود و سلام ان پر) پھر ان کی موت پر تعجب 'حیرانی یا شک شبہ کیوں؟ موت لابُد

اٹل چیز ہے۔ اس سے کسی کو مفر نہیں۔ سوائے اللہ کی ذات کے کہ وہ نہیں مریگا اس کے لئے موت نہیں ہے۔

حضرت ابوبکرؓ سے جب یہ آیت لوگوں نے سنی۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی اس کو جانتا ہی نہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ سے سن کر سب لوگ یہ آیت پڑھنے لگ گئے۔ اور ان کو یقین آگیا۔ کہ حضورؐ کی وفات ہوگئی ہے۔

دراصل حضرت عمرؓ کا یہ کہنا کہ جو کوئی کہے گا۔ کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا ہے میں اس کا سر قلم کردوں گا۔ اس سے لوگوں میں حیرانی اور پریشانی پیدا ہوئی ورنہ کون نہیں جانتا تھا۔ کہ موت سے کسی کو چھٹکارا نہیں۔

بخاری شریف میں ہے، کہ حضرت عمرؓ نے جب ابوبکرؓ سے یہ آیت سنی۔ تو کہنے لگے۔ کہ مجھے معلوم ہوگیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔

حضرت انسؓ نے کہا۔ کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی بیعت کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا۔ کہ میں نے جو باتیں (حضورؐ کی وفات کے متعلق) کہی تھیں۔ وہ صحیح نہ تھیں۔ وہ باتیں نہ میں نے قرآن میں پائی ہیں۔ نہ میرے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد تھا۔ میں چاہتا تھا۔ کہ حضورؐ زندہ رہتے۔ اور ان کی موت ہم سب کے بعد ہوتی۔

دراصل حضرت عمرؓ پر اس حادثہ عظیمہ کا اثر تھا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے وہ غیر متوازن باتیں کیں۔ حضرت بلالؓ کا یہ حال تھا۔ کہ حضورؐ کی تدفین سے پہلے جب اذان دیتے۔ اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ کہتے۔ تو گریہ و بکا سے ساری مسجد لرز اٹھتی تھی۔ دفن کے بعد حضرت بلال رضؓ نے اذان دینی موقوف کردی۔

الحاصل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی ایک ذات تھی جنہوں نے حضورؐ کی وفات پر ان نازک حالات میں لوگوں کو سنبھالا دیا۔ ساری فضا کو درست کیا۔ اور حضورؐ پر نور کی تجہیز و تکفین کا سارا انتظام فرمایا۔ اور اس کے بعد خلافت کی کشتی کو حوادث کے جھکڑوں اور طوفانوں کے تھپیڑوں سے باحسن وجوہ بچا کر صحیح سلامت کنارے پر لگایا۔ رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی میراث

صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، محدثینؒ، فقہاءؒ اور امت کے جمہور علماءؒ کا اجماعی مسئلہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں وراثت نہ تھی۔ اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ کیونکہ حضورؐ نے خود فرمادیا ہے۔ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا فَھُوَ صَدَقَۃٌ ۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم انبیاء کی جماعت جو چھوڑتی ہے۔ وہ صدقہ ہوتا ہے۔ یعنی اس کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

(شمائل ترمذی)

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں۔ اور فرمایا۔ مَنْ یَّرِثُکَ تمہارا کون وارث ہوگا؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اَھْلِیْ وَ وَلَدِیْ ۔ میرے اہل و عیال۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا۔ مَالِیْ لَآ اَرِثُ اَبِیْ ۔ پھر میں اپنے والد کے ترکہ کی کیوں وارث نہیں بنی؟ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ البتہ میں دو وقف کا

متولی ہونے کی وجہ سے) جن لوگوں کا روزینہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا ہوا تھا۔ اس کو میں بھی ادا کروں گا۔ اور جن لوگوں پر حضور خرچ فرمایا کرتے تھے۔ ان پر میں بھی خرچ کروں گا۔" (شمائل ترمذی وغیرہ)

اس پر حضرت فاطمہؓ مطمئن ہوگئیں۔ اور اپنے والد یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم پر راضی ہوگئیں۔ کیونکہ حضورؐ کے ترکہ میں وراثت نہیں ہے۔

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عمرو بن حارثؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا سَلَاحَهٗ وَبَغْلَتَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً۔

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکہ میں صرف ہتھیار اور اپنی سواری کا خچر، اور کچھ حصہ زمین کا چھوڑا تھا۔ اور ان کو بھی صدقہ فرما گئے تھے۔ (شمائل ترمذی)

حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:-

مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلَا شَاةً وَّلَا بَعِيْرًا۔ (شمائل ترمذی)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ چھوڑا دینار، نہ درہم، نہ بکری، نہ اونٹ"

اربوں کھربوں درود و سلام ہوں اِن نبی رحمتؐ پر

جنہوں نے کوئی دینار و درہم، کوئی روپیہ پیسہ پیچھے نہیں چھوڑا۔ جنہوں نے بہ ہزار شوق و آرزو فقر و درویشی کو اپنایا۔ غریبی کو سینے سے لگایا۔ اور دولت اور شاہی کو ٹھکرایا۔ اور اپنی پیاری اور انمول زندگی کا سرمایہ قصرِ اسلام کی تعمیر پر لگا کر حظیرۃ القدس میں تشریف لے گئے۔

(ارواحنا لہ الفدا)

سیّدِ آفاق، سرورِ عالم، حسنِ ہفت رواق، امامِ رسل، سپہرِ حشم آسمانِ خیمِ غیرتِ مہر و ماہ، رونقِ دوجہاں، جانِ مشک فشاں، پیکرِ خلد بداماں، مہر لقا، ماہِ حرا، راہروِ رہِ اسریٰ، سیاحِ قصرِ نیلی فام، لاہوت سراجِ عالم، امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے۔ نیکی، خوبی، بھلائی، اخوت، مروت، مودت، انسانی ہمدردی، مہر، الفت، عفو، حیا، رواداری، خوش خلقی، احساسِ غربت۔ حفظِ حقوق۔ قدرِ انسانیت، عزتِ نفس، خودداری، غیرت، شرافت، احترامِ آدمیت، عدل و انصاف، مساوات، راستی، امن و آشتی، تکریم عورت، اور توحید و اسلام کا ایک جگمگاتا جہان چھوڑا۔ سیرتِ طیبّہ کے ایک ایک لمحہ سے رشد و ھدیٰ کا وہ نور پھوٹا۔ جس سے جہانِ ہست و بود کے تمام ظلمت خانے ضو دینے لگے۔ اور تاریک دنیا ایک نور کے عالم میں ڈھل گئی۔ ؎

کس کا جمالِ[1] ناز ہے جلوہ نما یہ سُو بہ سُو
گوشہ بگوشہ، دربدر، قریہ بہ قریہ، کُو بہ کُو

---

[1] سیرتِ طیبّہ کا نور۔

اشک فشاں ہے کس لئے دیدۂ منتظر مرا
دجلہ بہ دجلہ، یم بہ یم، چشمہ بہ چشمہ، جُو بہ جُو

جلوۂ عارضِ نبی ؐ، رشکِ جمالِ یوسفی
سینہ بہ سینہ، سر بہ سر، چہرہ بہ چہرہ، ہُو بہ ہُو

زلفِ درازِ مصطفےٰ ؐ، گیسوئے لیلِ حق نما
طرّہ بہ طرّہ، خم بہ خم، حلقہ بہ حلقہ، مُو بہ مُو

یہ میرا اضطرابِ شوق، رشکِ جنونِ قیس ہے
جذبہ بہ جذبہ، دل بہ دل، شیوہ بہ شیوہ، خُو بہ خُو

تیرا تصوّرِ جمال، میرا شریکِ حال ہے!
نالہ بہ نالہ، غم بہ غم، نعرہ بہ نعرہ، ہُو بہ ہُو

بزمِ جہاں میں آج بھی، یاد ہے ہر طرف تری
قصّہ بہ قصّہ، لب بہ لب، خطبہ بہ خطبہ، رُو بہ رُو

کاش ہو ان کا سامنا، عین حریمِ ناز میں
چہرہ بہ چہرہ، رخ بہ رخ، دیدہ بہ دیدہ، دُو بدُو

(رئیسؔ امروہی)

ربابِ کائنات کی مضراب

حضرت رہروِ عالم بالا

صلی اللہ علیہ وسلم

ہے اگر کائنات اک رباب ذات پاک حضورؐ ہے مضراب!
سب میں کچھ کچھ کمی سی لگتی ہے جو بھی آتے ہیں ذہن میں القاب
وہ کہ ان کا نہیں کوئی بھی مثیل وہ کہ ان کا نہیں کوئی بھی جواب
ان کی ذات وصفات اک دریا اور الفاظ میرے مثل حباب
نور[1] ان کا ہے کر دیا جس نے ذرّے ذرّے کو مہر عالم تاب
قوم جو علم سے تھی بے بہرہ کھول دی زندگی کی اس پر کتاب
بے ادب بادیہ نشینوں کو آئے موت وحیات کے آداب
موت کو یوں بنا دیا محبوب لوگ مرنے کو ہو گئے بے تاب
دولت وملک ونسل کی تفریق تھی جو انسانیت کے حق میں عذاب
یوں مٹا دی کہ بوذر و سلماں ہو گئے ہمسر عمرؓ خطاب
آپ ہی کی بتائی وہ نکلی جب بھی سوجھی کسی کو راہِ صواب
ان کا پیغام جس نے اپنایا آگیا اس کی زندگی پہ شباب

ان کی خوشبو نفس نفس میں ہے
سانس لینا بھی اب ہے کارِ ثواب

(فضلی)

---

[1] نورِ ہدایت!

خیر البشر فخرِ اولادِ آدم

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرارِ محبّت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اس پر، ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اس پر، جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر، جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اس پر، کہ جس کی سادگی درسِ بصیرت تھی
سلام اس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیت تھی
سلام اس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی
سلام اس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی
سلام اس پر، بھلا سکتے نہیں جس کا کبھی احساں
سلام اس پر مسلمانوں کو دی تلوار اور قرآں

(ماہر القادری)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ نُوْرِ الْهُدٰى وَالْقَائِدِ اِلَى الْخَيْرِ وَالدَّاعِيْ اِلَى الرُّشْدِ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ كَمَا بَلَّغَ رِسَالَتَكَ وَنَصَحَ لِعِبَادِكَ وَتَلَا اٰيَاتِكَ وَاَقَامَ حُدُوْدَكَ وَوَفّٰى بِعَهْدِكَ وَاَنْفَذَ حُكْمَكَ وَاَمَرَ بِطَاعَتِكَ وَنَهٰى عَنْ مَّعْصِيَتِكَ وَوَالٰى وَلِيَّكَ الَّذِيْ اَنْ تُوَالِيَهٗ وَعَادٰى عَدُوَّكَ الَّذِيْ اَنْ تُعَادِيَهٗ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝
